رُوداد

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور

۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق و باطل کا عظیم معرکہ

مقدمہ مرزائیہ بہاولپور ۱۹۳۵ء

جلد سوم

عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے۔ ایل ایل بی ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جواب الجواب حضرت مولانا ابو الوفا صاحب مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

جس میں

جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی تحریری بحث کا براہین ساطع و دلائل قاطع سے نہایت مدلل و جامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر و ارتداد پورے عالم میں ابیض من الشمس کر دیا۔

ناشر

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) ۱۲ ڈیوس روڈ لاہور

ترتیب

جواب الجواب حضرت مولانا ابوالوفا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مختار مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ ۱۲۵۵

عدالتِ عظمیٰ ریاست بہاولپور سے مقدمے کی واپسی پر جب از سرِ نو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطورِ مختار مدعیہ پیروی مقدمہ کی۔ ۱۹۳۳ء میں جب فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے شہرۂ آفاق رأس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفا صاحبؒ بطور خاص دیوبند سے بہاولپور تشریف لائے۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔
جلال الدین شمس کی تحریری بحث کا نہایت جامع اور مدلل جواب الجواب قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں پیش فرمایا، جس کے بارے میں علماء ربانی نے تحریر فرمایا ہے۔ تردید مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی علم و عرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

ادارہ

جواب الجواب مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ

مدخلہ ۲۸ر اپریل لغایت ۱۰ مئی سنہ ۱۹۳۴ء

ایمان و اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ وافضل الصلوٰۃ واکملہا علیٰ حبیبہ سید الوریٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ مصابیح الدجیٰ

اما بعد :

تمہید : الحمد للہ کہ مختار مدعا علیہ باوجود اتنی لاطائل بحث تو درکنار اس کے قریب بھی نہ پہنچا۔ اس نے عاجز آکر جواب میں دیدہ دانستہ محض لاجواب ہونے کی وجہ سے وہ پوائنٹ ہی سجا گیا۔

جن پر بحث مبنی تھی باوجود اس کے میں بعون اللہ وقوتہ کے دعویٰ کے ساتھ علیٰ وجہ البصیرۃ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس طولانی بے معنی بحث کو اس کی خاطر کوئی نیک طینت اور رحمدل انسان اعلیٰ پایہ کی خدانخواستہ بحث ہی مان لے پھر بھی مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد اس قدر اٹل ہے کہ وہ بدستور قائم رہتا ہے اور کوئی بھی عنوان تک بدلنا نہیں پڑتا کیونکہ ہماری بحث کا بحمد اللہ کوئی بھی ہیڈنگ ایسا نہیں جس میں ایک دو تین بلکہ متعدد حوالے ایسے لاجواب نہ رہے ہوں جن کا جواب تو کجا ذکر و اشارہ تک دیدہ دانستہ ترک کرکے مختار مدعا علیہ اپنے عجز اور ان کی لاجوابی کا اقرار نہ کر چکا ہو۔ اور چونکہ شہادت کی طرح بحث بھی جماعت کی مرتبہ ہے لہٰذا تمام جماعت کے نزدیک، پس مرزا صاحب اور مرزائیوں کا کفر و ارتداد لاجواب و اٹل ہے بجائے کسی جواب کے اگر میں ان لاجواب حوالوں کو جمع کردوں تو بھی میری بحث ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور اٹل و لاجواب رہے گی (مثلاً بحث کے ہیڈنگ لا الٰہ الا اللہ کا پہلا نمبر ا توحید۔ الخ) جس کا کوئی ہیڈنگ بھی ان شاء اللہ بدلنا نہیں پڑے گا اور میری بحث کو لاجواب ہونا ہی تھا کیونکہ آقائے کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹنے والوں ان کے مقدس ناموس پر حملہ کرنے والوں اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو کوئی تاویل، کوئی آڑ کائنات عالم کا کوئی ذرہ پناہ نہیں دے سکتا ہے

کچھ اس طرح سے کیا میں نے شکوہ والحاح
نگاہیں جھک گئیں ان سے نہ کچھ جواب بنا

میں ان شاء اللہ العزیز درمیان میں ان لاجواب باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آخر میں ان کی ایک مکمل لسٹ دوں گا جو مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد کی ان شاء اللہ تعالیٰ تاقیامت باقی رہنے والی دستاویز ہوگی۔

اصل جواب الجواب

اس اجمالی تمہید کے بعد کسی مفصل جواب کی حاجت نہ تھی مگر صرف دنیا پر اس جماعت کا دجل و فریب آشکارا کرنے کے واسطے کچھ اختصار سے عرض کرتا ہوں ۔

مختار مدعا علیہ کے افتتاحی کلمات ۔

(۱) مبادی بحث بعد میں ہوں گے آج میں اس سوال کو لینا ہوں کہ مختار مدعیہ نے عقائد مدعا علیہ پر اعتراض کیا ہے حالانکہ مدعا علیہ نے جواب دعویٰ میں صاف طور پہ بیان کر دیا تھا کہ میں مسلمان ہوں "

یہ فرمانا کہ مبادی بعد میں آئیں گے عجیب الٹی منطق ہے کون نہیں جانتا کہ مبادی مقاصد کے بعد نہیں آتے ۔ ہاں قادیان کی الٹی گنگا کا ہمیں علم نہیں باقی مدعا علیہ کا اقرار اسلام درست مگر ساتھ ہی مدعا علیہ کو اپنی مرزائیت (احمدیت) اور مرزا کی نبوت اور وحی کا بھی تو اقرار ہے گویا وہ تمام کفریات جو خاصہ مرزائیت واحمدیت ہیں اور جن سے مرزا صاحب کی کتب بھری ہیں مدعا علیہ کے ایمانیات کا جزو اعظم ہیں ۔ ؎

زاہد اتسبیح میں زنار کا ڈورا نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلماں کی طرف

مرزائیت سے توبہ کر ڈالنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغوش اس کے لیے کھلا ہے اور ہم غلاموں کی آنکھیں بھی اس کے لیے فرش راہ ہیں ۔

جواب بحث (۱)

اپنا اور مرزا صاحب کا ایمان واسلام ثابت کرنے کے واسطے جس قدر آیات واحادیث واقوال فقہاء ومتکلمین و عبارات مرزا صاحب پیش کی ہیں یہ وہی شہادت کا گذرا ہوا مجروح سبق (دیجائی سے) مکرر دہرایا گیا ہے جس کا دندان شکن جواب ۱۸ اکتوبر ۳۳ء کی بحث میں مکمل دیا جا چکا جس کے لاجواب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ مختار مدعا علیہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی اور اس ادعا کے کہ اس کے پاس مختار مدعیہ کی بحث لفظ بلفظ لکھی ہے مخصوص بنیادی پوائنٹ میں سے ایک حرف کا جواب کجا اشارہ تک نہیں کیا ۔ ملاحظہ عدالت کے واسطے اس کے مکررات کا بالاختصار اعادہ کرتا ہوں ۔

(۱) ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلامی عقائد بھی تھے ورنہ مادرزاد کافر کہا جاتا مرتد کا حکم نہ لگتا ۔

(۲) ان آیات آمن الرسول وغیرہ اور احادیث بنی الاسلام وغیرہ نیز کتب فقہ وعقائد میں جس قدر ایمان کے

(۳) یہ تمام امور ایمانیہ حقیقتاً اور معنیً بدیہاً تم مدعیہ اور ان کے ہم عقیدہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں موجود ہیں
پھر بھی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے خواہ بیچاروں نے ان کا نام تک نہ سنا
ہو کافر دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکے کافر ہیں یہ تمام امور ایمانیہ باوجود کوئی کفر نہ ہونے کے صرف مرزا
کی بیعت میں شامل ہونے سے کافر ہوتے ہیں تو بیچ سکیں اور مرزائی سینکڑوں کفریات کے باوجود انہی امور سے پکے
مسلمان رہیں کچھ تو شرم چاہیئے ۔

جیا موت سے ہم بولتی کہیں زمانہ میں
تو ہم بھی بیٹھے کسی اپنے مہرباں کے لیے

مختار مدعیہ کے جواب کی آڑ میں مختار مدعا علیہ کی مغالطہ دہی کی ناکام کوشش

مختار مدعیہ کے ہیڈنگ کے تحت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ مغالطہ ہے کہ یہ
پیش کردہ کتب دعویٰ نبوت سے پہلے کی ہیں۔ خلاصہ یہ محض مختار مدعا علیہ کا بوجہ جواب نہ بن سکنے کے مغالطہ
ہے کیونکہ میری بحث میں یہ نہیں کہ ۱۹۰۱ء کے بعد اسلامی عقائد کا نام ہی نہ لیا بلکہ یہ ہے کہ پھر یہ لمبے لمبے زور
دار دعوے نہ اس کے بعد پھیکے پڑ گئے اور یہ بلند آہنگی باقی نہ رہی بلکہ آخر تک مرزا صاحب مغالطہ آمیز عبارتیں
بولتے رہے ۔ اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان نبوت کاذب کی مناسبت لازماً یہی ہے کہ وہ دجل
سے کام لیں جیسا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور مرزا صاحب نے خود دجال کی یہی تعریف کی ہے
کہ وہ غلط ملط کرے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت حصہ ۳ دجال کے لیے ضروری ہے کہ نبی برحق کا تابع ہو کر ہر
طرح کے ساتھ باطل ملاوے اگر حق محض پر زیادت کی جائے تو اس زیادت کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس
کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے
تو وہی دجال کہلائیں گے ۔

میری بحث کے اصل لفظ ملاحظہ ہوں ۔

(۱) " یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعاء اسلام اس وقت تھا جب ادعاء نبوت کا سودا دماغ میں نہ تھا اور ہر قسم کے مدعی
نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور کسی قسم کے نبی کا آنا خاتم النبیین کے منافی اور لانبی بعدی میں تخصیص و تاویل
شرارت قرار دیتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نبی ہو کر آنا مجازی بتلاتے تھے ملاحظہ ہو ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ و حقیقۃ
النبوۃ صفحہ ۸۹ و سراج منیر صفحہ ۳ و حمامۃ البشریٰ اس کے بعد یہ بلند آہنگی نہ رہی ۔

مطابق ۲۴ راگست ۱۹۳۲ء کی جرح سے گواہ نمبر ۲ مدعیہ کا ایک فقرہ لے کر " ازالہ اوہام کی تالیف تک
مرزا صاحب مسلمان تھے " یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اس کے بعد بس کفر ہی کفر فرماتے رہے اور یوں ازالہ اوہام جو ۱۸۹۱ء
کا ہے اس کے بعد اسلام کا دعویٰ پیش کیا ہے محض بے سود حیلہ ہے۔ اس کے بعد بھی اسلامی نمائش فرماتے رہے ہیں ۱۹۰۱ء

کے بعد کے صرف ۔

(۲) حوالہ کشتی نوح اور مواہب الرحمٰن ہیں جس میں الفاظ تو خوش آئند ہیں مگر معانی بدل بدل کر الحاد اور بے دینی کی بنیادیں ڈال رہے ہیں اور اس سے بھی ان کا کفر و ارتداد ہی ثابت ہوتا ہے ملاحظہ ہو اصل بحث ۸ و ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء جہاں اس کا مفصل جواب ہے۔ مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ہمارا استدلال جب غلط ہوتا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد ان کی تردید مختار مدعیہ دکھاتا اور وہ نہ کر سکا۔ ماشاء اللہ جناب دیدہ و دانستہ چشم پوشی فرما کر تجاہل عارفانہ اختیار کریں اس کا کیا علاج۔ ہم نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیڈنگ نمبر دو میں کفریات کے حوالے مثلاً لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین حصہ پنجم ۱۹۰۸ء حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء اور البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء تک کے حوالے پیش کئے ہیں جو نہ صرف ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں بلکہ انتقال سے دو ماہ قبل تک کے ہیں نیز خلیفہ محمود صاحب کے کفریات کے حوالے بھی درج ہیں مگر آپ دیدہ و دانستہ جواب نہ بن سکنے کی وجہ سے ٹال ہی جائیں اس کا کیا علاج۔ مختار مدعا علیہ نے حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت سے دو تین حوالے اسلامی عقائد کے پڑھ دیئے اور سمجھ لیا کہ دنیا اس سے دھوکا کھا جائے گی انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مومن کی فہرست منقلب کی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کفریہ عقائد بھی انہی کتابوں کے ملاحظہ فرمادیں جو ہم نے سماعت کے ابتدائی مضمون میں دیئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حق تلبیس کرنے کی ایک شکل ہے اور یہ جو عرض اور اسلامی کا شعبدہ ہے جس میں کفر و ارتداد کا دعویٰ ہو کے مسلمانوں کا ایمان ثابت کیا جاتا ہے جواب تو یہ تھا کہ ۱۹۰۱ء کے بعد قبل ہے بلکہ آخر تک کے اسلامی دعوی پیش کرتے ہوتے ان کفریات کی تردید کے ہوتے غیر مشتبہ الفاظ میں بعد کی کتب سے پیش کرتے مگر یہ کیونکر ہو سکتا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور کفر و اسلام دونوں کشتیوں پر سوار ہونے والوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی کوئی اور بیان کیونکر بحث قرآن پاک پڑھیئے۔

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا۔

ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں اضافہ ہی کرتے رہے اللہ ان کی مغفرت نہیں کرنے کا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھلائے گا۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ”حقیقۃ الوحی سے جو کمال نادانی سے مختار مدعیہ نے حوالے خلاف توحید سمجھ کر پیش کئے ہیں اکثر ان میں سے براہین احمدیہ میں موجود ہیں جب کہ براہین مدعیہ و مختار ان مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب مسلمان تھے“ پھر انا سید صاحب جواب دے کر نادان فرماتے تو اچھا تھا اب جواب سے عاجز کر منہ چڑھانے کو مخول پر اتر آئے اور سچ ہے جب جواب کسی سے نہیں بنتا تو ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور سلیقہ کی گفتگو کی توفیق۔ یقیناً ایک دو قرآن پاک کی آیات براہین احمدیہ میں بھی ہیں مگر وہاں

یہ پتہ نہیں دیا ہے کہ یہ قرآن کی آیات نہیں بلکہ میرے الہامات ہیں اور ان سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں بلکہ میں مراد ہوں مسلمان بچارے یہ سمجھتے رہے کہ یہ قرآنی آیات آریوں اور عیسائیوں کو جواب دینے کے لیے منتخب کی گئی ہیں جن پر بعد کو دلائل بھی ہوں گے اور یہی انہیں باور کرا کے ہزاروں کا مال سے چندہ وصول کر لیا۔ بعد میں بھی اربعین اور حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء وغیرہ میں آکر جب نبوت سے پردہ اٹھا مرزا صاحب کے الہام بن گئے اور پہلے تو مصداق باری تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ کبار تھے اور اب وہ سب آیات صرف مرزا صاحب کے واسطے بن گئیں اور ہونا بھی تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر دعویدار نبوت دجل نہ کرے تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر حرف آجائے جن کی شان گرامی میں ابوجہل وابولہب جیسا دشمن بھی "ما جربنا علیک کذبا" کے مناسد قصائد پڑھ رہے ہیں۔

البدر اور اخبار عام کے مغالطہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔

"اور مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ مدعیہ کی طرف سے بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا جس میں دعوے نبوت کا ذکر ہے لیکن مدعا علیہ کی طرف سے اس کے بعد کوئی تحریر پیش نہیں کی گئی صریح جھوٹ ہے کیونکہ مدعا علیہ کی طرف سے اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا حوالہ پیش کیا گیا ہے اور وہ ایک خط ہے جو آپ نے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی وفات سے تین روز قبل ایڈیٹر اخبار عام کے نام تحریر فرمایا الخ"

جھوٹ کہنا تو آسان ہے مگر مسیح صادق ومصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی طرف نسبت کر کے ثابت کرنا دشوار ہے مختار مدعیہ کا دعویٰ تو اس وقت جھوٹا ہو سکتا تھا کہ اس نے اخبار بدر ۱۹۰۸ء مارچ سے جو یہ حوالہ پیش کیا کہ "ہم خدا کے حکم سے نبی اور رسول ہیں"؛

مختار مدعا علیہ اخبار عام سے اس سے رجوع اور انکار ثابت کر دیتے کہ میں اب دعویٰ نبوت و رسالت سے باز آتا ہوں میری غلطی یا دماغی خلل کا نتیجہ دعویٰ نبوت تھا پھر ہم بھی مرزا صاحب کو اسلامی لفظوں سے یاد کرتے آج مختار مدعا علیہ یا ان کے ہم عقیدہ اس کفریہ عقیدہ سے تائب ہو جائیں پھر تو مسلمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اپنی آنکھیں فرش راہ کرتے نظر آئیں گے۔

مختار مدعا علیہ نے یا غور نہ فرمایا یا دیدہ ودانستہ مسلمانوں کو سیدھا سادا سمجھ کر اخبار عام کا خط

نقل کر دیا کہ شائع ہونے پر عوام پڑھیں گے نہیں صرف ہیڈنگ سے مغالطہ کھا جائیں گے۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ یہ خط آپ عدالت عالیہ میں پیش کر رہے ہیں جہاں وہ ہر طرح پرکھا جائے گا۔ اس خط میں دعوے نبوت سے دست برداری یا اس پر توبہ و ندامت تو درکنار اسی عظیم الشان کفر کا ...... بار بار نہ صرف اقرار ہے بلکہ اسی پر اس وقت تک باقی رہنے کو فرمایا جاتا ہے جب تک دنیا سے گذریں اس خط کے فقرات ذیل ملاحظہ ہوں۔

"میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں"

"اس نے میرا نام نبی رکھا ہے"

"میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں تو گنہگار ہوں گا"

"اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں"۔

"میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ دنیا سے گذر جاؤں"

"میں نبی ہوں اور امتی بھی ہوں"

"مرزا صاحب نے آخر وقت بھی ہماری ہی تائید کی نہ مختار مدعا علیہ کی کاسے نہ پیش فرماتے تو شاید اچھا ہوتا۔" ؎

صداقت چھپ نہیں سکتی بنے کر پھول ہی جاتی ہے
زلیخا نے کیا پاک دامن ماہِ کنعاں کا

یہ کہنا کہ میں ایک ایسا نبی ہوں دینا نہیں بے سود ہے کیونکہ قرآن و احادیث و کتب عقائد کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ ہر قسم کا دعویٰ نبوت ظلی ہو یا بروزی مستقل ہو یا تابع شریعت ہو یا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اعظم ترین کفریات سے ہے علاوہ بریں کہ مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ میری نبوت کا معنی کثرت مکالمہ وغیرہ ہیں یہ بھی وہی مغالطہ دہی ہے جب کہ خود ہی فرما چکے ہیں کہ سوا صاحب شریعت نبی کے اور کسی ملہم وغیرہ کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا نہ صاحب شریعت نبی کے شریعت کے علاوہ کسی کا منکر کافر ہوتا ہے اس کے بعد اپنے منکرین کو محض انکار کی بناء پر کھلے بندوں کافر بھی بتا گئے گویا کہ اپنے ہی اقرار سے مرزا صاحب شرعی نبی بن گئے۔

؏ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری۔

ابوالوفاء

یہ بار بار کہنا کہ میں قرآن کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف نہیں میری گردن اسی جوتے کے نیچے ہے۔ باوجودیکہ وہ جوکعب کا آثار پھینکا تمام دین کو برباد کردیا اللہ ورسول ؐ کے سے علم بغاوت بلند کرچکے نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے۔

اس ہیڈنگ کے لاجواب پوائنٹ۔

ابتدا حستہ کے تینوں نمبر جس کا ہیڈنگ تفریق اسلام مدعیہ ومدعا علیہ جس میں تفصیل سے یہ بتایا گیا کہ مدعیہ یقیناً مسلمان ہے اور مدعا علیہ کے کفر میں شک نہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ نوٹس بحث مختار مدعیہ۔

اسلام کا سنگِ بنیاد

لا الٰہ الا اللہ — محمد رسول اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پر مرزائیوں کا ایمان نہیں لا الٰہ الا اللہ اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے جس تحیر کا اظہار کیا ہے اور ان عیوب پر جن لغو طرق سے پردہ ڈالنے کی لغو کوشش کی ہے ان کو بے کرنے سے قبل یہ عرض کروں کہ میرا یہ دعوےٰ کہ مرزا صاحب اور کسی مرزائی کا جب تک وہ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھے نہ لا الٰہ الا اللہ اصل اصول ایمان پر ایمان ہے نہ کبھی ہو سکتا ہے بہ مقدار اٹل قائم ہے تسالغ ہونے پر کوئی اُن سے حسن ظن رکھنے والا آنکھیں بند کرکے ان کی ساری مغالطہ آمیز رکیک تاویلات خدانخواستہ عقل ودانش کا خون کرتے ہوئے صحیح و درست بھی تسلیم کرے پھر بھی تمام بنیادی حوالے جن پر اس دعوےٰ کا مدار ہے ایسے لاجواب ہیں کہ ان کا جواب بھی مختار مدعا علیہ نے دیدہ ودانستہ نام تک نہ لیا اس ہیڈنگ کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ عدالت عالیہ کی نظر عالی میں پوشیدہ نہیں۔

تاویلات رکیکہ کی حقیقت

(۱)

ذاتہ تنقی فی المنام عین اللّٰہ وتیقنت انہ ھو

تمام نمبر چھوڑ کر لا الٰہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت کے بارہویں نمبر کا جو کفریہ بعنوان ادعاء عینیت باری تعالےٰ عقیدہ نقل کیا گیا ہے سب سے پہلے اس کے واسطے ایک طول طویل عبارت

سپرد قلم فرمائی ہے جس کا خلاصہ سات امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہیں سمجھا کہ آپ خدا بن گئے؟
(۲) نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا۔
(۳) ان کا عقیدہ نہیں بلکہ رؤیا ہے۔
(۴) اس میں ہے کہ خواب ہی میں میں نے یقین کیا کہ خدا ہوں
(۵) اس سے خدا کا اظہار مقصود نہیں بلکہ کشف کا اظہار ہے۔
(۶) جو خواب میں دیکھا جائے اسے حقیقت پر محمول کرنا ضروری نہیں۔
(۷) تقریباً آٹھ حوالے قطع و برید کرکے احادیث و صوفیاء کرام کے بے محل اور بے جوڑ بطور نظیر نقل کئے ہیں۔

نمبروار مفصل جواب عرض ہے

جواب

(۱) "مرزا صاحب نے اس سے یہ کبھی نہ سمجھا کہ آپ خدا بن گئے ہیں" اور کیسے سمجھتے حقیقت اتنی ہو خود فرما رہے ہیں کہ میں نے یقین کر لیا ہے کہ میں ہو بہو خدا ہوں۔
(بطور جملہ معترضہ)

(۲) "اور نہ کبھی آپ نے خدائی کا دعویٰ کیا":

جواب اگر تک اسی ذہن میں رہے مختار مدعا علیہ کو تعلیم میں نہ نظر آئے تو اس کا ذمہ دار کون ہے آئینہ کمالات جو فروری ۱۸۹۳ء کی تصنیف ہے اس کے بعد لیکچر سیالکوٹ جو ۱۹۰۴ء کا ہے ہندوؤں کے لیے خدا کا اوتار بن رہے ہیں۔ اس آئینہ کمالات کے بعد کی کتاب البریۃ صفحہ ۷۶ میں الہام موجود ہے ..... خدا تیرے اندر اتر آیا۔ خطبہ الہامیہ میں بھی اپنی خدائی پر قائم اور حقیقۃ الوحی کی تصنیف تک جو ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ایک سال قبل وفات ہے مالک کن فیکون بنے بیٹھے ہیں۔

تفصیل کے واسطے میری بحث جہاں کفریات کا شمار کرایا ہے ملاحظہ ہو جیسی تو وہ تریاق القلوب، صفحہ ۳۹۷ پر نئے خدا نئی زمین نئے آسمان ماننے کی دعوت دے رہے ہیں وہ اسی کشف کی تفسیر ہے کیونکہ آئینہ کمالات اسلام میں خود خدا بن کر ایک جدید نظام نیا آسمان نئی زمین تیار کی ہے پھر تریاق القلوب ۱۸۹۹ء صفحہ ۳۹ پر فرماتے ہیں "نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابراہیم اور یعقوب

نوٹ :۔

یہ تقریباً تمام وہ حوالے ہیں جو مسل پر نہیں آئے ۔ اور باوجود اکثر ثبوت طلب اور قابل جرح ہونے کے شہادت میں بچا کر خلاف قانون نظائر کی آڑ سے کر پیش کیے گئے ہیں ۔ حالانکہ نظیر وہ ہو سکتی ہے کہ فریقین نیز عدالت کو اس کا قابل اعتبار ہونا مسلم ہو۔ ہاں اُن کے منطبق و غیر منطبق ناطق و صامت ہونے میں کوئی کلام کیا جا سکے ۔

آرجو بھی منطبق جائے درحاصل یہ ایک جدید شہادت ہے مگر جب کہ یہ ریکارڈ میں ہے اگر عدالت اس کی پابند نہیں نہ عدالت کے لائق التفات ایسی غیر ذمہ دار چیزیں ہو سکتی ہیں) تو اس کا جواب بھی تبرعاً پیش ہے ۔

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند و سورج کو اپنا سجدہ کرتے دیکھنا اور نتیجہ یہ نکالا (تو کیا درحقیقت خدائی کا دعویٰ کر دیا) اور اس میں یہ مقدمہ لگایا کہ سورج و چاند صرف خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں " سبحان اللہ انتہی دور خواب تک پہنچے اور فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور فرشتے خدا کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کر سکتے ۔ لہذا (عیاذاً باللہ) آپ کے نزدیک وہ خدا ہو جائیں گے ۔ نیز بعد کے واقعہ کو کیوں نہ لیا کہ ان کے گیارہ بھائیوں اور ماں باپ نے سجدہ کیا ۔ یہ خواب اس واقعہ سے بالکل بے ربط و غیر متعلق ہے نہ اس میں انہوں نے اپنے آپ کو خدا دیکھا نہ خدائی کا یقین کیا نہ زمین و آسمان تیار کئے نہ آسمان و دنیا پر ستارے چمکائے۔ ہاں چاند سورج ستاروں کو اپنے سامنے جھکا اور اپنے آپ کو ان کا قبلہ ضرور دیکھا چنانچہ اس کے بعد ان کے یازدہ بھائیوں اور ہر دو والدین نے اللہ کے حکم سے انہیں قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا جیسے ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے اشیاء غیر معلومہ کا علم حاصل کرکے خدا کے حکم سے حضرت آدم کو قبلہ بنا کر خدا کا سجدہ شکر ادا کیا تھا ۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملائکہ یا سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے عیاذاً باللہ غیر اللہ کو سجدہ کرکے مشرک ہو گئے حالانکہ یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام و شرک ہے ۔ سجدہ صرف خالق کو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن و احادیث میں مصرح ہے ۔

یہ ایسا ہی ہے کہ کعبہ کو کوئی سجدہ کی وجہ سے مسجود سمجھے ۔ حالانکہ کعبہ کی طرف خدا کو سجدہ ہوتا ہے رہی یہ بات کہ پھر اور کسی کی طرف کیوں سجدہ نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ کی نامزدگی اپنی رائے پر نہیں بلکہ خدا کے انتخاب پر ہے ۔

یہ مذکورہ بالا تفسیر اپنی رائے سے نہیں بلکہ اکابر دین صحابہ و تابعین و علماء راسخین سے ماخوذ ہے ۔

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

یعنی دانہ جب خاک میں مل لے تو شگوفہ نکلے۔

یہ محل تفصیل نہیں ورنہ عرض کرتا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہوں کتب صوفیائے کرام و اصطلاحات التصوف التعرف وغیرہ۔ یہاں کے لائق مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ارشاد رحمانی کے حوالے کا ایک فقرہ جو اسی جگہ در تغافل سے نقل کر دیا گیا ورنہ عادت تو قطع و برید کی پیش کرتا ہوں۔

صوفیائے لکھا ہے کہ تا از مادر خود جفات نشود و برادر خود نکشد کامل نشود الخ

اس قسم کی صوفیہ کے ہاں سینکڑوں اصطلاحات ہیں مثلاً در زلف، خمر، بادہ خوار، صنم، بتکدہ، میخانہ، قتل حبیب وغیرہ باقی اس سے بھی مرزا صاحب کا جواب جس میں اپنی خدائی کا یقین کیے بیٹھے ہیں حل نہ ہوا۔ یہ صوفیہ کی مثالیں آپ فضول لے رہے ہیں۔ مرزا صاحب تو اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔

ص۵۵۶

"ہمارے مرزا اس واقعہ سے یہ نہیں جیسا کہ وحدۃ الوجود کی کتب (یعنی تصوف) میں لی جاتی ہے۔ الخ آئینہ کمالات

انہوں نے تصوف کی تمام مثالیں غیر متعلق وارد ہیں اور آپ بلا پیش فرما رہے ہیں۔

توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ

(۴) رأیت ربی فی صورۃ شاب امرد۔ الخ یواقیت ج ۲ ص۱۲۳ (مختار مدعا علیہ)

اس کو علامہ ابن جوزی جیسے جلیل القدر محدثین اور امام جرح و تعدیل موضوع یا ضعیف بتاتے ہیں جس سے عقائد میں اسناد درست نہیں۔ باوجود اس کے یہ کبھی نہ دیکھا کہ خود خدا ہوں۔ اور یہ کبھی نہ فرمایا کہ میں نے اپنے خدا ہونے کا یقین کر لیا۔ باقی پھر اس کا مطلب کیا ہے۔ تو جہاں سے یہ حدیث نقل کی ہے وہیں یواقیت والجواہر میں لکھا ہے ملاحظہ فرمالیں تمام غیر متعلق امور یہاں مفصل ذکر نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت اقدس عبدالکریم جیلی قدس سرہ العزیز کی انسان کامل کا حوالہ۔

چونکہ مقربان بارگاہ الٰہی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور ان کی عظمت و جلال کے صحیح معنی میں محافظ ہوتے ہیں اس لیے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں کو ان کے دامن میں بھی پناہ نہیں مل سکتی اس حوالہ میں ترجمہ بھی غلط کیا ترجمہ میں درمیان سے ایک سطر مغالطہ دینے کے واسطے حذف کر دی پیچھے سے بھی قطع و برید کیا پھر بھی یہ ان کی کرامت ہے کہ کچھ پلے نہ پڑا۔

آخر نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کشف مرزا صاحب کے اس کشف سے یعنی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کر لیا کہ ہوں کہ میں وہی خدا ہوں) جس پر مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا ہے بالکل ہی مطابق ہے میں عدالت کی توجہ عالیہ خصوصیت سے اس کی طرف مبذول کراتا ہوں کہ مرزا صاحب کا یہ کشف اور عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کی

عبارت کا ترجمہ دونوں ہی جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا ہے مقابلہ فرمائیں اور پھر یہ بالکل ہی مطابق ہے۔
جیسے مخالطہ کی وادیوں میں مرزا صاحب نے خدا ہونا دیکھا اور یقین بھی کر چکے زمین و آسمان بھی خود بنائے اور ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کا لقمہ مستانہ بھی لگایا وغیرہ وغیرہ۔
اور بخلاف اس کے یہاں اس بزرگ کا عجز و انکسار ملاحظہ ہو خصوصی فقرات از ترجمہ مختار مدعا علیہ۔

(۱) جب مجھ پر یہ تجلی ہوئی تو میں نے گھنٹی کی آواز سنی۔
(۲) میں ایک بلند درخت پر لٹکے ہوئے چیتھڑے کی طرح ہو گیا۔
(۳) میں ظاہر میں سوائے ہنکوں اور گرجوں کے اور کوئی چیز نہ دیکھتا تھا۔
(۴) اور بادل انوار برسا رہا تھا اور سمندر آگ میں موجیں مار رہا تھا۔
(۵) اور آسمان و زمین ایک دوسرے میں داخل ہو کر مل گئے۔
(۶) اور میں سخت اندھیروں میں ہو گیا۔
(۷) یہاں تک کہ حقیقت عزت و جلال کے خیمے مجھ پر لگائے گئے۔
اس جگہ درمیان سے ایک شعر کا ترجمہ جس سے پردہ فاش ہوتا تھا اڑا کے لکھا۔
(۸) پس اس وقت اشیاء صاف ہوئیں اور بادل جو دھواں سا تھا صاف ہو گیا۔
(۹) آواز دی گئی کہ اے آسمان و زمین آئیو۔

ملاحظہ ہو ان میں کسی جگہ خدا ہونا اور یقین کیا دیکھنا یا خدائی کا دعویٰ کیا یا خود زمین و آسمان پیدا کئے یہاں تو اپنے آپ چیتھڑے کی طرح فرما رہے ہیں اور بجائے نزل مرزا صاحب میں نے زمین و آسمان پیدا کئے بیچارے فرما رہے ہیں "پس اس وقت اشیاء پیدا ہوئیں اور بادل جو دھواں سا تھا صاف ہو گیا" آواز دی گئی اے آسمان اور زمین "اس جماعت کی عقلمن کا راز یہی ہے کہ بزرگان دین اور پاکان خدا پر زبان درازی اور بہتان طرازی سے باز نہیں آتی۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں کند

ترجمہ کی ایک فاش غلطی

اصل الفاظ:- فلو تزل القدرۃ تخترع لی ما ھو الاقوی فالاقوی وتخترق لی ما ھو الاھوی فالاھوی
ترجمہ مرزائیاں:- "پس قدرت نے میرے لئے اقویٰ سے اقویٰ چیز بنائی اور عجیب سے عجیب چیزوں کو بیان

کرتی۔

صحیح ترجمہ: پس نسبت تری سے تو ان لوگوں کے معاملات بڑے کر دی گئی اور میری خاطر محبوب سے نہایت بڑی بے انصافی کی۔ دونوں کا فرق ملاحظہ ہو۔

کیونکہ باری تعالیٰ نے باوجود کمال ظاہر ہونے کے ہزاروں جلال و جمال کے انوار و تجلیات کے اپنے پر پردے ڈال رکھے ہیں۔

بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک دیکھی نہیں

دوسرا غلط ترجمہ

اصل عبارت۔ "الی ان ضرب الجلال علی سرادق الفتعال"

ترجمہ مدعا علیہ: "یہاں تک کہ حضرت عزت جلال کے خیمے مجھ پر لگ گئے۔

صحیح ترجمہ: یہاں تک اللہ کے جلال نے بزرگی کے خیمے مجھ پر نصب کر دیئے کہاں اللہ کے خیمے اور کہاں بزرگی کے خیمے۔ اس کے بعد کی عبارت کا ترجمہ دیدہ و دانستہ چھوڑ دیا۔ "ففتق فی النظر الاعلی من فتق الید الیمنی" اوپر نظر کرنے سے ایک داہنا ہاتھ نمودار ہوا یعنی اس وقت چیزیں پیدا کی گئیں اگر اس فقرہ کا ترجمہ نقل کر دیتے تو سارا راز فاش ہو جاتا کہ خالق کا اوپر سے ید قدرت تھا جس کو یہ بھی کہا جاتا ہے کلتا یدی الرحمن یمین۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی طرح ہر ایک کو صوفیاء کرام کی عبارت سے ناواقف سمجھا ہے جب تک صوفیاء کرام کی عظمت کما حقہ دل میں نہ ہو ان کی عبارت کا مطلب کسی پر منکشف ہی نہیں ہو سکتا۔

مرزا صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ ہماری مراد صوفیہ کی کتب والی نہیں اور اب یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

سبحان اللہ۔

(۲) اس کے بعد ایک نیا حوالہ سوانح احمدی سے جو سید احمد صاحب بریلوی کی تاریخ ہے اور جسے مولانا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں مندرجہ ذیل خیانتیں کیں۔

(ا) "دیوبندیوں کے مقتدا جناب مولانا محمد اسمٰعیل شہید"

(جواب)

(الف) حالانکہ کسی دیوبندی کے سلسلہ اساتذہ و تلامذہ میں ان کا وجود تک نہیں البتہ ان کے والد بزرگوار وغیرہ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب وغیرہ ضرور ہیں۔

(ب) جب تک شہادت میں مسلم یا مقتدا ہونا نہ دکھلائیں تو پھر یوں کہنا قانوناً درست نہیں۔

(۱) معلوم ہے کہ دینی معتمد علماء کے ایک عالم ہیں قرآن و حدیث آثار صحابہ و اقوال ائمہ کے مقابل ان کا قول حجت نہیں۔

(۲) اس مسئلے کے نقل کرنے میں ذیل راقم کی عبارت قطع کر دی جس سے اصل مسئلہ پر روشنی پڑتی تھی اور موضوع بحث کا پتہ چلتا ہے۔

(۳) یہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور فنا و بقاء مسلمہ مگر ایک غیر ذمہ دارانہ تاریخی رسالہ کا حوالہ اس تمہید سے کہ فرد اعتقادات و ایمانیات و عقائد کے سلسلے میں پیش کر دیا جس مسئلہ میں مختار مدعا علیہ گواہان تسلیم کریں قطعیات کا اعتبار ہو احادیث احاد تک معتبر نہیں۔

(۴) سوانح احمدی کے اثبات کے سلسلے میں مختار مدعا علیہ کو علماء کی ماننے کا پتہ نہیں ورنہ اس کا ذکر نہ کرتا ملاحظہ ہو التنقید الجلیہ علی تصانیف الخبیثہ مصنفہ مولانا حافظ عبدالشکور صاحب مرزاپوری۔

اصل جواب

اور اگر مختار مدعا علیہ کی خاطر یہ حوالہ بالکل قطعی فرض کر لیں تو بھی اس کا مدعا اس سے حل نہیں ہو سکتا یہاں پر حضرت مولانا شہید نے مقام فنا و بقاء مقام محبت۔ اور وحدۃ الوجود کا انتہائی درجہ بیان فرمایا ہے کہ جہاں سیر الی اللہ متناہی ختم ہو کر سیر فی اللہ غیر متناہی ابد الآباد تک کے لیے شروع ہو جاتی ہے اور انسان کی وحدت محبت کے سبب کیف دریا ناپید اکنار میں غوطہ مارنے لگتا ہے اور پھر انا الحق سبحانی ما اعظم شانی لیس فی جبتی سوی اللہ وغیرہ کے نعرہ مستانہ لگائے جاتے ہیں اور ع من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو زبان پر ہوتا ہے اس وقت نہ انہیں اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا و مافیہا کا نہ جنت کا شوق نہ دوزخ کا کھٹکا۔ نہ نماز کا پتہ نہ روزے کی اطلاع بس انا اللہ الحق بلکہ آخر میں انا بھی ختم ہو جاتا ہے اور حق ہی حق رہ جاتا ہے ع

خود زدی بانگ انا الحق خود سر دار آمدی

اس کی تفصیل کے واسطے التعرف، الشہود نے وحدۃ الوجود وغیرہ متقدمین کے رسائل ملاحظہ فرمائیں بے ذوق تیز پیں پلیٹ فارموں پر کہنے کی نہیں سہ

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

بے ذوق امور میں نہ ان کا کوئی نصاب ہے نہ کسی سعی کا نتیجہ یہ صرف مولا کی دین اور ان کی انتخاب کا نتیجہ ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی کی یواقیت صفحہ ۱۲۲ اعلم ان الی اطال ذالک جس کا خلاصہ یہ کہ رویت باری تعالےٰ خواب میں بھی دنیا کے اندر سوائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتی کیونکہ خواب میں بھی کسی صورت و مثال پر ہو گی اور وہ بے مثال و بے نظیر ہے کیونکہ رب العالمین ہے فرماتا ہے لا تضربوا للہ الامثال - لیس کمثلہ شئی - ولم یکن لہ کفواً احد آخری فیصلہ یہ کہ جو خدا کو یوں دیکھے اور خیال کرے کہ دیکھا ہے فذلک من ارادۃ الشیطان واغوائہ وتضلیلہ وھو شبہ یعتقد و کذالک فی الیقظہ - یعنی یا تو یہ شیطانی وسوسہ اس کے بہکانے اور گمراہ کرنے کے واسطے ہے یا درحقیقت وہ خدا کے جسم وصورت کا معتقد ہے جیسے دیوبندی دیکھ رہا ہے ملاحظہ ہو-

صوفیاء کرام اسے شیطانی شرکت قرار دیتے ہیں -

(۳) جس کسی بزرگ کو ایسا کشف ہوا انہوں نے اسے شیطانی ہی قرار دیا ملاحظہ ہو گواہ مدعیہ کے مسلم حضرت علامہ امام عبدالوہاب شعرانی یواقیت صفحہ ۲۸ بحث ۲۲ قال الشیخ عبدالقادر ..... الی ... انتہی - خلاصہ یہ کہ سید الطائفہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عظیم الشان نور دیکھا جس نے آسمان کے کنارے بھر دئیے ہیں - اس سے ایک صورت نمودار ہوئی اور مجھے پکارا - اے عبدالقادر انا ربک فرماتے ہیں میں نے کہا - ذلیل ہو اے لعین - پس وہ عظیم الشان نور یکدم اندھیرا بن گیا - اور وہ صورت دھواں بن کر وہ لعین مجھ سے کہنے لگا - کہ عبدالقادر چونکہ آپ کو اپنے رب کے احکام اور اپنے مرتبے کی سمجھ تھی - اس لیئے بچ نکلے ورنہ میں نے اس قسم کا واقعہ ستر سے زائد اہل طریق صوفیاء کرام کو گمراہ کر چھوڑا - الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بے سر و پا امور کو شیطانی وسوسہ قرار دیتے ہیں - نہ کہ قابل تعبیر خواب - مشکوٰۃ کتاب الرؤیا

حدیث :- خواب قابل تعبیر کب ہے اور کب وسوسہ ہے - ملخص قرآن پاک میں بھی اس قسم کے خوابوں کا لقب اضغاث احلام پراگندہ غیر قابل تعبیر خواب ہے -

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ عبدالغنی نابلسی کوئی فن تعبیر کے امام نہیں - ابن سیرین جو اس فن کے امام ہیں جنھوں نے یہ علم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا - انکی کتاب التعبیر کا دیباچہ ملاحظہ ہو اور یہ اس قسم کے خواب سب شیطانی وسوسہ ہیں جن پر یقین نہ کرنا چاہیئے نہ کسی سے بیان کرنا -

نیز دافع البلاء و الوصیت - کشتی نوح وغیرہ سے عقیدہ توحید نقل کرنا بالکل بے سود ہے - اس کے بعد اور اس کے ساتھ اور اس سے قبل تمام مشرکانہ عقائد و اقوال موجود ہیں جن میں سے ایک سے بھی رجوع منقول نہیں - البتہ اس امر (یعنی اس کا یقین کریں خدا ہوں) سے تو یہ صاف لفظوں میں غیر مشتبہ طور پر پیش کر دو ہم یہ کفر واپس لے لیں گے - ہمیں ان سے کوئی ذاتی تنازع ہے نہیں - صرف باری تعالیٰ - اس کے حبیب پاک م

کرنا اور عیاذاً باللہ خدا کے مد مقابل ہو کر اس کا ہمسر ہونا ہے لہٰذا یہ تاویلیں محض بے کار ہیں جب تک یہ خدائی کے
دعویٰ کا کشف جو ہو چکے اعتراض ہے۔ شیطانی نہ مانا جائے اور اس کی یقین سے مرزا صاحب کا رجوع اور غیر
مشتبہ الفاظ میں مرنے سے قبل توبہ دکھائی جائے بت بنانے کے واسطے تاویلیں تو در کفر و استمداد کو مضبوط
کر لیں گی۔ قرآن پاک پڑھئے۔

یحلفون باللہ ما قالوا و لقد قالوا کلمۃ الکفر

باقی پطرس اور یسعیا کا حوالہ اوّل وہ کتابیں محض اور ناقابل اعتبار ہیں نیز قرآن سے منسوخ ہو چکیں ہر سال
اس میں ترمیمات ہوتی رہتی ہیں اس کی اصل و نقل کیا پتہ۔ ہم پر قرآن و حدیث حجت ہے نہ یہ محرف توراۃ و انجیل
دوسرے یہ حوالہ بیان محض بے ربط ہے اعتراض تو یہ ہے کہ پہلے دعوے خدائی کا اور اس کا یقین ہوا پھر
زمین آسمان کی بنا۔ صرف زمین و آسمان کا ذکر کافی نہیں۔ اور محرف توراۃ و انجیل تو کیا شیطان لعین کی
تاریخ میں بھی دعوے خدائی کے بعد اس کا یقین اور زمین آسمان کا تعلق نہ دکھا سکیں گے۔

فرعون نے بھی انا ربکم الاعلیٰ کہا مگر خلق زمین آسمان چاند و سورج کا دعویٰ نہ کیا اور
جب موسیٰ نے اپنے ایک مخالف خدا کا ان صفات سے تعارف کرایا تو لاجواب رہ گیا۔ مگر چودہویں صدی
کے مدعی نبوت اور اس کے متبعین پر حیرت ہے کہ اتنی بدیہی البطلان چیز پر بیٹھے ہوئے کمال مضبوطی سے
تاویلات رکیکہ کر رہے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

ہاں اگر مرزا صاحب یہ نہ فرما دیتے کہ میں وحدۃ الوجود اور صوفیائے کرام کی
یہ اصطلاحات پر نہیں کہہ رہا تو ہم ہر چہ ہمہ اوست پر حضور نیک نیتی سے محمول کر لیتے مگر انہوں نے تو کفر کے
وہ مضبوط ستون قائم کئے ہیں کہ ساری عمر مرزائی کوشش کریں کفر دفع نہیں کر سکتے۔ باقی مثنوی صحیح امید
سے علامہ شبلی کے یہ اشعار سے

بحث مدعا علیہ۔

ان کے متعلق یہ ہے کہ یہ وہی قدیمی عادت ہے کہ جب قرآن اور حدیث نیز کسی معتبر دلیل سے یا
بزرگوں کے قول سے مرزا صاحب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ تو انگریزی تعلیم یافتہ اڈیٹران اخبار۔
شعراء زمان کی آڑ ہی باقی ہے۔

میں عدالت پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کشف و الہام رویائے صالحہ وحی وغیرہ کا ذکر ہے وہ کشف

وحی جس کے متعلق یہ بہت کہے

ہمچو قرآن منزہ اش دانم
ازخطا ہا ہمیں است ایمانم (درثمین)

یہ کسی شاعر کے شاعرانہ تخیل کی اڑ کافی نہیں نیز علامہ شبلی کے کلام میں نئے آسمان وزمین کی پیدائش کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اسی قدیمی چرخ کی نئی اداؤں اور سیاروں کی نئی چمک اور فلک کے موسمی بہار بدلنے کو مجازاً نئی صورت زمین وزمان پیش کررہی ہے۔

آسمان فضا کے تکدر وصفائی اور تغیرات کو شعراء برابر زمین وآسمان کہا کرتے ہیں۔
نظامی فرماتے ہیں۔

زمستم ستوران دراں پہن دشت،
زمین شش شد وآسمان گشت ہشت

کوکب:-

بام پر چڑھ کے ابر کو دیکھا
ایک نیا آسمان نظر آیا

باقی اس کشف کے آخری الفاظ آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۶ سے جو الفاظ نقل کرکے اس کی شرح بتانا چاہا ہے۔ وہ محض مغالطہ ہے۔ کیونکہ بنیاد اعتراض رایتنی فی المقام عین الله وتیقنت انني هو ہے کہ اولاً دعویٰ خدائی اور اس کا یقین تام جب تک اس سے تائب نہ ہوں کوئی تاویل قبول نہیں (زمین وآسمان کے کلابے ملاتے رہیں)۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ وہ بس شاید مختار مدعیہ کا اس تشریح کو عمداً نظر انداز کرکے عدالت کو مغالطہ دینا اس کو ثقہ شاہد کی حیثیت سے بالکل گرا دیتا ہے" کہ اس کے فہم کا قصور ہے مقصد اعتراض ہی یہ نہیں بلکہ دعویٰ خدائی کا اور پھر زمین وآسمان پیدا کرنا۔ یہ تشریح دعویٰ خدائی اور اس کے یقین سے غیر متعلق ہے۔

رہ گئی ثقہ شاہد کی حیثیت اس کے واسطے میری بحث کا ہیڈنگ گواہان مدعا علیہ کا پوزیشن ملاحظہ فرمائیں۔ اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی بحث سے کاپی بیانات تاکہ مدعا علیہ کے گواہوں کی حیثیت اور عدم ثقہ ہونا واضح ہوجائے۔

باقی تیسرے نمبر کے سلسلہ میں یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب نے دوسری کتابوں میں خدا کو خالق ارض و

سمانا ہے محض بے کار ہے ۔ کیونکہ ان بزرگوار کی عادت ہی دوروغی باتوں کی ہے کیا حمامۃ البشریٰ میں مدعی نبوت پر لعنت نہیں بھیجی اور دعویٰ نبوت کو کفر نہیں بتایا ۔ اور جو لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں انہیں دجال قرار نہیں دیا ۔

پھر اس کے خلاف بھی سب کچھ کہا مثیل مسیح کا دعویٰ بھی ہے انکار بھی پوری تفصیل میری بحث سے ملاحظہ فرمائیں ۔ اس کی ایک لسٹ درج ہے جن مغالطہ آمیز اور متعارض مخلوط باتوں سے ایماندار ہونا کجا مرزا صاحب کے معیار پر دجال ہونا لازم آئے گا ۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ۔

اللہ تعالےٰ کو تیندوے سے تشبیہ ۳

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب سراسر مغالطہ ہے ۔ تیندوے سے تشبیہ کا اعتراض نہیں تمثیل سے اس کا کوئی علاقہ ہے ۔ عقیدہ تثلیث کا ہیڈنگ مٹ ہے اور یہ ہیڈنگ نمبر عقیدہ جسمیت مٹ کے تحت میں ہے محل اعتراض صرف ابتدائی حصہ ہے "اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض طول رکھتا ہے"

اور خصوصیت سے آخری فقرہ "عرض وطول رکھتا ہے" قابل غور ہے کیونکہ عرض و طول خدا کی شان کے سراسر خلاف اور خواص جسمیت سے ہے ۔ اس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے باوجود طول لاطائل بحث کرنے کے ایک حرف نہ کہا اور گویا اس الزام کو بہت اس ردیہ سے لاجواب تسلیم کر لیا ۔ لہذا غیر متعلق امور کا جواب دینا ہمارا منصب نہیں نہ عدالت ہی اتنا وقت دے سکتی ہے ورنہ اس جواب کی ہر سطر اپنے اندر ایک انوکھا مغالطہ رکھتی ہے جو اہل فہم پر مخفی نہیں ۔

ربّنا عاج ۵

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں لاجواب ہو کر اپنی طرف سے منگھڑت استدلال گھڑ کر جواب کی لاحاصل سعی کی کہ "مختار مدعیہ نے اس الہام کے متعلق کہا ہے کہ اس سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے ۔ اور اس امر کے لیے ایک فارسی شعر پڑھ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ لفظ بتوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہ لفظ فارسی ہے ۔ الیٰ آخرہ ۔ حالانکہ مختار مدعیہ کے بحث میں یہ دوسرے نمبر کے ہیڈنگ کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جس کا عنوان شرک فی الاسم مٹ ہے ۔

اور بحث یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات واسماء سب لاشریک ہیں اور ہونے چاہئیں

مرزا صاحب نے اپنی طرف سے خدا کا ایک یہ اسم تراشا ہے جو ناجائز اور شرک فی الاسم کے مرادف ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے نرا حیلہ ہے کیونکہ توکل اور غلت وغیرہ کے معنے کے واسطے سینکڑوں لغات دیکھی جاتی تھیں اس کے واسطے ایک لغت بھی نہ دیکھی۔ عربی میں یہ لفظ ہاتھی دانت کے واسطے صرف "حقیقۃً" استعمال ہوا ہے اور اگر عربی کی تحقیق نہ ہوئی تھی تو بوستاں کا شعر ہے

بتے دیدم از عاج در سومنات
مرصع چو در جاہلیت منات

پڑھ لیا ہوتا یہاں بھی اسی عربی ہاتھی دانت کے معنے میں مستعمل ہے الخ۔

نہ اس میں اس لفظ کو فارسی بتایا ہے نہ شرک فی الصفات ثابت کیا ہے۔ ہمارا مدعا تو بہر طور حاصل ہے یہ لفظ فارسی بنا لیجئے یا عربی مہمل ہو یا بامعنے مشتق ہو یا جامد اللہ تعالیٰ کی ذات پر بلا شارع علیہ السلام سے ثبوت کے بولنا جائز نہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ جب تک شرع میں اس کی استعمال کی تصریح نہ ہو ہرگز جائز نہیں۔ اور بالخصوص اسماء صفاتیہ میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ اور یہ مسئلہ کہ اسماء باری تعالیٰ توقیفی ہیں کوئی فروعی مسئلہ نہیں بلکہ اعتقادی مسئلہ ہے ملاحظہ ہو کہ ان مدعا علیہ کے مسلم بزرگ در باب اسماء توقیفی ہیں امام عبدالوہاب شعرانی کا ارشاد "المبحث الخامس عشر فی وجوب اعتقاد ان اسماء اللہ تعالیٰ توقیفیۃ فلا یجوز لنا ان نطلق علی اللہ تعالیٰ اسماً الا ان ورد فی الشرع۔

(الیواقیت والجواہر صفحہ ۳۲)

یعنی پندرھویں بحث اس بیان میں کہ اعتقاد اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بھی اسم استعمال کرنا جائز نہیں جب تک وہ شرع میں ثابت نہ ہو۔ پھر اسے مدلل بیان کیا ہے۔ اور اسی ضمن میں "و للہ الاسماء الحسنیٰ" کی یہ تفسیر کی ہے کہ "یعنی الواردۃ فی الکتاب والسنۃ" یعنی خدا تعالیٰ کو انہیں اسماء حسنیٰ سے پکارو جو کتاب و سنت میں آئے ہیں۔

لہٰذا شرک فی الاسم بدستور باقی رہا اور یہ استدلال بھی لاجواب ہی رہا اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اس کے عربی سے ماخذ نکال کر جاہا ہے مگر ادباً تو یہ گذارش ہے کہ مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ معنی معلوم نہ ہوئے اور گواہ اس میں معنی نکال رہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ آپ کے پیش کردہ معنی تب درست ہوں گے کہ یہ بالتشدید ہو۔ عانی یا عاچ و عاج کی طرح ہو حالانکہ اس کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ ظاہر عاج ہے جو جامد بمعنی ہاتھی دانت ہے اور کوئی بھی معنی لیجئے اس کا اطلاق بلا اذن شرع درست ہی نہیں اور شرک فی الاسم کا اعتراض خصوصاً جب کہ اسے عربی مانیں۔ اور بھی قائم ہے۔

(۵)

انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی

یہاں بھی نقل استدلال میں مغالطہ دیا ہے اس کا عنوان ادعائے یکتائیت ہے یہاں برگزیدہ صاحبت میں کیا کہا
کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو توحید و تفرید میں شریک کیا یہاں تک یہ دلائل جواب قابل توجیہ ہو یہاں تو صرف یہ
ثابت کرنا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو بمنزلہ اللہ کی توحید و تفرید کے قرار دیتے ہیں یعنی جس طرح اس کی توحید و تفرید
یکتا ہے مرزا صاحب بھی یکتا ہیں پھر صرف ان کو توحید نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے مؤید اور قرائن ہیں مثلاً انت
منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق اربعین ص۲

تو مجھ سے ایسے مرتبے پر ہے کہ ساری مخلوق اسے نہیں جان سکتی۔ نیز مرزا صاحب کی اربعین ص۲ کی تشریح جو
لوگوں کی گرفت کے بعد گھڑی ہے اور بھی قباحت دوبالا ہو جاتی ہے کیونکہ خدا کی توحید و تفرید اس کی ذات سے غیر نہیں بلکہ
عین ہے تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب عین ذات باری کی طرح ہو جائیں پھر بڑا سوال تو یہ ہے کہ اگر مخلوق کے واسطے یہ استعمال
جائز تھا تو کسی اور نبی حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فرمایا۔

تینوں فقروں کو اربعین ص۲ ص۲۵ جس حوالہ سے پیش کیا ہے ملاحظہ فرمائیں جو واضح قرینہ ہے۔

(۱) انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ انت منی بمنزلۃ عرشی۔
انت منی بمنزلۃ لا یعلمہا الخلق۔

اس سے صاف واضح ہے کہ اپنی نہ صرف یکتائی بلکہ وہ مرتبہ ثابت کر رہے ہیں جو مخلوقات کے علم سے بالاتر ہے یہ
خدائی تک پہنچنے کا تیسرا زینہ ہے بتدریج دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ان کی عادت دوسرے دعاوی میں ہے۔

باقی مرزا صاحب کی کتب میں توحید کے تذکرے بھی ہیں اور شرک کے بھی ان کی عادت ہی متضاد بیانی کی ہے جس کے
نمونہ کے لیے کتاب میں ایک لسٹ دے چکا ہوں نیز جو جرح میں مفصل مذکور ہیں۔

(۶)

انت اسمی الاعلیٰ

یہ الہام بھی اربعین ص۴ ص۲ سے نقل کیا ہے مرزا صاحب نے خود ہی اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ”تو میرا سب سے
بڑا نام ہے“ جس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ مرزا غلام احمد اللہ کا سب سے بڑا نام ہے یعنی اسم ذات اللہ سے بھی بڑا۔ بس
جو شخص اپنا نام خدا کے تمام ناموں حتیٰ کہ اللہ سے بڑا سمجھے لا الٰہ الا اللہ پر کیا ایمان رکھ سکتا ہے؟۔

باقی یہاں اسم اعظم وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جس کے لیے مناظر عاملیہ نے تریاق القلوب کی تشریح پیش کر کے مغالطہ

دینے کی ناجائز سعی کی ہے ان مغالطوں سے جواب نہیں ہوتا اور نہ ایسے کوئی عقلمند جواب قرار دے سکتا ہے الحمد للہ کہ اب تک مختار مدعا علیہ نے ہمارے پیش کردہ پوائنٹس میں سے ایک کو بھی چھوا نہیں اور ان شاء اللہ کبھی ان کا جواب دے سکتا ہے۔

(۷)

انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق

یہ فقرہ دعاوی یکتائیت سے انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی کی تائید میں ذکر کیا گیا ہے مستقل کوئی عنوان نہیں دیدہ و دانستہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے مختار مدعا علیہ نے غیر مرتب جواب دینا شروع کیا ہے تاکہ اصل مدعا خبط ہو جائے اور یوں مغالطہ کی تکمیل ہو سکے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے خود مرزا صاحب کا ترجمہ آپ نے نقل کیا ہے کہ مجھ سے تو وہ مقام و مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی" (اربعین)........ اور اس کے ساتھ یہ ترجمہ بھی ملا لیجئے کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید و تفرید۔ پھر یکتائی کے ادعا کے ثبوت میں کونسی کمی رہ جاتی ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کی توحید کی طرح سمجھتا ہو وہ بھی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پر ایمان دار شمار ہو تو پھر کافر کون ہوگا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

(۸)

انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون

یہ ایک کھلا ہوا شرک تھا اور اس کے بعد ناممکن تھا کہ مرزا صاحب کا ایمان لا الہ الا اللہ پر ہو سکے اسی لیے سب عبارت اس کو ڈرانے اور اس میں دیدہ و دانستہ مغالطہ ڈالنے کی ناکام کوشش مختار مدعا علیہ نے ختم کر لی مگر الحمد للہ جواب تو کیا ہونا نامرادی ہی رہی۔

حق رمدعیہ نے عدالت کے روبرو یہ الہام شرک فی الامر کے تحت میں پیش کیا ہے اور ہمارا اعتراض انما امرک ہے یعنی کسی کی امر کی سوائے اس کے کوئی شان نہ ہونا کہ جب بھی وہ کسی چیز کا ہونا چاہے اور کہے کہ ہو پس وہ فی الفور ہو جاتی ہے" یہ اللہ تعالیٰ کی خاص خصوصیت ہے اس میں کوئی نبی ولی مرسل ملائکہ شریک نہیں کسی کو شریک ماننا شرک فی الامر والتکوین ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولہ الخلق و الامر پیدا کرنا اور امر کا مالک ہونا صرف اس کی شان ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور اس آیت اور اس کے ترجمہ و مطلب کا مختص ہونا ذات الٰہی کے ساتھ جواب بحث میں مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے وہ لکھتا ہے کہ کن فیکون کے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ

کہ سے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے" چنانچہ فرماتے ہیں (یعنی مرزا صاحب) حکم اس کا (یعنی خدا کا) اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو پس ساتھ ہی ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر ایک چیز کی بادشاہی ہے" (جنگ مقدس صـ۱۵) جب کہ اس آیت کا مضمون و ترجمہ باری تعالیٰ سے مختص ہوا تو یہی مضمون کسی اور کے واسطے کیونکر استعمال ہو سکتا ہے۔

چنانچہ اسی اقرار کرانے کو یہ صرف خدا ہی کی شان ہے سب سے پہلے استفتاء سے یہ پیش کیا انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکون۔ استفتاء صـ۳۳ یہی مد ترجمہ اس سے قبل حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵ پر بھی ہے اس سے پہلے براہین احمدیہ وغیرہ میں بھی یہاں گواہ مدعا علیہ نیز مختار مدعا علیہ نے اسے شرک تو تسلیم کر لیا ہے صرف اپنی طرف سے یہ (ناجائز) تاویل کرتا ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ خدا تعالیٰ مراد ہے اور ضمیر (ک) خطاب خدا تعالیٰ کی طرف ہے ملاحظہ ہوں الفاظ کہ یہ خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ بالکل صحیح تھا چنانچہ وہاں الہامات کی وہی ترتیب ہے جو حقیقۃ الوحی صـ۱۰۵ میں ہے۔ الی قولہ تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں جو ضمائر خطاب ہیں وہ جناب الٰہی کے متعلق ہیں الخ" اس کا شرک اور مختص بجناب الٰہی ہونا مابہ النزاع نہیں بلکہ اس کی شرح یہ کی جاتی ہے کہ اس سے مرزا صاحب مراد نہیں بلکہ اس ضمیر سے خود باری تعالیٰ مراد ہیں۔

مرزا صاحب کی براہین احمدیہ حصہ پنجم جس کو مرزا صاحب نے ان تمام قابل اعتراضات الہامات و نشانوں کی تشریح کے لیے لکھی ہے اس میں تشریح و تصریح فرماتے ہیں کہ اس الہام میں میں خود مراد ہوں اور یہ خدائے تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ملاحظہ ہو براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸) اب جب مصنف نے خود اس الہام کی شرح کر لی اور اس کے ساتھ مختص کر لیا اور ضمیر خطاب سے اپنے آپ ہی مراد لے لیا۔

نیز گواہ ۳ مدعا علیہ نے بھی بجواب جرح ۳ مارچ ۳۲ء تسلیم کر لیا کہ "لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے"۔

پس ثابت ہو گیا کہ وہ خصوصیت الٰہی جو صرف اسی کو زیبا ہے جس کی تعبیر۔ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ یا انما امرنا الخ ضمیر غائب یا متکلم سے خدا نے اپنی کامل اختیار کے اظہار کے لیے قرآن پاک میں اختیار فرمایا جسے گواہ اور مختار مدعا علیہ نے بھی استفتاء کے اندر ضمیر خطاب سے بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ مختص قرار دیا اور مرزا صاحب کو شرک سے بچانے کے لیے جھوٹی تاویل کی۔

مگر مرزا صاحب نے بتصریح اپنے واسطے ثابت کر کے ایسا اٹل اقراری شرک تسلیم کیا ہے جس کا جواب قیامت کی بلکہ مرزا صاحب یا کسی مرزائی سے ناممکن ہے۔ اس سے یہ امر بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارا اعتراض اسی استفتاء یا حقیقۃ الوحی اور براہین یا جہاں بھی یہ الہام ہے اس پر ہی ہے براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۸)۔

مختار مدعا علیہ یا اس کے شاہد کی ذوکھی طبع زاد تاویل کو باطل کرنے کے واسطے پیش کی ہے تاکہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ۔ اور مدعی سست و گواہ چست کا نظارہ ہو جائے اور دنیا سمجھ لے کہ اس بحث کا ابتدائی حصہ کس قدر با معنی ہے۔

اولیاء اللہ پر صریح بہتان

باقی اولیاء اللہ اور مقربان باری تعالیٰ (بہ احترام ان کے ساتھ فرمائیں) کبھی کن کہیں اور وہ چیز باذن یا بحکم الٰہی ہو جائے یا کوئی بی مردہ کو قم باذن اللہ کہے اور وہ زندہ ہو جائے وہ بطور کرامت یا اعجاز کے احیاناً ہی دائمی نہیں نہ یہ معنی ہیں کہ اس امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہیں کہ جب ہی وہ کسی چیز کو چاہے ہو جائے اور کہے کہ ہو جا پس وہ فی الفور ہو جائے"

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون

اور یہ کامل اختیار کہ اس کے امر کے سوا اس کے کوئی معنی نہ ہو خدا ہی کے لائق ہے کوئی اس میں اس کا شریک و سہیم نہیں بد قسمتی سے مختار مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے بحث کے مندرجہ ذیل کوٹیشن (QUOTATION) ملاحظہ ہوں۔

(۱) "کن فیکون کے لیے کامل اختیارات کہ جس بات کا ارادہ کرے وہ فی الفور ہو جائے صرف خدا ہی کو حاصل ہے۔ الخ"
(بحوالہ جنگ مقدس صفحہ ۱۰۵)

(۲) "یاد رکھنا چاہیے کہ جو تکوین کشتگان محبت الٰہی سے صادر ہوتی ہے اس میں اور خدا تعالیٰ کی تکوین میں فرق ہے یعنی انسان کا کن کہنا ہمیشہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کا الخ"۔

(۳) "اور اذا اردت شیئاً سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہر وقت مقربان بارگاہ الٰہی کو یہ مقام دیا جاتا ہے"۔

(۴) "پس اسی طرح کامل انسان کا کن دائمی طور پر نتیجہ نہیں کرتا بلکہ الخ"۔

اس کامل طور پر اور دائمی کے مقام حاصل ہونے کی تعبیر بتصریح مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون سے ملاحظہ ہو کونٹیشن (CONTATSHION) بحوالہ جنگ مقدس مکمل انما امرہ یا انما امرنا یا انما امرک کے اضافہ کے صرف کسی کے کن کہنے سے کسی چیز کا کبھی ہو جانا دائمی اختیار تکوین اور مقام تکوین حاصل کرتا نہیں کہلاتا بلکہ انما امرک اذا اردت شیئاً کے صرف اتنا لفظ ہوگا کہ تقول للشیٔ کن فیکون۔

خلاصہ یہ کہ اعتراض صرف ان الفاظ اور اس کامل اختیار پر ہے جو انما امرک اذا اردت شیئاً میں جو خدا کے ساتھ مختص ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ الخ انما امرنا اذا اردنا شیئاً ان نقول لہ کن فیکون (قرآن حکیم)۔

پس مرزا صاحب کی عبارت والہام میں بعینہ وہ تعبیر ہے کہ انما امرہ اذا اردت شیئاً ان تقول له
کن فیکون (بحوالہ سابق)

مگر حضرت سید الطائفہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ جیسی ان کے طریقے پر چلانے والے کی عبارت میں متنفذ قابل اعتراض دائمی اور کامل مقام تکوین پر دلالت کرنے والے خدا تعالیٰ کے ساتھ مخصوص مقرر فقرہ انما امرک اذا اردت شیئاً کا کہیں پتہ و نشان نہیں ۔ وہاں تو صرف بطور کرامت کبھی کسی کے لیے صرف تقول للشی کن فیکون ہے (ملاحظہ ہو فتوح الغیب مقالہ ۱۳) ۔

اسی طرح حکم الاشراق مطبوعہ ایران کی صہ کی جو طول لاطائل عبارت پڑھی اس میں کہیں بھی انما امرک اذا اردت شیئاً کا شائبہ تک نہیں اس میں صرف یہ لفظ ہے کہ پس وہ خدا کے نور کو نفس اشارہ کرتا ہے پس وہ چیز اشارہ سے موجود ہو جاتی ہے کسی کے اشارے سے مخصوص حال میں بطور کرامت کسی چیز کا ہو جانا اور چیز ہے اور یہ کامل اختیار دائمی ملنا کہ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون اور بات ہے ان مقدس و مقربان الٰہی کی عبارت سے یہ مطلب سمجھنا مدعا علیہ کی قلت دانش کی کھلی نشانی ہے اور اولیاء اللہ کو بلا وجہ ہدف ملامت بنا کر اپنی عاقبت بگاڑنا ہے اور وعید من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب کا مصداق بن کر دنیا و آخرت کا دائمی خسران خریدنا ہے ۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

مگر ایسی جماعت سے کیا بعید ہے جو حضرت سید الطائفہ کو عیاذاً باللہ مرزا صاحب کے مقابل اس قدر ذلیل سمجھتے ہوں کہ۔

سرمۂ چشم بنائے تیری خاک پا کو
غوث اعظم شہ جیلان رسول قدنی (رسالہ مولانا محمد الیاس برنی فاروقی)

رسول قدنی کے وزن پر مرزا صاحب رسول قدنی ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہے کہ حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر محی الدین جیلانی رض مرزا صاحب کے پیر کی خاک سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگاتے ہیں ۔ استغفر اللہ باقی رہا (رسالہ برنی) ہمارا عقیدہ تو بالفاظ آقائے کائنات صلعم یہ ہے کہ رب مغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ ۔

سعدی۔ خاک ساران جہاں را بحقارت منگر | تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ | خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
مردان خدا خدا نباشند | لیکن ز خدا جدا نہ باشند

انبیاء کرام پر بہتان

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سرکار دو عالم صلعم کے کچھ معجزات بھی اسی مرزا صاحب کے شرک کی تائید میں نقل کئے ہیں۔ العصا ذ باذن اللہ تحر العصا ذ باذن اللہ کہاں معجزات جو اپنے اختیاری نہیں بلکہ باذن اللہ ہوتے ہیں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنا ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ اور کہاں مالک امر و ارادہ کن فیکون ہونا۔ لیکن یہ صرف اسی کی دلیل ہے کہ جب بھی کوئی گندے سے گندا عقیدہ یا الہام یا واقعہ مرزا صاحب کا پیش کیا جاتا ہے تو فوراً وہ کسی نبی اور خصوصیت سے مسلمانوں کی غیرت اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ غلامی کو مجروح کرنے کے واسطے آقائی دو جہان جانے ماں باپ اُن پر قربان ہوں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے چسپاں کرتے ہیں مگر باادب ہم یہ کہتے کہ مسلمان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

جو جان چاہو تو جان لے لو جو مال مانگو تو مال دیں گے
مگر یہ ہم سے نہ ہو سکے گا نبی کا جاہ و جلال دیں گے

اور اگر احتیاط نہ ہوتی تو نتائج کے خود ذمہ دار ہیں

ہم اس کے متعلق صرف اتنا واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اولیاء اللہ مقربان الٰہی قطب غوث ابدال اولوالعزم انبیاء کرام حتیٰ کہ اللہ کے پیارے حبیب سید الاولین والآخرین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہزاروں بلکہ بیشمار خرق عادات کرامات معجزات صادر ہوئے۔ جس مخلوق سے جو کہا دہی ہوا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے کسی نبی رسول ولی قطب غوث کو یہ نہ فرمایا کہ انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون۔ ساری دنیا میں ایک نظیر نہیں مل سکتی کہ انما امرک اذا اردت شیئا الخ خدا کے سوا کسی کے واسطے استعمال ہوا ہو یا خود خدا نے کسی کے واسطے کسی الہام یا کتاب یا صحیفہ میں فرمایا ہو۔ یہ ایسا کھلا ہوا شرک اور کفر ہے کہ اگر ایک بھی کفر یہ نہ ہو تو بھی صرف یہی ایک وجہ ان کے لا الٰہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی آفتاب سے زیادہ روشن دلیل ہے ان اقوال و الہامات کے بعد دعویٰ اسلام کیونکر باور ہو سکتا ہے

ہرگزم باور نمی آید زروئے اعتقاد
ایں ہمہ با گفتن و ایں ہمہ داشتن

شیطان اور دجال نے بھی اپنے لیے یہ امر پسند نہ کیا کہ یہ الہام تراشے کہ خدا نے مجھے فرمایا انما امرک الخ۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(مدعا علیہ کی تذلیت)

ایک جگہ اسی بحث میں یہ بتایا ہے کہ یہ قضیہ شرطیہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مہملہ ہے اور قوۃ میں جزئیہ کے ہوتا ہے اور اکمال شرح مسلم کے حوالے سے إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا الخ کی عبارت سے استدلال کیا ہے اولاً یہ خوش فہمی ملاحظہ ہو کہ مہملہ انما امرک پر اعتراض ہے ذکر صرف اذا اردت پر اور مثال صرف اذا احب کی ہے دوسرے اس سے واضح ہو گیا کہ منطق اور فقہ میں بھی وہی مغالطہ دیا تو مذہب میں کیونکہ ہمارے مدارس عربیہ کا ادنیٰ طالب علم مبتدی بھی جانتا ہے کہ اذا سے قبل انما آنے سے کلیہ بنتا ہے اور ایک نظیر بھی اس کے مہملہ ہونے کی نہیں مل سکتی تھا..... للعجب ولضیعۃ الادب۔

نیز منطق کا کوئی ابتدائی رسالہ صغریٰ مرقات بھی دیکھی جاتی تو معلوم ہو جاتا کہ قضیہ مہملہ محصورہ طبیعیہ وغیرہ اس قضیہ کے اقسام ہیں۔ جن کا موضوع کلی ہو اور یہاں موضوع امرک جزئی اور شخصی ہے یہ مہملہ میں مندرج بھی نہیں ہو سکتا۔

(۹)

مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونا

(۱)

مختار مدعا علیہ کے جواب کا خلاصہ۔

(۱) اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے مرزا صاحب یہ نہیں فرماتے کہ میں خدا کی مثل ہوں۔

(۲) آپ کو تحفہ گولڑویہ میں خدا نے آدم کی مثل کہا ہے اور حدیث میں ان اللہ خلق آدم علی صورتہ ہے۔ یعنی اللہ نے آدمؑ کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ لہذا مرزا صاحب گویا کہ خدا کے مشابہ ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب آدمؑ کے مثل ہیں اور وہ اللہ کی شکل پر پیدا ہوئے ہیں۔

(۳) میکائیل کے معنی چونکہ خدا کے مانند ہیں اس لیے تمام مسلمان جو قرآن شریف کی رو سے میکائیل فرشتہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ مشرک قرار پائیں گے۔

(۴) پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا خدا کا آنا قرار دیا گیا چنانچہ استثنا ۳۳ کی پیشگوئی کہ خدا فاران پر ظاہر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائی گئی ہے۔ چنانچہ مختار مدعیہ کے مقبول و مسلم مسلمان سرسید الخ وغیرہ نے لیا ہے۔ (مقبول و مسلم کا لفظ خلاف ضابطہ ہے)۔

جواب

(۱) اول کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ کہ "میں خدا کے مثل ہوں"۔

اگر مرزا صاحب نے نہیں فرمائے تو یہ ان سے پوچھیں یہاں تو مطلب واضح ہے۔ کہ" اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل لکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند الخ۔ حاشیہ اربعین ۳ صفحہ ۲۵)

اب مرزا صاحب اپنا نام دانیال کے حوالہ سے میکائیل بتاتے ہیں اور اس کا معنیٰ خود ہی خدا کے مانند کہتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود کو خدا کے مانند ہونا بہت پسند ہے بلکہ دعویٰ ہے۔

رہا یہ امر کہ میکائیل کے معنی عبرانی میں یہ ہیں اس کے واسطے یہ گذارش ہے کہ نہ تو مرزا صاحب عبرانی جانتے تھے نہ مختار مدعا علیہ عبرانی کیا مرزا صاحب باوجودیکہ سلطان القلم اپنی جماعت میں مسلم ہیں اور اردو یہ ہے کہ "جیفہ کی آمدن ہونے والی ہے۔ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳۔

اللہ عربی بالخصوص قصیدہ اعجازیہ کی علاوہ بے شمار صرفی نحوی غلطیوں کے یہ ہے

وَاَمَّا حُسَیْن فَاذْکُرُوْا دَمْشَت کَرْبَلا ---- الخ (قصیدہ اعجازیہ) وعلیٰ ہذا القیاس اور زبانیں ۔ چونکہ مجھے غیر متعلق امور مختار مدعا علیہ کی طرح ذکر کرکے طول دینا نہیں ورنہ کئی جزو اسی پر ہو سکتے ہیں ۔

البتہ مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ اقرب الموارد کا پیش کر دیا ہے ۔ جس کی حقیقت واضح کرتا ہے

جواب یہ ہے کہ کسی مسلمان باایمان کا حوالہ پیش کرتے تو ہم بھی دیکھتے ۔ ایک متعصب عیسائی کا جدید حوالہ پیش کر دیا کیونکہ یہ عیسائی کی تصنیف ہے ۔ ملاحظہ ہو الکتاب المفتوح مطبوعہ ۔ اور یہ اصول گواہان مدعا علیہ کو مسلم ہے۔ کہ لغت زبانی محاورات کا نام ہے ۔ لغت اور ڈکشنری کی کتابیں چونکہ بیٹھے اپنے عقائد کے تحت میں لکھی جاتی ہیں ۔ لہٰذا جب تک کوئی مسلم شعر محاورہ وغیرہ کا حوالہ پیش نہ ہو صرف کسی لغوی کا لکھنا معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۔۔۔۔ اور یہاں کوئی شعر وغیرہ کی سند نہیں لہٰذا لغو و باطل ہے ۔

نیز یہود و نصاریٰ نے اس قسم کے متشابہ الفاظ خدا ۔ ابن ۔ اب وغیرہ کا عبرانی سے ترجمہ کرنے میں اپنے تخیل فاسد کی بنا پر سخت دھوکہ کھایا ہے ۔ اور ان کی انتہا اکثر انہیں لوگوں پر ہے جن کا معنوں کے ہیر پھیر سے گمراہ کرنا اور کلام الٰہی میں تحریف کرنا ایک پسندیدہ مشغل اور محبوب شیوہ تھا (ملاحظہ ہو بیضاوی صفحہ ۱۱۲ ۔ ۔۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ الخ مع تفسیر ۔

بخلاف اس کے مسلمانوں نے ہرگز یہ معنیٰ قبول نہیں کئے ۔ بلکہ عبرانی صحیح معنیٰ لئے ۔ کثرت حوالجات موجب طوالت ہیں ۔ میں صرف اسی کتاب سے حوالہ دیتا ہوں جسے مختار مدعا علیہ بار بار بڑے القاب اور شد و مد سے پیش کرتا رہا ہے کہ میکائیل کے معنیٰ عبیدات کے ہیں ۔ بلکہ اصول باندھا کہ جس کے آخر لفظ ایل ہو اس سے مراد خدا کا بندہ ہی ہوگا ۔ اور قول بھی ایسے مسلم بزرگ کا ہے جو تمام امت میں حبر الامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمزاد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے متعلق اللھم علمہ الکتاب والحکمۃ کی بشارت ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھنے کے احق ہیں ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر اتقان ج ۱ صفحہ ۱۴۱ ۔ اخرج ابن جریر من طریق عکرمۃ عن ابن عباس قال جبریل عبد اللہ ومیکائیل عبید اللہ ۔۔۔

یعنی ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ جبرئیل کے معنیٰ عبد اللہ اور میکائیل کے عبید اللہ ہیں لہٰذا یہ معنیٰ مرزا صاحب اور مختار ان مدعا علیہ کی ناواقفی یا مغالطہ پر مبنی ہیں ورنہ خدا کے کلام میں میکائیل کے ہرگز یہ معنیٰ نہیں بلکہ عبید اللہ کے ہیں ۔ یعنی خدا کا ادنیٰ بندہ اس سے مسئلہ کا بھی جواب معلوم ہو گیا کہ تمام مسلمان باتباع حضرت سیدنا ابن عباس رضہ و ائمہ دین و بزرگان اسلام میکائیل معنیٰ خدا کا ادنیٰ بندہ قرآنی رو سے سمجھ کر ایمان رکھتے ہیں ۔

البتہ بعض لوگ عیسائیوں کے اتباع میں میکائیل کو خدا کی مانند یا خدا سے بھی بڑھ کر سمجھیں تو کچھ تعجب نہیں ۔ ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ میکائیل کیا مخلوقات میں کوئی بھی حتیٰ کہ اشرف المخلوقات باعث الکل سید الکل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خدا کے

مثل نہیں۔ لیس کمثلہ شیء۔ لا تضربوا للہ الامثال ۔ قال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا تطرونی کما اطرت الیہود والنصاریٰ الحدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود نصاریٰ کی طرح مبالغہ مدح کو وصال کے وقت تک سختی سے روکے جواب دہ۔

(۲) تحفہ گولڑویہ کا حوالہ اڈیشن اول کا جو ختم اور نایاب ہو چکا صرف مختار مدعا علیہ کو تنگ کرنے کے واسطے دیا گیا۔ اب ہم وہ اڈیشن کہاں سے لائیں اور باوجود تلاش کے اس موجودہ ایڈیشن میں اس کے قریب قریب بھی نہ ملا۔ مگر ہم ان کی خاطر تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں۔ کہ مثیل آدم ہونے سے خدا کے مثل کیونکر ہو گئے اور اگر اپنے اس الہام سے خدا کے مثل سمجھتے ہیں تو اور اچھا ہے یہی ہمارا مدعا ہے ملاحظہ ہو جو بھی الہام تراشتے ہیں وہ مشرکانہ۔

باقی رہا حدیث ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ ہمارے آقا و مولی مدنی تاجدار محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمارے سر آنکھوں پر مگر یہ دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آقا سے نکر غلاموں سے جوڑنے والے کو پناہ نہیں دے سکتا۔

کاش کسی محدث کی کفش برداری کا فخر حاصل ہوتا تو اس کی نورانیت سمجھ میں آتی۔ یہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو تمام مخلوق کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور کلام الملوک ملوک الکلام مشہور ہے۔ اس حدیث پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان بخش تحقیق تو بعد میں پیش ہو گی اولاً ان بزرگ کا حوالہ پیش کرتا ہوں جن کی محض کرامت سے گواہ مدعا علیہ ۵ـ انہیں مسلم مان گیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک مطلقاً مسلم صرف مرزا صاحب اور ان کے ہر دو خلفاء ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۵ یکم مارچ ۱۹۳۲ء جس میں ابن عربی مجدد الف ثانی امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ ہاں مسلم بزرگ ہیں کتاب الیواقیت والجواہر۔ صفحہ ۱۱/۱ مصنفہ حضرت العلام امام عبدالوہاب شعرانیؒ فان فی الحدیث تا فافہم یعنی حدیث میں ہے کہ خدا نے ہر ایک مخلوق کا ایک نقشہ عرش کی ساق میں قبل پیدائش کھینچا جس صورت پر اسے پیدا کرنا تھا پھر آدمؑ کو اسی صورت پر جو اپنی پہلی کھینچی ہوئی تھی آدمؑ کو پیدا کیا اسی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں ارشاد ہے کہ ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ یا علیٰ صورۃ الرحمٰن۔ یعنی آدمؑ کو اللہ نے اسی صورت پر پیدا کیا جس کو عرش یا لوح میں قبل پیدائش آدمؑ کھینچی تھی۔ ورنہ باری تعالیٰ و تقدس کی کوئی صورت ہی نہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق سے جداگانہ و یگانہ ہیں تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ پس آدمؑ خدا کی صورت پر نہیں بلکہ اس کی تجویز کی ہوئی صورت پر پیدا ہوئے پھر بعض شراح حدیث نے ضمیر آدمؑ کی طرف پھیری ہے یعنی آدمؑ کو آدم کی صورت پر پیدا کیا جو کہ ان کے شایان شان تھی اور تمام مخلوق سے ممتاز۔

مگر اہل اللہ کی یہی رائے ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا جس سے یہ معنی کہتے ہیں کہ اپنی مرغوب و پسندیدہ و برگزیدہ شکل پر۔ اور فرماتے ہیں کہ جبھی تو خواب میں باری تعالیٰ کی زیارت سوائے انسانی شکل کے اور کسی شکل

بُن نہیں ہوتی حالانکہ درحقیقت ان کی کوئی بھی شکل نہیں نیز یہی طرف باری تعالیٰ انسانی اعضاء کا نام بوجہ محجوب ہونے کے منسوب کرتا ہے حالانکہ ان کی ذات اس قسم کے اعضاء اور ان کی مشابہت وکیفیت سے پاک ہے قال اللہ تعالیٰ ویبقیٰ وجہ ربک ید اللہ فوق ایدیھم یوم یکشف عن ساق - وغیرہ وغیرہ -

جن پر ہمارا ایمان بلاتفصیل کیفیت ہے کیونکہ اُن کی شان لا نظیر لہ و لا مثال لہ - ولا ضد و لا ند - سبحانہ ما اعظم شانہ لا یحد و لا یتصور ہے

چونکہ یہاں اس کا زیادہ تعلق نہیں ہے اس لیے طول نہیں دیتا صرف یہ کہکر ختم کرتا ہوں کہ ؎

مصلحت نیست کہ ازپردہ برون افتد راز ،
ورنہ در محفل رندان خبرے نیست کہ نیست

جواب :-

(۳) باقی پیش گوئی میں خدا کا فاران پر اُترنا اولاً انجیلی اصطلاح میں خدا وخداوند کا لفظ ہر نبی کے معنی میں مستعمل ہے اور ترجمہ میں وہی تحریف معنوی متحقق ہے -

فاران پر خدا کے اترنے سے اس کی وہ تجلیات خاصہ اترنا مراد ہیں جو کسی نبی کے وجود سے اترتی ہیں -

جیساکہ کوئی کہے کوہ طور پر خدا اترا یہ ہرگز مراد نہیں وہ نبی خدا یا خدا جیسا ہوگیا مدکسی نے یہ مطلب مشرکانہ لیا نہیں پیش کردہ حوالجات کو بغور ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے بجا ضد کا کوئی علاج نہیں من یرد اللہ بہ خیرًا یفقہہ فی الدین -

پس مرزا صاحب کا خدا کے مانند ہونے کا خیال بھی گویا لاجواب اور مسلّم ہونے کے قریب لاجواب ہے - کیونکہ جو اس مشرکانہ بات کے واسطے آڑیں ڈھونڈی تھیں اور تلاش کی تھیں - وہ سب بحمداللہ بے نقاب ہوگئیں - باقی مرزا صاحب کے دوسرے عقائد اور تعارض باتیں نقل کرکے صفائی بے سود ہے -

(لاجواب) انا نبشرک بغلام مظہر الحق و العلا وکان اللہ نزل من السماء

مختار مدعاعلیہ نے دراصل میرا مفہوم ہی نہ سمجھا یا حسب عادت اپنے لفظوں میں اعتراض نقل کرکے جواب دے ڈالا - بہر حال میرا یہ اعتراض بالکل لاجواب اسی قسم کا ہے جو بحث کے جواب میں لاجواب ہونے کی وجہ سے نظر انداز کردیا گیا ہے - مختار مدعیہ کی بحث میں یہ الہام عقیدہ مثلیث کے تحت میں مذکور ہے - اور نوٹس میں اسی ریڈنگ عقیدہ مثلیث کے تحت میں اولاً اس سے بائبل کا حوالہ اربعین ہے اور پھر یہ حوالہ -

اعتراض یہ ہے کہ یہ کہنا انا نبشرک الخ یعنی ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق و بزرگی کو ظاہر

کہنے والا ہوگا گویا ہو بہو خدا آسمان سے اتر آیا۔ خدا کے ساتھ غیر خدا کو کسی کے ہو بہو قرار دینا ہے جو کھلا ہوا شرک بلکہ شرک عظیم ہے۔ مثلاً اعتراض کرنا کہ اللہ کا تشبیہی لفظ ہے جو کہ مال تشبیہ یعنی کسی کے ہو بہو وہی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ کہ لفظ نزول اور نزول باری کی کیفیت و معنی پر۔ مختار مدعا علیہ نے اسی اعتراض لفظ کان اور تشبیہ بلیغ سے آنکھیں بند کر کے لفظ نزول کے معنی شروع کر دیے۔ کہ نزول سے مراد رحمت خداوندی کا نزول یا جلال و تجلی وغیرہ ہے۔ اور اس کے واسطے تبلیغ رسالت، آئینہ کمالات۔ مشکوٰۃ۔ حاشیہ مشکوٰۃ کے پانچ حوالے نقل کیے۔ مگر یہ نہ ہو سکا کہ کان کی تشبیہ کا اعتراض کردہ یعنی وہ ایسا ہوگا جیسے ہو بہو خدا آسمان سے آگیا۔ مرزا صاحب سے اٹھا سکتے۔ یا اس کے متعلق کوئی بھی حوالہ دیتے۔ گویا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب پر اس کفر کو بے چون و چرا تسلیم کر لیا۔

کچھ اس ادا سے کیا میں نے شکوۂ الفاو
نگاہیں جھک گئیں ان کو نہ کچھ جواب آیا

نوٹ: چونکہ نزول کی بحث غیر متعلق تھی اس لیے اس کے متعلق مفصل ضرورت نہیں اگر تفصیل منظور ہو تو فتح الباری عمدۃ القاری شرح بخاری نیز نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۱۱)

(لاجواب) متعلقہ نشان ۱۰۱ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵۔

اس میں بھی اسی قدیمی مغالطے سے کام لیا ہے کہ اعتراض کچھ اور جواب کچھ یہ نشان بھی عقیدہ جسمیت کے ہیڈنگ کے تحت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور بتلایا تھا کہ مرزا صاحب اور ان کے مرید خدا کی ذات و صفات میں جسمیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اصل نشان ۱۰۱ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

نشان ۱۰۱۔ ایک دفعہ تمثیلی طور پر مجھے خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی اور میں نے اپنے ہاتھ سے کئی پیشگوئیاں لکھیں جن کا یہ مطلب تھا کہ ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ تب میں نے وہ کاغذ دستخط کرانے کے لیے خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی تامل کے سرخی کی قلم سے اس پر دستخط کیے اور دستخط کرنے کے وقت قلم کو چھڑکا جیسا کہ جب قلم پر زیادہ روشنائی آجاتی ہے تو اسی طرح پر جھاڑ دیتے ہیں اور پھر دستخط کر دیے۔ اور اسی وقت میری آنکھ کھل گئی اور اسی وقت میاں عبداللہ سنوری مسجد کے حجرے میں میرے پیر دبا رہا تھا کہ اس کے روبرو غیب سے سرخی کے قطرے میرے کرتے اور اس کی ٹوپی پر بھی گرے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ اس سرخی کے قطرے گرنے اور قلم کے جھاڑنے کا ایک ہی وقت تھا ایک سیکنڈ کا بھی فرق نہ تھا ایک غیر آدمی اس راز کو نہیں سمجھے گا اور شک کرے گا کیونکہ اس کو صرف ایک خواب کا معاملہ محسوس ہوگا۔ مگر جس کو روحانی امور کا علم ہو وہ اس میں شک نہیں کر سکتا اسی طرح خدا نیست سے ہست کر سکتا ہے۔ غرض میں نے یہ سارا قصہ

میاں عبداللہ کو سنایا اور اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔

عبداللہ جو اس رویت کا گواہ ہے اس پر بہت اثر ہوا اور اس نے میرا کرتہ بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیا جو اب تک اس کے پاس موجود ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵) محل اعتراض خط کشیدہ الفاظ ہیں خدا کو خواب یا کشف میں دیکھنا محل اعتراض نہیں ۔ بلکہ یہ کہ سرخی سے دستخط کرنا اور صرف یہ بھی نہیں بلکہ روشنائی چھڑکنا اور روشنائی کا کپڑے پر گرنا پھر اس کپڑے پر عالم بیداری میں روشنائی کا باقی رہنا اور پھر اُسے تبرک بنا کر اس عقیدہ سے رکھنا کہ یہ خدا کے قلم کی روشنائی ہے اور صرف خواب نہ رکھنا ۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ اعتراض تو تھا یہ اس کا جواب لاجواب سمجھ کر بالکل نظر انداز کر دیا اور جواب یہ دے رہے ہیں کہ

" بطور تمثیل خدائے تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ہرگز قابل اعتراض نہیں " پھر اس کی تائید میں بحر المعانی ۔ اور سوانح مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ۔ دو جدید کتابوں کے حوالے درج کیے ہیں ۔ جو نہ مسل پر ہیں نہ عدالت کے سامنے آئے مطالبہ پر بھی پیش نہ ہوئے جواب یہاں خواب میں دیکھنے پر اعتراض کیا ہے اعتراض تو روشنائی چھڑکنے اور کپڑے پر پڑنے اور باقی رہنے اور تبرک بنا کر اس اعتقاد سے رکھنے پر کہ یہ خدا کی روشنائی پڑی ہے اس پر ہے جس کے ایک حرف کا بھی جواب نہ دیا بلکہ زبان پر بھی نہ لائے اور اسے بھی بالکل لاجواب مان لیا ۔ درمیان میں اپنی عادت کے مطابق علماء دیوبند کثرہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور ان کی جماعت پر ذاتیات کے حملے کیے ہیں جنہیں عدالت خود ملاحظہ فرمائے ۔ پھر غیر متعلق ۔ نزول کے حوالہ مشکوٰۃ ۔ ترمذی ۔ مسلم ۔ ابن ماجہ ۔ نیز رویت کے متعلق بحر الرائق روایت ۔ بحر المعانی کے پڑھے جن کے متعلق اپنی اپنی جگہ پر آئے گا مگر ان کا مقصد ان غیر متعلق اور کثر جدید مسل کے باہر خلاف قانون حوالوں کی بھرمار سے مقدمہ اور مسل کو طول دینا اور مدعیہ کو بلاوجہ تنگ کرنا تھا ۔ فالی اللہ المشتکیٰ ۔

(۱۲)

انت منی بمنزلۃ ولدی

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ ۔ یہ غلط نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے اصل ملاحظہ ہو ۔ ۱۸/دسمبر [illegible]

جواباً گذارش ہے کہ میرا استدلال توڑ موڑ کر اپنے الفاظ کے رنگ میں ڈھال لیا تاکہ جواب مغالطہ کا دیگر لوگوں کو حسب عادت مغالطہ میں ڈال سکے حالانکہ یہ بھی انہیں اعتراضات میں سے ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

اور اس شرکیہ بلکہ عظیم الشان ناقابل عفو جرم سے جب تک مرزا صاحب کی توبہ و رجوع غیر مشتبہ الفاظ میں نہ

پیش کریں وہ اُن کی دلیل کا کام نہیں دے سکتی۔

مختار مدعیہ کے استدلال کا خلاصہ

اولاً انہوں نے اس بحث میں بطور تمہید جرح گواہ مدعا علیہا ۲ مارچ ۳۲ء سے تین آیات۔

(۱) قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا احد۔ (پ ۳۰)

(۲) تكاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًّا ان دعوا للرحمن ولدا وما ينبغي للرحمن ان يتخذ ولدا۔ (مریم ع ۶)

(۳) وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شيئا ادًّا۔ (مریم قریب الختم پ ۱۶)

نقل کی ہیں اور ترجمہ بھی گواہ مذکور ہی کا پیش کیا ہے۔ اول کا ترجمہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں دوسری کا ملاحظہ ہو۔ "قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا سے رحمان کے لیے بیٹا پکارا۔ حالانکہ رحمٰن کے شان کے لائق نہیں کہ وہ بیٹا بنائے۔"

تیسری کا ترجمہ بھی واضح ہے۔

پھر یہ عرض کیا گیا ہے کہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ خدا کی شان گرامی میں لفظ ولد کا استعمال جائز نہیں لفظ اطفل وغیرہ میں بحث نہیں کیونکہ ولد تین طور سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ معاذ اللہ واقعی ولد جنے اسے پہلی آیت نے منع کیا اور توحید کے منافی ٹھہرایا۔

(۲) واقعی جنا نہیں مگر خارج سے منہ بولا بیٹا مجازاً بنا لے کے ولد اور بمنزلہ ولد لفظ استعمال کیا اس کو آیت ثانی نے رد کر دیا اور شان کبریائی کے خلاف اور منافی توحید قرار دیا۔

(۳) نہ خدا نے ولد جنا نہ خارج سے مجازاً کسی کو بمنزلہ ولد کے بنایا بلکہ کسی معنی سے کسی نے خدا کی طرف نسبت ولد کی گو تاویلاً مجازاً صحیح اس کو بھی نہایت شد و مد سے آیت ثالث نے باطل قرار دیا۔ گویا لفظ ولد کے استعمال کی خدا کی نسبت جس قدر بھی صورتیں ہو سکتی تھیں انہیں باطل اور عظیم الشان شرک قرار دیا جس کا اقرار گواہ مدعا علیہا جرح ۲ مارچ ۳۲ء میں کر چکا ہے جیسا کہ جرح میں انہیں آیات کے بعد اقرار کیا ہے کہ "یہ آیات جامع ہیں ان تمام اقسام ولد کو جو جائز نہیں نسبت کرنا ان کا خدا کی طرف"۔

اس کے بعد انت منی بمنزلة ولدی "تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے" (حقیقۃ الوحی) پیش کر کے شکایت کی ہے کہ خواہ خدا نے جنا ہو یا نہ حقیقی معنی ہوں یا مجازی صرف یہ نسبت لفظ ولد کی گو زبانی ہو اعتقاداً نہ ہو ہرگز برداشت نہیں ہو سکتی اور کبھی بھی ایمان قائم نہیں رہ سکتا بلکہ اس نسبت میں گو مجازی ہو زیادہ احتمال گمراہی بندگان خدا کا ہے

اس لیے اُسے اور بھی شدومد سے قرآن حکیم نے ذکر فرمایا۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض و
تخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولدا ۔ الآیۃ ۔۔

اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ مذکورہ بالا تینوں استعمال یا کسی طرح یہ لفظ وَلَد آج تک کسی مسلمان کسی عالم ولی ابدال قطب غوث نبی رسول حتیٰ کہ خاتم الانبیاء نے باوجود حبیب خدا ہونے کے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کیلئے استعمال کیا بلکہ تمام عمر تردید فرمائی ۔ خداتعالیٰ نے اپنے کسی پیارے حتیٰ کہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس سے زائد کوئی اللہ کا پیارا نہیں ہوسکتا خود بھی فرماتے ہیں انا اکرم ولد آدم ولا فخر۔

نبی کے کمال پیار و تقرب کا اظہار شب معراج کے لفظ سے فرمایا ہے۔ خدا نے آپ کے واسطے بھی بمنزلہ ولدی کا لفظ نہ فرمایا۔

دعوے یہ تھا کہ لفظ ولد کی نسبت ایک محاورہ بھی گو مجازاً ہو مسلم یا غیر مسلم کا جو آدمؑ سے قیامت تک کسی سے دکھائیں۔

مگر بحمداللہ نہ دکھا سکے لہٰذا لاجواب ہے۔

اسی وقت میں نے یہ پوزیشن صاف کر دی تھی کہ طفل وغیرہ الفاظ میں گفتگو نہیں کہ منظوری ہے۔

ع۔ اولیاء اطفال حق اند لے پسر ۔ یا اور اسی قسم کے الفاظ کے محاورہ پیش کروائے جائیں۔

مگر پھر بھی ان کی آسانی کو مندرجہ ذیل تاویلات رکیکہ کیں بھی عدالت خود جواب بحث اصل بحث سے ملا کر ملاحظہ فرمائے۔

کہیں ایک استعمال بھی لفظ ولد کا فرعی ہی نکل آئے تو بھی استدلال باطل ورنہ باوجود صفحہ کے صفحے سیاہ کرنے کے یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب ہی رہے گا۔ کیونکہ منشاء اعتراض کو ہاتھ بھی نہ لگایا جواب کیا دے سکتے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم ۔ مجازی طور پر اب بمعنی باپ کے قائم مقام رکھ کر اسے باپوں کی طرح یاد کرنے کا حکم فرمایا ہے تو یاد کرنے والوں کو استعارہ کے رنگ میں ولد اور ان کے قائم مقام نہ ہونے کی کیا وجہ۔

(۲) مرزا صاحب نے استعارہ کے رنگ میں اسے بمعنی طفل استعمال کیا ہے اور اطفال حق کے الفاظ اولیاء کے حق میں استعمال ہوتے ہیں۔

(۳) کوئی کسی کو اجی اور ولد احتراماً کہہ دے تو اس کا وارث نہ ہوگا۔ معلوم ہوا ولد احتراماً و تقرباً بولتے ہیں (یواقیت)

(۴) نور الکبیر شاہ ولی اللہ صاحب ؒ اور نزالہ اوہام مولانا رحمۃ اللہ صاحب مہاجر مکی سے لفظ ابن کے مجازی استعمال بھی عزیز نقل کیا۔

(۵) مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے بحوالہ حجۃ الاسلام نقل کیا کہ جیسے رعیت کے لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کو بوجہ مزید التفات ماں باپ (مجازاً) کہدیا کرتے ہیں ایسی ہی اگر گاہ بگاہ (کسی حالت میں) کسی بزرگ نے خدائے تعالیٰ کو باپ کہدیا تو اُس کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدائے تعالیٰ ان پر مہربان ہے نہ حقیقی ابوت و بنوت الخ۔

ولاً مجھے جواب کیا اس کی طرف توجہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ایک حوالہ میں بھی لفظ ولد جس میں گفتگو ہے استعمال ہی نہیں۔ اور نہ ساری دنیائے اسلام میں ایک نظیر مل سکتی ہے کسی بزرگ نے سکر اور جذب کے حال میں بلا عقیدہ بھی اسے استعمال نہ فرمایا۔

جیسا کہ عدالت حوالجات بالا سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

پھر بھی چونکہ دوسرے رنگ میں ان بزرگوں کے (اللہ ہمارا اور آپ کا حشر ان کے ساتھ فرمائے) دامن تقدیس کو مرزا صاحب کی آڑ لیکر آلودہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ اور باری تعالیٰ نے بزرگوں کی ناموس کے حفاظت کرنے والے کے لیے میدان حشر میں حفاظت ناموس کا زبردست وعدہ فرمایا ہے۔ اس تقریب وثواب کی نیت سے جواب عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت فرمائیں۔

جوابات مرتب

(۱) پہلی آیت سے یہ مراد لینا کہ استعارہ کے رنگ میں خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ولد ہو گئے صرف مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کہیں دور کا بھی اس سے تعلق نہیں۔

ترجمہ آیت اور مطلب کسی بھی مترجم قرآن اور اردو تفسیر سے دیکھ لیا جائے۔ تاکہ اس ترجمہ اور مطلب کی جنایت بھی واضح ہو جائے۔

واقعہ صرف اس قدر ہے کہ اہل مکہ ایام جاہلیت میں مکہ معظمہ کے مخصوص مقامات پر بڑے شد و مد بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد کے محامد و مناقب ذکر کیا کرتے تھے۔ اللہ نے یہ حکم فرمایا کہ جس طرح تم شدومد سے اپنے آباء کا ذکر کرتے تھے۔ بجائے اس کے اس اہتمام سے اللہ کا ذکر کرو۔ بلکہ اس سے زائد شدومد سے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ آیت کا آخری ٹکڑا کاٹ کر نقل کیا تاکہ مغالطہ دے سکے۔ اور اصل حقیقت بے نقاب نہ ہو۔ تقریباً اکثر حوالے ایسے ہی بے ربط

معنی میں مستعمل ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ ابن الوقت ۔ ابناء زمان ۔ ابن الارض ۔ ایک قسم کی زرکاری ہے بنت الکرم ۔ بنت الرز ۔ شراب ۔ نبات الدھر حوادث زمانہ ۔ نبات الفکر اشعار نبات اللیل حوادث وغیرہ وغیرہ ۔ ملاحظہ ہو قاموس لسان العرب ۔ تاج العروس وغیرہ ۔

ایک ضمنی اعتراض کا جواب

رہا یہ کہ عیسٰی علیہ السلام کے لیے ابن اللہ کہنے والے کافر ٹھہرائے گئے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو انہیں ولد کہتے ہیں اور ان کا مذہب و اصطلاح متعین ہے کہ ولد کی نسبت وہ جائز سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا اس قرینہ سے ان کا لفظ ابن بمعنی ولد مراد ہو کر کفر ہو جائے گا ۔ جیسے کہ مرزا صاحب استعمال اور خدا کی طرف نسبت جائز سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا ان کا لفظ ابن استعمال کرنا بھی سراسر کفر ہوگا ۔ بخلاف ان مسلمانوں کے جو ولد کی نسبت خدا کی طرف کسی طرح بھی جائز نہیں سمجھتے ۔ اگر کسی حال میں لفظ ابن استعمال کر جائیں گو ایسا کرتے نہیں تو معنی عزیز و مخلوق لیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ مراد متکلم خارجی قرائن سے متعین ہے ۔ مگر لفظ وَلَد ۔ میں جو صریح ہے کوئی قرینہ درکار نہیں قرینہ کنایات وغیرہ میں درکار ہوتا ہے ۔

پانچویں تاویل کا جواب

حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کا حوالہ اس سے بالکل غیر متعلق ہے اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ اگر کوئی ولی مقرب بارگاہ جس پر اللہ تعالیٰ کی مخصوص نظر عنایت ہو اور اس خصوصی التفات کی وجہ سے کبھی کسی مخصوص حال اور سکر میں خدا کی نسبت لفظ اب استعمال کر جائے تو اسے کفر نہ سمجھو نہ حقیقی معنیٰ مراد لو دیکھو تمہارے بول وچال میں بوجہ کثرت التفات بادشاہ و سلطان کو کہہ دیتے ہیں کہ تم ہمارے ماں باپ ہو یعنی بڑے مہربان ۔ اسی طرح اسے سمجھو ۔

یہاں کہیں لفظ وَلَد کا جو ما بہ النزاع ہے پتہ تک نہیں ۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ محاورہ بہ تصریح قرآن و باجماع امت کفر و شرک و داخل ہے ۔ اس کا کوئی جواب اور کوئی تاویل بھی نہیں ہو سکتی ۔ اللہ ہدایت اور توفیق توبہ رحمت فرمائے باقی اس میں ہماری اور فریق کی نسبت جو تیز کلامی ہے اس کا جواب صرف اس قدر ہے کہ اللہ انہیں ہدایت اور شریفانہ اخلاق کی توفیق مرحمت فرمائیں ۔

(ابو الوفا)

(نوٹ) یہ بھی یاد رہے کہ ایسے الفاظ خدا کی نسبت استعمال کرنا جن پر شریعت شاہد نہ ہو زندقہ سے خالی نہیں اور نہ

صرف علماء ظواہر کی رائے ہے بلکہ سید الطائفہ غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ جو امام الصوفیہ اور ان کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں کل حقیقۃ لاتشھد لھا الشریعۃ فھی زندقۃ ۔ جس حقیقت پر شریعت شاہد نہ ہو وہ چھپا ارتداد و الحاد ہے فتوح الغیب مقالہ ۲۱ یہ اصول ملحوظ خاطر ہے دوسرے مقامات پر بھی کارآمد ہے ۔ (ابوالوفاء)

(۱۳)

اسم ولدی

اس کو چونکہ جرح میں صاف کردیا تھا اور یہ حوالہ البشریٰ عدالت نے نوٹ نہیں کیا تھا بحث کے وقت مختار مدعا علیہ خود ہی کہتے تھے کہ اسے بھی پیش کردو مدعیہ کے مختار اور عدالت نے کہا کہ جب وہ کوئی نہیں تو کیوں پیش کیا جائے اور ادھر سے پیش نہ ہوا پھر بھی مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے کہ وقت گذاری ہو بلا وجہ اسے بھی لکھ دیا ۔

ہم صرف ان کی تسلی کے لیے نہ کہ جواب کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے یہ تو کہتے ہیں کہ مؤلف نے اس کے خلاف اعلان شائع کردیا ہے مگر باوجود شدید مطالبہ کے جرح میں پیش نہ کرسکے کہ جرح سے اس کی حقیقت کھل جاتی اور خود بابو منظور الٰہی نے آخری اڈیشن میں جو حال میں شائع ہوا ہے ایک صحت نامہ دیا ہے اس میں بھی اس کی اصلاح نہیں اب یہ کہنا کہ اصل منقول عنہ میں نہیں یہ بھی زیادہ قابل لحاظ نہیں مختلف اڈیشنوں میں الفاظ کا ہیر پھیر بھی ممکن ہے جرح میں شہادت کے وقت پیش کرتے تو معلوم ہوتا جو لوگ مسلمانوں کی مسلم کتابوں میں قطع وبرید کریں ان کا اپنے گھر کی کتابوں میں کیا اعتبار کہ محمودی قادیانی پارٹی مرزا صاحب کے تصانیف وعقائد میں روز تبدیلیاں کرتی رہتی ہے عدالت چاہے تو میں خود مہیا کرکے پیش کرسکتا ہوں اور یہ کتاب لاہوری جماعت کے آدمی کی مرتب کی ہوئی ہے ۔

پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہماری طرف سے مناظروں اور مقدمات میں کثرت ہوئی اور اعتراض ہوا تو اس سے پروپیگنڈہ کے واسطے کوئی تحریر شائع کرادی ہو وہ ہمیشہ حجت نہیں ہم نے تو کتاب پیش کی ہے ۔

نیز جرح میں گواہان مدعا علیہ نے یہ کہہ کر اس البشریٰ کو ٹال دیا کہ جب تک اصل کتاب منقول عنہ سے نہ پیش ہو ہم پر حجت نہیں اور خود کئے حوالے اسی سے بحث میں پیش کئے جو معائنہ مثل سے واضح ہوں گے

(۱۴)

اخطی واصیب

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ (۴) امور ہیں۔

(۱) مرزا صاحب کی یہ نیت نہیں ظاہر معنی مراد نہیں ہے۔

(۲) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے۔

(۳) حدیث میں لفظ تردد خدا نے استعمال ہے۔

(۴) مرزا صاحب کے الہام میں ان ربی لا یضل و لا ینسیٰ و لا یخفیٰ علی اللہ خافیہ۔ و انہ یعلم السر و اخفیٰ۔۔۔۔الخ وغیرہ بھی موجود ہیں جو خدا کے تقدس و تنزہ پر دال ہیں۔

(جواب)

میری غرض یہ نہیں کہ کیا مراد لیا۔ مطلب تو یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی نسبت ایسے الفاظ استعمال کرنا جو کسی بعید یا اپنے ظاہری معنی سے اُس کی شان گھٹاتے اور شایان شان نہ ہوں ہرگز جائز نہیں بلکہ سراسر توہین اور اس کی جلالی توحید کے خلاف ہے۔

مرزا صاحب یا مختار مدعا علیہ کی نسبت کیسی تاویلی معنی سے لفظ خطا و غلطی کو منسوب کیا جائے تو چراغپا ہو جائیں اور جوابات دیں مگر خدا کی طرف منسوب کر کے تاویلیں نکالیں۔ پھر جس اصل مذہب اس کے اس قدر مندرجہ بالا صریح اور لاجواب کفریات سے واضح ہو چکا ہو۔ اس کے لیے تو کسی تاویل کی گنجائش نہیں مختار مدعا علیہ نے اِس ہیڈنگ کا حوالہ اس ہیڈنگ کے تحت اور اُس کا اِس کے تحت خلط ملط کر کے اسی لیے جواب دیا ہے تاکہ میری قائم کردہ ترتیب میں جو صریح قرائن ہیں وہ مختلط ہو کر عدالت کی توجہ سے اوجھل ہو جائیں اور وہ مغالطہ دہی میں کامیاب ہو سکیں بہرحال میرا یہ اعتراض بھی صرف لفظ خطا کی خدا کی طرف نسبت کرنے پر تھا۔ جو بھی نیت ہو صریح کلام اور توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔

اس کا جواب تو یہ تھا کہ کسی آسمانی کتاب و صحیفہ و کسی حدیث یا بزرگ یا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کے استعمال میں دکھا دیتے۔ کہ اس نے خدا تعالیٰ کی نسبت لفظ خاطی یا خطا کا استعمال کیا ہے اور میں عدالت کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی خدا کی طرف خطا کی نسبت سوائے مرزائی لٹریچر کے نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ایسے جاہ جلال۔

فعّال لما يريد علام الغيوب ۔ کی نسبت کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو بندہ کہتا ہو اور اسے مالک سمجھتا ہو کیونکر کر سکتا ہے ۔

اور پھر یہ کہے کہ یہ خدا کا الہام ہے ایسے الہام رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہوتے ہیں جیسا کہ فتوحات وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو حکایتاً نقل کرنے سے ہی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں حاشا للّٰہ عیاذاً باللّٰہ ۔ ثم عیاذاً باللّٰہ ۔

خدا بھی خطاء کرنے لگ جائے تو صواب پھر کون کرے گا ہمارے نزدیک تو نبی بھی معصوم اور ولی بھی محفوظ ہوتا ہے ۔ جب کہ اس لفظ خطا کی نسبت جو صراحتہً تنقیص جلال توحید ہے ایک محاورہ بھی پیش نہ ہو سکا تو گو اور بہت سے غیر متعلق حوالوں سے کاغذ سیاہ کیا ہو پر اعتراض بھی لاجواب ہی رہا ۔ یہاں نیت اور مراد پر اعتراض ہی نہ تھا بلکہ استعمال لفظ پر تھا ۔ جو بدستور قائم ہے ۔

تاویلات رکیکہ پر ایک سرسری نظر

گو اس توضیح کے بعد ہمیں مدعا علیہ کی پیش کردہ تاویلات کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی مگر اس کے شائع ہونے پر کوئی ناسمجھ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اس لیے اس کی حقیقت بے نقاب کرنا بھی ضروری ہے پس مختصر یہ گزارش ہے ۔ (ابوالوفاء)

تاویل مختار مدعا علیہ ۔

(۱) اس کا تشریحی نوٹ نیچے لکھا ہے ۔

(جواب)

نوٹ کے ابتدائی الفاظ میں " اس وحی الٰہی کے ظاہری الفاظ یہ معنیٰ رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی " پھر تردد کی مثال دے کر لکھتے ہیں کہ اسی طرح یہ وحی الٰہی کہ کبھی میرا ارادہ خطا جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ میں کبھی اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہیے ہوتا ہے ۔

(حقیقۃ الوحی صـ۱۰۳)

عبارت بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل توجہ ہیں ۔

ہمارا اعتراض ان الفاظ کی نسبت اور ظاہری معنیٰ پر ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہیں کہ " میں خطا بھی کروں گا " یا یہ کہ " کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہوتا ہے ۔

باقی جو تاویل کی ہے وہ خود ایک مستقل کفر اور عظیم الشان کفر ہے ۔ اولاً الفاظ مکرر ملاحظہ ہوں ۔

" کبھی میں اپنی تقدیر و ارادہ کو منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے " ۔ (تفصیل کفریات)

(۱) پہلا کفر اس میں یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کو منسوخ اور ایسا مانا ہے کہ کبھی نہیں بھی ہوتا ہے حالانکہ یہ صریح نص قرآن کے خلاف اور سراسر کفر ہے قال اللہ تعالیٰ۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون
کہ اس کے امر کا یہ حال ہے کہ جب بھی کبھی کسی چیز کا ارادہ بصورت کن کرتا ہے وہ چیز فی الفور ہو جاتی ہے۔
یعنی اس کے ارادہ اور چیز کے ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا کہ منسوخ یا کبھی نہ پورا ہونے کا احتمال ہو اور یہ مطلب
کن کہنے کے ساتھ ہی فی الفور ہو جانا یواقیت والجواہر میں جو ان کے بھی مسلم امام عبدالوہاب شعرانی کی ہے موجود ہے مزید
برآں مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے اس آیت کا ترجمہ مندرجہ جنگ مقدس طبع سوم صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو حکم اس کا (یعنی خدا کا)
اس سے زیادہ نہیں کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے ہو جا پس ساتھ ہی وہ ہو جاتی ہے۔
نیز مرزا صاحب نے بھی حقیقت انما امرہ الخ کے تحت میں مانا ہے کہ خدا کا ارادہ ہمیشہ منتج ہوتا ہے۔
پس یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ پورا نہیں ہوتا کھلا ہوا کفر ہے۔

(۲) دوسرا کفر اس میں یہ ہے کہ کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے یہ ماننا کہ کبھی اس کا ارادہ جیسا چاہا ہوتا ہے اور کبھی
جیسا چاہا نہیں ہوتا مسلم کفر ہے۔ یہ تو انسان کا حال ہے۔ جیسا چاہا ہو کبھی ہو کبھی نہ ہو خدا تو وہ ہے کہ جب بھی
جو چاہے جیسا چاہے فی الفور ویسا ہی ہو یہی معنی ان اللہ علی کل شیء قدیر کے ہیں۔
قدیر کہتے ہی اسے ہیں جو چاہے جیسا چاہے ویسا ہی ہمیشہ ہو اگر ہمیشہ نہ ہو یا ویسا نہ ہو تو قدیر کا لفظ استعمال
نہیں ہو سکتا اس سے یہ صفت مختص باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی تحت آیت ان اللہ علی
کل شیء قدیر۔ والقادر هو الذی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل
والقدیر الفعال لما یشاء علی ما یشاء ولذلک قلما یوصف
بہ غیر الباری تعالیٰ۔
یعنی قدیر جو فعال ہے کہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے اسی لیے غیر خدا کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔

(۳) تیسرا کفر ____ یہ کہ خدا کا ارادہ منسوخ ہو اور نہ ہوتے وقت کہا حالانکہ ارادہ
منسوخ ہی نہیں ہو سکتا نسخ صرف وقتی احکام کے اپنے وقت پر ختم ہو جانے کو کہتے ہیں۔ جیسے آج کل کی اصطلاح
میں ہنگامی آرڈیننس کہا جاتا ہے نسخ صرف احکام میں ہوتا ہے اختیار قدرت ارادت عقائد و ذات صفات
باری تعالیٰ میں ماننا کفر ہے۔ ملاحظہ ہو۔ معنی نسخ و حکم نسخ کے واسطے بیضاوی تحت آیت ما ننسخ من آیۃ
الخ اور بیان نسخ شرح عقائد شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ۔

(۴) چوتھا کفر آیت انما امرہ اذا اراد الخ کے مفہوم کی مخالفت اعتقادی۔

(۵) پانچواں کفر صفت قدیر کا انکار۔

لفظ تردد کی آڑ

اس لفظ اور لفظ خطا میں بڑا فرق ہے تردد صرف تامل کا نام ہے اور یہ توہین کے حق میں ایسا صریح نہیں جیسا کہ لفظ خطا کہ ایسی صریح توہین پر دال ہے کہ انسان کے واسطے بھی اگر اس نے ارتکاب خطا نہیں کیا اس کا استعمال کیا جرم ہے کہ بخلاف کسی معاملہ میں تردد و تامل۔

باقی اس حدیث کی شرح کو یہ موقع نہیں اس کی شرح کے واسطے اس کے تحت۔ فتح الباری و عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ حافظ ابن حجرؒ کی و علامہ حافظ بدر الدین عینی رحمہا اللہ تعالیٰ یا نووی شرح مسلم ملاحظہ فرمائیں۔ اگر اس میں کوئی لفظ خطا یہ اس کا ہم معنی ہوتا تو زیادہ تفصیل کی جاتی۔

مرزا صاحب کے بعض الہام بطور شرح

باقی مرزا صاحب کے یہ الہام ان ربی لا یضل و لا ینسی. لا یخفی علی اللہ خافیہ. انہ یعلم السر و اخفی از جوارحین ست صفحہ ۳۱ البشریٰ ج ۱ صفحہ ۳۳ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۵۸ سے پیش کیے تو یہ تو قرآن پاک کی آیات ہیں جو بطور الہام مرزا صاحب۔

مکرر نقل کرتے ہیں اس سے ان کے عقیدہ کو کیا تعلق

(۵)

الارض والسمآء معک کما ھو معی

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ۔

(۱) "جو اس تاویل سے واضح ہے کہ اس کا ترجمہ مخلوق ہے۔" (سراج منیر صفحہ ۸۱)

(۲) "جو کی خبر واحد بتاویل باقی السموات والارض ہے۔" (براہین جلد ۳ صفحہ ۲۸)

گواہ مدعیہ نے اس الہام سے مرزا صاحب پر یہ بہتان باندھا ہے کہ گویا مرزا صاحب نے اس الہام سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر جانا ہے حالانکہ نہ تو مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو" الخ۔

(۳) اس الہام کا وہ مطلب ہے جو براہین حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے۔"

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان سے آپ کی صداقت کے نشانات ظاہر ہوئے سے

آسمان بارد نشان الوقت مے گوید زمین الخ   تو نے طاعون کو بھی بھیجا میری نصرت الخ۔

(۵) "اس قسم کی معیت سے شرک مراد لیا حد درجہ کی نادانی ہے کیونکہ اگر اس سے شرک لازم آیا تو جو خدا کی معیت کا مدعی ہو زیادہ مشرک ہونا چاہیئے" الخ (آیات)

(۶) مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ یہ ہے کہ صداقت کے نشان ہیں"۔

(۷) اس میں حاضر و ناظر ہونا مراد لینا بعید از عقل نہیں بلکہ پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ کرنا ہے"۔

جواب

(۱) یہ گواہ مدعیہ کا ہرگز استدلال نہیں عدالت خود گواہ مدعیہ کا بیان ملاحظہ فرمائے وہاں اس تقریر کا نام و نشان بھی نہیں۔

اور دراصل جو اس سے استدلال کیا گیا ہے اور بحث میں متعدد مرتبہ تذکرہ آیا وہ یہ ہے کہ خدا تعالے جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے ان ہی صفات اور تمام امور میں۔ پس کسی چیز کی خدا سے تشبیہ دینا خواہ وہ کسی قسم کی تشبیہ ہو موہم تنقیص و شرک ہے اور دوسرے مشرکانہ عقائد کی روشنی اور متکلم کے دیگر اقوال کے قرینہ سے یہ بھی ایک مشرکانہ عقیدہ ہو جائے گا۔

اس الہام میں کہ الارض والسماء معک کما ھو معی - یعنی زمین و آسمان تمہارے (یعنی مرزا صاحب کے) ساتھ ویسے ہی ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ۔

کسی قسم کی معیۃ ہو خواہ علمی خواہ کوئی اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی چیز ہے اسی طرح کسی اور سے معیت ثابت کرنا خدا کے ساتھ شرک نہیں تو توحید کا کونسا حصہ ہے۔ مفصل جواب تاویلات)

(۲) مختار مدعا علیہ نے اولاً ضمیر ھو کی بحث کی کہ مخلوق مراد ہے الخ۔

جواب۔ جواب خواہ مخلوق مراد ہو یا ہر ایک زمین و آسمان احترامی تشبیہ کا کہ خدا جیسی معیۃ کو بدستور باقی اور شرک ثابت کرنے کو کافی و وافی ہے۔

(۳) براہین حصہ پنجم صفحہ ۸۱ پر عدالت خود ملاحظہ فرمائے اس الہام کا کوئی مطلب بیان نہیں کیا گیا اس سے استنباط بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی خوش عقیدگی سے یہ مطلب اگر نکلتا ہو تو وہ نہ کسی پر حجت ہے نہ مرزا صاحب کی مراد۔

(۴) یہ کہنا کہ اس سے مراد صداقت کے نشان ہیں اور چند مثالیں دینا محض غلط ہیں یہ تمام صداقت کی مثالیں محض غلط اور جھوٹ اور خدا تعالے پر افتراء ہیں مرزا صاحب کی صداقت کا ایک نشان بھی مدۃ العمر صداقت کی کسوٹی پر نہ اترا موضوع بحث نہیں ورنہ مفصل عرض کرتا نیز اس کھلے ہوئے مشرکانہ عقیدہ سے مراد صداقت کا نشان قرار دینا صرف مختار مدعا علیہ کی ذاتی اور غلط رائی ہے یہ تو ایسا مشرکانہ قول ہے کہ اسلام میں ہم کیا ہمارے باپ دادانے

درست ہوگا یہ صداقت کی دلیل ضرور ہیں۔

مگر مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہمارے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں کرنا دجال و کذاب کی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے کہ:

لا تقوم الساعۃ حتی تبعث دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔

(ترمذی شریف و مسلم شریف)

یعنی قیامت نہیں آ سکتی جب تک اس قسم کے دجال و کذاب نہ اٹھیں کہ تمہیں وہ باتیں کہیں جو تم نے اسلام میں سنیں اور نہ تمہارے آباؤ نے پس ان سے بالکل علیحدہ رہنا۔ دیکھو تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ پھنسائیں۔ اس سے مختار مرحوم علیہ خود فیصلہ کرے کہ کیا مطلب ہے۔

(د) مختار مرحوم علیہ کا اس میں سخت کلامی کے جواب ارشاد ہے کہ اگر معیت آسمان و زمین سے شرک ہوا تو جس سے خدا کی معیت ہو وہ بھی مشرک ہوگا۔

جواب۔ یہاں معیت کا سوال ہی نہیں بلکہ تشبیہ کا ہے کہ جیسی خدا کی معیت ہے ویسی کسی کی نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کا الہام ہے کہ زمین و آسمان تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ میرے ساتھ ہیں یہ لیس کمثلہ شیء کی آیت کا صریح رد ہے اور وہاں تمام قرآن بھی مجتمع ہیں اُسے اُن کے علیحدہ جواب ہی اس لیے دیا گیا تاکہ خلط ہو سکے اور مغالطہ کا موقع مل جائے۔

(۶) تاویل قول مختار مرحوم علیہ۔ مشابہت تامہ مراد نہیں بلکہ صداقت کے نشان مراد ہیں الخ۔

جواب مشابہت تو تسلیم ہی کرلی جو موجب شرک ہے خواہ تامہ ہو یا ناقصہ خدا کے ساتھ مخلوق کسی طور پر مشابہت نہیں رکھتی۔ تامہ کا تو شاید کفار کو بھی خطرہ نہ گذرا ہو۔ ناقصہ کی وجہ سے وہ بھی مشرک ہیں ورنہ کوئی کافر اپنے معبود ان باطل کو خدا کے مشابہ تام نہیں مانتا۔

باقی یہ بتا چکا کہ یہ صداقت کا نشان یا اس کی طرف اشارہ نہیں بلکہ دجال و کذاب ہونے کی نشانی ہے۔ جواب تو لکھا مختار مرحوم علیہ نے بلفظ ذیل میں اپنا دل ٹھنڈا کر لیا کہ یہ مطلب مراد لینا حد درجہ کی نادانی پرلے درجہ کی جہالت کا مظاہرہ ہے۔ جس پر ہم کچھ عرض نہیں کرتے۔ یہ ان کی حسن کلامی ہمارے سر آنکھوں پر۔

(ابو وقاص)

(۱۶)

اصلی واصوم واسھر وانام الخ (البشریٰ ج۲ ص۹۴)

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ ملاحظہ ہو۔ مختار مدعیہ نے اس الہام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کی گئی ہیں جو خدا کی شان کے بالکل مخالف ہیں اور آیت لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ کے مخالف ہیں اور یہ بھی اس کا ایک مغالطہ ہے کیونکہ پہلے حصہ میں مذکورہ امور خدا تعالیٰ کے متعلق نہیں بلکہ ملہم کی شان کا اظہار کر رہے ہیں اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کے متعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ اپنی تجلی کے نور سے تجھ میں دکھلاؤں گا اور تجھے وہ نعمت دوں گا جو ہمیشہ رہے گی تحقیق خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ کرتے ہیں اس دوسرے حصہ میں جن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے اسی کی وجہ پہلے حصہ الہام میں ملہم کی حالت ذکر کر کے بیان کی گئی ہے کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں"

جواب :۔ جواب البشریٰ کا حوالہ مذکور عدالت کے حضور پیش ہے یہ حوالہ الہامات ۱۹۰۷ء کے ہیڈنگ کے تحت درج ہے اور اس کا نمبر ۲۳۹ ہے اصل عبارت مع ترجمہ البشریٰ درج ہے اپنا ترجمہ بھی نہیں۔

اصلی واصوم واسھر وانام واجعل لک انوار القدوم و اعطیک ما یدوم ان اللہ مع الذین اتقوا۔ (ترجمہ) میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں اور تیرے لیے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دوں گا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (البشریٰ ج۲ ص۹۴) ملاحظہ ہو یہ خدا کا الہام ہے مرزا صاحب مخاطب ہیں خدا تعالےٰ متکلم۔ پھر کس قدر دلیری ہے ایسی کھلی ہوئی چیز میں یہ کہنا کہ ایک حصہ سے مرزا صاحب کی حالت مراد ہے اور وہ متکلم ہیں اور ایک سے خدا مراد ہے اصل یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب خدا کی جسمیت کے قائل ہیں جیسا کہ بحوالہ توضیح مرام گذر چکا کہ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے" الخ۔

جس کا مختار مدعا علیہ نے ٹھیک جواب نہ دیا کہ یہ غلط ہے اس کے بعد کے غیر متعلق فقروں کی تاویلیں کیں مگر ان کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا لہٰذا مرزا صاحب چونکہ خدا کے جسم و حدوث کے قائل ہیں اسی تخیل پر خدا نے یہ بھی کہا ہے کہ "میں سوتا ہوں اور جاگتا ہوں" (البشریٰ بحوالہ مذکور)

اور خدا کے واسطے سونا کجا اونگھ بھی ناممکن ہے اس کی توحید کا ایک جزو اعظم منصوص مصرح یہ عقیدہ ہے کہ

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم الخ

اور جس صفت سے خدا تعالیٰ اپنی پاکی کا صراحۃً اظہار کرے اور اپنے واسطے تنقیص اور عیب ٹھہرائے اسے حقیقۃً

یا مجازاً و تاویلاً کسی طرح اس کی طرف منسوب کرنا اس کی توہین اور شرک اور لا الٰہ الا اللہ کی توحید کے بالکل خلاف ہے۔
خدا کی شایانِ شان جو چیز نہ ہو اسے صرف اس کی طرف منسوب کرنا ہی کفر ہے عقیدہ ہو یا نہ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱۳ ۱۳ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ فتاوی عالمگیری صفحہ ۲۸۲ ج ۲ "وہ شخص کافر ہوگا جو خدا تعالیٰ کو ایسی چیز سے موصوف کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا کے نام کے ساتھ ہنسی کرے یا بیٹا بنائے یا بیوی بتلائے یا اسے جہل کی طرف نسبت یا عجز کی طرف نسبت کرے اور نقص کی طرف" الخ۔

اور لا الٰہ الا اللہ کے نوٹس کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے مذکورہ بالا کفریات سے نہ صرف ایک دو بلکہ ان سب کا مع شیءٍ زائد ارتکاب فرمایا ہے اس الہام کا یہ مطلب لینا کہ آپ شریعت اسلامیہ کے پابند اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں" کس قدر مضحکہ خیز اور بے ربط تاویل ہے الہام مع انہیں کے ترجمہ کے اوپر درج ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ اس کی تائید میں مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔

"کہ آنحضرتؐ کو ان اشخاص کی باتیں پہنچیں جن میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات خدا کی عبادت ہی کرتا رہوں گا اور سوؤں گا نہیں اور دوسرے نے یہ کہا تھا کہ میں کبھی نکاح نہیں کروں گا اور ایک نے یہ کہا تھا۔ کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔ میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے (بخاری کتاب النکاح صفحہ ۳۲ ج ۲)۔

تو اس بات کا الہام کہ پہلے حصہ میں ملہم کی زبان پر ذکر کیا گیا ہے (این راہ کہ تو مے روی بترکستان است) کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور جاگتا ہوں اور سوتا بھی ہوں یعنی میں خدائی کا دعویدار نہیں ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہوں اور ایک مسلمان بندہ ہوں"۔

جواب میں حیران ہوں اور غالباً عدالت کو بھی تحیر ہوگا کہ گفتگو تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مرزا صاحب پر ۲۳ر فروری ۱۹۰۱ء کو یہ الہام فرماتا ہے کہ "میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں" اور جواب میں مختار مدعا علیہ یہ حدیث پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ میں روزے رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیے اصل ضروری عبارت حدیث ملاحظہ ہو۔ "تو آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ دیکھو کہ میں تم سے زیادہ متقی اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں میں نے نکاح بھی کیا ہے اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں پس تمہیں میری سنت پر چلنا چاہیئے"۔

اس میں کس جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الہام فرمایا کہ "میں سوتا بھی ہوں جاگتا بھی ہوں" اس میں تو آپ صحابہ کو خطبہ یعنی وعظ فرما رہے ہیں کہ میں یہ افعال کرتا ہوں باوجودیکہ تم سے زائد خدا کا خوف رکھتا ہوں تم میری

سنت پر چلو اور رہبانیت اختیار مت کرو۔ اس کا کوئی بھی جواب گو غیر معقول ہی ہو مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے
ادھر ادھر کی بے ربط باتیں اور کبھی کچھ پیش کرتا ہے جو خود اس کی پراگندگی خاطر اور تحیر کا نمونہ ہیں مختار مدعا علیہ نے غالباً
خود اس جواب کی لغویت کا خیال فرمایا اور ایک اس سے زیادہ بے معنی اپنی طرف سے جواب اور پیش کیا کہ یہاں
قل محذوف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد جگہوں میں قل محذوف ہوتا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی انہی میں سے ہے ملا
جواب۔ یہ وہی قدیمی عادت ہے جو اعتراض مرزا صاحب پر ہو وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جو ان کے الہام
یا وحی پر ہو قرآن پاک جیسی بے مثل و بے نظیر خدا کی پاک اور آخری اور ہمیشہ رہنے والی کتاب پر کر دیا جاتا ہے اللہ انہیں
ہدایت اور سمجھ دے تا کہ یہ بلاوجہ مسلمانوں کا دل نہ دکھائیں۔

اچھا جواب یہ ہے کہ قل کے محذوف ہونے کی کیا دلیل کہیں مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہاں قل محذوف ہے پھر یہ
ایک ہی الہام میں نصف حصہ کے واسطے قل محذوف اور مرزا صاحب کا کلام اور نصف میں قل نہیں خدا کا کلام آخر کچھ تو
لگتی ہوئی تاویل ہونی چاہیئے سورۃ فاتحہ میں دیکھو اگر قل محذوف ہے تو ساتوں آیتوں میں یوں ہی اور جہاں جہاں ہے
یہ تو نہیں کہ آدھے ٹکڑے کا قائل اور آدھے کا اور۔ اور پھر کوئی قرینہ نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب کا اصل عقیدہ ہے
کہ خدا کے ہیں۔ ہاتھ پیر ہیں طول و عرض بھی رکھتا ہے جیسے مختار مدعا علیہ بھی لاجواب تسلیم کر چکا ہے اور ایک حرف بھی
جواب نہ دیا کھلا ہوا قرینہ ہے کہ وہ ضرور خدا تعالیٰ کو مجسم سمجھتے ہیں۔ اور سونا جاگنا خدا ہی کا مراد ہے۔ البشریٰ سے الہام مذکور
معہ ترجمہ بغور ملاحظہ فرمایا جائے کوئی بھی تاویل کارگر نہیں۔ اور کھلا ہوا کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ جب کہ مختار مدعیہ کے اعتراض سے لاجواب رہا تو اس لئے گواہ مدعیہ نمبر الف پر ایک بے معنیٰ
اعتراض کر دیا تا کہ ان کی شہادت جو نہایت معتبر و معزز اور جرح سے سالم ہے۔ یوں ہی مخدوش ہو جائے۔ اصل
الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"جیسے مختار مدعیہ نے الہام کے صریح اقوال کے خلاف الہام کا مطلب لے کر عدالت کو مغالطہ دینے کی کوشش
کی ویسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ مدعیہ کے چار گواہوں کے علاوہ دو گواہوں میں سے نمبر الف نے عدالت کو مغالطہ
دینے کی کوشش کی ہے اور اس الہام کے لیے البشریٰ صفحہ ۹۴ کا حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے اور جس طرح میں قدیم
ازلی ہوں اس طرح میں نے تیرے لیے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو بھی ازلی ہے حالانکہ نہ یہ الہام کا مطلب ہے
اور نہ ہی البشریٰ میں یہ ترجمہ لکھا ہے اس میں اس فقرہ کا یہ ترجمہ درج ہے اور تیرے لیے ....تا..........
اختیار کرتے ہیں کیا ایسے گواہ جو بات کو اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنے سے نہیں ڈرتے وہ اس قابل
ہیں کہ ان کی شہادت قبول کی جائے"!!

اس میں عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ انہوں نے یہ ترجمہ البشریٰ سے لکھا ہے اور یہ غلط ہے البشریٰ کا

ترجمہ اس کے مغایر ہے۔
جواب ۔ اولاً یہ ترجمہ نہیں ۔ بلکہ اپنا استنباط اور مطلب ہے ۔ جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو کوٹیشن مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ ۔
"اور اس الہام کا البشریٰ سے حوالہ دے کر یہ مطلب لکھوایا ہے"۔
صرف البشریٰ سے الہام کا حوالہ ہے نہ ترجمہ کا اور مطلب یعنی اپنا استنباط لکھوایا ہے نہ ترجمہ ۔ لہٰذا اعتراض ہی لغو ہے ۔
نیز البشریٰ کا ترجمہ نہ تو مرزا صاحب کا ہے نہ کسی معتبر عربی دان کا پھر اگر وہ خود صحیح ترجمہ اس عربی کا کر دیں تو کونسی قباحت ہے ۔
یہ ترجمہ مؤلف البشریٰ بابو منظور الٰہی کا ہے جس کے متعلق مختار مدعا علیہ نے ۱۸ دسمبر کی بحث میں اسم ولدیت کی تحت میں یہ لکھا کہ "اس کے مؤلف بابو منظور الٰہی ملازم محکمہ نہر ریلوے نے دیباچہ میں لکھدیا ہے ۔ کہ وہ کوئی عربی دان نہیں ہے"
پس ایک جاہل آدمی کا ترجمہ کسی عربی دان عالم پر کیا حجت تھا وہ غلط تھا اپنا صحیح ترجمہ مطلب خیز پیش کر دیا یہ اور گواہ کے علم و فضل و دیانت کی دلیل ہے کہ غلط ترجمہ پر بنیاد نہ رکھی بلکہ صحیح پیش کر دیا اسے مختار مدعا علیہ مغالطہ سمجھ کر گواہ کو ناقابل اعتبار کہے یا مختار مدعیہ اور گواہ مذکور کے واسطے ناشائستہ الفاظ استعمال کرے ان کی خوشی عدالت کو نہ اس سے مغالطہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ بے لوث غیر مجروح شہادت اس طرح مجروح ہو سکتی ہے اس کے بعد مرزا صاحب کا مسلمانوں جیسا عقیدہ براہین وغیرہ سے خدا کے متعلق نقل کیا ہے اس کا اصولی جواب یہ ہے کہ وہ عقیدہ ابتدائی ہے جب دعویٰ نبوت اور یہ تمام کفریات نہ تھے کیونکہ براہین تو بڑی مقدم کتاب ہے جب تک تمام مسلمان اسی کے ساتھ تھے اور بقول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دشمن اور مرتد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی مداح ہے اور ان کا ریویو اس پر موجود ہے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے اس کے بعد کا کوئی حوالہ اس کے خلاف یا تردید کا نہ پیش کر سکے لہٰذا یہ بھی لاجواب کفر رہا ۔

(۱۷)

اعطیت صفۃ الاحیاء و الافناء من الرب الفعال

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ ۔

(۱) مرزا صاحب کے مذکورہ بالا الہام سے مختار مدعیہ نے یہ غلط استدلال کیا کہ مرزا صاحب نے اس قول سے اپنے

آپ کو خدائے تعالیٰ کی صفت محی و ممیت میں شریک مانا ہے۔

(۳) پھر مختار مدعیہ پر حسب عادت بہت ناراضی اور تیز کلامی کا اظہار فرما کے لفظ اعطیت من الرب الفعال ۔ کا اپنی مراد پر قرینہ بنانا چاہا ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے ہیں کہ مختار مدعیہ نے مغالطہ کے واسطے لفظ من الرب الفعال ۔ نہیں ذکر کیا۔

(جواب)

اس جواب میں بھی ہمارے اعتراض کو اپنے الفاظ میں غلط نقل کیا۔ اعتراض یہ ہے کہ کسی کا خدا کے اذن سے بطور معجزہ و کرامت مردہ زندہ کرنا اور چیز ہے اور مارنے جلانے کی صفت اور قدرت حاصل ہو جانا اور چیز ہے یہ تو ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کہ انبیاء اولیاء نے باذن الٰہی بعض مرتبہ مردہ زندہ کیا مگر دائمی صفت مارنے جلانے کی نہ دی گئی تھی کہ جب چاہیں ماریں جب چاہیں جلائیں۔

پیدا کرنا۔ رزق و اولاد دینا مارنا جلانا یہ وہ صفات ہیں کہ بہ اتفاق اہل سنت والجماعت غیر اللہ میں بطور صفت کے نہ ذاتی ہو سکتے ہیں نہ عطائی۔

باذن اللہ کسی کے ہاتھ پر مردہ زندہ ہو جائے۔ مگر اس صفت کے مالک نہیں کر دیے جاتے کہ اللہ نے یہ صفت دیدی کہ جب چاہیں اپنے اختیار سے کام لیں جیسے کہ صفت بینائی عطا فرمائی جب چاہیں اس سے دیکھیں صفت سماعت بخشی۔ جب چاہیں سنیں۔

صفت ملتا وہی کہلاتا ہے۔ کہ ملنے کے بعد استعمال کا ہر وقت ہر طرح مجاز ہو۔ اور معجزہ میں اختیار کو کوئی دخل نہیں یہاں قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یاتی بایۃ الا باذن اللہ (قرآن حکیم)

پس مرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مارنے جلانے اِحیاء و افناء کی صفت عطا فرمائی ہے سراسر کھلا ہوا شرک ہے یہ صفت صفات مختصہ باری تعالیٰ سے ہے کسی کو عطا نہیں ہو سکتی۔ قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔ ھو الذی یحیی و یمیت صرف اللہ ہی کی شان مارنا جلانا ہے تمام کتب عقائد اس سے پُر ہیں کہ یہ اور اس قسم کے صفات مختص بذات باری تعالیٰ ہیں۔ پس مرزا صاحب اپنے آپ کو اس صفت میں خدا کا شریک مان کر لا الٰہ الا اللہ پر مومن رہے۔

(۴) اور یہ کہنا سراسر افترا ہے کہ مختار مدعیہ نے لفظ من الرب الفعال حذف کر کے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اولاً تو میرے نوٹوں میں موجود ہے نیز جرح میں کل نوٹ کرایا گیا اور بحث میں اصل کتاب سے اس دعویٰ کے ساتھ پیش ہوا کہ اگر شبہ ہو دیکھ لیں۔ باقی جواب ماسبق سے واضح ہو گیا کہ لفظ اعطیت اور من الرب الفعال کی آڑ شرک سے بچا نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ صفت ذاتی تو کسی کو کیا ہوتی۔ عطائی بھی یہ صفت اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں دی۔

جنہوں نے مردے زندہ کیے سنگریزوں نے جن کا کلمہ پڑھا ستون حنانہ جن کے واسطے سسکیاں بھر کر رویا انہوں نے بھی نہ فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صفت احیاء و اماتہ وافنا دی ہے اور تمام انبیاء صحابہ کرام ۔ ائمہ دین ۔ صوفیائے کرام ابدال قطب ۔ غوث کسی سے ایک نظیر بھی پیش نہ کر سکے پیش کی جا سکتی ہے ۔
اللہ کے پاک بندے اس سے مبرا و منزہ ہیں ۔ باقی تناوعیں خواہ خطبہ الہامیہ سے ہوں یا کہیں اور سے محض لغو ہیں ۔

(۱۸)

نئی زندگی نیا خدا الخ

تریاق القلوب صفحہ ۳ ۔

اس کا کچھ بھی جواب مختار مدعا علیہ پیش نہ کر سکا اصل الفاظ جواب مختار مدعا علیہ یہ ہیں ۔ اس عبارت سے مختار مدعیہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا صاحب نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کو متغیر و تبدیل مانتے ہیں اور یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک مغالطہ ہے ۔ کیونکہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کو ازلی و ابدی غیر متبدل مانتے ہیں اور نیا خدا ہونے سے ہرگز آپ کی یہ مراد نہیں ہے کہ خدا پرانا ہو گیا تھا ۔ اور اب نیا ہو گیا ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے اور ایک نیا رنگ عبودیت کا اختیار کرتا ہے جس کو نئی زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر نئے رنگ کی تجلی فرماتا ہے اور بندہ سے اس کا معاملہ ایک نیا معاملہ ہوتا ہے الخ مختار مدعا علیہ نے یہ اپنی طرف سے ایک معنی باہر سے ڈالے ہیں جن کا وہاں کہیں پتہ نہیں نہ کوئی خارجی سیاق و سباق میں نام و نشان ہے ۔ نہ مختار مدعا علیہ اس کے جواب میں کوئی دلیل پیش کر سکا نہ پیش کر سکتا تھا ۔ مرزا صاحب کی عبارت اس تشریح میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے نیز دوسرے کفریات سے ملا کر تو عظیم الشان کفر ہو جاتا ہے جس سے مخلوق کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو ۔

نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا جب تک موسیٰؑ اور مسیحؑ اور ابراہیمؑ ۔ اور یعقوبؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نئے معجزات نہ دکھلائے جائیں ۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو یقین نیا ہو نشان نئے ہوں اور دوسرے تمام لوگ قصوں اور کہانیوں کے جال میں گرفتار ہیں ۔

(تریاق القلوب صفحہ ۳۶)

باقی اللہ کے متعلق مرزا صاحب کی خوش عقیدگی جو کشتی نوحؑ اور اشتہار ملحقہ شہادت القرآن سے پیش کی ہے ۔ اور

اس سے اس کی شرح چاہتی ہے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب کی عادت ہی کھلے ہوئے متعارضات اور اختلاف بیانی کی ہے۔ محض بے سود ہے جو شخص برابر متعارض کلام بولتا ہو اس کا ایک کلام دوسرے کی شرح نہیں ہو سکتا۔

نمونہ ملاحظہ ہو

متعارض اقوال

ایک قول۔
مسیح موعود و مثیل مسیح کے متعلق

(۱) الف میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارہ میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۵)

نبوت مسیح موعود (۲) الف وہ ابن مریم آنیوالا ہے کوئی نبی نہیں ہوگا

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰)

مسیح کا امتی (۱) یہ ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اہل امت کے شمار میں آگئے ہیں۔

(ازالہ اوہام دوم صفحہ ۴۲۳)

مہدی کے متعلق (۱) الف اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانیوالا ... اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلعم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۰)

پہلے قول کا متعارض

(۱) ب اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔

(ازالہ خورد صفحہ ۱۹۵ کلاں صفحہ ۱۰۱ گورنمبر ۲ صفحہ ۱۰۹ گو نمبر ۱ صفحہ ۹۸)

(۱) میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ مثیل میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آجائیں۔

ازالہ صفحہ ۱۵ کلاں ۸۳

(۲) ب جس آنے والے مسیح موعود کا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے اس کا حدیثوں سے یہ نشان دیا گیا کہ وہ نبی ہے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

(۳) ب حضرت عیسیٰ کو امتی قرار دینا ایک کفر ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۹۳)

(۱) ب میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمۃ و عترتی وغیرہ ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۸۵ گو صفحہ ۱۳ ضمیمہ)

(ب) میں خدا سے حکم پاکر کہتا ہوں کہ میں نبی فارس سے ہوں بموجب اس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے نبی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔
(ایک غلطی کا ازالہ)

ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ حصہ دوم صفحہ ۲۲۶

دعویٰ محدثیت و نبوۃ (ا) الف نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے
(ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۴ گواہ نمبر ۲ صفحہ ۵۳ - وقریب منہ توضیح مرسوم صفحہ ۱۸ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

(۱) ب وما کان لی ان ادعی النبوۃ و اخرج من الاسلام والحق بقوم الکافرین اور یہ مجھے کہاں پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں ۔۔۔۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں - صفحہ ۷۹ حمامۃ البشریٰ طبع اول)

(۲) ت اور خدا کی پناہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی اور سردار دو جہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا دیا میں نبوت کا مدعی بنا۔
(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲)

(۳) ث میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ میں نے انہیں کہا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن ان لوگوں نے جلدی کی اور میرے قول کے سمجھنے میں غلطی کی - (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹۶)

نوٹ:۔ مرزا نے یہ تعقش اس لیے کیا کہ کم فہم لوگ ابتداءً مرید ہو جائیں اور ہندوستان کی ذہنیت پیر کے متعلق یہ ہے کہ پیر من خس است اعتقاد من بس است پھر جو چاہا سنوایا۔

(۱) ہمارا دعوے ہے کہ رسول و نبی ہیں اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔

(۲) نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

(۳) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا
(دافع البلاء صفحہ ۱۱)

نوٹ:۔ باقی حوالوں کے لیے شیخ الہیٰ معرکہ ادعیہ نمبر الف کا بیان ملاحظہ ہو۔

- ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے ۔۔۔۔ ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے ۔۔۔۔ اس لیے ہم نبی ہیں بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۷۲)

مگر باوجود اس تردید کے خصوصاً ۱۹۰۱ء کے بعد کھلا ہوا دعویٰ نبوت ہے۔

تکفیر مسلمین

(۱) خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی میرا دشمن جہنمی ہے۔
(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

(۲) بہر حال خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳

(۳) بعد ختم المرسلین میں کسی دوسرے مدعی رسالت و نبوت کو کاذب و کافر جانتا ہوں وہی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۸۹۔

(۵) ان پر واضح ہو کر ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(تبلیغ رسالت ج ۶ صفحہ ۲)

تکفیر مسلمین۔

(۱) یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنی دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعۃ کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

(تریاق القلوب حاشیہ صفحہ ۱۳۰)

(۳) خط بنام عبدالحکیم مرتد حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۹

(۴) ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدی کو مسلمان نہ سمجھیں۔

(انوار خلافت صفحہ ۳۵)

(۵) سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

لہذا یہ بطور کلیہ کے ملاحظہ عدالت کے لیے پیش ہے کہ جن کی عادت اس قسم کی خلاف بیانی کی ہو اس کی عبارات ایک دوسری کی شرح نہیں ہو سکتیں۔ اور مختار مدعا علیہ نے جو دور از کار بے ربط اور بلا قرینہ کچھ اس قسم کے متعلقات میں تاویلات کر کے تطبیق کی شکل نکالی ہے۔ وہ محض لاحاصل اور بے معنی ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا اور عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرما سکتی ہے۔

(۱۹)

متشابہات

قول مختار مدعا علیہ :

"ان اعتراضات کا جواب دینے کے بعد جو مختار مدعیہ نے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانتے اور خدا تعالیٰ کی طرف ایسی صفات منسوب کرتے ہیں جو ان کے شان کے شایان نہیں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ الٰہی کلام ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ اور خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ جن کے دلوں میں زیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فتنہ برپا ہو اور لوگ حق سے منحرف ہو جائیں چنانچہ قرآن مجید میں بھی دونوں قسم کا کلام پایا جاتا ہے اور بعض کوتہ اندیش متشابہات کو ظاہری مضمون میں لے کر جادہ مستقیم سے منحرف ہو گئے اور خدا تعالیٰ کو بھی ایک مجسم چیز کی طرح سمجھنے اور اس کے لئے ہاتھ آنکھ وغیرہ ماننے لگے اور یہ سمجھا کہ واقعی عرش پر وہ ایک بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے لیکن سمجھدار اور عارفان الٰہی نے ایسے کلمات کو محکمات کے تابع کیا۔ اور ان کے ایسے معنی کئے جو محکمات کے مخالف نہ تھے"

جواب : عبارت مذکورہ بالا کے خط کشیدہ الفاظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ ہیں جس میں اصول ٹھہرایا ہے کہ "کلام الٰہی ہمیشہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک محکم دوسرا متشابہ"۔

مگر واضح رہے کہ یہ اصول مرزا صاحب کے کلام پر اس وقت چسپاں ہو گا کہ ان کے تمام کلام یا الہامات کو الٰہی کلام اور الہام تسلیم کر لیا جائے اور انہیں دعویٰ نبوت میں سچا اور ان کے الہامات وحی الٰہی مان لیں حالانکہ یہ چیز خود مابہ النزاع ہے ہم تو یہ سارے اقوال و الہامات یا تو خود ساختہ مانتے ہیں یا وساوس شیطانی وہ ہرگز کلام الٰہی نہیں ہو سکتے تائیدی نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) یعنی یہ الہام ہوا تھا کہ عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتانی بریت اذا کففت عن بنی اسرائیل۔
(مکاشفات صفحہ ۵)

(۲) "ہیضہ کی آمد ہونے والی ہے"۔ (البشریٰ صفحہ $\frac{۱۳۲}{۲}$ نقل از بدر جلد ۶ نمبر ۱۳ صفحہ ۳)

(۳) "غلام احمد کی جے" (البشریٰ صفحہ $\frac{۱۳۲}{۲}$)

(۴) "یریدون ان یروا طمثک (یعنی وہ تیرا حیض دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں) (اس الہام کی تشریح خود مرزا صاحب کی زبانی اس طرح ہے بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی یا ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ

تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔"
(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳)

(۵) "ہیمو شہا نعاسا" (یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے" (البشریٰ صفحہ ۲/۱۲۳ نقل از بدر جلد دوم نمبر ۱۸ مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۳ء از حضرت مسیح موعود۔

(۶) پیریلیشن عمر براطوس یا پلاطوس۔ (نوٹ) آخری لفظ پڑاطوس ہے یا پلاطوس ہے بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا اس جگہ براطوس اور پریلیشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں۔
(البشریٰ صفحہ ۱/۵۱) نقل از مکتوب احمدیہ صفحہ ۱/۹۶ ج)

(۷) عثم عثم عثم لہ دفع الیہ من مالہ دفعۃ دیا گیا اس کو مال اس کا اچانک (البشریٰ صفحہ ۲/۵۲ نقل از الحکم) جلد ۲ صفحہ ۲۶-۲۷۔

(۸) آئی لو یو۔ (ترجمہ) میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔ (A) I love you.
آئی ایم وِد یو (ترجمہ) میں تمہارے ساتھ ہوں۔ (B) I am with you.
آئی شیل ہیلپ یو (ترجمہ) میں تمہاری مدد کروں گا۔ (C) I shall help you.
آئی کین واٹ آئی وِل ڈو (ترجمہ) میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ (d) I can what I will do.
وی کین واٹ وی وِل ڈو (ترجمہ) ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ (E) We can what we will do.
دِس از مائی اینیمی (ترجمہ) یہ میرا دشمن ہے۔ (F) This is my enemy.
ان الہامات کے نزول کے وقت ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا ہوا بول رہا ہے البشریٰ صفحہ ۱/۷ نقل از براہین احمدیہ ج ۴ صفحہ ۴۸۰۔

(۹) "خاکسار پیپرمنٹ" (کشف ۱۵ الحکم جلد ۹ نمبر ۷ البشریٰ صفحہ ۲/۹۴)
(۱۰) "ورڈ اینڈ ٹو گرلز" (ترجمہ الہامی) ایک کلام اور دو لڑکیاں (البشریٰ ج ۲ ص ۱۰۶)
(۱۱) "کلیسا کی طاقت کا نسخہ" (البشریٰ صفحہ ۲/۱۱۳ بدر جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۲)
(۱۲) "اب تک پیچھا نہیں چھوڑتی" (البشریٰ صفحہ ۲/۱۱۵ کشف نمبر ۲۲۹)
(۱۳) "کسترین کا بیڑا غرق ہو گیا" (البشریٰ صفحہ ۲/۱۱۲)
(۱۴) "آئین الملک جے سنگھ بہادر" (البشریٰ صفحہ ۲/۱۱۸)
(۱۵) "خیر" کشف نمبر ۲۳۹ بدر جلد ۲ نمبر ۳۸ صفحہ ۳ البشریٰ صفحہ ۲/۱۱۹)

(۱۶) سہ آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی — ہست او غافل ز راز ایزدی

آں خدائے قادر و رب العباد — در براہین نام من مریم نہاد

مدتے بودم برنگ مریمی — دست ناداده بہ پیراں زمی۔

ہمچو بکرے یافتم نشو و نما — از رفیق راه حق ناآشنا

بعد ازاں آں قادر رب المجید — روح عیسیٰ اندراں مریم دمید۔

پس بہ نقش رنگ دیگر شد عیاں — زاد ز آں مریم مسیح ایں زماں

زیں سبب شد ابن مریم نام من — زانکہ مریم بود اول گام من

بعد ازاں از نفخ حق عیسیٰ شدم — شد ز جائے مریمی برتر قدم

ایں ہمہ گفت است رب العالمین — گر نمیدانی براہین را ببیں ،

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۱)

(۱۷) برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

پس ہر عقلمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سراپا کلام ہرگز الہام الٰہی یا کلام ربانی نہیں ہو سکتا۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ یہ بھی دعویٰ سرے سے غلط ہے کہ ہر الٰہی کلام دو قسم کا ہوتا ہے۔ محکم و متشابہ۔ بلکہ یہ صرف قرآن حکیم کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت ہی سے واضح ہے جس کے ابتدائی اور آخری حصہ کو صرف اسی مغالطہ دہی کے واسطے کاٹ کر پیش کیا ہے ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔

”ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات“

اسی اللہ نے آپ پر قرآن اتارا جس میں کچھ آیات محکمات ہیں جو اصل اصول کتاب ہیں اور کچھ متشابہات“ اس میں تصریح ہے کہ یہ تقسیم صرف قرآنی آیات کی ہے حتیٰ کہ تورات و انجیل کی بھی نہیں۔ یہاں تک مرزا صاحب کے کلام کے واسطے گنجائش نکالی جائے۔

دوسرے اصطلاح قرآنی میں متشابہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کے لیے رموز و اشارات ہیں جنہیں کسی اور کے سمجھانے کو نہیں اتارا ان کا حکم یہ بتایا کہ علماء بھی اس میں غور و خوض نہ کریں بلکہ بلا تامل اسے خدا کی طرف سے سمجھ کر بلا تاویل کی فکر کے اس پر ایمان لے آئیں جیسے حم عسق۔ کھیعص۔ استویٰ علی العرش ۔۔۔۔ آیۃ وغیرہ

حالانکہ مرزا صاحب کا کلام نہ قرآن منزل علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا اس پر بلا تامل ایمان لانا اور تاویل تک نہ کرنا ضروری ہے۔

خود مختار مدعا علیہ بھی اس میں تاویلات کر کے یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ متشابہات نہیں کیونکہ اسی آیت پیش کردہ کا آخری حصہ جسے اسی مغالطے کے لیے قطع کر دیا ہے کہ "وما یعلم تاویلہ الا اللہ" الآیۃ

متشابہات کی تاویل کوئی بھی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور علماء راسخین بھی خدا کی طرف سے مان کر اس پر آمنا کہتے ہیں پس یہ متشابہات نہ ہوئے۔
یہ کہنا بھی سراسر لغو ہے کہ یہ مرزا صاحب کا کلام متشابہات سے ہے اور جن کے دلوں میں زیغ اور کجروی کا مادہ ہوتا ہے وہ فتنہ برپا کرنے کے واسطے اس کے پیچھے پڑتے ہیں الخ
کیونکہ اگر اس جیسے کھلے ہوئے کفریات اور لاجواب مشرکانہ خیالات کسی کو کفر سے بچا سکتے ہیں تو مختار مدعا علیہ کے اصول پر فرعون و نمرود و ابولہب
بلکہ شیطان لعین کے کلام کو بھی متشابہات میں مان کر عین ایمان کلمات بتلانے پڑیں گے فرعون کا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ نمرود کا۔ انا احی و امیت۔ ابولہب کا۔ تبا لک۔ یہود کا۔ السام علیکم شیطان لعین کا۔ انا خیر منہ الخ
کیا یہ اسی اصول کے کلمات نہیں کہ تاویل ہو سکے۔ بلکہ مرزا صاحب کے کلام سے اس میں زیادہ آسانی سے تاویل ہو سکتی ہے۔
اول دونوں نمبر انا ربکم الاعلیٰ انا احی و امیت کے مقابل مرزا صاحب کا انت اسمی الاعلیٰ اور اعطیت صفۃ الاحیاء والافناء من الرب الفعال کا مقابلہ کر کے تاویلیں دیکھی جائیں۔ اگرچہ کہیں کہ مذکورہ بالا اشخاص کا کفر دوسرے ادلہ سے متفق علیہ ہے۔ تو مرزا صاحب کو دنیائے اسلام کا کونسا فرقہ مسلمان مان رہا ہے۔ عرب ہوں یا عجم۔ ہندوستان ہو یا افغانستان مصر ہو یا شام۔ غیر مقلد ہو یا مقلد۔ حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی صوفیہ کا گروہ ہو یا علماء ظواہر کا دیوبندی ہوں یا بریلوی۔ اہل سنت والجماعت ہوں یا شیعہ حضرات و اہل قرآن غرض کوئی ان کا کفر واضح ہونے کے بعد انہیں مسلمان نہیں سمجھتا۔
اور اس قدر آفتاب سے زیادہ روشن و واضح کفریات کے بعد یہ مجمل اور متشابہ کفریات بھی مختار مدعا علیہ کے اسی تراشیدہ اصول کے تحت کفر ہی پر محمول ہونگے۔ نہ اسلام پر۔ اور متشابہات کا محکمات پر محمول کرنا متفقہ اصول قرار دیا ہے۔ اور ہم نے بھی اولاً بنیادی طور پر محکمات سے کفر ثابت کر کے تائید میں ان گول مول اہمالات کو پیش کیا ہے اصل بنیاد کبیر یہی دیکھیے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تحت میں سب سے اول و الوھیتہ تتموج فی بنیادی اصول ہے کہ اس کی الوھیت میرے اندر موجزن ہے۔ اور جس میں الوھیت ہو وہ الہ کہلائے گا اور جس میں ربوبیت ہو وہ رب۔ پھر جب کوئی شخص اپنے کو بھی الہ مانے اور منوائے۔ اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ایک مرتبہ کیا کروڑ مرتبہ ہرگز ایمان وار نہیں ہو سکتا

کیونکہ لا الہ الا اللہ میں صرف ایک اللہ ہے اور یہاں نرمی الٰہ ہے۔ نیز دُنیا کے سامنے مریدین جن میں مدعا علیہ عبدالرزاق بھی ہے ان کے اس قول پر کہ الوہیت منتسم ہو۔ نفی ۔ ایمان رکھتے ہیں یعنی لا الہ الا اللہ بظاہر پڑھ کر بظاہر الوہیت کا حصر صرف خدا تعالیٰ پر مانتے ہیں مگر مرزا صاحب کے اندر بھی الوہیت کے معتقد ہیں پس جب کہ خدا کے سوا کسی ایک میں بھی الوہیت مان لی۔ تو کلمۂ توحید پڑھ کر کا مطلب صرف ایک خدا ہی کے اندر الوہیت منحصر کرنا تھا ہرگز ہرگز ایمان وارنہ ہے۔ اس سے زائد کیا وضاحت چاہتے ہیں اور اس سے زائد تحکم کیا ہوگا کہ اوروں کا الٹا سیدھا ربط بے ربط جواب تو دیا مگر اس کے جواب کا باوجود سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کے نام تک نہ لیا۔

ع ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کاملین امت محمدیہ کو متشابہات ورثہ میں ملے جن پر خشک ملاؤں نے جہالت و نادانی سے اعتراضات کیے اور ان کے موردوں کو کافر و مرتد و واجب القتل ٹھہرایا الخ۔"

تمام علمائے کرام حتیٰ کہ علمائے حرمین شریفین کثرہم اللہ تعالیٰ سواد ہم اور تمام صوفیاء کرام اور بلا استثناء تمام فرق اسلامیہ نے مرزا صاحب اور ان کے اذناب و اتباع و مریدین و معتقدین کو بلکہ ان کفریات پر مطلع ہو چکنے کے بعد۔ مرزا صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

اب مختار مدعا علیہ کی خوشی جی چاہے انہیں خشک ملا جاہل و نادان کہے یا اس سے بڑھ کر کوئی گالی دے جب کہ ان کے مقتدا نے تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید الرسل فخر کل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اہل بیت کرام و صحابہ علیہم الرضوان کو سب کچھ ان کی کہہ ڈالی تو ان سے یہ کوئی غیر متوقع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیان نبوت اور ان کی امت کا یہ شیوہ ہی ہونا تھا ورنہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا آباءکم الخ کیونکر ہوتا اگر یہ نہ کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق کی یہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اور دین درہم برہم ہو جاتا۔ العیاذ اللہ۔ صدق اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قول مختار مدعا علیہ۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں قرآن مجید میں متشابہات مثل ید التوام ۔۔۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔۔ مجوز ہوئی ہیں تھے (مکتوبات امام ربانی صفحہ ۵۰)

اگر مختار مدعیہ کی طرز استدلال صحیح سمجھی جائے تو امام ربانی کی اس منقولہ حدیث سے خدا کا مجسم ہونا اس سے بہت بڑھ کر ثابت ہو سکتا ہے جیسا کہ مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متشابہات الہامات سے آپ کے نشاء اور کھلی کھلی تشریح

کے خلاف معنی سے کر ثابت کرنا چاہا ہے کیونکہ اس میں ضحک اللہ کے لفظ ہیں جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہنسا اور مختار مدعیہ کی طرز استدلال کے لحاظ سے ہنسنے کے لیے ان چیزوں کی جن سے ہنسنے کا فعل منحصر ہے یعنی رخسار اور لب وغیرہ کی ضرورت ہے اور جس میں یہ چیزیں پائی جائیں اس کے مجسم ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

جواب یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ اس حدیث میں ضحک کے معنی ہنسنے کے ہیں جس کے واسطے لب و دہان منہ درکار رہے ہے۔

یہاں ضحک کے معنی کسی نے ہنسنے کے نہیں کیے کسی حدیث یا تصوف کی کتاب حتیٰ کہ اپنے مسلم و مقبول امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب یواقیت کو دیکھتا تو بھی یہ بہتان نہ باندھ سکتا اور اگر کچھ توفیق نہ ہوئی تھی تو کسی ڈکشنری لغت کی کتاب ضحک کے معنی دیکھ لیتا کہ اس کے حقیقی معنی راضی ہونے اور قبول کرنے کے ہیں اور یہی راضی ہونے کے معنی حدیث میں مراد ہیں کہ اللہ راضی و خوش ہوا۔ ملاحظہ ہو منتہی الارب۔

"ضحک ضحکاً بالفتح وضحکاً بالکسر و کسرتین ...... راضی شد و قبول کرد"۔

یوں ہی متعدد محاورات تاج العروس و لسان العرب میں موجود ہیں جو مرزا صاحب کی بھی مسلّم لغات میں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعیہ علیہ عدلہ۔

س حدیث نبوی جس میں خدا کی طرف نسبت ضحک ہے۔ جس سے مختار مدعا علیہ الزاماً خدا کا مجسم ہونا ثابت کر رہا ہے اور مرزا صاحب کی غیر مشمول لاجواب عبارت کہ "اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں طول و عرض رکھتا ہے" دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہاں ضحک ہے جس کے معنی اصل لغت میں راضی و قبول کرنے کے ہیں اور یہاں صراحۃً نہ صرف ہاتھ پاؤں بلکہ طول و عرض جو بالاتفاق جسم کے لوازم ہیں موجود ہیں جن کی کوئی بھی جھوٹی سچی الٹی سیدھی ربط دے ربط تاویل مختار مدعا علیہ سے بھی نہ بن پڑی اور اس کا نام تک نہ لیا اور اس سے اگلے فقرات کی شرح شروع کر دی۔

یہ چیزیں صرف فریق مدعیہ کے جذبات مجروح کرنے کے واسطے معرض بیان بلکہ ریکارڈ مسل پر لائی گئیں کہ جو جو اعتراضات مدعیہ کی طرف سے ہمارے رسول قدنی پر کیے جائیں گے وہ سب ان کے رسول تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم پر دہرا کے دل ٹھنڈا کر لیں گے۔

ہم عدالت کو یقین دلاتے ہیں کہ اس قسم کے امور باوجودیکہ ہمارے واسطے انتہائی صبر شکن اور ناقابل برداشت ہیں مگر ہم نے خدا جانے کیوں کر برداشت کیا اور سوائے عدالت کی توجہ مبذول کرانے کے کوئی احتجاج روا نہ رکھا ہے

وائے ناکامی الفت ہائے محرومی عشق
غیر سے کرنی پڑی ہے التجا میرے لیے

باقی مجدد صاحب کی عبارت کے الفاظ ملاحظہ ہوں بالکل عبارت بے غبار ہے کوئی ان کی تائید نہیں محض اپنی طبیعت سے بہتان باندھا ہے رہی حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اس کا مفصل جواب اوپر بحوالہ انہیں کے مسلم امام عبدالوہاب شعرانی کی زبانی الیواقیت والجواہر صفحہ ۱۱۸/۱ سے گذر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"یہ سب امور موجب کفر والحاد ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی کی تحریر میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو مدینہ کی گلیوں میں ایک بے ریش و نوجوان کی شکل میں دیکھا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے شانوں پر رکھا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور یہ تمام باتیں بھی مختار مدعیہ کی عجیب و غریب مگر خلاف اہل اسلام طرف استدلال کے رو سے خدا کو مجسم ٹھہراتے ہیں چونکہ بے ریش نوجوان اور اس کا ہاتھ اور اس کی ٹھنڈک وغیرہ امور تجسم کو چاہتے ہیں اور صرف مجدد الف ثانی ہی کو جنہوں نے یہ حدیث نقل کیا ہے۔ نعوذ باللہ مشرک و کافر مرتد نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ نعوذ باللہ دور دور اور بہت دور تک نوبت پہنچائی ہے دیوبندی مولوی بظاہر تو مجدد الف ثانی کو بڑی شد و مد سے اپنا قبلہ و کعبہ بتلاتے ہیں مگر جب دوسروں کو کافر کہنے کا شوق زور کرتا ہے تو ان پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں"۔

اس میں جس قدر سوقیانہ لہجہ اور تیز کلامی ہے وہ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمالے کہ یہ جواب کس جذبہ عداوت کے تحت میں دیئے گئے ہیں اور ان کی اصولاً کیا حیثیت ہے میں اصل مدعا یعنی حدیث "میں نے مدینہ کی گلیوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک بے ریش نوجوان کی صورت میں دیکھا الخ" کا جواب پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ خدا کا مجسم ہونا نکالنا چاہتا ہے۔

جواب

اولاً اس حدیث کو تمام مسلم ائمہ جرح و تعدیل جیسے امام یحییٰ ابن سعید قطان جو جرح و تعدیل کے امام ہیں اور ابن معین وغیرہ اس حدیث کو مختلف طرق سے مجروح بتاتے ہیں بلکہ علامہ ابن جوزی تو اسے موضوع قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہوں کتب رجال نیز تذکرۃ الموضوعات ملا علی قاری وغیرہ اور مجروح حدیث تو مختار مدعا علیہ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہے (ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء) حدیث بشرطیکہ جرح سے خالی ہو معتبر ہوگی ازالہ صفحہ ۲۳۔

نیز عقائد میں اگر مجروح نہ بھی ہو تو بھی قطعیات کا اعتبار ہے اور متواترات کا اعلیٰ درجہ کی صحیح احاد تک معتبر نہیں چہ جائے احاد مجروح ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ ۱ و ۲ نیز جرح گواہ ۱ ۸ مارچ ۱۹۳۲ء

مرقی جلال الدین سیوطی (جن کو ان کے زمانہ کے علماء اور معلم ائمہ علامہ سبکی وغیرہ حاطب لیل رطب و یابس جمع کرنے والا قرار دیتے ہیں

اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار تصحیح کرتے ہیں اور یہ دونوں حضرات امام جرح و تعدیل نہیں اور ہر فن میں صرف

اسی فن کے اہل اور امام کی رائے معتبر ہوتی ہے جو مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مورخہ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء باقی صاحب تذکرۃ الموضوعات کا ابوزرعہ سے حدیث ابن عباس کی تصحیح نقل کرنا تو اوّل تو وہ اور حدیث ہے دوسری اُسی میں یہ بھی اُسی جگہ منقول ہے کہ راہ بفحوا ہ کہ یہ دل اور قلب کا دیکھنا مراد ہے نہ آنکھوں کا حتیٰ کہ مجسم ہونا لازم ہے۔

اسی تذکرۃ میں مطلب حدیث یہ لکھا ہے۔

"حدیث اگر خواب میں دیکھنے پر محمول ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر بیداری پر محمول کریں۔ تو ہمارے استاد کمال الدین ابن ہمام نے کہا ہے کہ یہ خدا کا دیکھنا نہیں بلکہ حجاب صورۃ کا دیکھنا ہے جو باری تعالیٰ کے حجابات سے ہے اصل عبارت

والحدیث ان حمل علی رؤیۃ المنام فلا اشکال وان حمل علی الیقظۃ فاجاب استاذنا کمال الدین ابن ہمام بان ھذا حجاب الصورۃ الخ (تذکرۃ الموضوعات مصری صفحہ ۱۲)"

اور مختار مدعا علیہ کے بھی مسلم امام ابن عربی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ بھی اسی طرح فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی صورت نہیں دیکھی بلکہ اس کے آئینہ جلال میں خود اپنا نقشہ دیکھا جیسے کہ آئینہ میں ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی صورت ہوتی ہے نہ آئینہ۔ ملاحظہ ہو (الیواقیت والجواہر ج ۱ صفحہ ۱۲۳) اصل عبارت۔

فان قلت فاذن ما رای العبد الا صورۃ نفسہ فی مرآۃ معرفۃ الحق وما رای الحق حقیقۃ قلت نعم وھو کذلک فحکمہ الانسان الذی رای وجہہ فی المرأۃ المحسوسۃ فانہ یری صورۃ نفسہ حاجبۃ لہ عن مشہود جرم المرآۃ۔

اولاً مرزا صاحب کے کلام پر جو ہمارا اعتراض تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مجدد صاحب وغیرہ پر دھر لیا پھر وہی اعتراض خدائے قدوس اور اس کے پاکیزہ کلام پر چسپاں کرنے کے واسطے مندرجہ ذیل آیات پیش کر کے وہی اعتراض دہرایا ہے۔

آیات

استوی علی العرش۔ یحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیۃ۔ یداہ مبسوطتان

ان آیات کی تفسیر چونکہ یہاں سے غیر متعلق ہے اور طول طویل ہے جس کی عدالت کی جانب سے اجازت نہیں جنہیں دیکھنا ہو تفسیر بیضاوی۔ کشاف تفسیر ابن عربی تفسیر کبیر ملاحظہ فرمائیں۔

باقی مختار مدعا علیہ کا یہ حوالہ بالکل مفید نہیں کیونکہ ہم نے مرزا صاحب کی کلام کو بنیاد قرار دیا ہے (الوحیۃ تصوغ) نے بلا

طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ لہٰذا اس قسم کے متشابہات کی آڑ ہی بے کار ہے۔ نیز استویٰ علی العرش وغیرہ کو قیاس فرما لیں قول مختار مدعا علیہ آخر میں اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات میں بھی محکم اور متشابہ دونوں قسم کا کلام ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں حسب قاعدہ متشابہ کو محکم کے تابع کرنا چاہیے یعنی ملہم کے متشابہ الہام کے معنی..... خود بیان کر دیئے ہوں تو کسی دوسرے کو حق نہیں پہنچ سکتا کہ وہ ان مضمون کے خلاف کوئی اور معنی نکالے متشابہ الہام تو الہام ہے کسی مبہم یا ذوالوجوہ عبارت کے معنی بھی منشاء متکلم کے خلاف نہیں نکالے جا سکتے اور یہ وہ اصل ہے جس سے دنیا میں کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا حتیٰ کہ دیوبندیوں کے بزرگ شیر خدا علی المرتضیٰ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند مختار مدعیہ مسئلہ بھی بضرب دجل اس کی تصدیق و تائید کا اعلان فرماتے ہیں چنانچہ مولوی احمد رضا خان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے خلاف منشاء متکلم کلام کے معنی تجویز فرماتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون (السحاب المدرار صفحہ ۱۳)

علاوہ ازیں تصنیف را مصنف نیکو کند بیان جب مصنف خود فرماتے ہیں۔ کہ میرا مطلب یہ ہے تو اب کسی کو چون و چرا کی گنجائش کیا ہے (السحاب المدرار صفحہ ۱۵)

اور مفتی دیوبند مولوی محمد شفیع گواہ مدعیہ مسئلہ نے بھی ۲۰ اگست کو جرح کے جواب میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے کہ اگر مختلف اقوال مذکور ہوں تو مبہم قول مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔"

الجواب

ان مسلمہ متفقہ اصول پر رہتے بھی مرزا صاحب کی کلام کی تاویلات جو مختار مدعا علیہ نے کیں ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور اس کے الہامات کا مطلب و الوہیتہ متموج فیہا۔ اور طول و عرض رکھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ لاجواب اور صریح اقوال کی روشنی میں مراد لے کر کفر کا حکم لگاتے ہیں ورنہ خواہ مخواہ ہمیں کوئی ان سے ذاتی عناد نہیں کہ کافر بنائیں اور عاقبت خراب کریں یہ ضرور ہے کہ کافر کو کافر سمجھنا اور اس کے کفر پر راضی رہ کر دنیا کو مغالطہ میں رکھنا یہ بھی کفر اور رضائے بالکفر ہے۔

(نوٹ) آخر میں یہ بھی گذارش کر دوں کہ یہ بلا وجہ متشابہات کی بحث صرف اس لیے چھیڑی گئی کہ ہمارے جذبات مجروح ہوں کیونکہ اس سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور ان کا کلام قرآن پاک کی طرح ہے اور مرزا صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔

؎ آنچہ من بشنوم ز وحیٔ خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں است ایمانم (درثمین)

اگر حسن ظن کو مختار مدعا علیہ کی نسبت ہم کام میں لائیں گو اب اس کا کوئی موقعہ نہیں۔ تو یہ عرض کر دیں کہ مختار مدعا علیہ کو یہ بحث چھیڑنے میں مغالطہ ہو گیا ہے کہ اس نے مرزا صاحب کو حضور کی طرح اور ان کی کلام کو قرآن پاک کی طرح

سمجھ لیا ہے۔ ورنہ کبھی وہ حکم جو ھوالذی انزل الیک الکتاب منه آیات محکمٰت میں ہے جو صراحتہً صرف کتاب اللہ قرآن حکیم سے متعلق ہے مرزا صاحب کی کلام پر چسپاں نہ کرتا۔

اب میں اپنے لاجواب حوالوں کو جو اس ہیڈنگ میں ہیں حسب وعدہ فہرست اپنے جواب کی تائیدؔ تکمیل کے لیے عرض کرتا ہوں کہ باوجود اس طول طویل و دراز کار تاویلات کے ہمارا مدعا بدستور ثابت رہا کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین خواہ کتنی ہی مرتبہ لا الٰہ الا اللہ نمائشی زبان پر لائیں مگر ان عقائد کفریہ منافی توحید کے ہوتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ پر کسی طرح ان کا ایمان ثابت نہیں ہوسکتا لا الٰہ الا اللہ۔ کے خلاف بالکل لاجواب حوالے جن کا تذکرہ تک نہ کیا۔ تمہیدًا جرح گواہ مدعا علیہ ۔ یکم مارچ ۱۹۳۳ء و ۳ و ۴ مارچ ۱۹۳۳ء۔

(۱) ادعائے الوہیت والوھیته تتموج فی وجی ۔ اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے

(۲) تمہید عینیت ۔ انت فی وانا منك دافع البلاء صفحہ ۶ (آئینہ کمالات و کتاب البریہ)

(۳) عقیدہ جسمیت ۔ اس وجود اعظم کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر ہیں عرض و طول رکھتا ہے ۔
(توضیح المرام صفحہ ۷۵)

(۴) تحسین و تاویل عقیدۂ تثلیث ۔ اور ان دونوں محبتوں کے کمال سے .... اس کا نام پاک تثلیث ہے اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لیے بطور ابن اللہ کے ہے (توضیح مرام صفحہ ۴۱)۔

(۵) شرم دامنگیر ہونا ۔ لیکن تعجب کہ کیسے پڑے ادب سے خدا نے مجھ کو پکارا ہے کہ مرزا نہیں کہا بلکہ مرزا صاحب کہا ہے .... اور پھر دوسرا تعجب یہ کہ باوجود اس کے کہ میری طرف سے یہ درخواست تھی کہ الہام میں میرا نام ظاہر کیا جائے ۔ مگر پھر بھی خدا کو میرا نام لینے سے شرم دامنگیر ہوگئی اور شرم کے غلبہ نے میرا نام زبان پر لانے سے اس کو روک دیا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۵)

(۶) صیاد کے ساتھ تشبیہ ۔ اب سے پہلے خدا خاموش بیٹھا رہا اور اسی طرح بیٹھا رہا جس طرح صیاد جال کے نیچے دانہ ڈال کر بیٹھتا ہے ۔ (تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹)

(۷) تنقیص امر باری تعالیٰ ۔ یتم امرك ویأتیك امری ۔ وہ لاجواب حوالے جن کا جوابی بحث میں تذکرہ ہے مگر اعتراضی پوائنٹ نظر انداز کیا گیا۔

(۱) شرک فی الاسم ۔ اغفر وارحم من السماء ربنا عاج ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۶ / ۵۵۵۔

(۲) ادعائے یکتائی ۔ انت بمنزلة توحیدی و تفریدی ۔ (اربعین ۳ حاشیہ صفحہ ۲۵)

(۳) شرک فی الامر ۔ انما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون (استفتاء معہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۰۷) وجرح گواہ مدعا علیہ ۲ مارچ ۱۹۳۳ء۔

" لیکن اس الہام میں مرزا صاحب کو خطاب ہے "۔

(۴) عقیدہ تثلیث : انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء (استفتاء صفحہ ۸۵) منشاء اعتراض کان کی تشابہت و تشبیہ ہے۔

(۵) عقیدہ جسمیت : روشنائی چھڑکنے والا نشان (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۵)۔

(۶) نسبت ولدیت : انت منی بمنزلۃ ولدی (حقیقۃ الوحی)

(۷) عقیدہ ابوت : انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء

(بحوالہ مذکورہ)

(۸) خطا و صواب کی نسبت : انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳)

(۹) خدا کا اسم اعلیٰ ہونا : انت اسمی الاعلیٰ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴)

(۱۰) استعمال لفظ خواب و بیداری : اسہر و انام (سوتا بھی ہوں جاگتا بھی) (البشریٰ ج ۲ ص ۹۴)

(۱۱) بیان خدا : بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۳۹ جو گزر چکا۔

(۱۲) عصمت الانبیاء والاولیاء : اعطیت صفۃ الافناء والاحیاء من رب الفعال۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳)

مختار مدعا علیہ نے سینکڑوں تائید کے نام پر اوراُس کی آڑ سے کر تائیدی حوالے پیش کئے ہیں اور میں صرف ایک حوالہ اس جواب کی تائید میں پیش کرتا ہوں جس سے حضرت باری تعالیٰ جل و علا شانہ کی نسبت مرزا صاحب کا نظریہ واضح ہو جائے گا اور تمام ان کے اجمالی الہامات کفریہ کے حل کرنے کو معیار ہوگا۔ نیز اس کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ ایسا کشف اور عظیم الشان کفریہ کلمہ دنیا میں نہ ہوگا۔

(۲۰)

کشف مرزا صاحب : ایک مرتبہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ نے طاقت رجولیت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے (کشف مرزا صاحب منقول از اسلامی قربانی قاضی یار محمد صاحب بی ایل پلیڈر۔ بحوالہ صدر الانتخاب مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی : دفتر کامل۔

قاضی یار محمد صاحب مرزا صاحب کے مرید خاص ہیں اور مرید کی شہادت باقرار مرزا غلام احمد صاحب پیر کے حق میں سب سے زائد معتبر ہے ملاحظہ ہو۔ (حقیقۃ الوحی)

آنچہ من بشنوم زوحئ خدا،
بخدا پاک دانمش زخطا،

ہمچو قرآن منزہ اش دانم — از خطا ہا ہمیں است ایمانم

ایسا شخص اگر ایک نہیں ایک کروڑ بلکہ بے شمار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے ہرگز ہرگز ایمان دار اور کلمہ توحید کا قائل اور اس پر مومن شمار نہیں ہو سکتا اور صد فیصد کرتا ہوگا کہ شیطان لعین بھی عیاذاً باللہ کلمہ گو مسلمان ہے کیونکہ اس کا صرف ایک کفر یہ ہے اور عدالت خود مقابلہ کرے کہ ان کی نسبت کس قدر ہلکا اور کتنی آسانی سے قابل تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے متبعین کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے۔

استدعا

یہ حصہ ثابت ہونے کے بعد کہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین جن میں مدعا علیہ بھی منسلک ہے ایمان کے بنیادی اور سب سے زیادہ ضروری جزو کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر ایمان نہیں مقدمہ تحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے گو کسی اور جزو کا جواب نہ دیا جائے اور نہ کوئی اور کفریہ عقیدہ ثابت کیا جائے بلکہ لا الٰہ الا اللہ پر ایمان نہ ہونے کی صورت میں گو تمام ایمانیات اس میں مکمل اور متفقہ طور پر موجود ہوں پھر بھی کافر و مرتد ہی رہے گا اور مدعا علیہ کو اپنے مرزائی احمدی ہونے کا اقرار ہی ہے پس مدعا علیہ باقرار خود مرزائی ہے اور مرزائیت سے لا الٰہ الا اللہ پر کسی طرح ایمان نہیں رہ سکتا لہٰذا اس سے نہ صرف ارتداد بلکہ کھلا ہوا متفقہ ارتداد لازم آیا۔

جس سے یقیناً نکاح فسخ ہونا چاہیئے کیونکہ ارتداد پر فسخ نکاح کا حکم ہونا نہ صرف فقہ حنفی کا مسلم قانون ہے بلکہ مخالف کا بھی۔ اور گواہان مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مسلہ یکم مارچ کے الفاظ اگر مرتد ہو جائے تو عام فتویٰ بھی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اور ملاحظہ ہوں الفاظ گواہ مدعا علیہ مسلہ بجواب جرح ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء مرتد ہونے سے تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ تعامل سے تمام مسلمانوں کا تعامل مراد ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

فللّٰہ الحمد حمداً کثیراً و صلی اللّٰہ علیٰ حبیبہ و صحبہ وسلم تسلیماً کثیراً
کلمہ توحید کے جزو اول لا الٰہ الا اللہ کا جواب ختم ہوا۔

کلمۂ توحید دوسرا حصہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قول مختار مدعا علیہ :

"مختار مدعیہ نے کلمہ کے دوسرے جزو یعنی محمد رسول اللہ سے بھی مرزا صاحب کو اسی طرح منکر قرار دینا چاہا ہے اور اس امر میں بھی عدالت کو اسی طرح مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے جس طرح کہ پہلے کی تھی اور اس لغو و باطل امر کو ثابت کرنے کے لیے کہ نعوذ باللہ آپ کلمہ کے جزو دوم کے بھی منکر ہیں جو بحث اس نے عدالت کے سامنے کی ہے وہ اس کی پہلی بحث سے بھی زیادہ مخدوش و لغو ہے"۔

الجواب

پہلی کی بحث کا جواب مفصل عدالت کے سامنے آچکا اور واضح ہو چکا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر حوالہ لاجواب چھوڑ دئے اور سوائے ایک حوالے کے کسی میں بھی مختار مدعیہ کے اعتراض کو ہاتھ نہ لگایا اور ادھر ادھر کے اصل کے خلاف غیر متعلق امور سے بحث کے حجم میں زیادتی کی۔ اور وہ ایک حوالہ بھی جس کا بزعم خود جواب دیا ہے۔ وہ جواب اس کے اور مرزا صاحب کے مسلمات کی رو سے بالکل لغو و باطل و مخدوش ہے جو قابل التفات بھی نہیں کیونکہ خود مصنف کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

"قبل اس کے کہ میں اس کے ایک ایک الہام کے متعلق علیحدہ علیحدہ کلام کروں عدالت سے اس طرف توجہ مبذول کرنے کی خصوصیت سے درخواست کرتا ہوں کہ کسی شخص کا عقیدہ اس کے صاف الفاظ سے معلوم کیا جا سکتا ہے نہ کہ اس کے مخالفوں کے ان معانی سے جو انہوں نے اس کی کسی متشابہ یا مجمل و مبہم عبارت سے اس کی منشاء کے خلاف نکالے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ اس شخص کے کفر و اسلام کا مسئلہ زیر بحث ہو"۔

الجواب

اسی اصول کے تحت میں اصل بحث کی بنیاد متکلم کی نہایت واضح اور مصرح قول پر رکھی تھی جو اس کی نیت پر برہان قاطع تھا اور جس کا جوابی بحث میں جواب کیا مختار مدعا علیہ نے نام تک نہ لیا۔ جیسا کہ مفصل اوپر گذر چکا۔ اب دوسرے حصہ میں بھی ان شاء اللہ وہی ملاحظہ میں آئے گا۔

کفر و اسلام کے نازک مسئلہ کی بنیاد ہم نے تو معتبر مسلم کتب اور مرزا صاحب کے قطعیات پر رکھی تھی بخلاف مختار مدعا علیہ کے کہ اس نے غیر مسلم خلاف واقع غیر کاتب شدہ زید عمرو بکر کے رسائل و قصہ کہانیوں پر رکھی ہے۔ (

ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

قول مختار مدعا علیہ :-

لیکن مختار مدعیہ نے نہ تو پہلی جزو کے متعلق مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار توحید باری تعالیٰ موجود ہو اور نہ دوسری جزو کے متعلق کوئی ایسی صاف عبارت پیش کی ہے جس کے صاف الفاظ سے انکار رسالت نکلتا ہو۔ بلکہ متشابہ الہامات تشریحات مبہم کے خلاف مفہوم لے کر اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو کلمہ کی دونوں جزوں سے انکار ہے الخ۔

الجواب

انکار توحید اور لا الٰہ الا اللہ کا اس سے صاف کیا ہوگا کہ لا الٰہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ ہی میں ہے نہ کسی اور مخلوق میں اور مرزا صاحب اپنے اندر سرتاپا الوہیت کا صاف اعلان فرما رہے ہیں وا دھیتہ تتموج فیہ جس کا مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی جواب نہ تھا۔ اور اس کا نام تک نہ لیا باقی لاجواب حوالہ اوپر گزر چکے ملاحظہ ہوں۔

اسی طرح ثانی جزو کے متعلق تھا مگر چونکہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو تقلیداً نبی اور معصوم اور تمام انبیاء سے افضل مان چکا ہے بلکہ اس کا ذریعہ معاش ہی یہ ہے کہ دنیا کو مرزا صاحب کی خانہ ساز نبوت اور یہ تمام کفریات منوائے اسے میری بحث میں صراحت بوجہ تعصب نظر ہی نہیں آسکتی۔ مگر غیر متعصب و غیر جانبدار منصف مزاج کے واسطے آفتاب سے زائد روشن عبارات ہیں جن کی موجودگی میں مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کفر و ارتداد میں شبہ کرنا بھی ایمانی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

اس مذکورہ تقریر کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ کو کوئی صریح حوالہ نہ ملا اس کے خلاف حوالے ہیں " بلشمار عبارتیں ہیں " عدالت کو مغالطہ دیا گیا ہے یہ متشابہات ہیں " یہ سب اپنے اور اپنے تبعین کو خوش کرنے کو ممکن ہیں کافی ہوں مگر دلائل و براہین کے میدان میں یہ خطابت کے الفاظ محض بے سود و بیکار ہیں۔

قول مختار مدعا علیہ :

" کیونکہ کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو متشابہ مبہم ذوالوجوہ عبارت پر کسی طرح کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا "

جواب۔ ہماری جانب سے بحمد اللہ بالکل صاف صاف واضح عبارات پیش کی گئی ہیں جن کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کا جو کسی شخص یا جماعت کا اسی کے جا و بیجا پروپیگنڈہ کے لیے ملازم ہو اپنے آقا یا اس جماعت کا ملازم ہے اس کی طرف سے تاویلات و عقلی ہوئی تصریحات کو متشابہ اور مبہم قرار دینا چاہیئے تعجب نہیں وہ معذور و مجبور ہے مدعا علیہ ایک بھی گواہ با اختیار جماعت مرزائیہ کا غیر تنخواہ دار پیش کرتا تو شاید قابل التفات بھی ہوتا۔ ان کی شہادتیں قانوناً جو وقعت رکھتی ہیں وہ

عدالت پر پوشیدہ نہیں۔
باقی رہا یہ قول کہ

"کفر کا فتویٰ دینے کے لیے یہ ضروری ہے جس پر فتویٰ دیا جائے اس کا قول صراحت کے ساتھ موجب کفر ہو۔" کیا مختار مدعا علیہ یہ بتانے پر قادر ہو سکا کہ اس کے خلیفہ برحق ثانی یعنی جناب مرزا محمود صاحب قادیانی کا یہ فتویٰ "سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔"
(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

"جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں"
عدالت خود غور فرمائے کہ یہ فتویٰ کس صریح عبارت پر دیا گیا ہے اور اس کی رو سے چالیس کروڑ مسلمان عرب و عجم علماء صوفیا و مشائخ سلاطین و نوابان اسلام جو بھی مرزا کو رسول نہیں مانتا یا بیعت میں شامل نہ ہوا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر ہوا۔
اور مرزا صاحب نے خود اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔
ایسی صورت میں مختار مدعا علیہ کو چاہیئے تھا کہ اس قسم کی رکیک تاویلات کی آڑ تلاش نہ کرتا اور اگر ان تاویلات میں ذرہ برابر صداقت کا شائبہ تھا تو اسے اسی اصول کے تحت میں کہ کفر اور المکفرین ضروری ہے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ کو بلکہ مرزا صاحب کو بھی مسلم بلکہ مسلمہ فریقین ہے مرزا صاحب اور خلیفہ محمود کے کفر اور ارتداد کا اقـــرار کر کے ثابت ہو جانا چاہیئے تھا۔

ہداہ اللہ الی سبیل الاسلام

مختار مدعا علیہ اس کے بعد پھر جرح گواہ مدعیہ سے کہ ربط ہو لہ جن کا جواب اوپر گزر چکا ہے لکھ کے فرماتے ہیں۔
"چونکہ مختار مدعیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات اور مجمل عبارات کے جو معنی اس نے خود گھڑ رکھے ہیں وہ آپ کی منشاء و تصریحات کے بالکل خلاف ہیں اور صرف خلاف نہیں بلکہ ان کے خلاف آپ کی بہت سی عبارتیں موجود ہیں اس لیے اس نے مرزا صاحب کی متناقض باتیں ہونے پر بڑا زور دیا ہے اور کہا ہے کہ ہر امر کے متعلق مرزا صاحب کے کلام میں تناقض موجود ہے اور کوئی ایسا قول نہیں جس کے خلاف دوسرا قول موجود نہ ہو لیکن یہ اس کا سراسر مغالطہ ہے اور اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا صاحب کے متشابہ الہامات و مجمل اقوال کے غلط معنی اس نے گھڑ رکھے ہیں وہ صحیح قرار پائیں اور آپ کے جو اقوال اس کے ان گھڑے ہوئے غلط معنی کے خلاف پیش کئے جاویں وہ متناقض و متعارض تصور ہو کر نظر انداز ہو جائیں حضرت مسیح موعود کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے۔"

الجواب

اب مختار مدعا علیہ کو یہ جواب بالکل ہی مفید نہیں ہو سکتا جب کر بنیاد اعتراض پر ہیڈنگ کے صریح اور غیر مشتبہ الفاظ پر ہے اور میں اوپر مجمل و متشابہ کے متعلق عنوان متشابہات کے تحت میں اس امر کی حقیقت اچھی طرح آشکارا کر چکا ہوں ایسی صریح واضح عبارات کے ہوتے کسی جگہ کی عبارت سے اس کے خلاف مختار مدعا علیہ کا استنباط ناقابل عفو ہے اور پھر یہ اصول قرار دیا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کی عادت ابتداء سے متعارض و متہافت اقوال و دعاوی کی ہے اور جیسا موقع دیکھا ویسا ہی کہہ دیا۔ مسلمان - سنی - شیعہ - عیسائیوں کے واسطے مسیح موعود و مہدی مسعود آریوں ہندوؤں کے واسطے گوپال سری کرشن مہاراج آریوں کے بادشاہ سکھوں کے لیے بے سنگھ بہادر جو نبی ماننے سے گھبرائیں۔ اُن کے واسطے محدث و مجدد مبلغ اسلام جیسے لاہوری پارٹی جو غیر تشریعی مانیں جیسے قادیانی پارٹی کے لوگ ان کے واسطے غیر تشریعی اور جو مستقل صاحب کتاب صاحب شریعت جدید و قبلہ جدیدہ و کلمہ جدیدہ پر تیار ہو جائیں اُن کے واسطے مرزا صاحب کی وحی کتاب اللہ ناسخ قرآن اور ان کی شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو ناسخ بجائے کعبۃ اللہ کے قادیان قبلہ اور اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں بجائے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مرزا صاحب کا جدید کلمہ لا الٰہ الا اللہ احمد جری اللہ موجود جیسا کہ مرزائیوں کے تیسرے فرقہ اروپی کے سلسلہ میں حق دبانی فرقہ ظہیر الدین اروپی مرزائی کے حوالہ سے اوپر آچکا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ عـــ ۱۲ ۱۲ر مارچ ۳۲ء ایسے شخص کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی بلکہ اس کا کفر اور کنارے کفروں سے خطرناک و مخدوش ہوگا اس کی وضاحت معہ لسٹ متعارضات اوپر مستقل گزر چکی۔

قول مختار مدعا علیہ:

وہ مرزا صاحب کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے آپ کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اس بحث میں ظاہر ہوگا۔

جواب:

بحث سے تو تعارض نہ اٹھ سکا جیسا کہ جواب الجواب سے واضح ہو چکا اور آگے آئے گا البتہ مختار مدعا علیہ کے اس قول اور اصول سے گواہان مدعیہ پر جو تعارض کا الزام تھا اس کا جواب انہیں الفاظ کو دہرا کر عدالت کے سامنے پیش ہے۔
قول " گواہان مدعیہ کے کلام میں درحقیقت کوئی تناقض و تعارض نہیں ہے اُن کا ہر قول اپنے محل میں چسپاں اور اپنے مقام پر بالکل درست ہے جیسا کہ اسی بحث میں ظاہر ہوگا "
ان شاء اللہ تعالےٰ

تفصیل جواب

(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی نہیں

خلاصہ استدلال مختار مدعا علیہ مع جواب

(۱) مختار مدعیہ نے پہلا مغالطہ یہ دیا ہے کہ آخری نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے؟
جواب: گویا مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ آخری نبی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے نہیں۔ بلکہ مختار مدعیہ کا مغالطہ ہے۔ یہی دراصل خصوصیت آخری نبی ہونے کا انکار ہے جو علاوہ مستقل کفر ہونے کے گواہ ملا ۲ مارچ ۱۹۳۳ء کی جرح کے جواب سے عین ذات نبوت کی انکار کے مرادف ہے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے" "انکار خصوصیات انکار ذات ہے" جرح ۲ مارچ ۱۹۳۳ء۔

اب ہمارے ذمہ صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کر دیں کہ آخری نبی کا مفہوم اور لفظ آخری نبی خاتم الانبیاء وغیرہ آپ کے خصوصیات سے ہے کسی اور نبی کے واسطے قرآن و حدیث صحابہ کرام وائمہ فقہاء عظام کی عبارت میں یہ استعمال نہیں ہوا بلکہ جب ہی ہوا آپ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے ہوا یہی معنی کسی سے کسی لفظاً یا معنی کے مختص ہونے کے ہیں۔

تفصیل دلائل،

مفہوم آخری نبی کا مختص بذات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا۔ (آیات)

(۱) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (قرآن حکیم)
(۲) قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ (قرآن حکیم)
(۳) والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ (قرآن حکیم)
(۴) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الایۃ۔ (قرآن حکیم)
(۵) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الایۃ (قرآن حکیم)
(۶) فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول الایۃ (قرآن حکیم)
(۷) وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ (قرآن حکیم)

ان پر تفصیلی تقریر کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ نمبر الف و ۳ و ۲ نیز بحث مختار مدعیہ۔

میں نے صرف ثبات آیات کے حوالہ پر اکتفا کی جو مسل پر مفصل موجود ہیں اور انہیں ان کا یہی مطلب ثابت کرنے کو نہ
صرف صحابہ کرام اور مفسرین کے اقوال پیش کئے ہیں بلکہ مرزا صاحب کے صحابی خاص محمد علی صاحب ایم اے احمدی کی بھی یہی
تفسیر درج ہے جو غیر احمدی ہونے کے الزام سے بری ہیں۔ اگر میں چاہوں تو بحمد اللہ صریح کم از کم (۱۰۰) آیات پیش کر سکتا ہوں
تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت فی القرآن مؤلف مولانا محمد شفیع صاحب اور یہ تھوڑی بھی نمونہ ہوں گی ورنہ تمام
قرآن شریف اسی سے پر ہے۔ احادیث اس مفہوم پر شہادتوں میں احادیث متواترہ کا دعویٰ غیر مجروح گزر چکا معہ دلیل
اور گواہ ۳ نے دو سو سے زائد عدد کی تعداد ظاہر کی ہے جس پر بھی کوئی جرح نہیں اور (۷) احادیث اعلیٰ صحیح متصل مرفوع
نمونتہً شہادت میں پیش کی جا چکی ہیں جن کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو سکا ملاحظہ ہو شہادات گواہان مدعیہ اور بالخصوص ۱۰ و
۱۱ و ۱۲ ۔

اجماع و اقوال صحابہ

فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجماع صحابہ مدلل گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ۱ و ۲ و ۳ میں گزرا تفصیل
کے واسطے آیت خاتم النبیین کے تحت میں ابن جریر ملاحظہ ہو (۳۴) سے زائد آثار صحابہ نقل ہیں۔

آثار سلف صالحین

(۲۶) ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ۔

فیصلہ مفسرین (۱۵) حوالہ شہادت گواہان مدعیہ ملاحظہ ہو۔

ائمہ لغت

قاموس، مجمع البحار، مفردات امام راغب (جس جیسی کوئی کتاب قرآنی لغات میں بقول علامہ سیوطی) روئے زمین پر
نہیں، قطر المحیط، منتہی الارب، منجد کے حوالے گواہان مدعیہ نے شہادتوں میں پیش کئے اور دو اہم حوالہ لسان العرب اور
تاج العروس کے بحوالہ آخری نبی مؤلفہ محمد علی صاحب ایم اے جو مسل پر آ چکے ہیں اور یہ وہ دونوں کتابیں ہیں کہ مرزا صاحب کو
یہ مسلّم ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲ ۲۶ / مارچ ۱۹۳۲ء تاج العروس۔ خاتم النبیین ای آخرہم یعنی خاتم النبیین کے معنے
آخری نبی ہیں۔

(۲) لسان العرب میں وخاتم النبیین ای آخرہم قال وقد قرء خاتم یعنی خاتم النبیین کے معنے آخری
نبی ہیں اور خاتم کی جگہ خاتم بھی پڑھا گیا ہے آخری نبی محمد علی ایم اے ص ۳ ۔)

فیصلہ ائمہ مجتہدین

(۱) بحر الرائق۔ مسلمہ فریقین۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۱ ، ۷ / مارچ ۱۹۳۲ء۔

(۲) شرح اشباہ۔
(۳) شرح فقہ اکبر ملا علی قاری۔
(۴) فتاویٰ عالمگیری۔
(۵) فتاویٰ ابن حجر مکی۔
(۶) ردالمحتار۔
(۷) اشباہ والنظائر۔

ایک پچھلے حوالہ کی اصل عبارت بطور نمونہ معہ ترجمہ پیش ہے۔

"اذا لم یعرف ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین۔
یعنی اگر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانا تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ آپ کا آخری نبی ہونا اور ان کا ماننا ضروریات دین سے ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ و بحث مختار مدعیہ اس حوالہ میں آخری نبی ہونا صرف خصوصیات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بلکہ ضروریات دین سے ہے جس کا نہ ماننے والا منفقہ کافر ہے۔

حوالہ جات لفظ آخری نبی یا آخر الانبیاء کی تخصیص کے متعلق احادیث صحیحہ۔

(۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم

(مسلم کتاب الفضائل شہادت گواہ مدعیہ نمبر۲)

(۲) فی حدیث المعراج قال تعالیٰ ۔۔۔۔ جعلتك اول النبیین خلقا و اخرھم بعثاً۔

(ابونعیم خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)

(۳) کنت اول النبیین فی الخلق و اٰخرھم فی البعث

(کنز العمال ج ۱۲ ص ۶ گ الف)

(۴) کنت اول الناس فی الخلق وآخرھم فی البعث۔

(بحوالہ صدر)

(۵) انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر مساجد الانبیاء۔ (کنز)

یہ وہ پانچوں لاجواب حوالے ہیں جو بحث میں اور شہادتوں میں آچکے اور باوجود ان کے اس قدر واضح ہونے کے مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان نہ مجروح کر سکے نہ کچھ جواب دیا۔ اس کے علاوہ ابن ماجہ کا ایک حوالہ آخر الانبیاء کے لفظ کا تھا اس کے بعض راویوں کے متعلق بعض محدثین کے اقوال گو وہ قول فیصل نہ ہوں نہ ہی وہ مسلم ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال ہوں قطع برید کر کے پیش کیا جس کے مقابل بڑے بڑے ائمہ اور ماہرین فن جرح و تعدیل کی رائے موجود ہے۔ ان راویوں کو معتبر

ٹھہرا رہے ہیں اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے۔ (برکات الدعاء صفحہ)

نیز جرح گواہ مدعا علیہ۔

اولاً تو یہ حدیث مجروح نہیں راویوں کی توثیق موجود ہے جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ دوسرے اس مخصوص سند کی حدیث ابن ماجہ کو گو کوئی محقق مدعا علیہ کی خاطر نظر انداز ہی کر دے پھر بھی مذکورہ بالا چار اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں (جس میں مسند شریف جیسی عالی پایہ کتاب کی بھی حدیث ہے جو صحیحین میں شمار ہے جس کی احادیث جرح و تعدیل کی محتاج نہیں) موجود ہیں جو اشارۃً و کنایۃً بلکہ صریح و واضح عنوان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت متعلقہ کسی فضیلت و لقبہ کے آخری نبی یا آخر الانبیاء کے ساتھ کر رہی ہیں اور جمع معرف باللام کی طرف مضاف ہونے سے تقیید کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

یہ کہنا کہ یہ احادیث احاد ہیں بالکل ناواقفی ہے بلکہ بہتان تراشی ہے۔ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حضرت علامہ حافظ ابن جریر طبری کا فیصلہ ملاحظہ ہو کہ و بذلک وردت الاحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شہادت گواہان مدعیہ) یہی نقل حافظ ابن کثیر سے بھی موجود ہے۔

اب ایک طرف صرف مختار مدعا علیہ کا یہ قول ہے کہ یہ احادیث احاد ہیں۔ باوجودیکہ وہ حافظ حدیث و امام حدیث بلکہ کسی مسلم درسگاہ کا سند یافتہ بھی نہیں۔

دوسری طرف ایک نہیں دو مسلم ائمہ حدیث و تفسیر بلکہ حافظ حدیث علامہ ابن کثیر و علامہ ابن جریر طبری کا فیصلہ ہے۔

کہ یہ بات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث جلیل القدر صحابہ سے مروی ہیں عدالت خود ہی توازن فرمائے کہ مختار مدعا علیہ عدالت کو کس قدر مغالطہ دینا چاہتا ہے یہ کوئی نئے حوالے نہیں تقریباً کل حدیثیں شاہد والے نے پیش کیا ہے بحث میں متعدد مرتبہ پیش کیا گیا اسے لا جواب کیے کہ جواب بحث میں تذکرہ تک نہ آیا۔ (فللہ الحمد)

صحابہ کرام کی تصریحات

مفصل اور کثیر التعداد حوالے گواہان مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے مسلم رئیس المفسرین حافظ ابن جریر طبری کی تفسیر میں ملاحظہ ہوں ج ۲۲ صفحہ۔ میں صرف ایک نمونہ نقل کرتا ہوں۔

(۱) عن قتادۃؓ قال و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ای آخرھم۔

یعنی خاتم النبیین کے معنے تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں (ابن جریر ج ۲۲ صفحہ ۱۱)

ائمہ مفسرین

(۱) مسلمہ فریقین رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری ج ۲۲ تفسیر ابن جریر۔
(۲) حافظ حدیث امام التفسیر علامہ ابن کثیر جلد ۸
(۳) ابن کثیر جلد سوئم۔
(۴) ابن کثیر جلد چہارم۔
(۵) تفسیر کبیر ج ۶ و ۲ -
(۶) تفسیر بیضاوی ۔
(۷) تفسیر کشاف ۔
(۸) تفسیر روح المعانی ۔
(۹) تفسیر ابی السعود۔
(۱۰) تفسیر در منثور۔

میں نے انہیں حوالوں پر اکتفا کیا جو شہادت مدعیہ کی طرف مثل پر آچکے ہیں ورنہ جدید حوالے بیشمار موجود ہیں ۔

ائمہ لغت

اوپر لسان العرب و تاج العروس کے حوالہ سے گزر چکا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں اور بھی سات حوالے درج ہیں ذکر تفصیل انکی اپنی جگہ پر آئے گی نیز گواہان مدعیہ کے بیان میں موجود ہے

اجماع اُمت

اجتمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره من دون تاویل و تخصیص الخ

جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ بلا تاویل و تخصیص اس کے ظاہری معنے (یعنی آخری نبی) مراد ہیں اور بلا شک و اشتباہ اس کا منکر قطعاً و سعاً کافر ہے یہ مضمون شرح فقہ اکبر ملا علی قاری؟ وغیرہ میں موجود ہے۔
شفاء علامہ قاضی عیاض ج (۲) ملاحظہ ہو ۔
شہادت گواہان مدعیہ ۔

فیصلہ ائمہ عقائد

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)
یعنی پہلا نبی آدم علیہ السلام اور تمام نبیوں کے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
(۲) مواہب لدنیہ (۳) صبح الاعشیٰ (۴) عقیدہ طحاوی (۵) غنیۃ الطالبین (۶) شرح فقہ اکبر (۷) کتاب الفصل
(۸) نسیم الریاض (۹) الصارم المسلول (۱۰) الملل والنحل (۱۱) شفاء قاضی عیاض) شرح شفاء ملا علی قاری (ج)
(۲) (و ۳) (و ۴)۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ ذکت مختار مدعیہ۔

فیصلہ ائمہ مجتہدین

اگر کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں کا آخری نبی نہ سمجھے تو وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے الاشباہ والنظائر، ۲ شرح فقہ اکبر (۳) شرح اشباہ (۴) فتاوی ہندیہ (۵) بحر الرائق جو مسلمہ فریقین ہے (۶) درمختار۔
تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہان مدعیہ ذکت مختار مدعیہ۔

فیصلہ صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم

(۱) محی الدین ابن عربی سید الطائفہ۔
(۲) علامہ امام عبدالوہاب شعرانی ؒ یواقیت ج ۲ مبحث ۳۵ صفحہ ۱۲۵۔
(۳) سید الطائفہ غوث اعظم حضرت سید شاہ عبدالقادر جیلانی ؒ جو تینوں حضرات مسلمہ فریقین ہیں۔
ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۹۳۳ء۔
(۴) انسان کامل یہ بھی مسلمہ فریقین ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی حوالے ہیں تفصیل کے واسطے شہادت گواہان مدعیہ وذکت مختار مدعیہ ملاحظہ ہو۔

شہادت قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ؒ

اس کے آخر میں مسلمہ فریقین شہرہ آفاق صاحب علم وفضل وتقدس بزرگ کی شہادت پیش ہے جو بقول گواہ مدعا علیہ کے بھی ہزارہا شہادتوں سے زیادہ باعظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے جو صلحائے روزگار

اور ملتان گو برنگار ان ممیت پنجاب کے علاوہ اس کی بلاد شان ہندوستان میں بھی علمبت ریاست : بہاولپور کے رسالہ اور نواب وںمیں اس کی بزرگی اور نظمیں کہ اثر کا نقش فی الحجر ہے جو ہزہائینس نواب صاحب بہادر فرمانروائے بہاولپور اور نہ محمود کے بھی واجب التعظیم ہیں ان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی متبرک کتاب نسخہ شریفہ فوائد فریدی صفحہ ۱۲ ملاحظہ ہو ارشاد ہے کہ "سلسلہ نبوت آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا وہ سب سے پہلے نبی آدم صفی اللہ اور سب سے آخری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"

ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کی وہ توجیہ جسے اس نے بحث میں بار بار دہرایا ہے کوئی یہاں منطبق کرے کہ مرزائیوں کے اصول پر ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) آخری نبی کی حقیقت منکشف نہ ہوئی ہو بوجہ کوئی نظیر نہ ہونے کے جیسے کہ دجال وغیرہ کی نیز صحابہ برابر ان کے اصول پر عمل کرتے ہیں (عیاذ باللہ) ائمہ دین و صوفیائے کرام کو بقول مرزا صاحب وہ حصہ کثیر وحی نبی و مکالمہ و مخاطبہ کا عطا نہیں ہوا تھا جو مرزا صاحب کو عطا ہوا۔ بس آخری نبی کی حقیقت صرف مرزا صاحب پر منکشف ہوئی کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں یا اس میں یہ قید اور یہ تخصیص اور ان معنے کا اضافہ ہونا چاہیئے نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد جو ان کی بیعت میں شامل نہیں وہ سب کافر اور پکے کافر ہیں اور کافر کی شہادت معتبر نہیں لہٰذا مرزائیوں کے مسلم کسی شخص کی شہادت ہونی چاہیئے بس ہم مرزا صاحب کے خاص الخاص مرید بلکہ صحابی کی شہادت پیش کرتے ہیں جسے احمدی ہونے کے ساتھ مرزا صاحب کی صحابی اور ایک بڑے فرقہ کا امیر ہونیکا فخر حاصل ہے میری مراد امیر جماعت احمدیہ محمد علی صاحب ایم اے ہیں ملاحظہ رسالہ آخری نبی کے مندرجہ ذیل اقتباسات اور یہ حوالہ بھی نیا نہیں "آخری نبی" رسالہ مسل میں درج ہے۔

(۱) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطابق تعلیم قرآن و حدیث آخری نبی ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ بطور مجاز یا استعارہ کوئی اس لفظ کو استعمال کرے اور اگر کوئی قطعی شہادت نہ ملے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد باب نبوت مسدود ہے تو بلا شبہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا ہمارے سامنے سوال نہایت مختصر ہے جس کو حل کرنا ہے یعنی یہ تو میرا اور میاں صاحب دونوں کا ایمان ہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے بحث صرف اس قدر ہے کہ ان الفاظ کے معنے کیا ہیں میاں صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے۔ میرے نزدیک اس کے معنے ہیں آخری نبی میاں صاحب نے دعوے سے بیان کیا ہے کہ جو معنے وہ کرتے ہیں وہ لغت میں لکھے ہوئے ہیں اور جس طرح وہ معنے کرتے ہیں اسی طرح لکھے ہوئے ہیں مابہ النزاع خاتم النبیین کے معنے ہیں یعنی وہ الفاظ کی کوئی تاویل قطعاً نہیں کرتے۔ اور آخری نبی لغت میں معنے نہیں چنانچہ ان کے بیان کے الفاظ ان کے اخبار الفضل میں شائع شدہ بیان کے مطابق یہ ہیں "بعض لوگ اس کے یہ معنے لئے جاتے ہیں ہم اس کی تغییر نہیں کرتے۔ بلکہ یہ معنے لغت کے ہیں بعض لوگ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی بھی کرتے ہیں مگر لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔

(الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۳ء)

اب میں لغت سے میاں صاحب کی نئی تفسیر کی رو سے محاورہ عرب ہی مراد لے لیتا ہوں تو یہ تو میاں صاحب نے بھی مان لیا کہ وہ اپنے معنے محاورہ عرب میں بغیر کسی تاویل کے صفائی سے لکھے ہوئے بتا دیں گے۔ دہ بالمقابل میرا بھی یہ دعویٰ ہے کہ جو معنے میں کرتا ہوں وہ میں محاورہ عرب میں صفائی سے لکھے ہوئے بتا دوں گا اول میں اپنے حصہ کو لیتا ہوں اور لغت تین طرح پر میں دکھا دونگا کہ محاورہ عرب کے رُو سے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی ہیں یعنے اول اس طرح پر کہ خود ان الفاظ خاتم النبیین کے معنے لغتہ یا محاورہ عرب کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر کہ عرب نے خاتم القوم کا محاورہ عربی کی کتابوں میں آخری نبی لکھے ہیں دوسرے اس طرح پر خاتم القوم کا محاورہ جس کے مطابق خاتم النبیین ہے صرف ایک ہی یعنی آخر القوم میں بولا جاتا تھا تیسرے اس طرح پر کہ لفظ خاتم بمعنے آخری عرب میں استعمال ہوتا تھا میاں صاحب نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ لغت عرب کا بہت سا علم ہمیں کتب لغت کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔"

پھر اس کے بعد صفحہ ۵ - ۶ - ۷ پر متعدد عربی انگریزی سے مستند لغت کے حوالے نقل کر کے صٓ پر ابن حبان کا قول نقل فرماتے ہیں کہ۔

(۳) من ذهب الى ان النبوة مكتسبة لا ينقطع ... فهو زنديق يجب قتله -

اور جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ نبوت اکتسابی ہے جو منقطع نہیں ہوئی ہے تو وہ زندیق ہے جس کا قتل واجب ہے۔

پس خاتم النبیین کے معنے وہ بھی آخری نبی کرتا ہے سنگچھ اور یہ میاں صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ خاتم کے معنے پھیر کر کچھ اور معنے خاتم النبیین کے بن جاتے ہیں" صٓ۔

" اب اس قدر لغت اور تفاسیر کی شہادت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے پر ہوتے ہوئے کس قدر جرأت ہے کہ ایک شخص یہ کہدے کہ لغت میں یہ معنی خاتم النبیین کے نہیں اور یہ سب لوگ عقیدتاً ایک بات کو ماننے لگ پیچھے معنی بنائے" صٓ۔

پھر بہت سی اسی مضمون پر صحاح کی احادیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

"میاں صاحب نے اپنی تائید میں صرف ایک حدیث پیش کی ہے اس کا عنوان یوں قائم کیا ہے" اس اجماع کے خلاف رسول کریم کی آواز۔ کیا تعجب نہیں کہ چالیس حدیثوں میں میاں صاحب کے کان کے پردہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی آواز نہ پڑی اور اعلیٰ پایہ کی حدیثوں کی طرف ایک لمحہ کے لیے بھی توجہ نہ کی اور ایک حدیث کی آواز انہوں نے سن لی یہ رسول کریم کی آواز نہیں یہ اپنے نفس کی آواز ہے میاں صاحب ان تنکا دیکھنے والوں میں سے ہیں جن کو شہتیر نظر نہیں آیا کرتا جو ہاتھی کو نگل جاتے اور مکھی پر گھبراتے ہیں بھلا اگر رسول کریم کی آواز کی میاں صاحب کو کوئی پروا تھی تو اس قدر کھلی آوازوں کی کیا پروا کی جن میں بار بار یہ کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صورت میں نبی نہیں ہو

سکتا اس شخص کی مثال ہے جس نے کہا تھا کہ قرآن شریف کے اوراق سے مجھے کو اولا شربو یاد ہے اور نمبروں میں سے لا تقربوا الصلوٰۃ اگر چالیس حدیثوں کی کھلی شہادت کو ایک حدیث رد کر سکتی ہے جس پر بلحاظ مضمون اور بلحاظ روایت دونوں طرح جرح ہوئی ہے تو شاید ہمارے میاں صاحب کل کو قرآن شریف کو بھی غیر محفوظ ماننے لگیں گے" (آخری نبی صفحہ ۱۳۱)

پھر تمام ان دلائل کا مفصل جواب دے کر جو مرزائی پیش کیا کرتے ہیں آخر میں فرماتے ہیں۔

"خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ خاتم النبیین کے معنی لغت میں آخری نبی نہیں اور جو معنی وہ خود کرتے ہیں ——— یعنی ایسا نبی جس کے اتباع سے نبی بنا کریں گے وہ صراحت سے اور بلا تاویل لغت میں موجود ہیں مگر میں نے لغت کی قریباً سب کتابوں سے اور احادیث سے اور اقوال ائمہ سے دکھایا کہ وہ سب کے سب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرتے ہیں اور یہی معنی حضرت مسیح موعود بھی کرتے ہیں میاں صاحب نے اپنے معنی پر ایک ٹوٹی ہوئی سند بھی پیش نہیں کی نہ لغت کو محاورہ پیش کیا نہ ہی حضرت مسیح موعود کا قول کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی جس کے اتباع سے آئندہ نبی بنا کریں گے خاتم کے معنی مُہر ہوں یا آخری خاتم النبیین کے معنی دونوں صورتوں میں آخری نبی ہیں اب یا تو میاں صاحب اپنے معنی کسی حدیث سے ثابت کریں یا کم از کم ائمہ دین کے اقوال سے ہی دکھا دیں یا یہ دکھا دیں کہ لغت عرب میں یہ محاورہ تھا کہ وہ خاتم القوم کے معنی کیا کرتے تھے۔ ایسا شخص جس کے اتباع سے قوم بنے اور یا ایک قوم کا آخری شخص یہ معنے نہ کرتے تھے صرف اسی صورت میں وہ اپنے بیان میں سچے ٹھہر سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اسی بحث سے مسئلہ نبوت کا فیصلہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے تو پھر حضرت مسیح موعود کی نبوت کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے آخری نبی کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا" (آخری نبی صفحہ) ہماری عدالت سے استدعا ہے کہ اس سلسلہ میں رسالہ مذکورہ کا ملاحظہ فرما لیا جائے۔

ان قطعی اور مسلم دلائل کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "جاننا چاہیئے قرآن مجید و احادیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جن معنوں کی رو سے آخری نبی ہونا ثابت ہے ان معنوں کے لحاظ سے آپ نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے سے انکار نہیں کیا الخ"

نہ صرف لغو بلکہ مضحکہ خیز ہے بہر حال یہ تو مان لیا کہ انکار آخری نبی کا ضرور ہے مگر اس معنی سے نہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں۔

مگر میں نے مفصل قرآن حدیث و دیگر مستند دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ معنی کی کوئی تفصیل نہیں آخری نبی کا انکار مطلقاً کفر ہے مرزا صاحب بھی قبل دعویٰ نبوت فرماتے تھے۔

"اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۶)

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ کے حوالے سے نوع انسان کے لیے ...... تا ..... کے لیے زندہ ہیں نقل کی اور خلاف عادت مغالطہ کے لیے صرف حوالہ نقل کیا حالانکہ غیر متعلق طویل عبارتیں نقل کرتا رہا ہے اور اس حوالہ سے اس امر کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے قائل ہیں۔

اولاً جواب کے لیے اصل عبارت کشتی نوح صفحہ ۱۳ سے نقل ہے۔ "نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے نجات یافتہ کون ہے ؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا اور آخر کار اس کی روحانی فیض رسانی سے اس مسیح موعود کو دنیا میں بھیجا جس کا آنا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لیے ضروری تھا۔"

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ماننے کے اس کے خلاف تصریح موجود ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے آپ کو مسیح موعود مانتے ہیں جو بقول مرزا صاحب نبی بھی ہوگا گو غیر تشریعی ہو۔

اور اس نتیجہ کے طور پر ممکن تھا کہ کوئی دور از کار تاویل کر کے اس کا مطلب یہ بناتا کہ اس سے مراد بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں مگر مرزا صاحب کے دعوی نبوت اور مرتے وقت تک اسی پر قائم رہنے نے تاویل کا دروازہ بند کر دیا ملاحظہ ہو البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

"ہم خدا کے حکم کے مطابق نبی ہیں اور رسول ۔

نیز خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء جو ۲۳ مئی کو اپنی وفات سے تین یوم قبل لکھا ہے ۔

(اقتباسات)

"میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔"

"سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں"۔

" اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک کہ

ہم پر یہ عقیدہ کھولا کہ استنباط شہب سے ملائکہ کی غرض رجم شیاطین ہے۔
ملاحظہ ہو اس میں کہیں آخری نبی کی نبوت کی کوئی بحث ہی نہیں نہ معلوم مختار مدعا علیہ نے یہ حوالہ کس عالم سے نقل کیا ہے
پھر یہ بیکار حوالے ذکر کرنے کے بعد سن ۱۹۰۱ء کے بعد کے (۳) حوالے بزعم خود مختار مدعیہ کی مغالطہ اندازی الم نشرح کرنے کے واسطے پیش کئے ہیں۔
اور اسی مغالطہ اندازی سے مختصر نقل کئے ہیں تاکہ اصل مدعا کا پتہ نہ چلے۔
(۱) حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴ اور تمام نبیوں نے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے اس پیشگوئی کے یہی معنی سمجھے تھے کہ وہ آخر الزمان نبی اسرائیل سے پیدا ہوگا الخ۔
جواب۔ اس میں تو اپنا عقیدہ مرزا صاحب نے نبی آخر الزمان کے متعلق نقل نہیں کیا۔ بلکہ تمام ان نبیوں کا عقیدہ اور سمجھنا مذکور ہے جو بنی اسرائیل میں آتے رہے۔ مرزا صاحب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان کہا ہو۔ اس کا ایک حوالہ کہیں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ پھر خود مرزا صاحب کیسے نبی کاذب بن سکیں گے۔
(۲) سو تقوی کے دائرہ سے باہر قدم مت رکھو کیا جیسا کہ یہود نے اور ان کے نبیوں نے سمجھا تھا آخری نبی بنی اسرائیل میں سے آئے گا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۱)
یہاں بھی اپنی رائے کچھ نہیں بلکہ یہودیوں اور ان کے نبیوں کے الفاظ میں آخری نبی کا لفظ ہے مرزا تو اس کے منکر ہی رہے اور مرتے وقت تک نبی بنے رہے۔
(۳) اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۲)
اسمیں لفظ آخری نبی تو نہیں مگر یہ ہے کہ سب سے آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے۔ اس سے استنباط بھی آخری نبی نہیں ہو سکتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا صاحب کرسی نبوت و رسالت پر رونق افروز ہیں اور نہ صرف نبی بلکہ تمام انبیاء سابقین کے ہم پلہ بلکہ بڑھ کر ہیں۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بہ تمام

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد اور سب احادیث مسلم و کنز العمال وغیرہ ترک کرکے ایک مخصوص سند کی ابن ماجہ کی حدیث پر غیر مسلم جرح نقل کی جس کے متعلق میں اوپر کہہ آیا ہوں اور مفصل آگے ختم نبوت کی بحث میں آئے گا۔
مختلف معنی سے جو آخر میں بے سود تاویلیں کی ہیں وہ اوپر کے دلائل سے لغو ثابت ہو چکیں لہذا مکرر اس پر کچھ کہنے

(۲)

خاتم النبیین کے معنی

قول مختار مدعا علیہ :

"مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے کلمہ کے دوسرے جزو کے انکار کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب خاتم النبیین کے منکر ہیں"

جواب

مختار مدعا علیہ نے یہ وجہ محض اپنی طرف سے تراشی ہے خاتم النبیین کے متعلق اس موقعہ پر کچھ نہیں پیش کیا گیا بلکہ آخری نبی کے لفظ اور اس کے مفہوم کے متعلق تھا جو اوپر کے ہیڈنگ کے تحت مفصل گزر چکا مگر اب ہم اس کی خاطر اس کے متعلق بھی بہت ہی مختصر عرض کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے بیانات کا حوالہ دے کر یہ فرمایا ہے کہ "مرزا صاحب اور آپ کی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کو بصدق دل یقین کرتے ہیں"

جواب

خاتم النبیین بمعنی آخری نبی میں گفتگو ہے نہ کہ صرف لفظ خاتم النبیین میں۔ اصل بات یہ ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے پہل جب تک کہ مرزا صاحب کی نبوت سے پردہ نہ اٹھا تھا۔ جب بھی مرزا صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتے تھے اور بیعت کے الفاظ میں بھی تھا اور بعد کو بھی آخر تک خاتم النبیین کا لفظ مغالطہ آمیز فرماتے رہے لیکن معنی بدل ڈالے اور پہلے مطابقاً اہلسنت کی طرح تھا اور اب معنی تفسیر بدل کر لئے کیونکہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اس کے معنی مسلمانوں کے مطابق یہ کرتے رہے ملاحظہ ہوں اصل الفاظ مرزا صاحب۔

(۱) اور جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"

(دین الحق صفحہ ۴۷ بحوالہ حقیقۃ النبوت)

حضرت قبلہ عالم خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہ کو بھی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے خط لکھا ہے جس میں مصرع ہے کہ "ہا" "ہتر نبوۃ را بروشد اختتام"۔ (اقتباسات ایام صلح)

آیات دو سو سے زیادہ احادیث حوالہ گواہ مدعیہ نمبر ۴ سے زائد آثار صحابہ ۲۰۰ اقوال سلف صالحین دس عظیم الشان معتبر کے فیصلہ تحفہ نہایت ہی مستند لغات تقریباً ۵ نہایت ہی معتبر کتب فقہ پر متعدد حوالہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ مرزا صاحب کے بھی فیصلہ سلف ۹۱ اء کے پیش کر کے روز روشن کی طرح واضح کر دیا گیا کہ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں کہ بعد کسی قسم کا نبی نہ بن سکے اور اسلامی سلطنت ہو تو بفرمان رسول اکرم بتصریح امام محی الدین ابن عربی قابل گردن زدنی ہے جو وہ اس شریعت کے متبع ہو یا مخالف ملاحظہ ہو ۔ الیواقیت ج ۲ مبحث ۳۵ صفحہ ۳۸) ۔

سواء کان … فی شرعنا او مخالفا فان کان مکلفا ضربنا عنقه والا صفحنا عنه صفحا ۔

مفصل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور آگے اپنی جگہ پر انشاء اللہ آئے گا ۔

(۳)

معراج جسمانی کا انکار ۔

قول مختار مدعا علیہ :

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب اور اس کی امت کے کفر جزو ثانی سے منکر ہونے کی ایک وجہ یہ قرار دی ہے کہ وہ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ کو عرش تک معراج جسمانی ہوئی تھی جس میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں دوسری معراجوں کا یہاں ذکر نہیں اگر کوئی پتہ یا کسی اور کے لیے معراج مانے تو شرک فی الرسالۃ ہوگا اور مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ یہ آنحضرت کا ایک کشف تھا اور ایسے کشوف میں خود مؤلف بھی صاحب تجربہ ہے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے لیے ایک نہیں بلکہ کئی معراج ثابت کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے اس لیے آپ کلمہ کے ثانی جزو کے منکر ہوئے کیونکہ معراج نبوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے اور اس انکار کی وجہ سے کافر و مرتد ہوئے لہٰذا مدعیہ کا نکاح فسخ ہونا چاہیئے ۔

الجواب

حسب عادت یہاں مختار مدعا علیہ نے مسئلہ کو خلط ملط کرنے کی سعی کی ہے ۔ اور جس تمہید پر یہ اعتراض مبنی تھا اسے دیدہ دانستہ ماسبق کی طرح نظر انداز کر دیا ۔

بیان یہ کیا گیا تھا کہ آقا و مولیٰ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم باری تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق کمالات کے منبع و مخرج بتصریح انا قاسم واللہ یعطی ۔ نیز تمام کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہیں قدرت نے ان کمالات کا نہ کوئی پیدا کیا نہ آئندہ کبھی پیدا کرے گا تمام مخلوق جن و انس اولیاء و ابدال غوث و اقطاب اولو العزم انبیاء کرام بلکہ مقربین کی بے حد و بے شمار تعداد بمصداق لا یعلم جنود ربک الا هو سب کے تمام کمالات ایک پلڑے میں رکھے

جائیں۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک ذرہ ایک پلہ میں رکھا جائے تو یہی ایک ذرہ شان محبوبیت بڑھ کر ہوگا بلکہ یہ تمام مذکورہ بالا اولیاء اور ملائکہ مقربین انبیاء کرام علیہم السلام ان سے مرتبہ عالی کو کیا پہنچتے۔ ان کا وہم و گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جہاں تک اس سید کل فخر کل نبی الکل صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ نے قدم اور نعلین شریفین پہنچائے ہیں۔ کسی کا سر بھی نہیں پہنچتا۔ جبرئیل علیہ السلام بھی باوجود انتہائی اور اعلیٰ تقرب کے ہم رکابی میں ایک مخصوص مقام پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ پھر وہی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تنہا اللہ کی رحمت کی معیت میں وہاں تک جاتے ہیں جس کو دنیا والے یوں تعبیر کرتے ہیں کہ۔

؎ کس ندانست کہ منزل گہہ دلدار کجا است
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

مگر دراصل ہمارے لفظوں میں اس کی تعبیر ہی ناممکن ہے۔ ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔

؎ دیکھو ان آنکھوں سے کوئی اور بھی دیکھا پایا ہے کسی اور نبی نے بھی یہ رتبہ
بتلا تو سر عرش بریں کون ہے پہنچا الیدرسے زینت تری وہ عرش معلا
جو رہے ترا نقش کف پائے محمد

باری تعالیٰ بھی وحدہٗ لاشریک لہٗ اور حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحدہٗ لاشریک لہٗ فرق یہ ہے۔ کہ باری تعالیٰ اپنی خدائی میں وحدہٗ لاشریک اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہونے میں وحدہٗ لاشریک شان کی خدائی میں کوئی شریک و سہیم نہ ان کی شان محبوبیت و کمالات میں کوئی شریک ان کی الوہیت میں شریک ماننا شرک فی الالوہیت ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و کمال محبوبیت میں کسی کو شریک ماننا شرک فی الرسالت ہے۔ شرک فی الالوہیت کے بعد جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا لا الٰہ الا اللہ کلمہ کے پہلے جزو پر ایمان ناممکن ہے۔ شرک فی الرسالت کے بعد (یہ بھی مرزا صاحب نے نہ چھوڑا) کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ بتلایا تھا۔ کہ چونکہ مسئلہ معراج جسمانی نہایت طویل الذیل ہے۔ اس لیے میں اس وقت اسے نہیں چھیڑتا۔ اور وہ تو سر سید علیہ الرحمۃ کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اور کشفی رنگ کا سمجھتے رہے مگر ایسا کشف جو نہ کسی نبی کو ہوا نہ ولی کو نہ کسی کو ہو سکے لیکن مرزا صاحب نے یہ کیا۔ کہ کشف بتا کر یہ کہہ گئے۔ کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔ یہ عبارت کھلی ہوئی شان رسالت و محبوبیت کے شرک پر دال ہے اور شرک فی الرسالت کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رہ سکتا ہے۔ ہر نبی کو کسی نہ کسی رنگ میں معراج ہوئی ہے۔ کسی کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں

میں کسی کو کوہ طور پر۔ کسی کو کشتی میں۔ کسی کو چاہ کنعان میں اور کسی کو شکم ماہی میں اور وہ سب بیداری اور جسم کی حالت میں تھی۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اقدس کے ساتھ عرش اعظم پر ہوئی۔ اس میں آپ کا کوئی بھی شریک و سہیم نہیں اور کشف مان کر بھی اس جیسا کسی کو کشف ناممکن ہے۔

بس اعتراض صرف تشبیہ پر تھا۔ مسئلہ کو طوالت کی وجہ سے نظر انداز کر دیا تھا۔ اور بناء اعتراض صرف یہ فقرہ کہ " اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے " قرار دیا تھا۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ نے باوجود شدید احتجاج غیر متعلق ہونے کے اصرار کو پورا مسئلہ طول و طویل تقریباً پندرہ صفحات پر سپرد قلم کیا ہے جس کی بنا پر ہم بھی مفصل جواب دینے پر مجبور ہو گئے۔

قول مختار مدعا علیہ :

" مختار مدعیہ کے اس اعتراض میں تین باتیں قابل غور ہیں (الف) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی (ب) اور کیا صحابہ اور ائمہ سلف صالحین اور تمام اہل سنت معراج جسمانی کے قائل تھے اس کا مفصل جواب تو آگے آئے گا۔ اجمالاً پہلے حصہ الف کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی۔

جواب :

مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبد الوہاب شعرانی اور ابن عربی کے حوالہ سے پیش کرتا ہوں جنہیں مختار مدعا علیہ جواب جرح مارچ ۱۹۸۶ء میں مسلم مان چکا ہے۔

" قال الشیخ وکان ھذا الاسراء بجسمہ الشریف ولو کان الاسراء بروحہ صلی اللہ علیہ وسلم ویکون رؤیا رآھا کما یری النائم فی نومہ وانکرہ من قریش ولا تنازعہ فیہ وانما انکروا علیہ کونہ اعلمھم ان الاسراء کان بجسمہ الشریف فی تلک المواطن التی جاءھا کلھا (فان قلت) فکم کانت اسراآتہ صلی اللہ علیہ وسلم (فالجواب) کما قالہ الشیخ فی الباب الرابع عشر وثلثمائۃ انھا کانت اربعۃ وثلاثین مرۃ واحدۃ بجسمہ والباقی بروحہ رؤیا رآھا قال ومما یدلک علی ان الاسراء لیلۃ فرض الصلوٰۃ کان بالجسم ما ورد فی بعض طرق الحدیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم استوحش لما زجہ بہ فی النور وتحیرہ وحدہ اذا الارواح لا توصف بالوحشۃ ولا بالاستیحاش قال وکذلک مما یدل علی ان الاسراء کان بجسمہ ما ورد فی العطش فان الارواح المجردۃ لا تعطش۔

(یواقیت صفحہ ۳۴/۲)

امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی حضور علیہ السلام کو جسم سمیت ہوئی

اتنا زیادہ واضح فیصلہ اوران ائمہ اور اکابر کو چھوڑ کر سید سلیمان ندوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری و سرسید کی پیروی کرنا جن میں سرے سے بعض معجزات اور کرامات کے قائل نہیں اور بعض تقلید ائمہ سلاسل اولیاء اللہ کے بجائے نیچری یا وہابی ہاں کہاں تک زیبا ہے ۔ ہمارے مسلم بھی صحابہ وائمہ وسلف صالحین ہیں ۔ سید سلیمان ندوی و مولوی ثناء اللہ امرتسری سرسید علی گڑھی ہمارے مسلم بزرگ نہیں ۔ نہ سلسلہ ان کا کوئی تذکرہ کیا نہ مختار مدعا علیہ نے جرح میں پوچھا ہاں ممکن ہے کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم ہوں تو ان کے قول سے سند لائے ہیں ۔ تفصیل آگے اپنی جگہ ان شاء اللہ آئے گی۔

قول مختار مدعا علیہ ۔

(۲) کیا بعد انبیاء میں سے یا اولیاء امت میں سے کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح معراج ہوئی؟

جواب ۔ اس طرح ہرگز نہیں ہو سکتی نہ کسی کو ہوئی اور جو اسے جیتی جاگتی کسی کو ویسی مانیں تو بھی شرک فی الرسالۃ لازم آئے گا جیسا کہ میری تمہیدی تحریر سے واضح ہے ۔ مختار مدعا علیہ ہی ایک حوالہ پیش کر سکے اور جو مغالطہ دیا ہے۔ وہ آگے اپنے مقام پر آئے گا۔

قول مختار مدعا علیہ ۔

(۳) کیا مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرح معراج ہوئی؟

جواب ۔

یقیناً لکھا ہے ۔ مختار مدعا علیہ ان کے تنخواہ دار ہوتے یا ان کے اَتباع و پیرو ہونے کی وجہ سے نظر آفت اس میں میرا کیا قصور ہے ۔

حوالہ مکرر پیش ہے ۔

”سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا .... میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگترین مقام ہے ۔ جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے ۔ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے ۔“ ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۲۲ ملاحظہ ہو کر معراج جسمانی کو کشف قرار دے کے اسی قسم یعنی معراجی کشفوں میں آپ اپنے آپ کو صاحب تجربہ فرماتے ہیں ۔

قول مختار مدعا علیہ ۔

”پہلی بات کے متعلق خود مختار مدعیہ نے سرسید احمد خان صاحب کو مسلمان سمجھتے ہوئے اور ان کے نام کے ساتھ علیہ الرحمۃ کا فقرہ استعمال کرتے ہوئے جو بزرگان دین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اقرار کیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کے منکر تھے اور اسے رؤیا مانتے تھے جیسا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں صریح طور پر لکھا ہے اگر ہماری یہ رائے صحیح

ہو۔ اور ابن عباس نے عین کا لفظ رؤیا کے ساتھ اسی مقصد سے بڑھایا ہے کہ رؤیت بیداری یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی شمار اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل ہوتے ہیں مگر ہم اس گروہ میں نہیں ہو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم نہیں کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب ہی ماننا لازم ہے (تفسیر سید احمد صفحہ ۱۰) جب مختار مدعیہ کے نزدیک سر سید احمد خاں معراج جسمانی کے منکر ہو کر صرف مسلمان نہیں بلکہ ایک بزرگ مسلمان ہیں جو رحمۃ اللہ علیہ کے مستحق ہیں تو وہ کسی بنا پر کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج اور محمد تنہا دین کے منکر کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ مگر وہ اس کے نزدیک حق تعالی اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود و مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا ہے در تیم توسیعوں کی بنا پر ضروری تھا کہ زمانہ کے مولوی حسد اور تعصب کی وجہ سے انہیں کافر ومرتد کہتے ہیں۔ الخ

یہ پچھے لفظ حسب ضابطہ مسل سے کاٹنے کے لائق ہیں جن پر خصوصیت سے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہوں

الجواب

جواب میں کوئی دلیل پیش کرنی ہے دلائل تو ظاہر پیش کئے ہیں جو پیش کرنا صرف سر سید احمد صاحب کا تذکرہ پر ختم کرے۔ اس کی غلط فہمی اور ناکار مدعا علیہ کا ان کے حق علیہ الرحمۃ کے استعمال کرنے کو دلیل سمجھنا منکر معراج ہونا مفید ہو واضح ہونا چاہیے کہ یہ دلیل نہ قرآن کی ہے۔ نہ حدیث کی نہ قول سلف نہ ائمہ ہدی کی۔

سر سید احمد صاحب ہرگز کوئی مذہبی پیشوا نہیں بلکہ ایک دنیا دار نیچری خیال کے آدمی ہیں جو معراج جسمانی معجزات نبوت و کرامات و انبیاء اولیاء وجود ملائکہ جن و شیاطین بلکہ کتنے امور دینیہ میں تاویلات کرتے ہیں۔ اور صحابہ کرام اور عامہ مسلمین کی طرح قائل نہیں پس سر سید کی تحقیق دینی معاملہ میں اور ان کی تفسیر اللہ کی مراد بیان کرنے میں محض غلط ہے ان کی رائے کسی پر حجت نہیں۔ باقی علیہ الرحمۃ کا لفظ مسلمہ بزرگان دین کے ساتھ مخصوص نہیں ہر شخص اپنے والد استاد اپنے بزرگ زندہ کو صاحب وغیرہ اور مدظلہ دام برکاتہ اور مردہ کو مرحوم اور رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ کہتا ہے جیسے ہم بھی مولانا محمد علی مرحوم ان کو ان کی بزرگی اور مسلم ہونے کا اقرار نہیں اسی طرح علیہ الرحمۃ اور رحمۃ اللہ علیہ بھی عربی زبان میں مرحوم ہی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ذرہ کا فرق نہیں۔

اول تو سر سید احمد خاں نے مرض الموت میں ان تمام خلاف شرع عقائد سے رجوع کر لیا اور ان تاویلات پر ندامت و معذرت پیش کی ہے۔ جس کے واسطے تصفیۃ العقائد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جس میں ان کی خط و کتابت کا ذکر مفصل چھپا ہے۔ اور سیر الروایات میر شاہ خاں صاحب رحمۃ اللہ کی ملاحظہ فرمائی جائے اور خیر اپنے مسلک اکابر سے بھی ان کے رجوع کی مظہر روایت سنی ہے لہذا مجھے حق ہے کہ انہیں مسلمان سمجھ کر مرحوم اور اس قسم کے الفاظ سے یاد کروں مگر مسلمان ہونا اور چیز ہے اور مسلم ہونا اور چیز اگر مرزا صاحب کی ان کفریات سے کوئی توبہ اور ان سے رجوع مختار مدعا علیہ دکھا

دیتا تو ہم مرزا صاحب کو بھی مرحوم۔ علیہ الرحمۃ وغیرہ اسدی نام والقاب سے یاد کرتے۔

دوسرے یہ کہ سرسید احمد صاحب مرحوم کی سمجھ میں نہ آیا اور اپنی غلط فہمی سے معراج جسمانی کے قائلین سے علیحدہ ہو گئے مگر کسی قسم کی گستاخی یا شرکت فی الرسالۃ کا ارتکاب نہ کیا۔ جیسا کہ ان کی دوسری تصانیف تفاسیر احمدیہ وغیرہ سے واضح ہے۔

نیز یہ عبارت ضرور ملاحظہ ہو۔ اور خصوصیت سے طرز خطاب میں لحاظ ادب۔

(تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷)

کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی گستاخی بارگاہ نبوۃ کی ملاحظہ ہو۔

"سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا"

تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام)۔

جسم کو کثیف کہہ کر اس کی معراج نہ ماننا اور اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل اگر "ہماری یہ رائے صحیح نہ ہو اور ابن عباس نے جیں کا لفظ رویا کے ساتھ کسی مقصد سے بولا ہے کہ رویا سے رویت یا تعین فی الیقظہ مراد ہے تو وہ بھی منجملہ اس گروہ کے ہوں گے جو معراج فی الیقظہ کے قائل رہے ہیں مگر ہم اس گروہ میں ہیں جو واقعہ معراج کو حالت خواب میں تسلیم کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک خواب میں ماننا لازم ہے (تفسیر سرسید صفحہ ۱۰۷) کس قدر تہذیب اور ادب سے لکھ رہے ہیں اور مرزا صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سیر معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا تا اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۲۳)

معراج پاک جیسے کشفوں میں بارہا صاحب تجربہ بننا کس قدر کھلی ہوئی گستاخی نا قابل عفو جرم ہے۔ پس میں نے یہ عرض کیا کہ مدار اعتراض اس مشارکت پر ہے۔ صرف جسمانی اور روحانی پر نہیں اور سرسید کو یہ نہیں سوجھا بلکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کوئی ثانی و شریک وسہیم نہیں سمجھتے۔ ان کی دوسری تصانیف و مضامین ملاحظہ ہوں۔

لہٰذا مرزا صاحب اس توہین اور شرکت فی الرسالۃ اور اس کے توبہ نہ کرنے کی وجہ سے لا الہ الا اللہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ پر ایمان دار نہ رہے۔ بخلاف سرسید صاحب کے کہ اولاً کوئی گستاخی نہیں دوسرے آخر میں ان سب سے رجوع کیا ہوا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"دوسری بات کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ فریق مخالف کے ایک مسلم عالم کی تحقیق بیان کردوں علامہ سید سلیمان

مسلم میں کرنے کے مقابل کسی مسیح موعود مہدی مسعود کی بات معتبر نہیں چونکہ یہ بالاتفاق قریش ہیں اور قریش کے متعلق ارشاد ہے ۔

اب خلاصہ تفسیر سورۃ قریش کا یہ ہوا کہ قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں ۔ کہ الفضل للمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے ۔ خواہ امت میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود الخ

(الفرقان مولوی احسن امروہی صفحہ ۸)

اب اس کے بعد مختار مدنا علیہ کو مرزا صاحب کو بھی ان کے مقابل حوالہ نہ دینا چاہیئے ۔ چہ جائے کہ سید سلیمان ندوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری و سرسید وغیرہ ۔

عبارت سیرت النبی ۔

"صحیح بخاری صحیح مسلم مسند ابن حنبل اور حدیث کی دیگر کتابوں میں جن میں معراج کے سلسل اور تفصیلی واقعات درج ہیں ان سب کو یک ساتھ پیش نظر رکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ ان روایتوں کے الفاظ یا خواب و بیداری دونوں پہلوؤں میں سے خاموش ہیں یعنی ان میں مطلقاً اس کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ خواب تھا یا بیداری اور بایہ کلاں میں خواب منام اور رؤیا کی تصریح ہے بخاری و مسلم و مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی روایت میں جو شریک کے واسطہ سے بہ تصریح تمام مذکور ہے کہ یہ واقعہ آنکھوں کے خواب اور دل کی بیداری کی حالت میں پیش آیا۔"

الجواب

چونکہ سید صاحب نیز شبلی صاحب صرف مورخ تھے محدث نہ تھے اس لیے احادیث اور تطبیق میں سخت غلطیاں کی ہیں ۔ خود اسی سیرۃ النبی میں بخاری شریف کی حدیث بدر پر ناواقفی سے بدر صغریٰ کو بدر کبریٰ پر قیاس کر کے تنقید و تبصرہ کر کے انکار کر دیا ہے جس پر محدثین نے گرفت کی ہے اور بھی احادیث کے متعلق غلطیاں کی ہیں جس کے واسطے تقریر بخاری شریف حضرت سید انور شاہ صاحبؒ ملاحظہ ہو ۔ (جدید حوالہ)

یہی دیکھ لیا جائے کہ راوی شریک کی روایت کو معیار اور مدار ٹھہرایا ہے ۔ حالانکہ اس حدیث کے متعلق حضرت علامہ محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں ۔

"قد جاء فی روایۃ شریک فی هذا الکتاب اوهام انکرها علیه العلماء فقد نبه مسلم علی ذلک بقوله فقدم و اخر و زاد و نقص منها قوله الخ

(شرح مسلم نووی صفحہ ۹۱)

یعنی معراج کی روایت جو شریک نے کی ہے ۔ اس میں بہت اوہام ہیں جن پر علماء نے سخت اعتراض کیا ہے امام مسلمؒ

نے مسلم شریف میں اس پر تنبیہ کی ہے۔ کہ ان بزرگ نے اسی روایت میں تقدیم و تاخیر اور کمی و زیادتی کر ڈالی ہے۔ پھر لگے تفصیل میں یہ تمام امور انہیں غلطیوں میں شمار کئے ہیں جن میں سید صاحب معیار حل احادیث فرما چکے ہیں" اس سے ملاحظہ فرمائیں کہ جس حدیث میں محدثین اوہام بتائیں اسی کو معیار قرار دینے والا حدیث کے متعلق کیا فیصلہ دے سکے گا۔

تحقیقی جواب

اب ان متعارض احادیث کی تطبیق مجھ سے سنیئے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۳۴ معراجیں ہوئی ہیں جن میں ایک معراج جسمانی ہے جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی ہے باقی (۳۳) روحانی ہیں پس جن روایات میں فاستیقظ وغیرہ کے الفاظ ہیں روحانی یا منامی پر دلالت کرنے والے ہیں گو سطح ظاہری ایک جیسی اور روایات میں الفاظ راویوں کے متشابہ اور مختلط ہو گئے ہوں۔ اور جہاں جہاں جسمانی کی تصریح کی ہے وہ سب اسی ایک معراج جسمانی کے متعلق ہے۔ جس پر قریش نے انکار کیا اور ابو جہل تکذیب کر کے ابو جہل اور سیدنا ابو بکر تصدیق کر کے صدیق اکبر بنے یہ اپنی توجیہ نہیں بلکہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرانی اور امام الصوفیہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے ملاحظہ ہو کتاب الیواقیت والجواہر ج ۲ صفحہ ۳۵ بحث ۳۴) حوالہ اوپر مفصل نقل ہو چکا۔

تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے الہام و اقوال کی تطبیق کے واسطے بڑی بڑی نادر الوجود کتب تلاش کی جائیں اور سرکار دو عالم سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال باقی رکھنے اور ناموس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے واسطے اپنے مسلم بلکہ مسلم فریقین بزرگ کی کتاب تک نظر انداز کر دی جائے۔ فیا سرتاہ۔ اس مختصر تقریر سے احادیث حضرت ابو بکر رضؓ انس بن مالک، مالک ابن صعصعۃ الانصاری رضؓ وغیرہ کے کس قدر حوالے مسند، محمد بخاری وغیرہ سے آئے تھے سب کا جواب آگیا تفصیل آگے آئے گی۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

قول سید سلیمان ندوی بحوالہ مختار مدعا علیہ۔

" دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے جس میں ابو سعید خدری رضؓ کے واسطے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سو رہا تھا ایک آنے والا (جبرئیل) آیا اور اس نے مجھے آ کر اٹھایا اور میں اٹھا۔ اور اس کے بعد واقعہ معراج کی تفصیل ہے۔ لیکن اس کا دوسرا راوی جو تھا دروغ گو اور ناقابل اعتبار ہے اور اس میں جو منکر اور غرائب امور بیان کیے گئے ہیں وہ سرتاپا لغو ہیں"

جواب

اس کے راوی کو دروغ گو اور ناقابل اعتبار کہنا ایک شخص کی رائے ہے کسی امام جرح و تعدیل کا فیصلہ نہیں دوسرے محدثین کے نزدیک وہ راوی قابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال وغیرہ جہاں اس راوی کے متعلق تمام اقوال توثیق و تعدیل

منقول ہیں پھر دوسرے صحیح صریح احادیث اس کی مؤید ہیں چونکہ اس روایت سے صریح سید صاحب کے مدعا کے خلاف نکلتا تھا کہ خود جبرئیل نے مجھے بیدار کیا اور میں اٹھا اس لیے اسے مجروح قرار دیا اور اس سے زیادہ منکر جس روایت شریک راوی ہیں تھے اسے حل احادیث کا معیار بنانے کو ترجیح ہے۔ حبذا انشائے لطیف و نیز صد۔ باقی اس میں معراج کے واقعات کو غرائب امور اور سرتاپا رنگ و روغن بنانا یہ دیکھی تجربہ ہے کہ عقل میں نہ آئے تو ان سے انکار کرنے لگے اور ایک اصول جمالاؤ ان کا یہ بھی خلاف ہے کہ ان کے نزدیک درایت و عقل روایت و نقل پر مقدم ہے۔ یہ تو اصول یورپ کی تاریخ نویسی کا ہے۔ اور ہمارے نزدیک صحیح نقل سے ثابت ہو جائے خواہ ہماری ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے اسے درست مانیں گے کیونکہ روایت نقل صحیح درایت و عقل کی کسوٹی پر مقدم اور افضل ہے۔

قول سید صاحب

"ابن اسحاق نے سیرۃ میں اور ابن جریر طبری نے تفسیر سورۂ اسراء میں حضرت حسن بصری سے اس قسم کی روایت کی ہے کہ میں سو رہا تھا کہ جبرئیل نے پاؤں ہلا کر مجھے اٹھایا الخ لیکن اس کا سلسلہ حسن بصری سے آگے نہیں بڑھتا۔"

جواب

سید صاحب کو معلوم نہیں کہ جس سند سے جو سلسلہ آگے نہیں بڑھتا اس کے واسطے حضرت حسن بصری نے قاعدہ بتلایا ہے کہ میں جہاں کہیں یہ کہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا وہاں مراد یہ ہے کہ یہ روایت بواسطہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہے میں ایسے زمانہ میں ہوں کہ ان کا نام ناحق زبان پر نہیں لا سکتا مراد زمانہ حجاج ظالم ہے تو حضرت علی کا نام لیے بغیر نقل کرتا تھا۔ ملاحظہ ہو خلاصۃ التہذیب صفحہ حاشیہ اور اتحاف الفرقہ بوصل الفرقہ للسیوطی صفحہ ۳۔

پس اصل سند یوں ہی کہ ملاء سلسلہ صوفیاء کرام حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء مولا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے اور وہ روایت کرتے ہیں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس سے صحیح سند اور کیا ہو سکتی ہے کوئی علم حدیث سے واقف نہ ہو اس کا کیا علاج۔

قول سید صاحب بحوالہ مختار مدعا علیہ

بہر حال جیسا کہ پہلے ہم نے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں میں بیداری متعلق خواب و بیداری کی تفصیل نہیں اور یا خواب و بیداری کی درمیانی حالت کی تصریح ہے سیرت ابن ہشام اور تفسیر ابن جریر طبری میں محمد بن اسحاق کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ سے دو روایتیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ بند گوار معراج کو روحانی اور یا بیداری صراحۃً کہتے ہیں صفحہ ۳۹۳ و ۳۹۴ پھر لکھتے ہیں کہ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں بدکیا ہے .... تا ..... الحسن البصری و نحو ذلک الخ

حضرت عائشہ رضہ و معاویہ رضہ سے یہ نقل کیا ہے کہ دونوں نے کہا ہے کہ معراج میں آپ کی روح لیجائی گئی اور آپ کا جسم گم نہیں گیا یعنی وہ اسی دنیا پر اپنی جگہ پر موجود تھا اور حسن بصری رضہ سے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔"

الجواب

چونکہ سید صاحب کی عقل میں معراج کا واقعہ نہیں آتا اس لیے جو بھی روایت کے نام سے صحیح غلط ملے مگر ان کے مدعا کے لیے ٹھیک ہو وہ ان کے قائم کردہ عقلی معیار پر صحیح ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت عائشہ رضہ کا قول کہ "ما فقدت جسد رسول الله صلی الله علیہ وسلم لیلة المعراج" کہ شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر میں نے گم نہ کیا یعنی بستر پر موجود تھا۔ اور یوں ہی قول حضرت معاویہ اور حسن بصری رضہ نقل کرتا ہوں مفصل جواب ملاحظہ ہو۔

قول سیدہ عائشہ رضہ

مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام میں معراج جسمانی پر اور تمام صحابہ کرام رضہ کا اتفاق نقل کیا ہے اور صرف حضرت عائشہ رضہ کو مستثنیٰ کرتے ہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو کہ۔

باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا لیکن حضرت عائشہ رضہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں۔

(ازالہ اوہام کلاں ص۱۱۹ کلاں خورد صفحہ ۲۰۲)

دوسرا حوالہ

"اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہ ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسم کے ساتھ بیت المقدس پر گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رویا صالحہ تھے۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۱۲۱ صفحہ ۲۹۲)

ان دونوں عبارتوں میں مرزا صاحب نے معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانے کے متعلق تمام صحابہ کا اعتقاد اور ان کا متفقہ مجمع علیہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے اور صرف جناب صدیقہ رضہ کے قول کا سہارا لے رہے ہیں۔ پس اگر میں نے عقلی و نقلی درایتہ و روایتہ اس کا بے بنیاد ہونا ثابت کر دیا تو مرزا صاحب کے اقرار سے بھی اجماع صحابہ ہو جائے گا جس سے ایک مستثنیٰ نہیں اور بالاتفاق اجماع صحابہ قطعی حجت اور اس کا منکر بلا شبہ کافر ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہا بکر مانج ۳۳

(حدیث عائشہ رضؓ)

باعتبار سند اور روایت تنقید کے یہ حدیث بالکل غلط بلکہ موضوع اور گھڑی ہوئی ناقابل اعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی شرح مواہب مقصد خامس ج ۲ صفحہ ۳۔

وجد بخطها هذا انس بأشاعت عوره ألمعاني عنه من العلة القادحة وفي سنده من انقطاع ومجهول وقال ابن دحية في التنوير انه حديث موضوع عليها وقال في معراجه الصغير قال امام الشافعية ابو العباس ابن سريج هذا حديث لا يصح وانما وضع ردا للحديث الصحيح ...... وكان المعراج بجسده وروحه جميعا زرقاني شرح مواہب مقصد ۵ ج ۶ صفحہ ۔

اس حدیث عائشہ رضؓ کو لکھ کر زرقانی شارح مواہب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہرگز ثابت نہیں اس کا متن بھی سخت معلول ناقابل اعتبار ہے اور سند بھی سند میں ایک راوی کا درمیان سے پتہ نہیں رکھ دینہ ار تھا یا بے دین) ایک مجہول راوی ہے (نہیں معلوم معتبر ہے یا غیر معتبر) امام ابن دحیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یقیناً موضوع اور گھڑی ہوئی ہے امام شافعیہ امام ابو العباس ابن سریج فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بالکل غلط ہے اور صرف معراج جسمانی کی اعلیٰ صحیح حدیثوں کو رد کرنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے بہرحال معراج جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی" زرقانی ج ۲ صفحہ ۳۔

اتنے بڑے بڑے مسلم ائمہ حدیث کا یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت عائشہ کی حدیث ان سے ثابت ہی نہیں صرف بدینوں کا اختراع و ایجاد ہے۔

صحیح حدیث حضرت عائشہؓ اس کے خلاف ہے

اخرج الحاكم وصححه وابن مردويه والبيهقي في الدلائل عن عائشة رضؓ قالت لما اسري بالنبي صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك فارتد ناس ممن كانوا آمنوا به وصدقوه وسعوا بذلك الى ابي بكر ...... فقال نعم اني اصدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السماء في غدوة او روحة فلذلك سمي ابو بكر الصديق۔

(در منثور ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۳۸)

حضرت عائشہ رضؓ سے با سند صحیح حاکم ابن مردویہ بیہقی نے روایت کیا کہ جب معراج کی صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معراج ذکر فرمایا تو بہت سے لوگ (یا وہ کرکے) مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس دوڑ کر پہنچے کہ تمہارے دوست (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں ...... (آخر میں ہے کہ) صدیق رضؓ اکبر نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ جب میں اس سے زیادہ مستبعد (از عقل) میں نہ آنے والی آسمانی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں تو اس کی تصدیق کیوں نہ کروں

(جواب و ثبوت)

اول کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ تعیین سنہ معراج میں چودہ کے قریب قابل لحاظ اقوال ہیں اور کافی اختلاف تفصیل -

(۱) قبل نبوت (روایت شریک -)
(۲) نبوت سے ۱۵ ماہ بعد -
(۳) نبوت کے تین سال بعد - قول ابن اسحاق -
(۴) نبوت کے پانچ سال بعد - قول امام زہری -
(۵) مکہ اور قبائل میں اسلام شائع ہو چکا تھا (ابن اسحاق)
(۶) ہجرت سے ۶ ماہ قبل ۸ ماہ - ۱۱ ماہ - ۱۲ ماہ - ۱۴ ماہ - ۱۵ ماہ - ۱۷ ماہ - ۱۸ ماہ قبل اشدہ اقوال یہ ہیں لیکن تیرہ تو یہ ہوئے ۱۴ سال قبل -

(فیصلہ)

باوجود اس اختلاف کے مسئلہ کمزور نہیں ہو سکتا کیونکہ جانچنے کا صحیح معیار موجود ہے یہ غلط ہے کہ اختلاف کسی مسئلہ کو کمزور کرتا ہے بلکہ اکثر پرکھنے اور پڑتال کا موقع نکل آتا ہے اور حق واضح سے واضح تر ہو جاتا ہے - ورنہ ناقابل الفت اختلاف تو وجود باری تعالی - نبوت رسالت جنت دوزخ قیامت سبھی میں ہے -

پہلی روایت شریک بالکل غیر معتبر ہے خصوصاً اس کا یہ فیصلہ کہ معراج پاک آپ کے نبی ہونے سے قبل ہوئی -

(نووی شرح مسلم صفحہ ۹۱)

دوسرا اور تیسرا قول بھی روایۃ و درایۃ نہیں آگے معلوم ہوگا نیز ملاحظہ ہو نووی صفحہ ۹۱ چھٹے قول سے جو دو ہوں تک علاوہ روایۃ کمزور ہوں گے اس لیے بھی ناقابل قبول ہیں کہ محدثین میں کسی کو بھی اس امر میں اختلاف نہیں کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کے ساتھ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد پڑھی ہے اور ان کی وفات ہجرت سے تین بلکہ پانچ سال قبل ہوئی ہے ملاحظہ ہو نووی صفحہ ۱۹ -

پس اب صرف قول سالم رہ جاتے ہیں -

(۱) نبوت کے پانچ سال بعد قول زہری -
(۲) اسلام مکہ اور قبائل میں پھیلنے کے بعد اور دونوں کا ماحاصل ایک ہی ہے کیونکہ تین سال تو تبلیغ کا زیادہ موقع ہی نہ

تھا اب معہ اہل و عیال شعب بن طالب میں محصور تھے اور آپکا مکمل بائیکاٹ تھا چوتھے سال سے تبلیغ کافی شروع ہوئی اور پانچویں سال اکثر قبائل میں اسلام پہنچ گیا۔

فیصلہ

امام زہری کے صحیح قول کے موافق معراج ۵ھ نبوی یعنی نبوت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

پیدائش حضرت عائشہ رضؓ

ام المومنین حضرت صدیقہ رضؓ کی ولادت ۵ھ نبوی کے بعد یعنی پانچویں سال نبوت کے ہے ملاحظہ ہو زرقانی بروایۃ طبقات ابن سعد) نیز اس کی تصریح سیرۃ النبی شبلی میں بھی ہے جو خود مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ ہے۔
پس سنہ معراج اور ولادت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ہی یعنی پانچواں سال نبوت ۵ھ نبوی رہا۔ اب عدالت خود ہی غور فرمائے کہ چند ماہ کی بچی تن کا ہنوز کوئی دربار رسالت سے خصوصی تعلق نہیں نہ وہاں شب باشی ہے نہ کچھ سمجھ مگر فرما رہے ہیں کہ معراج کی شب میں نے جسم مبارک کو بستر ہی پر پایا۔ پس یہ قول روایۃ و درایۃ کسی طرح بھی درست نہیں۔ لہٰذا فیصلہ بہرحال تمام صحابہؓ کا تسلیم مرزا صاحب نیز عقیدہ اور اسی پر اجماع رہا کہ معراج جسمانی یعنی جسم سمیت آسمان پر جانا ہوا اب تو اس کے منکر کا کفر بلا شبہ و اختلاف ثابت ہو گیا۔

ایک اور گذارش

اگر باوجود ناقابل قبول ہونے کے اس قول کو کوئی تسلیم بھی کر لے تو پھر یہ معراج جسمانی کے سوا کوئی اور (۳۳) روحانی معراجوں میں ہوگی کیونکہ اس قول و تحقیق کے لائق وہ ہجرت کے بعد ہوئیں اس وقت روحانی معراجیں متعدد ہوئی ہیں۔

حضرت صدیقہ کے مقابل ان کے والد بزرگوار کا صحیح فیصلہ

تعجب ہے کہ مرزائی یا دوسرے منکرین معراج ایک موضوع قول چند ماہ کی بچی کا لیکر آڑ پکڑتے اور اسے حجت بناتے ہیں مگر خاندان قریش کے رکن رکین تمام امت سے افضل صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار جناب صدیقہ رضؓ کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبرؓ کے صاف اور صریح قول کو نظر انداز کر دیتے ہیں ملاحظہ ہو در منثور بحوالہ سابق۔
اخرجہ البزار و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویۃ و البیھقی فی الدلائل وصححہ

عن شداد ابن اوس قلنا یا رسول اللہ کیف اسری بک ۔۔۔ الی ان قال ابوبکر یا رسول اللہ این کنت اللیلۃ فقد التمستک فی مکانک الخ یعنی شداد ابن اوس سے

باسناد صحیح مروی ہے کہ شب معراج کی صبح کو جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو رات بہت تلاش کیا مگر حضور (بستر پر) نہ تھے اس پر فرمایا کہ مجھے رات معراج ہوئی الخ۔

(در منثور ابن کثیر ج ۶ صـ۲)

شفاء قاضی عیاض ج کے صفحہ ۸۷ پر ہے۔

" عن ابی بکر بروایت شداد بن اوس انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ طلبتک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ فی مکانک فلم اجدک فاجابہ ان جبریل حملہ الی المسجد الاقصی الخ "

یعنی صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شب گذشتہ حضور کو حضور کی جگہ پر تلاش کیا آپ موجود نہ تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس اور آسمان پر لے گئے تھے" الخ۔

(شفاء شریف صـ۸۷)

ملاحظہ فرمائیں اتنی وضاحت ترک کر کے موضوعات کو حجت بنانا ہیرا پھیری نہیں تو اور کیا ہے یہ فیصلہ صدیق اکبر مختار مدعا علیہ بلکہ تمام مرزائیوں کو مسلم ہونا چاہیئے کیونکہ صدیق اکبر صرف قریشی بلکہ مایہ ناز قریش اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب امت سے افضل ہیں

اور قریش کے متعلق ان کے مسلم بزرگ جن کی شان میں مرزا صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔ حبی فی اللہ مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی مہتمم مصارف ریاست بھوپال۔

مولوی صاحب موصوف اس ناچیز سے کمال درجہ کا اخلاص و محبت اور تعلق روحانی رکھتے ہیں ان کی تالیفات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ لیاقت کے آدمی اور علوم عربیہ میں فاضل ہیں بالخصوص علم حدیث میں ان کی نظر بہت محیط اور عمیق معلوم ہوتی ہے حال ہی میں انہوں نے ایک رسالہ اعلام الناس اس عاجز کی تائید دعویٰ میں بکمال متانت خوش اسلوبی لکھا ہے جس کے پڑھنے سے ناظرین سمجھ لیں گے کہ مولوی صاحب موصوف علوم دینیہ میں کس قدر محقق اور وسیع النظر اور مدقق آدمی ہیں انہوں نے نہایت تحقیق اور عمدگی بیان سے اپنے رسالہ میں کئی قسم کے معارف بھر دیئے ہیں ناظرین اس کو ضرور دیکھو"

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۱۱ و ۳۲۰)

فیصلہ مولوی احسن امروہی

قریش بالضرور تمام دینیات میں متبوع اور مقتدا ہیں کہ والفضل ظلمتقدم اور سائر امت مرحومہ ان کے تابع ہے تو امت
میں کوئی خلیفہ رسول کا ہو یا امام ہو یا مجدد ہو یا مہدی ہو یا مسیح موعود ہو"
پس اس حدیثِ قیس کے مقابل مرزا صاحب کا قول بھی ناقابل التفات ہے کو وہ بزعم خود مہدی و مسیح موعود کیوں نہ
ہوں چہ جائیکہ سید نذیر حسین دہلوی و مولوی ثناءاللہ و سر سید وغیرہ۔

تنقیح نمبر دوم

اس کی تحقیق میں بحوالہ طبقات ابن سعد وزرقانی گزر چکا کہ حضرت عائشہ رضہ کی عمر بوقت معراج چند ماہ کی تھی مزید
ثبوت کی ضرورت نہیں۔

تنقیح نمبر سوم

اور ثابت ہو چکا نیز مسلم ہے کہ حضرت صدیقہ کی رخصتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آبادی ہجرت کے پہلے سال
ہوئی جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی وہ بیبی وہ آپ کی صحیح معنی میں محرم راز ہوئیں (تفصیل کے واسطے طبقات ابن سعد میں
حضرت عائشہ کا تذکرہ ملاحظہ ہو)

حضرت معاویہؓ کے قول کا جواب

چونکہ مرزا صاحب نے اجماع صحابہ سے صرف حضرت عائشہ کو مستثنیٰ کیا تھا اس لیے اس کے جواب میں اتنی تفصیل
کی گئی باقی حضرت معاویہ رضہ کا معراج جسمانی پر عقیدہ ہونا مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ وہ جسم سمیت آسمان پر شب معراج
جانے کا عقیدہ بلکہ مسلم سے یہی عقیدہ سوائے حضرت عائشہ رضہ کے سب صحابہ کا نقل کرتے ہیں بلکہ اجماع صحابہ بتایا ہے ملاحظہ
ہو ازالہ کلاں صفحہ ۱۱۹ و ۱۲۰ -

پس مرزا صاحب بھی حضرت معاویہ رضہ کو معراج جسمانی کے معتقدین کی فہرست میں منسلک کرتے ہیں -

والفضل ما شهدت به الاعداء

لہٰذا بجائے زیادہ تفصیل کے صرف اجمالاً اس قدر عرض ہے کہ اول تو یہ انکا قول قابل اعتبار سند سے ثابت نہیں
بلکہ مجروح اور ناقابل اعتبار ہے۔ دوسرے شرف نبوی تک تو یہ ایمان نہ لائے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت

حضرت حذیفہ ابن یمان رض کی طرف بھی انکار معراج جسمانی کی نسبت صحیح نہیں حضرت حذیفہ کی تصریح اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے نیز اس نقل کی سند ناقابل اعتبار ہے کسی معتبر محدث نے تصحیح نہیں کی اور شفاء قاضی عیاض صفحہ ۸۶ پر تصریح ہے کہ حذیفہ ابن یمان رض معراج جسمانی بحالت بیداری کے قائل ہیں۔

نتیجہ

تقریر بالا سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جن بزرگوں کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی ہے اولاً صحیح نہیں دوسرے روحانی (۳۲) معراجوں کے متعلق ہے جس میں ہماری گفتگو نہیں اس معراج جسمانی کے متعلق جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی کسی ایک کا بھی سلف صالحین صحابہ و تابعین سے اختلاف ثابت نہیں اور یہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

لفظ رویاء کی بحث

بلا وجہ اس آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس کی تحت ایک حاشیہ کا اضافہ کرکے لفظ رویا کی بحث کا اضافہ کر دیا کہ رویاء کے معنی خواب کے ہیں۔ پھر شہاب تسہیل البیان۔ مجمع البحار حریری وغیرہ کے قطع برید کرکے کچھ حوالے نقل کئے ہیں

الجواب

ہمیں اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جب کہ مخصوص اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رض کا فیصلہ موجود ہے کہ یہ رویا یعنی مشاہدہ معراج کا ہے نہ روحانی و منامی۔

(بخاری باب الاسراء فتح الباری ج ۷ صفحہ ۱۷)

اور چونکہ ابن عباس علاوہ حبر امت اور قرآن کے متعلق تمام امت سے زائد واقف ہو چکے بوجہ اس کے کہ فرشتی ہیں ایسے مسلم ہیں کہ ان کے مقابل دوسرے عالم شہاب حریری وغیرہ کی مہدی مسعود اور مسیح موعود کا فیصلہ بھی قابل اعتبار نہیں ملاحظہ ہو۔ (الفرقان مولوی احسن صاحب امروہی صفحہ ۸)

پھر بھی تبرعاً صرف ایک حوالہ نہایت ہی مستند لغت سے جس میں معہ محاورہ اہل زبان لیا گیا ہے پیش ہے

(حوالہ لسان العرب ج ۱۹ صفحہ ۹)

قال ابن جنی قد جاء الرؤیا فی الیقظۃ قال الراعی فکبر للرؤیا وھش

فؤاده وبشر نفسا كان قبل يلدها ۔۔۔ الخ

امام لغت ابن بری فرماتے ہیں کہ یقیناً رؤیا، بیداری کے مشاہدہ پر بھی مستعمل ہے اور عرب کے مشہور مستند شاعر جاہلی راعی کا شعر سند میں پیش کیا ہے الخ۔ (لسان العرب ج ۱۹ صفحہ ۹)

اب یہ نہ صرف مستند ڈکشنری کا حوالہ ہے بلکہ محاورہ عرب اور شعر بھی معتبر شاعر کا پیش ہے جس کو گواہان مدعا علیہ بھی لغت اور معتبر لغت کہتے ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہان مدعا علیہ ورخہ ۲ مارچ سنہ ۳۲ء

ایک عظیم الشان مغالطہ اور اس کا جواب

علماء اسلام میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہے جو صوفی اور صاحب حال بھی ہے اور محدث اور متکلم بھی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی آپ نے حجۃ اللہ البالغہ میں معراج کی کیفیت ان الفاظ میں لکھی ہے واسری بہ سے لے کر واللہ اعلم تک۔

ترجمہ:۔ آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے ہے بیداری کی حالت میں ہوا لیکن اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے۔ اور جو دونوں عالموں کے احکام کا جامع ہے اس لیئے جسم پر روح کے احکام جاری ہوئے اور روح پر معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر ظاہر ہوئی اور اسی طرح پر واقعات حضرت حزقیل اور موسیٰ علیہم السلام کے لیے ظاہر ہوئے تھے اور اولیاء امت کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں خدا کے نزدیک ان کے درجہ کی بلندی مثل اس حالت کے ہوتی ہے جو رؤیا میں ان کو معلوم ہوئی واللہ اعلم۔ کتنا بڑا عظیم الشان مغالطہ اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ پر سفید جھوٹ اور بدترین بہتان ہے جو نادانی سے نہیں بلکہ دیدہ و دانستہ لگایا گیا ہے اگرچہ ترجمہ میں خیانتیں بھی ہیں مگر میں مختار مدعا علیہ ہی کا پیش کردہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب کے دامن قدس کی صفائی کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

"آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ پہنچایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ اور جہاں خدا نے چاہا اور یہ تمام جسم مبارک کے لیے بیداری کی حالت میں ہوا"

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتنے واضح الفاظ میں تصریح فرما رہے ہیں کہ یہ تمام (واقعہ) جسم مبارک کے لیے حالت بیداری میں ہوا۔ نہ کہ کشف و خواب میں۔ پس کس قدر جرات اور دیدہ دلیری ہے کہ ان کی طرف انکار معراج جسمانی کی نسبت کی جائے اور اتنے عظیم الشان مغالطہ کے بعد مختار مدعا علیہ کی حیثیت عدالت پر پوشیدہ نہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے بکن سے واللہ اعلم تک اپنے مذاق متعلق اس معراج جسمانی کا ایک فلسفہ صوفیانہ

اصول پر بیان فرماتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ عالم ظاہر اور عالم مثال کے درمیان کا ہے جو مقام جامع کہلاتا ہے یہاں جسم پر بھی لطافت طاری ہو جاتی ہے کہ اس پر روح کے احکام یعنی سرعت حرکت رفع الی السماء وغیرہ جاری ہو سکتے ہیں اس مقام میں اس جسم لطیف کی حرکت در سرعت اور رفع الی السماء وغیرہ کوئی مستبعد نہیں جس طرح روح کے متعلق یہ امور مستبعد نہیں۔

پھر ان امور کے جواب سے معائنہ فرمائے نتائج فلسفیانہ بیان فرماتے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ یا وہ بزرگ جن سے انہوں نے نقل کیا ہے خوش فہمی سے تعبیر خواب تجویز کر رہے ہیں بجلنہ یہی فلسفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا حوالہ

مختار مدعا علیہ نے تفسیر ثنائی ج ۵ صفحہ ۲۶ سے دو عبارتیں قطع برید کر کے نقل کی ہیں جس کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری مدعیہ یا ان کے فریق یا کسی دیوبندی عالم کے مستند و مسلم نہیں بلکہ سخت مخالف ہے اور نہ صرف فروعی امور میں بلکہ تقلید جیسے اہم مسئلہ میں یہاں تک مخالف ہے کہ وہ ائمہ کرام کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور سیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کی شان گرامی میں زبان درازی کرتے ہیں ہمارے ان کے مناظرے اختلافات اختلافی رسائل تمام پنجاب و ہندوستان میں شائع و ذائع ہیں ممکن ہے کہ یہ بزرگ مرزائیوں کے مسلم ہوں کیونکہ مرزا صاحب کا وہ مقابل تھے اور مرزا صاحب نے ان کے متعلق آخری فیصلہ میں علان کیا تھا کہ میرے اور ثناء اللہ میں یہ فیصلہ ہے کہ جھوٹا سچے کے آگے مر جائے گا۔ بہر حال ہم پر ان کا قول حجت نہیں ان کی ذاتی رائے ہے۔

نیز اگر غور کیا جائے تو وہ بھی تو یہی فرماتے ہیں "پس ان بزرگوں کے (یعنی شاہ ولی اللہ صاحب) کلام سے جو امر ثابت ہوتا ہے خاکسار اسے مانتا ہے" باقی رہے کسی کی عبارت کا درست ہونا یہ انکی غلطی ہے تو وہ ان کی جماعت اہلحدیث اس تفسیر پر سخت تنقید و تبصرہ کیا ہے۔ وہاں سے ان کے ایمان میں شبہ ہے اس تنقیدی رسالہ کا نام تکفیر ثناء اللہ بجمیع اجزاء مثبت باللہ ہے جس سب ان کی جماعت کو وہ تفسیر خود مسلم نہیں تو ہم پر کیا حجت ہو گی۔

نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس مسئلہ پر سرخی و ہیڈنگ و عنوان ملاحظہ ہو۔

"اسراء اور معراج دو واقعہ الگ الگ ہیں اور یہ دونوں بیداری میں با جسدہ الشریف ہوئے ہیں"۔

پس جب مصنف کا واضح مذہب اس ہیڈنگ سے معلوم ہو گیا تو عبارتیں قطع و برید کر کے مدعا کے خلاف لگانا صریح بہتان ہے اصل یہ ہے کہ سر سید نذیر سلیمان ندوی مولوی ثناء اللہ سے اس کا جواب مرزا صاحب کی طرح نہ بن آیا اور مخالفین کے خوف سے تاویلیں کرنے لگے ہیں کہ مرزا صاحب صاف منکر ہو کر تو ہیں پرانے آئے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"بہر حال اس تمام بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف صالحین میں سے اکابر صحابہ وائمہ نے معراج کو اس جسم عنصری سے تسلیم نہیں کیا"

الجواب

یہ محض غلط اور بہتان ہے تفصیلاً جواب عرض کر چکا تمام صحابہ کا اتفاق عمدۃ القاری اور شفاء شریف سے پیش کر چکا۔

چار عادل شاہد اور پیش ہیں۔

(۱) ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۴۱۔

(۲) نووی شرح مسلم ج ۱ صفحہ ۹۱۔

(۳) ابن جریر ج ۱۵ صفحہ ۱۳۔

(۴) زاد المعاد ج ۱ صفحہ ۳۰۲۔

ہر علامہ عصر حافظ ابن کثیر اور امام نووی محدث اور امام ابن جریر طبری اور حضرت حافظ ابن قیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم تصریح فرماتے ہیں کہ معراج جسم اور روح دونوں سمیت ہوئی اور یہی مذہب تمام سلف صالحین اکابر صحابہ وائمہ متقدمین و متأخرین کا نقل فرمایا ہے۔ جس کے بعد یہ رکیک تاویلات مختار مدعا علیہ قابل التفات بھی نہیں۔

اور مرزا صاحب بھی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام صحابہ کا متفقہ اجماعی عقیدہ یہی نقل کرتے ہیں کہ معراج جسم سمیت ہوئی (ازالہ کلاں صفحہ ۱۳۱ و ۱۱۹) حوالہ مع اصل عبارت گزر چکا اور حضرت عائشہؓ کے قول کی بھی حقیقت واضح ہو چکی پھر مختار مدعا علیہ کا یہ قول مذکورہ بالا محض غلط اور بلا دلیل ہے۔

انبیاء سابقین،

دیگر انبیاء کی معراج روحانی جو سیرۃ النبی ج ۳ صفحہ ۲۷۱ اور صفحہ ۲۷۲ سے نقل کی وہ بالکل غیر متعلق ہے ہم خود علاوہ ایک معراج جسمانی کے اور آنحضرتؐ کے واسطے بھی روحانی مانتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دوسرے حوالے

حمامۃ البشریٰ وغیرہ سے جو حوالے مرزا صاحب کے گول مول ذو الوجوہ پیش کئے ہیں وہ بے سود ہیں کیونکہ اُن میں تو بعد خاتم النبیین مدعی نبوت پر لعنت بھیجنے اور دعویٰ نبوت کو کفر اور اپنے کو نبی ماننے والوں کو دجال کہتے ہیں اور پھر یہ

سب امور جزو ایمان ہوگئے لہٰذا اس کا کیا اعتبار ہے جس نے تو صریح توہین اور انکار کا قول ازالہ اوہام کا پیش کیا ہے جو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے جبھی تو وہ یہ بہتان نکار معراج جسمانی بزرگوں پر باندھ رہا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز اجمیری ؒ

قول مختار مدعا علیہ۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

گرچو احمد در شب معراج وصل	از حرم تا صوب اقصیٰ می روم
از زمین تا سدرہ و از سدرہ بعرش	بر براق برق آسا می روم
از فلک بگذشت و از انس و ملک	از دنیٰ سوئے تدلیٰ می روم
قاب قوسین است و او ادنیٰ حجاب	بے حجب تا حق تعالیٰ می روم

(دیوان خواجہ معین الدین چشتی صفحہ ۴۵)

نور جسمت آن مجسم گشتہ در ذات نبی	ہمچو نور ماہ کز خورشید کردست اکتساب
نقرہ خنگ چرخ را از مہ کشیدہ زیب لگام	در شب اسرا چو آوردیا ہے ہمت در رکاب

ستر ما اوحیٰ نگنجد در ضمیر ہیچ کس (م۔۵ کشف اسرار ازلی کے کند ام الکتاب

دیوان معین صفحہ ۵ نیز صفحہ ۶۰ بھی ملاحظہ ہو)

گر عروج جان معین بایدت بہر تا فلک | در رکاب خواجہ لولاک می باید شدن (دیوان معین ص ۵۹)

باوجودیکہ یہ دیوان صرف حضرت خواجہ غریب نواز ؒ کی طرف منسوب ہے ورنہ دراصل یہ ملا معین الدین کاشفی مصنف معارج النبوت کا ہے جیسا کہ المعارف میں سید سلیمان ندوی نے اس پر کافی تنقید کی ہے مگر میں اسے تسلیم کر کے جواب پیش کرتا ہوں۔

الجواب

اس حوالہ کے نقل میں اگر مختار مدعا علیہ خیانت و قطع و برید نہ کرتا تو ہرگز یہ شبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا بہر حال اس کا پہلا جواب یہ ہے۔

(۱) خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ "ہمہ اوست" اور وحدۃ الوجود کے صوفی مشرب بزرگ ہیں جس پر اسی دیوان کے مندرجہ ذیل اشعار دلیل ہیں

یکے کہ عاشق و معشوق خویشتن ہمہ اوست	حریف خلوت و ساقی انجمن ہمہ اوست

یعنی ہم تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس نے معراج جسمانی کا بیت المقدس تک کا انکار کیا وہ ضرور کافر ہو جائے گا۔ پھر یہاں تین امور ہیں اسراء۔ معراج۔ اعراج۔ اسراء جو مکہ سے بیت المقدس تک ہے اس کا انکار تو معتزلہ بھی نہیں کرتے اور جو انکار کریگا کافر ہوگا کیونکہ آیت قرآنی سے نصاً وصراحتاً ثابت ہے۔

(۲) و فی کتاب الخلاصۃ من انکر المعراج ینظر ان انکر المعراج فمن مکۃ [illegible]

(شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مطبع [illegible] شاہدرہ)

تقریباً مضمون سابق کی طرح منکر معراج جسمانی پر کفر کا فتویٰ خلاصہ سے نقل کر کے اس پر دلائل پیش کئے ہیں۔

بس دو شاہد عادل تمام شہادت کے لیے کافی ہیں ؎

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ

دو اشک بھی بہت ہیں جو کچھ اثر کریں   ابو الوفاء

گو سب ملا ایک حد تک اجماعی رنگ میں ہیں مگر مفتی مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور لگا دیا کہ

"در کر معراج کے واقعات پر بھی غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالم اعیان کا واقعہ نہیں ہو سکتا۔"

الجواب

معراج پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف کے ساتھ بیت اللہ شریف سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں پر ہوتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور پھر عرش اور لامکان تک پہنچنا چونکہ مدعا علیہ کے نزدیک خلاف واقعہ ہے اس کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا مگر بذریعہ کشف یا خواب کے عالم اعیان میں جسم کے ساتھ یہ واقعہ ہو۔

مگر مرزا صاحب کا ابن مریم بننے کے واسطے پہلے مریم کے رنگ میں پیدا ہونا پھر حاملہ ہونا پھر درد زہ کی شدت سے دس ماہ بعد سے کھجور کے نیچے جانا اور پھر اپنے سے تو دہی پیدا ہو جانا اور پھر ان کا مریم اور ابن مریم دونوں بن جانا آپ کے قیاس و عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی نظم صفحہ ۳۳۶)

آنکہ گویند ابن مریم چون شدی   ہست او ناقل ز راز ایزدی

آن خدائے قادر و رب العباد   در براہین نام من مریم نہاد

مدتے بودم برنگ مریمی   دست ناداده به پیران زمی

ہمچو بکرے بانجم نشو و نما   از رفیق راه حق نا آشنا

بعد ازان آن قادر و رب مجید   روح عیسیٰ اندران مریم دمید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیان   زاد زان مریم مسیح این زمان

فلسفہ قدیم یونانی

کیونکہ فلسفہ قدیم میں یہ امر مسلم ہے کہ جتنی دیر میں آفتاب کی ٹکیہ تمام قرص شمس طلوع ہوتا ہے (جو چند منٹ اور دقیقہ کا وقت ہے) اتنی دیر میں فلک الافلاک فلک اعظم جو اعظم ترین مخلوقات سے ہے پانچ لاکھ پندرہ ہزار چھ سو (۵۱۵۶۰۰) فرسخ مسافت قطع کرتا ہے جس کے (۱۵۴۶۸۰۰) پندرہ لاکھ اٹھاون ہزار آٹھ سو میل ہوتے (روح المعانی ج سوم صفحہ ۱۷۴) پس اتنے بڑے تمام مخلوق سے وزنی جسم کی اس قدر سرعت حرکت مستبعد نہ ہو اور سید الاولین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم لطیف کو کثیف بنا کر سرعت حرکت کے استبعاد پر معراج جسمانی کو ناممکن اور غلط کہا جائے

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

فلسفہ جدید اور سائنس

فلاسفہ جدید اور سائنس دانوں میں یہ مسلمہ اصول ہے کہ ایک ساعت میں برقی بجلی زمین کے گرد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ زمین کے گرد چکر لگا کے اپنی اصلی جگہ پر پہنچ جاتی ہے پھر براق سوار کے متعلق کیا استبعاد ہے مولانا گرامی فرماتے ہیں ؎

قضا اگیرد قدر گیرد ازل گیرد ابد گیرد	رکابش را عنانش را عنانش را رکابش را
سوار برق شد ماہے فلک آمد عناں گیرش	رکابش بوسہ بر باند ملک بوسہ رکابش را

یہ قرآن کے واسطے درمیان میں اختصاراً پیش کر دیں جو عقلی دلیل کے دلدادہ ہیں باقی خدا پرستوں اور موحدین کے واسطے قرآن پاک کی صرف ایک آیت کافی ہے

وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھٰذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر ومن شکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان ربی غنی کریم

ملکہ بلقیس کے تخت منگانے کی سیدنا سلیمانؑ نے ضرورت محسوس فرمائی تو ایک جن نے دربار کے برخاست ہونے کا وقت نصف دن مانگا مگر ان کے وزیر آصف ابن برخیا جنہیں خدا تعالیٰ کی کتاب کا علم تھا فرمایا کہ میں طرفۃ العین میں لاتا ہوں اور پلک مارتے ہی وہ عظیم الشان تخت اتنا ہزاروں سے ہزار ہا میل کی مسافت پر اقصائے شام میں لا پیش کر دیا فسبحان اللہ ما اعظم شانہ جنود برھانہ ۔ پس ایک خدا کا ادنیٰ بندہ تو صرف اس کا نام لے کر یہ کر سکے اور مستبعد نہ ہو مگر خود قدرت والا خدا کرے تو عقل میں نہ آئے تو عجباہ ۔

ارتفاع جسم خاکی

قمر، حرکتہ کے فلاسفہ قدیم بھی قائل ہیں اور آج بھی مشاہدہ اور سائنس دان بلکہ اب تو کسی ہندوستانی کے واسطے بھی جائے تعجب نہیں ہوائی جہاز خصوصًا وہ آر نمبر ۱۰۱ جو تباہ ہو گیا سنز آدمیوں معہ اُن کے ضروریات زمین سے اس قدر بلند صرف آگ پانی یا پیٹرول کی اسٹیم سے ایک عاجز انسان لے جا سکے اور جسم خاکی بلکہ اجسام خاکیہ مرتفع کر دکھلائے مگر خدائے قادر و توانا اپنی لازوال اور بےمثال قدرت کے کرشمہ سے اپنے حبیب پاک کے جسم لطیف کو زمین سے بلند نہ کر سکے اور اگر کوئی قائل ہو تو مدعیان عقل اس پر تمسخر اڑائیں ہے بریں عقل و دانش بباید گریست اور ہم مسلمانوں کے واسطے نہ جدید فلسفہ کی ضرورت نہ قدیم کی صرف قرآن پاک کی ایک آیت کافی ہے۔

وسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر (قرآن مجید)

کہ حضرت سلیمان کے تابع ہوا کر دی تھی آن کا تخت ہوا پر صبح کے قلیل ترین لمحہ میں ایک ماہ کی مسافت اور شام کے ٹائم میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیا کرتے تھے۔

کرہ نار یا زمہریر یا زہریلی ہوا کا حائل ہونا

(۱) کون عقلمند نہیں جانتا کہ آگ کا جلانا ٹھنڈک کا ضرر رساں ہونا ایک مخصوص وقت تک جسم کے اس میں رہنے پر منحصر ہے ورنہ تنور میں باورچی روزانہ ہاتھ ڈالتا ہے اور نکالتا ہے مگر جلتا نہیں۔ پس مذکورہ بالا سرعت پر ضرر ناممکن ہے۔

(۲) طب قدیم اور جدید میں ایسی دوائیں اور لباس ایجاد ہو چکے ہیں جن پر آگ اور سردی بلکہ بندوق کی گولی تک اثر نہیں کرتی سردے کے ملازم ایک مخصوص لباس پہن کر برف کے پہاڑوں کی پیمائش کو وہاں تک جاتے ہیں جہاں آگ ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ پس انسانی دوا اور لباس وایجاد تو ان حضرات کو روک لے مگر وہ جنت کا پانی جو خدا نے شب معراج غسل کو بھیجا اور وہ حلہ نورانی جو زیب تن فرمانے کو جبرئیلؑ لائے تھے اگر کرہ نار اور زہریلی ہواؤں سے بچا لیا گیا تو استعجاب کیا ہے۔

(۳) آگ کا کام جلانا اور ٹھنڈک زمہریر کا دکھ دینا ضرور ہے مگر یہ خاصیت ان کی اپنی خانہ زاد نہیں بلکہ خداداد ہیں پس جس طرح خزانہ شاہی کا پہرہ دار سنتری خزانہ کی طرف رخ کرنے والے کو روکتا اور اصرار پر گولی کا نشانہ ضرور اور ہمیشہ بناتا ہے مگر شاہی فرمان با شہنشاہ وزیر اگر کسی کے ساتھ ہو تو بجائے گولی کے نشانے کے آداب شاہی بجالاتا ہے پس اگر کسی کے پاس فرمان یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم اور کسی کے ہمراہ جبرئیل شدید القوی ذو مرۃ اور پروانہ راہ داری ہو اور آگ نہ جلائے یا سردی نہ ستائے بلکہ وہ اور آرام مہیا کرے اس پر تعجب کیا ہے

اور ہم مسلمانوں کے واسطے آدم و حوا کا جنت قرآن اوپر سے اترنا صحف ابراہیم و موسیٰ کا یہ مع وسالم کتابی رنگ میں آنا حضرت عیسیٰ پر مائدہ دسترخوان اترنا کافی ہے ۔

آسمان کا پھٹنا اور جڑنا

قدیم فلاسفر کے پاس سوائے اٹکل کے ایک بھی دلیل نہیں اور وہ اٹکل بھی ان کے پاس فرض طبع زاد تخیلی آسمان میں تو شاید نافذ ہو اس خدائی آسمان سے بالکل الگ ہے اور سائنس نے تو آسمان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اور حد نظر کو نام بتایا ہے ہمارے واسطے یہی کافی ہے لو یفتحو لھم الابواب السماء ۔
کہ آسمان کے دروازے ہیں کھلتے اور بند ہوتے رہتے ہیں آسمان بنانے والے کی رائے اور فیصلہ ہے کہ ہم نے درو ست اس میں رکھے نہیں ور عقلا کی سمجھ میں بھی نہیں آتے اس کا کیا علاج ۔

شق صدر

آج اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں جب کہ فن جراحی سے کے محیر العقول کرشمے موجود ہیں تنگی وقت ہے مثالیں نہیں دیتا اور ہمارے لیے ایک آیت کافی ہے "انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون" ۔ (قرآن حکیم)

جنت و دوزخ

دنیا میں اصول مسلم ہے کہ ہر مرکب کے مفردات کا علیحدہ گودام ہوتا ہے اور ہر ایک شخص مرکب یا کسی معجون کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس کے اجزا اپنی اپنی جگہ ضرور موجود ہیں انسان کو اربعہ عناصر سے مرکب پا کر یہ فیصلہ دشوار نہیں کہ کائنات عالم میں کرہ نار کرہ ہوا، کرہ آب کرہ خاک علیحدہ علیحدہ بھی موجود ہیں ۔
پس جب کہ دنیا اور اس محسوس عالم اور مخصوص دار میں رنج اور خوشی خار و گل شکوہ اور شکر تندرستی و بیماری ساتھ ساتھ ہیں تو عقلاً کوئی ایسی جگہ ضرور ہونی چاہیے جہاں صرف پھول ہی پھول ہوں خار کا پتہ نہ ہو صرف تندرستی ہو اور مرض کا وجود نہ ہو صرف خوشی آرام شکر ہو رنج تکلیف دکھ کا پتہ نہ ہو ۔
اور ایک جگہ اور مکان ایسا ہی ہونا چاہیے جہاں صرف خار ہوں گل ناپید ہو ۔ صرف غم و تکلیف و بیماری ہو اور خوشی و آرام تندرستی کا فقدان ہو اول کا نام اسلامی اصطلاح میں جنت دوسرے کا نام دوزخ ہے ۔

ایک سوال اور اس کا جواب ،

اب کون سوال کرے ۔ جو دیکھیں ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے میں پوچھوں گا کہ یہ ہندوستان کا نقشہ ہے اس میں مکہ مدینہ بغداد کربلا نجف علی لندن امریکہ جاپان دکھاؤ اگر یہ جواب ہو کہ اس محدود نقشہ ہندوستان میں کہاں ملیں گے وہ تمام دنیا کے نقشہ میں ہیں سارے ربع مسکون کا نقشہ لاؤ دکھا دیں گے بس یہی گزارش میری بھی ہے کہ وہ آپ کے دنیوی نقشہ میں نہیں بلکہ خدائی نقشہ میں ہیں ساری خدائی کا نقشہ جبرئیل کی لائبریری سے لاؤ جنت دوزخ ان شاء اللہ انگلی رکھ کے بتا دیں گے۔

ملائکہ و شیاطین

ذرا نے دلائل کو یہ سوال سمجھایا ہے کہ دل الستم قرآن ہمیں اپنے ہی نفسوں میں دلائل سوچا لیے ہیں اصول پر گزارش ہے کہ جمادات اندر شر کی صلاحیت ہے اور خیر کی بھی بھلائی اور نیکوکاری کی اور برائی اور بدکاری کی بھی پس مذکورہ سابق اصول پر ایک مخلوق بھی ایسی ہونی ضروری ہے جس میں سب سے بہت صرف خیر اور بھلائی اور نیکوکاری کی ہو شر اور برائی اور بدکاری اس سے سرزد ہی نہ ہو سکے اور ایک ان کے برعکس مخلوق ہونا اسی طرح ضروری ہے۔ اول کو ملک فرشتہ اور دوسرے کو شیاطین کہتے ہیں باقی ہمارے واسطے قرآنی تصریحات جنت دوزخ جن و انس ملک و شیاطین کافی ہیں قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں۔ فیہ تبیانا لکل شیء سب کچھ اس میں ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

سوال یہ ہوگا کہ ہمیں دکھاؤ میں عرض کروں گا کہ پانی اور ہوا کے جراثیم محسوس دکھا دو جواب یہ ملے گا کہ ست تک امریکہ کا بنا ہوا مخصوص پاور کے سائنس کا چشمہ استعمال نہ کرو گے اسے نہ دیکھ سکو گے بس گزارش یہ ہے کہ جن ملک شیاطین جب تک مخصوص پاور کا بنایا ہوا مدنی چشمہ صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین سید شاہ عبد القادر جیلانی خواجہ غریب نواز کے کارخانے سے حاصل کر کے استعمال نہ فرمائیں گے انہیں مشاہدہ نہیں کر سکتے۔

اور ہمارا ایمان تو مشاہدہ سے زیادہ ان کے خالق اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر ہے لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا مشاہدہ پر کوئی اضافہ نہ ہوگا۔ در روئیت باری تعالیٰ)

یہ مسئلہ بہت ہی طویل ہے اور اختصار ناممکن ہے اس لیے صرف کتاب الیواقیت والجواہر ج ۲ صفحہ ۱۱۹ بحث ۲۲ کا حوالہ کافی سمجھتا ہوں جو گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے ؎

کلام سعدی بے نقل بشنید — خداوند جہاں تیرا بے جہت دید

رویتِ انبیاء

ورنہ تو انبیاء کرام کے جسم محفوظ رہتے ہیں فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (مشکوٰۃ شریف و دار قطنی وغیرہ) کہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس جسم کو دیکھنا کیا محال۔ نیز آج مسمریزم کی معمولی پریکٹس سے تو انسان ارواح کو دیکھ لے اور ہم کلام ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مراقبہ کا یہ بھی اثر نہ ہو کہ انبیاء کی رویت و ہمکلامی ہو جائے۔ نیز جب کہ وہ ذات گرامی باوجود انتہائی لطافت کے ملائکہ کے ساتھ اور فرش خاک سے عرش پاک کا سفر کر سکتے ہوں انبیاء کی ملاقات و رویت میں کیا استبعاد ہے۔

اجمالی کل واقعات کی ایک دلیل

دنیا میں مشاہدہ ہے کہ کسی شہنشاہ کا کوئی معزز مہمان آئے تو اس کی تمام حکومت اور تمام عاملوں تمام کارخانوں و محکموں میں یکدم تعطیل کر دی جاتی ہے تاکہ اس کا اکرام سب پر ہویدا ہو جائے۔ کاٹنے والی مشین نہیں کاٹتی چلنے والی نہیں چلتی پیسنے والی نہیں پیستی۔ جو کام پورا اور ادھورا جس جگہ ہو وہیں بند ہو جاتا ہے۔ اور تعطیل ختم ہونے پر وہیں سے یکدم شروع ہو جاتا ہے۔ ہماری تمام جب شہنشاہ مطلق اور سید الاولین و آخرین خاتم النبیین جیسا محبوب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم معزز مہمان اگر تمام کارخانہ عالم یکدم تعطیل کر کے بند کر دیا جائے۔ نہ آگ جلائے نہ سردی ستائے۔ ہوا نہ آسمان اور زمین یا چاند سورج دن و رات ساعات و لمحات زمانہ حرکت کریں تو کیا تعجب نہ کوئی وقت لگنا چاہیے۔ کوئی گنجائش ہو گا۔ امکان ہے نہ کوئی اعتراض مگر اندھا بصیرت نہ دیکھے اس کا کیا علاج ہے

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

نفس مسئلہ معراج پر ایک عقلی دلیل

انسان کے دو جزو ہیں ایک جسم جس کی ترکیب اجزاء عنصریہ سے ہے۔ اور جس کی بقاء و ارتقاء بھی عنصری اشیاء سے متعلق ہے۔ دوسرا جزو روح ہے۔ جس کی حقیقت سمجھنا تو دشوار ہے قل الروح من امر ربی وہ مولیٰ کا ایک حکم ہے جس کا ہمیں کما حقہ علم نہیں۔ مگر اتنا مشاہدہ ہے کہ انسانی اعضاء کی شکم مادر میں تکمیل کے بعد ایک برقی طاقت اس کے اندر آ کر اسے متحرک کر دیتی ہے۔ اور وہ زندہ کہلانے لگتا ہے۔ اسی برقی اثر کا نام روح ہے۔ یہ ہے تو انسان زندہ ہے ورنہ مردہ۔ تمام انسانی افعال کا منبع یہی روح ہے۔ یہ خارج ہو جائے۔ تو انسان بیکار مردہ سپرد زمین کے لائق بن جاتا ہے۔ پس

بیتی فعقدته من اللیل فامتنع منی النوم مخافة ان یکون عرض له بعض قریش فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان جبرئیل اتانی۔۔۔ الی ان قال وانا اریدان اخرج الی قریش فاخبرهم بما رئیت فاخذت بثوبه فقلت انی اذکرک اللّٰه انک تاتی قوما یکذبونک وینکرون مقالتک فاخاف ان یسطوبک قالت فضرب ثوبه من یدی ثم خرج الیهم فاتاهم وهم جلوس-الحدیث۔

(ابن کثیر ج ۶ صفحہ ۳۹)

یعنی حضرت اُم ھانی رض جن کے گھر سے معراج ہوئی فرماتی ہیں کہ شب معراج آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو میں نے بستر پر نہ دیکھا سخت پریشان ہوئی اور اس ڈر سے میری نیند اڑ گئی کہ مبادا قریش کی کوئی کارستانی ضرر رسانی ہو۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں یہ سب قریش کو کہنے جارہا ہوں۔ میں نے دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور خدا کی قسم دیکر عرض کی کہ ان سے نہ بیان فرمائیں۔ دشمن جھٹلائیں گے اور ناحق حملہ کریں گے۔ مگر حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم دامن چھڑا کر باہر تشریف لے گئے اور حاضرین کو سارا واقعہ سنا دیا الخ۔

اتنی زبردست شہادت کے بعد کہ جن کے گھر میں معراج ہو وہ تو حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پائیں اور حضرت عائشہ رض کی طرف نسبت کرنا کہ میں نے بستر پر دیکھا جو اُسوقت بقول ملا علی قاری پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا چند ماہ کی تھیں کس قدر ظلم صریح ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاندانی شہادت

جب شب معراج بنی عبدالمطلب نے آپ کو بستر مبارک اور دولتکدہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کو نکلے۔ اور آپ کے شفیق چچا حضرت عباس رض تو بے چینی میں وادی ذی طوی تک یا محمدؐ یا محمدؐ پکارتے پہنچے۔ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو عدم موجودگی کا سبب بیان فرمایا کہ مجھ کو معراج ہوئی اور بیت المقدس وغیرہ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۴ صفحہ ۴۶۹)

شفاء قاضی عیاض رح میں صفحہ ۸۷ پر صدیق اکبر رض کا بھی اسی کے قریب قریب واقعہ لکھا ہے۔

درمیانی سفر کی شہادت

قریش کو آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ تمہارا فلاں قافلہ فلاں مقام پر ملا تھا ان کا اس رنگ کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اس کو میں نے فلاں جھاڑی کی فلاں طرف باندھ دیا تھا جب قافلہ آئے دریافت کرنا۔
فلاں منزل پر فلاں ابن فلاں نے ایک کوزہ پانی سرد ہونیکو رکھا تھا اسے پی کر میں نے الٹ کر رکھ دیا تصدیق کرنا

پھر بیت المقدس وغیرہ کے نشانات بتائے اور تا قافلہ کی آمد کا وقت سب حرف بحرف صحیح اترا۔
(روح المعانی، درمنثور، ابن جریر وغیرہ)

پہلی منزل کی آخری شہادت

بیت المقدس کے جیالی بزرار ابوسفیان کا واقعہ اوپر نقل کر چکا ہوں جو ہرقل شاہ روم کے دربار میں پیش کیا تھا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری منزل کا ثبوت

چونکہ اس کا تعلق ملأ اعلیٰ سے تھا اس لیے ستارہ کی قسم کھا کر والنجم میں بیان فرمایا
فاستوٰی وھو بالافق الاعلیٰ۔ بل عند سدرۃ المنتھی عندھا جنۃ الماوٰی۔
اذ یغشی السدرۃ ما یغشٰی الآیۃ
تشریحی نوٹ ان ضمائر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں نہ کہ جبرئیل جیسا کہ بعض کا قول ہے صرف ایک حوالہ پیش ہے۔ (درمنثور ج ۶ صفحہ ۱۵۴)
واخرج ابن مردویۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما انتھی الی سدرۃ المنتھی رأی فراش من ذھب یلوذ بھا۔ (درمنثور ج ۶ صفحہ ۱۰۳) اسی طرح ج ۶ صفحہ ۱۲۶ پر بہت صریح حوالہ موجود ہے۔
(ترجمہ) پھر آپ مسجد اقصیٰ سے شب معراج اوپر افق اعلیٰ تک پہنچے .... اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک۔

تیسری منزل

"ثم دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی۔ فاوحٰی الی عبدہ ما اوحٰی ما کذب الفؤاد ما رأی افتمارونہ علی ما یرٰی۔ (سورہ نجم پ ۲۷)
(ترجمہ) کسی مترجم قرآن سے دیکھ لیا جائے۔
(تشریحی نوٹ) اس امر کے واسطے کہ اس سے مراد جبرئیل نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ روایات خصوصاً ابن عباس کی ابن جریر ج ۶ شفا صفحہ ۸۴ روح المعانی ج ۸ صفحہ ۴۵۵ وغیرہ سے ملاحظہ ہوں۔

(خلاصہ)

الحمدللہ دلائل وبراہین کی روشنی میں عقلی ونقلی قطعی دلائل سے واضح ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معراج جس میں نماز پنجگانہ فرض ہوئی جسم اطہر کے ساتھ بیداری میں ہوئی ہے۔ یہی مذہب تمام صحابہؓ ائمہ تابعین اور خلف و سلف صالحین کا ہے جس کے منکر کا ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نیز خصائص کبریٰ سیوطی ومواہب وغیرہ سے گذر چکا کہ خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کو کسی کے واسطے ایسا ماننے والا مشرک فی الرسالت ہے اور کسی طرح اس کا ایمان کلمہ کی جزو ثانی محمد رسول اللہ پر صحیح معنی میں نہیں ہوسکتا فالحمد للہ اولاً و آخراً و صلی اللہ علی حبیبہ و آلہ واتباعہ۔

معجزہ شق القمر

قول مختار مدعا علیہ۔

"مختار مدعیہ نے مسیح موعود کے کلمہ کے جزو ثانی کے قائل نہ ہونے کے ثبوت میں آپ کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔

لہ خسف القمر المنیر و ان لی ۔ غسا القمران المشرقان اتنکر ۔ کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنے لیے شق القمر کا معجزہ اقوی طور پر ثابت کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کمزور کرکے دکھایا ہے اور اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آتی ہے لہٰذا مرزا صاحب کافر ہوئے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے اور یہاں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ چاند گہن مراد ہے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا ہی نہیں"۔

الجواب

مختار مدعا علیہ اپنی عادت سے مجبور ہے کہ میرے اعتراض اور میری مراد کو اپنے لفظوں میں ڈھال کر کچھ نہ کچھ جواب دے۔ اور یہی ایک قسم کا اقرار لاجوابی ہے۔ ورنہ وہ اس طور پر توڑ موڑ کے میرے مدعا کو خبط نہ کرتا۔

جس طرح مسئلہ معراج جسمانی کو بلا وجہ طول دینے کے واسطے داخل کیا گیا۔ حالانکہ اعتراض صرف تقابل پر تھا کہ اصل مسئلہ اس وقت زیر نزاع نہیں ہو بھی ہو یہاں صرف اس قدر بحث ہے۔ کہ جو چیز سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک مرتبہ بوقت افراد ہے وہ اپنے واسطے کم از کم دوچند اور اس سے زائد زور دار ثابت کرنا مرزا صاحب کی ایک خاص عادت ہے۔

مسئلہ معراج جسمانی میں وہ پوائنٹ بچا کر جسمانی اور روحانی کی بحث چھیڑ دی۔ اور یہاں بھی وہ پوائنٹ لاجواب سمجھ کر بدل دیا۔

اصل اعتراض صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتایا۔ جو اس

کی ناقص اور گھٹیا تعبیر ہے۔ اور پھر اسے آپ کا نشان ثابت کرکے اپنے واسطے اُس جیسے آسمانی دو نشانی یعنی خسوف قمر اور کسوف شمس چاند اور سورج دونوں کا گہن لگنا قرار دیا۔ اس مقابلہ میں سخت ترین توہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور وہ معجزہ شق القمر جو قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے اس کا استخفاف کیا۔ اور ایسے اہم معجزہ کو نہایت معمولی اور اس سے کم کر دکھایا۔

اس کے ثبوت میں مختار مدعیہ نے کوئی بحث ہی نہیں کی۔ بلکہ مرزا صاحب کا اصل شعر مرزا صاحب کے ترجمہ سے پیش کر دیا جس میں کسی تاویل کی گنجائش بھی نہیں مگر ملاحظہ ہو۔

له خسف القمر المنیر وان لی

غسا القمران المشرقان اتنکر

ترجمہ:۔ مرزا صاحب کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا

(قصیدہ اعجازیہ صفحہ ۷۱)۔

ملاحظہ فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نشان صرف خسوف (یعنی چاند گہن) اور اپنے لیے چاند اور سورج دونوں کے گہن کا نشان قرار دے کر کس طرح ٹھاٹھ سے اس ذات گرامی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس کے مقابل باری تعالیٰ نے جن وانس ملک اور کائنات عالم میں کوئی پیدا نہیں کیا۔ اور قدرت نے نہ صرف زمانہ گذشتہ میں اس کی نظیر پیدا نہ کی بلکہ یہ امر یقین اور عقیدہ کے حد تک ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آئندہ تا قیامت اس کی نظیر ناممکن ہے۔ مقابلہ اس سے تو اظہر من الشمس ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قائل ہو۔ کہ یہاں خسوف القمر سے شاید کوئی آپ کے زمانہ میں آپ کا نشان چاند گہن ہوا ہو اس کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہو۔ اور درحقیقت شق القمر کا استخفاف نہ ہو۔

تو اولاً یہ گذارش ہے۔ کہ وہ اعتراض تو بحالہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جس قسم کے ایک نشان کا قول ہے۔ اپنے واسطے اسی قسم کے دو چند بتائے جا رہے ہیں۔ دوم یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہاں خسوف قمر سے معجزہ شق القمر ہی کو مراد لیا ہے اور اسی کو استعارہ کی آڑ لے کر خسوف قمر یعنی چاند گہن سے تعبیر کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہ میں کم ہو جاوے اور اپنا مقابلہ اچھی طرح ہو سکے۔ اس ثبوت میں بجائے کسی دلیل کے خود مختار مدعا علیہ کے الفاظ اسی بحث سے نقل کرتا ہوں۔

در بلیں مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے ؎

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مذکورہ بالا تقریر سے اصل مدعا اس طرح واضح ہے۔ کہ کسی اور جواب کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قابل اعتراض دو امر تھے۔

(۱) معجزہ شق القمر اور اس کا محمول کر دکھانا۔

(۲) آپ کے اس آسمانی نشان جیسے اپنے واسطے دو نشانات کرنا۔

بتلے کا دریافت ہے۔ کہ معجزہ شق القمر کو مرزا صاحب نے خسوف قمر یعنی چاند گہن کا نام دے کر کس قدر معمولی کر دکھایا ہے۔ اور ایسا استخفاف کیا ہے۔ جس کی نظیر کفار مکہ میں بھی نہ ملے گی۔ انہوں نے بھی اس کو دیکھ کر خسوف قمر (چاند گہن) نہ بنایا بلکہ اسے جادو قرار دیا۔ مگر مرزا صاحب نے سرے سے اس کی ماہیت ہی بدل دی۔ اور ایسا معمولی روز مرہ کا خسوف قمر چاند گہن کے لفظ سے تعبیر کیا۔ جس سے کوئی استعجاب اور اعجاز کی شان ہی پیدا نہ ہو۔ اور دونوں کو ایک ہی طبیعت کر دکھایا جو بہ نسبت اس کے نادر طریق اور نشان اعجاز دکھاتا ہے۔ اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی ہے۔ دوسرے کے متعلق مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ملاحظہ ہو کہ۔

"اس کے لیے رجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔"

(قصیدہ اعجازیہ صفحہ ۷۱)

عدالت نوٹ ملاحظہ فرمائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور اپنے لیے خسوف قمر اور شمس چاند و سورج دونوں کا فرماتے ہیں یہ کھلی ہوئی توہین سرکار دو عالم محبوب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور ایسی جس کی کوئی اور مخالفت نہ کر سکا جادو تو انہوں نے کہہ دیا۔ مگر کسی اور میں اس جیسا جادو ثابت کر کے اس کا استخفاف و استہزاء نہ کر سکے۔

میری مذکورہ بالا تقریر سے عدالت پر واضح ہو گیا ہوگا۔ میرا یہ اعتراض بھی بالکل ہی لاجواب ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لانا اور اس مخصوص پوائنٹ کو دیدہ و دانستہ ترک کر دینا۔ دوسرے لفظوں میں اپنے عجز اور اس کے لاجواب ہونے کا کھلا ہوا اقرار ہے۔

مختار مدعا علیہ کی غیر متعلق باتوں کا جواب

"آخری حصہ کا جواب میں تو صرف اس ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبھی چاند گہن ہوا نہیں اس کو سمجھنا عقلمندوں کی قدرت سے باہر ہے" اس میں صرف آپ نے غصہ اور ناراضگی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ جس کا جواب سوائے دعا کے میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔ باقی میرا یہ دعویٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان چاند گہن کا ظاہر نہیں ہوا۔ اس کا بھی مطلب غلط ہے بلکہ تقلیب و انکار لیا ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی نشان خسوف قمر چاند گہن کا محدثین کے نزدیک ثابت نہیں نہ کسی حدیث کی ایک کتاب میں مذکور ہے۔ بخلاف اس کے سورج گہن کا واقعہ تمام کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ میرا وہ دعویٰ اب بھی بحمد اللہ بدستور لاجواب ہے جواب جب ہوتا۔ کہ کسی ایک حدیث یا کسی مستند

مختار مدعیہ کے حق میں گوہر فشانی فرمائی ہے۔

میں اس کا جواب اپنے لفظوں میں نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کے لفظوں میں پیش کرکے یہ عرض کروں گا۔ کہ یہ تمام الفاظ مرزا صاحب کے واسطے پھر بار بار پڑھے جاویں۔

"علم ہیئت وریاضی کے اصول کے متعلق مرزا صاحب کا نظریہ"

"اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں"

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۱)

"پس اس سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں۔ یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔"

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

"علاوہ اس کے علم ہیئت کی کس نے حد بست کرلی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔"

(ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴۲)

پھر اس کے بعد دمدار ستارہ کے نشان کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں

"اب کوئی ہیئت دان بتلا دے کہ یہ کیا ماجرا تھا۔" (صفحہ ۴۳)

اب کیا مختار مدعا علیہ یہ جرأت کرے گا۔ کہ مرزا صاحب کو علم ہیئت اور طبعیات اور دوسرے علوم کے قانون سے حد درجہ ناواقف اور ناقل وغیرہ القاب دے۔

معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ قواعد واقعات کے تابع ہوتے ہیں۔ واقعات اور مشاہدات کے بعد قانون رد ہو جایا کرتے ہیں۔ خواہ وہ قواعد طبعیات کے ہوں یا فلکیات کے۔ بلکہ فلسفہ الٰہیات کے اکثر قواعد کلیہ برخلاف شرع ہیں۔ ایک تخمینہ اور ظنی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے اپنی قدامت کے اظہار کرنے اور مختار مدعیہ پر بدزبانی کرتے ہوئے ایک حوالہ روح المعانی کا پیش کیا ہے۔ اس حوالہ میں اسی معجزہ شق القمر اور آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر کے نزول کا تذکرہ ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں علاوہ اس معجزہ شق القمر کے کوئی اور نشان خسوف قمر یا چاند گہن کا ظاہر ہوا۔ اسی معجزہ شق القمر کو ایک راوی خسف القمر سے تعبیر کر رہا ہے۔ جس کے متعلق دو مفسر صاحب روح المعانی خود لکھ رہے ہیں کہ "سیاق الخبر غریب" کہ اس حدیث کا سیاق غریب ناقابل قبول ہے یعنی اول یہ روایت ہی درست نہیں۔ اور اگر کسی حد تک مان لی جائے تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہوگا۔ کہ معجزہ شق القمر چودھویں شب کو ظہور میں آیا۔ کیونکہ اکثر چاند گہن چودھویں کے شب کو ہوتا رہتا ہے۔

اس میں کسی جگہ بھی مختار مدعا علیہ و مدعایا مرزا غلام احمد صاحب کی تائید نہیں۔ محض مغالطہ ہے۔ اس سے غرض صرف اس قدر ہے کہ معجزہ شق قمر چودھویں شب کو واقع ہوا اور اس امر کی نہ یہاں کوئی بحث ہے نہ یہ مابہ النزاع ہے۔

بہتان عظیم

صاحب روح المعانی پر کس قدر عظیم الشان بہتان ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب کسی طرح معجزہ شق القمر کو خسوف قمر بتاتے ہیں حالانکہ اس روایت کا سقم ثابت کرنے اور اس کی تاویل حسن پیش کرنے کے واسطے انہوں نے نقل کیا ہے۔ ان کا اصل مذہب مختار مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ پیش نہ کیا۔ اور عبارت قطع و برید کرکے پیش کردی کا اصل عبارت صاحب روح المعانی ملاحظہ ہو۔

(۱) انفصل بعضہ عن بعض فصار فرقتین وذلک علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل الهجرة بنحو خمس سنین فقد صح من روایة الشیخین وابن جریر عن انس ان اهل مكة سألوه علیه الصلوة والسلام ان یریهم آیة فاراهم القمر شقتین حتی راوا حراء بینهما واخرج ابو نعیم من طریق الضحاك عن ابن عباس فاحبار الیهود وسالو آیة فاراهم الله تعالی القمر وقد انشق لا یعول علیه۔ وفی الصحیحین وغیرهما من حدیث ابن مسعود انشق القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت قریش هذا سحر ابن ابی کبشة فقال رجل انتظروا ما یاتیکم به السفار فان محمدا لا یستطیعون یسحر الناس کلهم فجاء السفار فاخبروهم بذلك" زاد ابو داؤد والطیالسی وفی روایة البیهقی فسألوا السفار وقد قدموا من کل وجه فقالوا رأیناه فانزل الله تعالی اقتربت الساعة وانشق القمر الآیة

(روح المعانی جلد ۹ صفحہ $\frac{۶۴}{۲۷}$ پ)

یعنی اس چاند کا بعض حصہ بعض سے بالکل جدا ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ واقعہ (شق القمر) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تقریباً پانچ سال قبل کا ہے۔ شیخین اور ابن جریر نے حضرت انس سے بسند صحیح یہ روایت بیان کی ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت علیہ السلام سے ایک معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نے ان کو چاند دو ٹکڑے کرکے دکھایا یہاں تک کہ انہوں نے غار حراء کو ان دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اور جو ابی نعیم نے ضحاک کی سند سے

حضرت عباس سے یہ روایت بیان کی ہے کہ علماء یہود نے آنحضور سے معجزہ مانگا یہ یہود کا سوال اور اس پر دکھانا معتبر نہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور دوسرا اس کے ورے تو آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم گواہ رہو اور ان کی حدیث سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کے زمانہ میں جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو قریش نے کہا یہ کہا کہ یہ تو ابن ابی کبشہ (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سحر اور جادو ہے۔ ان میں سے ایک شخص گویا ہوا کہ ٹھیرو اور دور باہر والے قافلوں کا انتظار کرو وہ اس کے متعلق کیا خبر دیتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام دنیا کے لوگوں پر جادو کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جب باہر سے قافلے آئے تو انہوں نے اس کے متعلق انہیں خبر دی اور تصدیق کی۔ اس حدیث کے راوی ابوداؤد اور طیالسی ہیں۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ قریش نے باہر کے تمام اطراف و جوانب سے آنے والے قافلوں سے اس امر کے متعلق دریافت کیا اور ان تمام نے یہی جواب دیا ہے کہ ہاں ہم نے ایسا دیکھا ہے۔ تو اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ اقتربت الساعۃ الآیۃ۔

والاحادیث الصحیحۃ فی الانشقاق کثیرۃ واختلف فی تواترہ فقیل هو غیر متواتر فی شرح المواقف الشریف انہ متواتر وهو الذی اختارہ العلامۃ السبکی قال فی شرحہ لمختصر ابن الحاجب الصحیح عندی ان الانشقاق القمر متواتر منصوص علیہ فی القرآن روی فی الصحیحین وغیرهما من طرق شتی بحیث لا یمتری فی تواترہ انتہی باختصار

وقد جاءت احادیثہ فی روایات صحیحۃ عن جماعۃ من الصحابۃ منهم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وانس بن مسعود وابن عباس وغیرهم۔

روح المعانی ج ۱ پ ۲۷ ص ۷۴

یعنی انشقاق قمر کے متعلق بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں لیکن ان کے تواتر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ احادیث صحیحہ غیر متواتر ہیں اور شرح مواقف شریفی میں ہے کہ وہ سب متواتر ہیں اور علامہ سبکی نے اس کو پسند کیا ہے۔ اور شرح مختصر ابن حاجب میں کہا ہے کہ میرے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ معجزہ شق القمر متواتر احادیث سے ثابت ہے اور قرآن میں اس کی نص موجود ہے اور صحیحین وغیرہ میں مختلف طرق سے اس کی روایات موجود ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس کے تواتر میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے روایات صحیحہ موجود ہیں۔ جن میں سے حضرت علی اور حضرت انس اور ابن مسعود اور ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بھی ہیں۔

پس مذکورہ بالا روایات سے نہ صرف معجزہ شق القمر کی حقیقت واضح کی بلکہ ثابت ہوگیا کہ یہ اسی طرح نص قرآنی
اور متواتر احادیث میں بھی موجود ہے جس کے بعد شک کی گنجائش نہیں ورنہ ایمان بھی خطرہ میں ہو جائے گا۔
ایسی عظیم الشان شہادت کو مختار مدعا علیہ نے چھپا رکھا؟ نقل مذہب اور صاحب روح المعانی نے جس قول کو رد کرنے کے لیے
نقل کیا تھا اسے اُن کا اصلی مذہب بنا کے اُن پر بہتان عظیم باندھا اور اس میں رہی سکتے مغالطے دیئے۔ جس سے اُن کی
نقل مذاہب کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ بلا وجہ بزرگوں کی طرف خلاف واقعہ امور افتراءً منسوب کر دیتا ہے جیسا کہ چند نظیریں
متعدد مرتبہ عدالت کے روبرو آ چکیں۔

اس سے یہ امر وضاحت ثابت ہوگیا۔ کہ معجزہ شق القمر کوئی استعارہ یا نظر بندی و کرشمہ نہ تھا۔ بلکہ در اصل
یہ ایک عظیم الشان کھلا ہوا معجزہ تھا کہ آپ نے درحقیقت چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اس طور پر کہ کوہ حرا بھی ان
کے درمیان میں آگیا۔ البتہ یہ ضرور علماء میں بحث جاری رہی ہے کہ آیا یہ معجزہ صرف آپ کی صداقت کا نشان ہے یا اس چاند
کے پھٹنے اور ٹوٹنے میں قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کے الفاظ اقتربت الساعۃ
وانشق القمر بتلا رہے ہیں کہ قیامت قریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ اس کے فلسفہ اور ہر دو اشارات
کریمہ کے رابطہ پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور امام غزالی نے تقریریں کی ہیں۔ جس سے مختار مدعا
علیہ اور بعض دیگر مصنفین اس مغالطہ کی سعی میں ہیں کہ در اصل معجزہ ہوا ہی نہیں۔ صرف نظر بندی تھی یا ان اکابرین
کلام سے مناسبت نہیں۔ اور غلط فہمی ہوگئی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ صرف اس قدر ہے۔ کہ دنیا میں جب
کوئی اجلاس قائم کیا جاتا ہے۔ اور اس کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور جس ذات گرامی کے واسطے وہ محفل
منعقد کی جاتی ہے۔ جب تشریف لے آئیں۔ اور خطبہ صدارت بھی پڑھا جا چکے تو پھر گیس یا شمع کی لاٹ کم یا شق کر دیتے ہیں۔
تاکہ حاضرین کو اختتام جلسہ کا پتہ چل جائے اور معلوم ہو جائے کہ اب کوئی اور مقصد اور رسالت منظور نہیں سوائے اس کے کہ
یہ منتشر سامان مجتمع کرایا جائے ورنہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔

باری تعالیٰ نے دنیا کے عظیم الشان اجلاس کو سجایا زمین کا فرش بچھایا۔ آسمان کا نیلگوں شامیانہ اس پر تانا سے مختلف
رنگ کے چھوٹے بڑے قمقموں سے آراستہ و پیراستہ کیا اس میں روشنی کے دو ہنڈے چاند و سورج روشن کئے۔ نیز دو
تمام انتظامات کی تکمیل فرمائی۔ آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء کرام اس کے اعلان کے لئے بھیجے۔ انبیاء کے ہمراہ دعوتی
خطوط آسمانی صحائف کی شکل میں روانہ فرمائے آخر میں وہ صدر الانبیاء اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز جلسہ ہوئے۔
اور پیغام الٰہی اور خطبہ صدارت نو میعاد سب تک پہنچا دیا۔ جو جلسہ کی غرض و غایت اور تخلیق کائنات کی مصلحت پوری
ہو چکی۔ تو صدر کے ہاتھوں چاند کے دو ٹکڑے کرا دیئے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ اصل جلسہ ختم ہو چکا۔ اب صرف سامان
منتشرہ کے مجتمع کرنے کا وقت ہے اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت بھی قیامت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ کہ

بعثت انا و الساعۃ کھاتین یعنی میں اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہیں۔ اسی لیے باری تعالےٰ نے انشقاق قمر کے ساتھ اقتربت الساعۃ لگایا۔ کہ قیامت قریب آگئی۔ اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس فلسفہ اور حکمت بیان کرنے سے ان بزرگوں کی غرض معجزہ شق القمر کی اور تائید مزید ہے۔ نہ کہ انکار۔ یہ محقق مختار مدعا علیہ کی خوش فہمی ہے۔

آرا ۃ اِلقمر فرقتین کا غلط مفہوم

اس حدیث کا یہ غلط مفہوم تھا کہ واقع میں دو ٹکڑے نہ ہوئے تھے۔ بلکہ انہیں نظر آئے تھے یعنی ایک قسم کی نظر بندی تھی محض بیہودگی اور معجزات سے انکار کا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اس کے یہ معنی اور مفہوم ہرگز نہیں صاف اور صحیح ترجمہ یہ ہے۔ کہ آپ نے اہل مکہ کو چاند دو ٹکڑے کر دکھایا۔ یعنی آپ کے اعجاز سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور انہوں نے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ چاند سالم رہا۔ اور نظر بندی کے طور پر صرف انہیں دو ٹکڑے نظر پڑے۔
کیونکہ انشقاق قمر کا مشاہدہ علاوہ عرب کے اطراف کے دور دراز ملکوں حتیٰ کہ ہندوستان کے ایک بڑے راجہ نے بھی کیا۔

واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔

مرزا صاحب اور معجزہ شق القمر

مرزا صاحب نے اس مسئلہ معجزہ شق القمر میں بھی حسب عادت اقرار و انکار کے دونوں مسلک اختیار کئے ہیں اور دجل کے معنی ہی یہی ہوتے ہیں۔ کہ ذو معنے مشتبہ الفاظ بولے جاویں۔ تاکہ دنیا گمراہ ہو۔ اور سے

خدا بھی خوش رہے اور بت بھی راضی
کوئی ایسا قصیدہ چاہتا ہوں

کا مصداق ہو مختار مدعا علیہ نے تین حوالے پیش کئے ہیں۔

(۱) سرمہ چشم آریہ۔
(۲) آئینہ کمالات اسلام۔
(۳) چشمہ معرفت۔

مگر غائر نظر سے معلوم ہوگا۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل جب تک کھلا ہوا دعویٰ نبوت نہ تھا یا بقول مرزا محمود صاحب نبوت سے پردہ نہیں اٹھایا تھا۔ معجزہ شق القمر کا اقرار و اثبات بڑے شد و مد سے اسلامی پیرایہ میں رہے۔ مگر ۱۹۰۱ء کے بعد

وہ بلند آہنگی کچھ پھیکی ہے ۔ اور اس میں انکار کی جھلک بھی موجود ہے ۔ چنانچہ سرمہ چشم آریہ مرزا صاحب کی بہت پہلی کتاب ہے جس کا سن تالیف ستمبر ۱۸۸۶ء ہے ۔ اس وقت تو مرزا صاحب ہنوز تمدنی علماء اسلام کے قائل تھے اور صرف آریہ وغیرہ کے مقابل مناظر اسلام کی حیثیت رکھتے تھے اور آئینہ کمالات اسلام فروری ۱۸۹۳ء کی کتاب ہے ۔ اس میں معجزہ شق القمر بلا کسی وسیسہ کاری کے اسلامی رنگ میں بیان کر رہے ہیں ۔ اور کفر کی بنیادیں ہلا رہے ہیں ۔ مگر بہت ہی پوشیدہ ۔ لیکن چشمہ معرفت جو بہت آخری کتاب ۱۹۰۸ء کی ہے ۔ اس میں الفاظ تو اقراری بظاہر ہیں لیکن تاویل کر کے اس سے گویا انکار ہی کر دیا ہے الفاظ ملاحظہ ہوں :۔

"اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور میں آیا تھا جس کا نام شق القمر رکھا گیا ۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

تمام تقریر کے بعد اس حقیقت پر پردہ ڈال دیا کہ کوئی امر تھا اس کا نام شق القمر رکھا گیا ۔ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا ۔ آگے بات صاف کر دی ہے ۔ کہ :۔

بعض نے یہ بھی لکھا ہے ۔ کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف (چاند گہن) تھا جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تھی ۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

یہاں ایک قسم کا چاند گہن قرار دیا ۔ گو بعض کی آڑ لی ۔ پھر تاویل کا راستہ یوں نکالا کہ قرآنی آیات جو اس کے متعلق ہیں ان میں پیش گوئی بتایا ۔ تاکہ بزعم خود انہیں استعارہ قرار دے کر تاویل کر سکیں ۔ اور دنیا کی آنکھوں میں اس طور پر دھول ڈالی جا سکے چنانچہ اسی کے بعد آخری اپنی رائے کا اظہار ان الفاظوں میں کر دیا ۔

"اور یہ آئتیں بطور پیشگوئیوں کے ہیں ۔ اس صورت میں شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ میں ہو گا ۔ کیونکہ خسوف قمر و کسوف میں جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پھٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے ۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۳)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر صفائی سے معجزہ شق القمر کا آخر میں انکار کر دیا ۔ کہ دراصل چاند گہن خسوف تھا ۔ اور خسوف میں گویا پوشیدہ حصہ پھٹ جاتا ہے اس لیے استعارہ کے طور پر لفظ شق القمر بول دیا گیا ہے ۔ ورنہ دراصل چاند دو ٹکڑے نہیں ہوا تھا ۔

بحمد اللہ اس سے مرزا صاحب کا شق القمر کے معجزہ کا انکار صاف ہویدا ہو گیا ۔ گو لفظ شق القمر بولتے ہیں اسی معنے میں خسوف کا لفظ استعارۃً اپنے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں معجزہ شق القمر کی اصلی کیفیت پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے ۔ جس کا اعتراف مختار مدعا علیہ کو بھی ہے ۔ الفاظ ملاحظہ ہوں :۔

"پس مرزا صاحب نے بھی خسوف کا لفظ شق القمر کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا ہے الخ ۔"

اب اس تقریر کے بعد میرا اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔ کیونکہ مرزا صاحب نے اولاً اسلامی معجزہ شق القمر کو استعارۃً قرار دیکر ایک قسم کا چاند گرہن خسوف قرار دیا۔ پھر اپنے واسطے مدمقابل چاند اور سورج دونوں کا خسوف وکسوف نشان بتلایا۔ بس ایک طرف تو معجزہ شق القمر کا استخفاف اور انکار ہے۔ اور دوسری طرف مقابلہ کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور ایسا استخفاف اور مقابلہ وتوہین کرنے والا کبھی کلمہ کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دار نہیں ہو سکتا۔

سیاق وسباق کی تاویل ،

محض مغالطے کے واسطے دو چار ماسبق اشعار نقل کردیے مگر جب عدالت غور کرے گی تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ بھی محض ایک تاویل ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ اور دراصل اس کفریہ مضمون کی تمہید ہے۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدہ آل قرار دیا ہے۔ جو سراسر اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

"اور میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچے گا"

آخر میں لکھتے ہیں۔

"پس وہ روشنی جو اس میں ہے مجھ میں چمک رہی ہے"

ناظرین تم ماشاءاللہ ہرگز اللہ کے محبوب کی روشنی کبھی اس قسم کے شخص میں نہیں چمک سکتی۔ اس متنازعہ شعر کے بعد پھر قرآن پاک کی عظمت وجلال پر ہاتھ ڈالا ہے۔ کیونکہ کسی نبی پر اترا ہوا کلام اعجاز قرار نہیں دیا گیا ہے۔ سوائے اس کلام ربانی جو اللہ کے آخری نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا۔ مگر مرزا صاحب بڑے فخر سے اسی شعر کے متصل لکھتے ہیں۔

وکان کلام معجزا ایت لہ ۔ کذ لک لی قول علی الکل یبھر

خود ہی ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ اس کے معجزات میں سے معجزہ کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا ہے۔ جو سب پر غالب ہے۔ (قصیدہ اعجاز احمدیہ صفحہ ۷۱)

عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت میں مشارکت اور مقابلہ کا جذبہ مدعی نبوت میں کس قدر موجود ہے۔ اور کوئی بھی صفت نہیں جس میں اپنے آپ کو اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور سہیم قرار نہ دیں۔

مختار مدعا علیہ کی سیاق وسباق سے تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد نہیں۔ بلکہ سیاق وسباق سے اور اس سے بڑھ کر توہین ثابت ہوتی ہے۔ جس کا نمونہ ابھی اوپر عرض کرچکا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) اگر روایتوں میں یہ خبر نہ ہوتی کہ چاند اور سورج کا گہن مہدی موعود کی صداقت کی دلیل ہوگی تو وہ نشان کیونکر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی متعدد کتب میں اس پیشگوئی کا ذکر کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا کی ہے اور درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا چنانچہ آپ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم میں لکھتے ہیں ترجمہ از اشعار عربی۔ "تیرے پر جان قربان ہو اے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا کہ تو نے اشارہ کیا تھا۔"

(۲) "اور یہ بھی واقع ہے کہ روایت میں مہدی موعود کی صداقت کا ایک نشان ماہ رمضان میں سورج چاند گہن قرار دیا گیا اور وہ گہن تیرہ سو گیارہ میں وقوع پذیر ہوا۔"

مختار مدعا علیہ نے باوجود عدالت کے بار بار روکنے کے مرزا صاحب کی صداقت کا نیا مسئلہ یہاں چھیڑ دیا اس میں قابل غور دو امور ہیں۔

(۱) کیا کسی صحیح حدیث میں مہدی کی یہ شناخت قرار دی گئی ہے۔

(۲) کیا صرف مرزا صاحب کے زمانہ میں یہ ہوا کہیں اور نہیں ہوا۔

الجواب

(۱) اس نشان کے ثبوت میں مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان حدیث کا نام لے کر یہ نکڑا پیش کیا کرتے ہیں کہ حدیث دار قطنی جس کا ذکر کسوف خسوف ماہ رمضان کے بارہ میں آیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموت والارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔

ترجمہ:۔ ہمارے مہدی کے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے یعنی چاند گہن رمضان کی پہلی شب میں ہوگا اور سورج گہن اس کے نصف میں۔

الجواب

(۱) امام محمد باقرؒ کا قول ہے اور وہ بھی ضعیف کہ اس کے دو راویوں عمر اور جابر جعفی کو اسمائے رجال میں کذاب اور واضع احادیث بیان کیا ہے۔ اس کو حدیث قرار دینا درست نہیں ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہوگا۔

(۲) الفاظ کے لحاظ سے بھی یہ قول درست نہیں کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوتا اور سورج گرہن نصف میں نہیں۔ علاوہ اس کے ماہ رمضان کی ان تاریخوں میں باب اور بہاء اللہ کے زمانہ میں بھی رمضان میں کسوف وخسوف ہوا جو ۱۲۶۷ھ میں دکھایا (ملاحظہ ہو کتاب بوزآف دی گلوبس وکتاب کانا دجال مصنفہ مولوی عبدالحکیم ایم بی مشمول اشاعۃ السنۃ حصہ دوم برہان صریح صفحہ ۴۲)۔

پس مذکورہ بالا یہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا ہے۔ اور اس سے مرزا صاحب کی تصدیق کا کذب ہونا لازم آتا ہے۔

(عنوان نمبر ۶)

یہ نمبر (۱) انت من اللہ علی کل شئی۔ اور نمبر (۲) ہمارے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ اور نمبر (۳) فانی ما نحن بوت احد من العٰلمین۔

یہ تینوں الہامات مختار مدعا علیہ کے تحت میں ایک ہی عنوان اور ایک ہی ہیڈنگ کے تحت درج ہیں اور دراصل ان پر کوئی مستقل حکم نہیں بلکہ مرزا صاحب کی تدریجی ترقی دکھانا منظور ہے۔

کہ شروع میں اپنے کو اولیاء اللہ اور صلحائے امت و انبیائے اولو العزم پر ترجیح دی اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسر اور ان کے خصوصیات میں شریک و سہیم بن بیٹھے۔ اور تمام ان امتیازی خصوصیات میں اپنے کو شامل کر لیا۔ جن میں حضرت آدم کو حضرت کا فخر نصیب ہوا نہ ابراہیم وغیرہ۔ دیگر علیہم السلام کو مختار مدعا علیہ نے تینوں کو علیحدہ علیحدہ مستقل طور سے پیش کر کے اصل استدلال پر غور سے پہلو تہی کرتے ہوئے اپنے الفاظ میں ایک استدلال قائم کر کے ایک ایک حصہ کا طول طویل غیر متعلق جواب دے ڈالا۔

اتنا تو مختار مدعا علیہ کو بھی تسلیم ہے کہ ان الہامات میں مرزا صاحب اپنے آپ کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دیتے ہیں اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر مرزا صاحب بھی اس مضمون کو ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔

اولیاء اللہ اور اقطاب و ابدال پر فضیلت اس میں مستتر ہے انبیاء سابق پر فضیلت کا بار بار اعلان ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داداست ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(در ثمین ، نزول المسیح)

پس مذکورہ بالا الہامات مشتہرہ میں سے ایک تمہید اور زینہ قرار دیا ہے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مخصوص میں شریک و سہیم بننے کا کہ اولاً اولیاء اللہ اقطاب غوث و ابدال پر فضیلت دی پھر انبیاء سابقین پر بعد ازاں جب مریدین اور کورانہ تقلید کے معتقدین نے اسے تسلیم کر لیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات تک رسائی کا دعویٰ کرنے لگے۔

(اس تدریجی ترقی کے ثبوت کے واسطے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۴۰ و ۲۵۱ ملاحظہ ہو)

لہٰذا جہاں تک میرے استدلال اور مدعا کا تعلق تھا وہ مختار مدعا علیہ کو بھی خواہ دانستہ یا نادانستہ مسلم ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہی مسلک اور مذہب ہے لہٰذا اس طولانی بے معنی بحث کے جواب کی بھی ہمیں حاجت نہیں۔ تاہم مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ استدلال کی بنا پر ہم کہتے کو تیار ہیں کہ ان الہامات ثلثہ میں تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے کیونکہ جب بھی کسی کی فضیلت بیان کی جائے تو وہ فضیلت اس کے ہم جنسوں پر ہوتی ہے مثلاً کوئی آدمی کہے کہ یہ گھوڑا سب سے منتخب ہے تو دنیا یہی سمجھتی ہے کہ گھوڑوں میں سب سے افضل ہے آدمی اور دوسرے جانور اس میں شامل نہیں رہتے۔ بنی اسرائیل کو باری تعالیٰ نے فرمایا کہ واٰتاکم مالم یؤت احدا من العٰلمین یا وفضلتکم علی العٰلمین۔ چونکہ مخاطب بنی اسرائیل امتی ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تمہارے زمانہ اور تم سے قبل کی امت پر اس قدر انعام نہیں کیا اور تم کو تمہارے زمانہ اور زمانہ گذشتہ کے تمام امتیوں پر فضیلت بخشی البتہ اس میں انبیاء اور وہ امتیں جو اب تک پردہ عدم سے منصہ شہود پر نہیں آئیں داخل نہیں۔ اگر کسی نبی کے حق میں یہ کہا جائے تو اس کے زمانہ اور اس سے قبل کے تمام انبیاء مراد ہوں گے غیر انبیاء یا بعد کے انبیاء بالذات اس میں شامل نہ ہوں گے۔

مرزا صاحب چونکہ بزعم خود نبی ہیں اور نبی کا امتی سے مقابل نہیں بلکہ انبیاء سے ہے چنانچہ انبیاء سابقین پر مرزا صاحب برابر اپنے فضائل کی رجز خوانی کیا کرتے ہیں پس مرزا صاحب کے ترجمہ کے مطابق الہام نمبر ۵ (نوٹ) علی کل شئی۔ ۔ خدا نے تجھے ہر ایک چیز میں سے چن لیا۔ مرزا صاحب کا ہر چیز پر برگزیدہ ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر چیز پر برگزیدہ صرف ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس چیز میں آپ کا کوئی بھی شریک اور سہیم نہیں۔ جو اپنے کو یا کسی اور کو تمام اشیاء سے برگزیدہ سمجھے وہ یقیناً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کر کے توہین کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برگزیدگی پر دھبہ لگاتا ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ پر صحیح معنے میں ایمان صادق نہیں ہو سکتا۔

اس کے ضمن میں بنی اسرائیل کے متعلق آیات کو استدلال میں پیش کرنا مناسب نہیں۔ وہاں تو امم سابقہ پر فضیلت دی جا رہی ہے۔ اور ان کا مقابلہ صرف امتیوں سے ہے۔ اور یہاں مرزا صاحب خود نبی بن بیٹھے ہیں۔ اور ہر چیز پر اپنی برگزیدگی کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس پر قیاس مع الفارق ہے۔

اس الہام کے ماسبق و مابعد کو قرینہ قرار دینا بھی لغو ہے کیونکہ یہ کوئی مسلسل عبارت نہیں۔ کہ سیاق و سباق سے اس کا تعلق ہو۔ بلکہ مختلف الہامات مختلف اوقات کے اترے ہوئے۔ مختلف و متضاد معانی رکھنے والے کسی میں مرزا صاحب مراد اور کسی میں ذات الٰہی۔ چنانچہ مختار مدعا علیہ اخلی واسیب کے تحت میں خود تمنا پیش کر چکا ہے کہ اس ایک الہام کے نصف حصہ میں ضمیر متکلم سے مرزا صاحب اور نصف آخر کے ضمیر متکلم سے ذات خداوندی مراد ہے۔ پس جب کہ ایک ہی جملہ کے سیاق میں سباق کا ربط نہیں۔ تو مختلف جملوں اور علیحدہ علیحدہ بے ربط فقروں اور عبارتوں کا سیاق و سباق کیا قائم ہو سکے گا۔

عدالت خود تمام الہامات کو ملاحظہ فرما کر میرے اس دعویٰ کی تصدیق کر سکتی ہے۔ کہ وہاں کوئی مسلسل مربوط عبارت نہیں۔ بلکہ بے ربط علیحدہ علیحدہ فقرات مختلف الہامات ملا کے یکجا نقل کئے ہوئے ہیں۔

نمبر (۶)

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

ظاہر ہے کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترتے ہیں۔ نیز اگر مرزا صاحب مدعی ولایت ہوتے۔ اور اپنے آپ کو صرف ولایت کا تخت نشین شمار کرتے تو ان تختوں سے ضرور ہم بھی ولایت ہی کے تخت مراد لیتے۔ مگر مرزا صاحب تو بزعم خود دعویدار نبوت ہیں۔ اور گھٹیا یا مجازی نہیں۔ بلکہ بقول مرزا محمود صاحب قرآن نے جو معنی نبوت کے قرار دیئے ہیں۔ اُس کے رو سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں۔ بلکہ حقیقی اور گھٹیا نہیں۔ بلکہ بڑھیا نبی ہیں۔ پس جب کہ مرزا صاحب تخت نشین نبوت ہیں۔ تو یہ آسمانی تخت نبوت ہی مراد ہوں گے۔ اور مطلب بالکل واضح ہے۔ کہ آسمان سے نبوت کے تخت اترے مگر تیرا (یعنی مرزا صاحب) تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا۔ اس میں کسی تخت اور کسی نبی کی تخصیص نہیں۔ اور جیسا کہ آگے معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل خصوصی تک پر ہاتھ مارتے ہیں۔ بس بلاشبہ اس مرزا صاحب کے تراشیدہ الہام میں نہ صرف انبیاء سابقین بلکہ سید الاولین سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین ہے۔ جس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

اس کے مقابلہ میں مولوی منظور احمد صاحب سنبھلی کی سیف یمانی یا تقویۃ الایمان و عوارف المعارف سے حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اثر لینا بالکل بے سود ہے۔ کیونکہ وہاں مقابلہ خدا کے جلال و جبروت کا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی بڑی مخلوق خدا کے ہم پلہ نہیں۔ بلکہ سب اُس کے سامنے سرنگوں ہیں۔ نبی یا ولی۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملائکۃ المقربون حضرت مسیحؑ جنہیں اُن کی قوم خدا یا خدا کا بیٹا اور ملائکہ جنہیں یہود اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا کی عبودیت سے منہ نہیں موڑتے۔ بلکہ انتہا ہی عجز و نیاز کا اعتراف کر رہے ہیں۔ خود سید الاولین والآخرین امام النبیین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار انما انا عبدہٗ ورسولہٗ فرماتے رہے اور اُس انتہائی عجز و انکساری و نیاز بارگاہ ایزدی میں پیش فرما رہے ہیں جس کی حد نہیں بخلاف مرزا صاحب کے وہ چونکہ نبی ہیں۔ اور بزعم دیا ظل خود تخت نبوت پر متمکن ہیں۔ پس آسمانی تختوں سے تخت نبوت اور مرزا صاحب کے تخت کا سب سے بالا ہونے سے تمام انبیاء ماسبق اور ان کے تختوں کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

پیران پیر سید الطائفہ عبد القادر جیلانیؒ غوث زماں اور قطب وقت ہیں۔ آپ کے ارشاد قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی۔ میں ولی کی تصریح خود موجود ہے۔ نیز وہ خدا کو استند دعویدار نبوت نہیں۔ بلکہ اولیاء اُمت سے ہیں۔ لہٰذا

اُن پر نہ کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ نہ ظاہر ہے کوئی تخصیص کی گئی ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ مدعی نبوت ہیں۔ اور دلی کی کوئی تصریح نہیں۔ بلکہ وہ تمام انبیاء سابقین پر اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور بصراحت فرما چکے ہیں ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(۷)

انا نبی منہا لم یوت احد من العالمین ۔

مختار مدعا علیہ نے وہی بنی اسرائیل کے متعلق جو فضیلت کی آیتیں ہیں۔ اُن کی آڑ چاہی ہے۔ حالانکہ میں اوپر تفصیل سے عرض کر آیا ہوں۔ کہ ہر ایک کا مقابلہ اُس کی ہم جنس و ہم مسلک سے ہوگا نبی کا نبی سے امتی کا امتی سے پس بنی اسرائیل یقیناً اپنے زمانہ اور ماسبق کے امتیوں پر افضل ہیں ہاں جو امتیں اب تک معرض وجود میں نہیں آئیں۔ وہ اس سے مراد نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب چونکہ بزعم خود مدعی نبوت ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اللہ نے وہ دیا جو کسی کو عالمین سے نہ دیا۔ مقابل پر انبیاء ہی مراد ہوں گے۔ اُن کے زمانہ کے ہوں۔ (جیسا کہ آج کل تقریباً اٹھارہ[۱۸] مدعیان نبوت پنجاب میں موجود ہیں دو چار سے میں خود مل چکا ہوں۔ اکثر سے خط و کتابت ہے۔ خود قادیان میں نور احمد کابلی مدعی نبوت موجود ہے) یا زمانہ سابقہ کے غرض یہ کہ انبیاء کرام پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔ اور اس سے مختار مدعا علیہ نہ معلوم کیوں بچنا چاہتا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب خود بھی کھلے الفاظ میں فرما چکے ہیں ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام ۔۔۔ داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین ۔۔۔ ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

(نزول المسیح صفحہ ۹۹ و ۱۰۰)

باقی رہا اگر یہ شبہ ہو۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس سے مستثنیٰ ہوں۔ تو اس کا ازالہ آگے کی تقریر سے ہو جائے گا کہ یہ تمام کفر و شرک کی عمارت آہستہ آہستہ قائم کی گئی ہے تاکہ لوگ بدک نہ جائیں۔ جیسا کہ مرزا محمود صاحب نے حقیقۃ النبوت کے صفحہ ۱۴۰ و ۱۴۵ پر اس امر کا صاف لفظوں میں اقرار کر لیا ہے۔

"اسی سنت قدیمہ کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے سلوک کیا اور آپ کی جماعت کو بہت سے ابتلاؤں سے بچا لیا اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا"...

پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تاکہ جماعت اپنے اندر ایک مستقل پیدا کرے۔"

مرزا صاحب کا ترجمہ اس میں بھی وہی عادت ہے۔ کبھی کچھ کبھی کچھ کہیں مطلب کفریہ بیان کر دیا۔ کہیں مجبور ہو کر اسلامی حرز کا اظہار کر دیا۔ اور یہ تو لازما ہونا تھا۔ کیونکہ بتصریح ارشاد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت دجال و کذاب ہوگا۔ اور خود مرزا صاحب ہی دجل کا یہ معنیٰ بتاتے ہیں۔ کہ اس حدیث کے مفہوم کی تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے ہوتی ہے۔

(۱) "دجال کے لیئے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملا دے۔"

(۲) "اگر حق محض پر زیادت کی جاتے تو اس کا نام عربی زبان میں دجل ہے اور اس کے مرتکب کا نام دجال ہے اور چونکہ آئندہ کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اس لیے پہلے نبی کے تابع جب دجل کا کام کریں گے تو وہی دجال کہلائیں گے۔"

(تبلیغ رسالت صفحہ ۲۰۰ جلد سوم)

(۸)

علم نبوی میں مقابلہ

خلاصہ عبارت مرزا صاحب۔

"ابن مریم اور دجال اور یاجوج و ماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی چونکہ سامنے کوئی نمونہ نہ تھا۔ اور اب مرزا صاحب پر در حقیقت منکشف ہو گئی۔

(ازالہ کلاں صفحہ ۶۸۲)

یہ عبارت جس غرض سے پیش کی گئی ہے اس سے مختار مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ اسے یہ بھی مسلم ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم۔ دجال۔ یاجوج و ماجوج کی حقیقت ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔ اور کما حقہ سمجھے نہ تھے۔ بلکہ ان کی حقیقت سمجھنے میں اجتہادی غلطی رہی۔ ورمرزا صاحب نے کما حقہ سمجھ لیا۔ اور ان پر امور مذکورہ کی حقیقت منکشف ہو گئی۔

اب نزاع صرف مندرجہ ذیل امور میں ہے۔

(۱) کیا یہ اجتہادی امور ہیں۔

(۲) انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے۔

(۳) ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی تنقیص و توہین نہیں۔

الجواب

(۱) ابن مریم - اور دجال - و یاجوج و ماجوج کا علم امور اعتقادیہ میں سے ہے نہ کہ اجتہادیہ میں سے - ہر مسلمان اس سے واقف ہے - علامات قیامت امور دینیہ ایمانیہ میں سے ہیں - تمام کتب عقائد میں امور اعتقادیہ دینیہ ایمانیہ کے تحت مذکور ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ نے یہ تمام امور دین قرار دیئے ہیں - کہ "ھذا جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم" الخ اور کہ قال صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ جبرئیل تھے - تمہیں دین سکھلانے آئے تھے -

اور تمام دنیا حتی کہ مرزا صاحب کا بھی اتفاق ہے - کہ امور دینیہ ایمانیہ میں انبیاء غلطی سے پاک ہوتے ہیں - اور خطا کی گنجائش نہیں ہوتی - ملاحظہ ہو عبارت مرزا صاحب -

"ولیکن امور دینیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی - کیونکہ ان کی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے" الخ

(ازالہ کلاں ص ۲۸۱)

ابن مریم کے نزول وغیرہ میں مرزا صاحب اور مرزائیوں نے بہت کچھ لکھا ہے - تعجب ہے - کہ پھر بھی اسے امور ایمانیہ میں قرار نہیں دیتے - میں اس کے واسطے کواہان اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبد الوہاب شعرانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں - کہ - "فقد ثبت نزوله بالکتاب والسنة وذالک الحق انه رفع بجسده الی السماء والایمان بذالک واجب" -

(الیواقیت ۲ صفحہ ۱۳)

یعنی عیسیٰ کا نزول آسمان سے کتاب اور سنت سے ثابت ہے - پھر فرماتے ہیں - کہ حق یہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے -

لہٰذا یہ تمام مذکورہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں - جن میں نبی سے کسی قسم کی اجتہادی غلطی ناممکن ہے - اور ان امور میں کسی امتی کا علم نبی سے زائد ماننا کھلا ہوا کفر ہے کیونکہ یہ امور غیبیہ سوائے وحی ربانی کے عقل سے معلوم ہی نہیں ہو سکتے - اور نبی بلکہ سید الانبیاء اگر ان امور غیبیہ اور ان وحی کے سمجھنے میں غلطی کریں - تو اصلاح پھر کون کرے گا لہٰذا ان امور میں مرزا صاحب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماننے کے بعد کسی طرح محمد رسول اللہ کلمہ کے دوسرے حصہ پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا -

(۲) "انبیاء سے اجتہادی امور میں غلطی ہو سکتی ہے"

اس سلسلہ میں بلاوجہ مختار مدعا علیہ نے نبراس - فتوح الغیب - ہدیۃ الشیعہ - شامۃ العنبر وغیرہ کے متعدد جدید اور قانوناً غیر مسلم حوالے پیش کئے -

---

الجواب

پہلا جواب تو وہی ہے۔ کہ جن امور میں یہاں گفتگو ہے۔ وہ امور دینیہ ایمانیہ ہیں۔ جن میں خود مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلطی ممکن ہے۔ دوسرے یہ فریقین کو مسلّم ہے۔ کہ انبیاء سے اگر خدانخواستہ اجتہادی لغزش ہو۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہتے۔ حفاظت الٰہی ان کو کسی غلطی پر باقی نہیں چھوڑتی بلکہ منجانب اللہ انہیں اس پر متنبہ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کو خدانخواستہ یہ اجتہادی امور بھی ہوتے۔ تو بھی وحی الٰہی اس میں متنبہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جس علم کو منکشف کر سکتی ہے۔ کسی امتی کو اتنا علم ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال امور دینیہ ایمانیہ میں کسی طرح نبی کے علم پر کسی امتی کے علم کو فضیلت نہیں ہو سکتی۔

ایک مغالطہ کا جواب

یہ بھی مرزائیوں کا محض مغالطہ ہے۔ کہ ابن مریم اور دجال یاجوج وماجوج کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب پر منکشف ہو گئی۔ میں مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر عدالت سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ خود توازن کر لے۔ کہ مرزا صاحب یا مرزائیوں کے ادعائے باطل میں ذرہ برابر صدق کا شائبہ نہیں۔

ابن مریم کے متعلق مرزا صاحب کی رائے

کہ خود مرزا صاحب اولاً مریم کے رنگ میں پیدا ہوئے۔ پھر ان میں عیسٰےؑ کا حمل قرار پایا ہے۔ پھر تقریباً ۹ ماہ بعد دردِ زہ اٹھا۔ اور تنہ کھجور کے نیچے لے گیا۔ پھر اپنے آپ سے خود ہی پیدا ہو گئے لہٰذا وہ مریم بھی ہوئے اور ابن مریم بھی۔ ؎

آنکہ گویند ابن مریم چوں شدی   ہست از فضل زراز ایزدی

آں خدائے قادر و رب العباد   در براہین نام من مریم نہاد

مدتے بودم برنگ مریمی   دست ناداده به پیراں ازکی

ہمچو بکرے یافتم نشوونما   از رفیق راہ حق نا آشنا

بعد ازاں آں قادر و رب المجید   روح عیسٰے اندراں مریم دمید

پس بہ نفخش رنگ دیگر شد عیاں   زاد زاں مریم مسیح ایں زماں

زیں سبب شد ابن مریم نام من   زانکہ مریم بود اول گام من

بود از آں از نفخ حق عیسےٰ شدہ ۔۔۔ شد ز جائے مریمی بیرون تر قدم
ایں ہمہ گفت است رب العالمین ۔۔۔ گرنے دانی بر اہیں راہبین
حکمت حق راز ہا دارد بسے ۔۔۔ نکتہ مستور کم فہمد کسے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۶)

مختار مدعا علیہ باوجود غیر متعلق ہونے کے اس بحث میں متعدد جگہ ابن مریم دجال یاجوج ماجوج وغیرہ کی پیشگوئی کے مرزا صاحب کے زمانہ میں وقوع اور ہو چکنے کی تصریح کی جس کی بنا پر ہم بھی مجبور تھے کہ ان ہر سہ امور کے متعلق اور ان کے وقوع پر ایک مفصل بحث کریں اور عدالت کے سامنے ایک مکمل مرزا صاحب کے خیالات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کا نقشہ پیش کر دیں تاکہ عدالت خود توازن فرمالے مگر چونکہ عدالت عالیہ کی رائے گرامی میں وقوع وغیرہ کی بحث غیر ضروری اور موضوع مقدمہ سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے میں عدالت کے حکم کی پابندی اور احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے جس قدر حصہ وقوع سے تعلق رکھتا تھا حذف کر رہا ہوں۔

اب صرف اس حصہ کو لیتا ہوں جو مرزا صاحب کی پیش کردہ اصل عبارت میں مصرح اور مابہ النزاع ہے۔

حاکی جاہا۔ ہمارے آقا و مولا اعلم الاولین والآخرین پر مرزا صاحب کا یہ محض بہتان اور اتہام صریح ہے کہ ابن مریم دجال یاجوج ماجوج کی حقیقت منکشف نہ ہوئی اور نہ وحی الٰہی نے اس کی تحقیق نہ کا پتہ دیا بلکہ امثلہ قریبہ اور متشاکل و متشابہ چیزوں سے تفہیم کی گئی۔ تفصیل کا موقع نہیں میرا دعویٰ ہے کہ کسی چیز کی وضاحت اور انکشاف تام کی جس قدر بھی صورتیں ممکن ہیں وہ صاف صاف واضح اور صریح الفاظ میں بیان فرما دیں۔

عیسےٰ ابن مریم تھے ان کے نزول کی تصریح فرمائی ان کا حلیہ شریف درمیانہ قد رنگ سفید سرخی مائل بال دونوں شانوں تک بہت سیاہ اور چمکدار جیسے نہانے کے بعد ہوتے ہیں گھونگر والے عروہ بن مسعود صحابی سے ملتی جلتی شکل ان کی خوراک کی تصریح کر دی بتایا جو چیزیں آگ پر نہ پکیں وہ تناول فرمائیں گے وقت نزول دو کپڑے زرد رنگ کے پہنے ہوئے سر پر ایک طویل ٹوپی جسم مبارک پر زرہ دونوں ہاتھ فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ حربہ جس سے دجال کو قتل کریں گے جس کافر کو آپ کی سانس پہنچے گی وہ فوراً مر جائے گا شہر دمشق کی جامع مسجد کے شرقی منارہ د گوشہ پر ان مسلمانوں کی جماعت میں اتریں گے جو مسلمان مع مہدیؑ دجال سے لڑنے کو جمع ہوں گے۔ جن کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو مستورات کی ہوگی وہ لوگ نماز کے واسطے صفیں درست کر رہے ہوں گے امام مہدی ان کے امام ہوں گے حضرت مہدی عیسےٰؑ کو امامت کے لیے بلائیں گے اور وہ انکار کریں گے جب امام مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو حضرت عیسیٰ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو امام بنائیں گے اور وہی نماز پڑھائیں گے وہ نماز صبح کا وقت ہوگا۔ بعد نزول صرف چالیس سال دنیا میں رہیں گے ان کا نکاح حضرت شعیب کی قوم کے قبیلہ میں ہوگا جس سے اولاد بھی ہوگی کسر صلیب و قتل خنزیر فرمائیں گے تمام سے

جنت دوزخ ہوگی مگر درحقیقت اس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔ اس کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کے برابر دوسرا ایک ماہ اور تیسرا ایک ہفتہ کے برابر ہوگا باقی ایام حسب دستور ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے۔ جو لوگوں سے کلام کریں گے۔ جب وہ بادل کو کہے گا وہ پانی برسائے گا جب منع کر دے گا قحط ہو جائے گا۔ مادرزاد اندھے اور ابرص کو درست کر دے گا۔ زمین کے پوشیدہ خزانے اس کے حکم سے باہر آکر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔

ایک نوجوان آدمی کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا تو پھر اسے بلائے گا تو وہ صحیح سالم ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے ساتھ جڑاؤ تلواریں ہوں گی۔ لوگوں کے تین فرقہ ہو جائیں گے ایک دجال کا اتباع کرے گا دوسرا اپنا کاشتکاری میں لگا رہے گا اور تیسرا دریائے فرات کے کنارہ پر اس کے ساتھ ساتھ جہاد کرے گا مسلمان ملک شام کی بستیوں میں جمع ہو کر ابتدائی لشکر دجال کے پاس پہنچیں گے۔ اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ یا سیاہ یا سفید گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اور یہ سارا لشکر شہید ہو جائے گا۔ ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔

دجال جب حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں اس وقت تمام یہودیوں کی شکست ہوگی۔ پھر عیسیٰ اسے باب لد پر قتل کر کے اپنے نیزہ پر اس کا خون دکھائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

عدالت ملاحظہ فرمائے اس انکشاف تام کو بخلاف مرزا صاحب کے کردہ فرماتے ہیں کہ "مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈیوں کی طرح تمام دنیا میں پھیل گیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۶)

"نصاریٰ کے علماء ہی بیشک دجال معہود ہیں"

(حاشیہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۶۶)

یاجوج وماجوج

قرآن پاک میں ہی کافی ذکر ہے ان یأجوج ومأجوج مفسدون الآیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو نکالے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیرے گا اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو کوہ طور پر جمع فرمائیں گے یاجوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گذرے گا تو دریا کے سب پانی کو پی کر صاف کر دے گا اس وقت بوجہ قحط وغیرہ ایک راس بیل لوگوں کے لیے سو دینار سے بہتر ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج کے واسطے بددعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کے گلے میں ایک گلٹی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعۃً مر جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر کوہ طور سے زمین پر اتریں گے مگر تمام زمین یاجوج وماجوج کے مردوں سے پر بدبودار

ہوگی پھر بدلے کے وہ دور ہونے کی حالت سے دعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دھل جائے گی پھر زمین
اصلی رنگ پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ سب مسلم شریف مسند احمد ابو داؤد دار قطنی وغیرہ میں
موجود ہے۔

اس قدر کشف تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و معلومات میں ہے مگر مرزا صاحب کو نظر نہیں آتا اور خود
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی اس تحقیقات کو ترجیح دے رہے ہیں کہ۔

”یاجوج ماجوج سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو روس و برطانیہ کی قوموں سے ہیں“

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ مرزا صاحب کا کس قدر صریح بہتان ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا اور
اس مقابلہ میں کس قدر صریح توہین تھی جو کلمہ شریف پر ایمان کے سراسر منافی ہے۔

فبينما هو كذلك اذا اوحى الله الى عيسى انى قد اخرجت عبادًا لى لا يدان لاحد بقتالهم فحرز
عبادى الى الطور ويبعث الله ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمر اوائلهم على بحيرة طبرية
فيشربون ما فيها ويمر اخرهم فيقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل الخمر وهو
بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من فى الارض هلم فلنقتل من فى السماء فيرمون بنشابهم الى السماء
فيرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دما ويحصر نبى الله واصحابه حتى تكون راس الثور لاحدهم
خيرا من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبى الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النغف فى
رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط نبى الله عيسى واصحابه الى الارض فلا
يجدون فى الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فيرغب نبى الله وعيسى واصحابه
الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله وفى رواية
تطرحهم بالنهبل ويستوقد المسلمون من قسيهم ونشابهم وجعابهم سبع سنين ثم يرسل
الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة الخ

(رواہ مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۸)

ترجمہ: نواس بن سمعان نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے کہ ذکر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے .... پس
اسی اثناء میں کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمائیں گے کہ میں ایک ایسی مخلوق کو نکالوں گا جن کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر
سکتا لہٰذا میرے ان بندوں کو تم طور کی طرف لے جاؤ۔ اور یاجوج ماجوج کو نکالیں گے جو نہایت عجلت کے ساتھ ساری دنیا
میں پھیل جائیں گے اول حصہ ان کا سب بحیرہ طبریہ پر جو کئی میل کا لمبا دریا ہے گذرے گا تو اس کا پانی پی لے گا پھر پی لیں گے
جو اس میں ہوگا اور آخر ان کا جب وہاں سے گذرے گا تو کہے گا کہ کبھی یہاں پانی تھا پھر چلے جائیں گے یہاں تک کہ جبل خمر

تک پہنچیں گے وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے پھر کہیں گے ہم نے تمام زمین والوں کو قتل کر دیا اور آسمان والوں کو قتل کریں پھر اپنے تیروں کو آسمان کی طرف ماریں گے اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلودہ کر کے واپس لوٹائیں گے اور اللہ کا نبی اور اس کے اصحاب محصور کئے جائیں گے تاکہ ہاں الثوران کے نزدیک سو دینار سے زیادہ قیمت ہوگا پس اللہ کا نبی عیسےٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ کے جناب میں دعا کریں گے پھر اللہ تعالیٰ ان یاجوج و ماجوج پر نغف کے جانور بھیج دیں گے پس وہ (یاجوج) زمین پر مر کر گر پڑیں گے جیسے ایک نفس کی موت۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ابن مریم دجال یاجوج و ماجوج کی حقیقت کا حصہ کس قدر انکشاف تام سے ہوئی ہے مرزا صاحب کہاں انبیاء اولو العزم نے بھی یوں بیان نہیں کی نہ اس قدر تفصیل کسی آسمانی کتاب میں پائی جاتی ہے پھر بھی مرزا صاحب کا یہ بہتان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال و یاجوج و ماجوج کی حقیقت منکشف نہ ہوئی جیسی کہ مجھ پر اس قدر توہین حلیم ہے کہ جس کے بعد کسی طرح ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔

قول مختار مدعا علیہ۔

" ان امور میں اگر مرزا صاحب کا علم باوجود امتی ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھ جائے تو آنحضرتؐ کی کوئی تنقیص توہین نہیں"

الجواب

جب یہ ثابت ہو چکا کہ یہ علم علوم کا لیہ اور امور دینیہ اساسیہ سے ہیں اور مرزا صاحب کے کل متبع تمام مسلمانوں کو انہیں امور سے اختلاف کی بناء پر کافر کہتے ہیں پس ان اہم امور میں کسی شخص کو علمی فضیلت دینا اور اس کو علم پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرار دینا عدالت خود ہی دونوں تحقیقوں میں توازن کر کے رائے قائم کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب کے خیالات محض مجنونانہ تھے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اپنے علم کو ترجیح نہ دیتے۔

یاجوج وماجوج

مرزا صاحب

یاجوج و ماجوج سے مراد دو نصاریٰ ہیں جو روس اور برطانیہ کی قوموں سے ہیں حاشیہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۰ (۱۸۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیقات

یہ مسئلہ ایک حد تک قرآن پاک کی وحی الٰہی نے صاف کر دیا ہے کما قال اللہ تعالیٰ ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا ۔ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما اٰتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین

قال انفخوا حتی اذا جعله نارًا قال آتونی افرغ علیه قطرا فما استطاعوا ان یظهروہ وما استطاعوا له نقبا - قال هذا رحمة من ربی فاذا جاء وعد ربی جعله دکا وکان وعد ربی حقا۔

ان آیات میں کس تفصیل سے یاجوج وماجوج کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی درخواست پر ذی القرنین کا سد سکندری قائم کرنے اور اُس کے توڑنے یا سوراخ کرنے پر تا قرب قیامت قادر نہ ہونے اور پھر قرب قیامت اُس سد سکندری دیوار کے بحکم خداوندی ٹوٹنے وغیرہ کا اس سے عدالت اندازہ کر سکتی ہے کہ روس و برطانیہ اور نصاریٰ کا وجود بھی نہ تھا یہ قومیں موجود ہیں اور یاجوج وماجوج کے نام سے موسوم ہیں اور قیامت کے قریب نکلیں گے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قال نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی تروا قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی بن مریم ویاجوج ماجوج ۔۔۔ الخ هما قبیلتان من ولد یافث من نوح علیه السلام۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲ باب العلامات بین یدی الساعة)

ترجمہ:۔ حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ظاہر ہوئے اور باہم ذکر کر رہے تھے تو فرمایا کہ کیا ذکر کر رہے ہو عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کر رہے ہیں فرمایا کہ وہ ہرگز نہ قائم ہو گی یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشان دیکھو گے پس ذکر فرمایا دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور مغرب سے سورج کا نکلنا اور عیسٰی بن مریم کا آسمان سے نازل ہونا اور یاجوج اور ماجوج کا آنا الخ۔

بین السطور حاشیہ میں ان یاجوج وماجوج کا یافث ابن نوح کی اولاد سے ہونے کی ہی تصریح ہے۔

(۲) عن النواس بن سمعان (قال فی حدیث طویل) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... کھلا ہوا کفر ہے جس کی دنیا میں نظیر نہیں مل سکتی۔

ہمارا تو ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم اولین و آخرین کے جامع ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اعطیت علم الاولین والآخرین - تمام وہ علوم جن کا تعلق کمالات سے تھا جن کی شان محبوبیت کے لیے

ضرورت تھی بتا صہبا دبکی لہا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں تمام دنیا کے ادیب ،انبیاء و ملائکہ" اور دیگر کائنات عالم کو علم ایک پلہ میں رکھ دیا جائے اور سید الانبیاء کا علم نہیں بلکہ یک ذرہ علم محمدؐ سے ایک پلہ میں رکھا جاوے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا پلہ بھاری ہوگا۔ تمام انبیاء و اولیاء و ملائکہ مقربین اس کا اندازہ کیا کر سکیں کسی کا وہم گمان بھی وہاں تک رسائی نہیں کر سکتا حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ومن جودك الدنیا وضرتہا ومن علومك علم اللوح والقلم

لوح قلم کا علم ایک جھلک ہے علم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مسلمان تو اس توہین کو پسند بلکہ برداشت نہیں کر سکتا ہاں مرزا صاحب کے متبعین کے نزدیک مرزا صاحب کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر علمی فوقیت میں کوئی توہین نہ ہو تو یہی خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے دور کو ہلال اور اپنے بروزی رنگ کو بدر کامل قرار دیتے ہیں جیسا کہ آگے بسمد توہین ان شاء اللہ آئے گا۔ یو آلوفاد۔

حضرت مولانا تھانوی اور مولانا سہارنپوری پر اتہام

مرزا صاحب کی شناعت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنے میں تامل نہیں کرتی تو بزرگان دین اور علماء ربانیین اس کی دست درازی سے کب بچ سکتے ہیں۔

چونکہ حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی مفصل بحث آگے جہاں حسام الحرمین اور بریلوی اور دیوبندیوں کا ذکر آئے گا آرہی ہے اس لیے تفصیلاً تو عرض نہیں کرتا صرف مختار مدعا علیہ کا قول نقل کر کے اجمالی جواب کی طرف اشارہ کر کے بہتان عظیم عدالت پہ واضح کرتا ہوں۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"وہ تعجب کی بات ہے کہ یہ اعتراض ان اشخاص نے کیا ہے جن کے مقتدا اور پیشوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ لکھ چکے ہیں پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔"

(حفظ الایمان مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی صفحہ)

مختار مدعا علیہ نے تمام مبتدا و خبر استفتا سوال و جواب حذف کر کے درمیان سے ایک عبارت کاٹ کر بطور دوسرے کی حکایتہً نقل فرماتے ہیں کہ اگر بقول زید صحیح ہے اپنی رائے اور عقیدہ نہیں قطع و برید کر کے پیش کیا اور اس

سے اس ناجائز مغالطہ کی سعی کی کہ خدانخواستہ حضرت مولانا تھانوی کا مذہب ہے حالانکہ یہ ایک افترا کا جواب ہے جس میں زید کا ایک عقیدہ نقل کیا گیا ہے وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ قول زید صحیح ہو تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین لازم آئے گی کیونکہ زید کے اس قول سے لازم آئے گا کہ یہ لفظ عالم الغیب معاذاللہ جانوروں اور پاگلوں تک بولا جاسکے حالانکہ یہ سراسر ناجائز و باطل ہے وہ تو زید کے قول پر حکم لگا رہے ہیں اور اس باطل عقیدہ کو رد کر رہے ہیں اور مختار مدعا علیہ عدالت کو یہ مغالطہ دے رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جانوروں جیسا بتایا اتنا سفید جھوٹ شاید ہی کوئی بول سکتا ہو مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کو بھی ایسا مغالطہ ہوا۔ جس پر خود مولانا تھانوی سے اس عبارت کے متعلق ایک سوال کیا گیا اور انہوں نے جواب مرحمت فرمایا۔

ہر دو سوال و جواب بجنسہٖ درج ذیل ہیں۔

در بخدمت اقدس حضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدت فیوضکم العالیہ۔

بعد سلام مسنون عرض ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے اور ہر پاگل بلکہ ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے اس لیے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے۔

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی نہ اشارہ مفاد عبارت ہے نہ آپ کا مراد تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے یا صراحتاً یا اشارۃً کہے اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر۔ ——— بینوا و توجروا۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفا عنہ۔

الجواب

مشفق مکرم سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم آپ کے خط کے جواب میں عرض کرتا ہوں کہ

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گذرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتہً یا اشارۃً یا بات کہے میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کروہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ تو جواب ہوا آپ کے سوالات کا اب آخر میں اس جواب کی تتمیم کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کی مزید توضیح کروں جس کی بنا پر مجھے تہمت لگائی گئی ہے گو کہ وہ خود بھی بالکل واضح ہے۔

اول میں نے دعویٰ کیا ہے کہ علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے مگر اس سے مخلوق کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں اور اس دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کی ہیں" الخ (اس کے آگے بڑی وضاحت اور صفائی سے بیان فرمایا ہے۔) (بسط البنان صفحہ ۹ و ۱۰)

آخر کتاب میں فرماتے ہیں کہ" بفضلہ تعالیٰ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ کے باب میں یہ ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

ملاحظہ ہو

حفظ الایمان و بسط البنان صفحہ ۱۵

اس دیدہ و دانستہ بہتان کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد قول محاسبہ عاملیہ۔

"اور لکھتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے (براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی۔ مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ص ۵۱) اس میں ابلیس لعین کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے شیطان ملعون کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتلایا ہے کیا اس میں آنحضرت علیہ السلام کی توہین نہیں ہے اور یہ عبارت سوء ادبی کی مشعر نہیں"!

" یہاں اصل عبارت قطع و برید کر کے حسب منشا ایک کفریہ مضمون بنا لیا ہے اگر کل عبارت نقل کر دیتے تو یہ وہم گمان بھی نہ ہوتا تفصیل تو آگے آئے گی صرف اجمالاً گزارش ہے کہ یہ عبارت جہاں سے شروع ہے وہیں سے پیش کر دوں ایک سطر اوپر سے اگر یہ عبارت لی جائے تو معلوم ہو جائے کہ کس علم میں گفتگو ہے اور یہ اپنا عقیدہ ہے یا کسی اور کا۔

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"!

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱)

اصل یہ ہے کہ یہ کتاب براہین قاطعہ ایک اور کتاب انوار ساطعہ مؤلفہ مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری کی شرح ہے

اور وہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محیط زمین اور گمراہی وغیرہ کا جو شیطانی علم سے متعلق ہے یوں ثابت کرتے ہیں کہ جب یہ علم شیطان کو حاصل ہے جو کمترین خلائق ہے تو سرور صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل الخلائق ہیں انہیں کیوں نہ ہونا چاہیئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کفر و شرک سے انہیں منع فرماتے ہیں کہ یہ کونسی حماقت وجہالت ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان لعین جیسے دشمن خدا پر قیاس کیا جائے پھر شیطان کو علم وسعت ارض کا شیطانی علم ہے جو نصوص سے ثابت ہے یہ شیطانی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے صرف قیاس فاسدہ سے بلا کسی نص سے ثابت کرنا عظیم الشان کفر و شرک اور توہین نبوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ شیطانی علوم سے ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پاک صاف تھی البتہ رحمانی علوم کے ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کیا ہے بخلاف مرزا صاحب کے کہ وہ علوم وغیرہ ایمانیہ میں اپنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اور اعلیٰ جانتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کیا کوئی بھی اولوالعزم نبی مقرب فرشتہ ان علوم میں آپ سرور کائنات سے افضل کیا مساوی بھی نہیں ہوسکتا اور یہی عقیدہ ہے مولانا خلیل احمد صاحب کا۔ اسی براہین قاطعہ کے شروع صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تقرب و شرف و کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا۔

اس مخصوص عبارت کے اور اس بہتان عظیم کے متعلق حضرت مولانا سے خود دریافت فرمایا گیا ہے سوال اور جو جواب مرحمت فرمایا بجنسہ حسب ذیل ہے۔

"بخدمت شریف۔ مخدوم مکرم جناب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور دامت برکاتہم بعد عرض تحیۃ ماثورہ عرض ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی حسام الحرمین میں آپ کی نسبت تحریر فرماتے کہ آپنے کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے امور ذیل دریافت طلب ہیں۔"

(۱) کیا اس مضمون کی آپ نے براہین قاطعہ یا کسی دوسری کتاب میں تصریح فرمائی ہے۔

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم کے اشارۃً وکنایۃً بھی یہ مضمون آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں۔

(۳) اگر یہ مضمون صراحۃً مفہوم نہیں ہوتا اور نہ وہ مفہوم ہوتا ہے تو یہ معنیٰ آپ نے مراد لیے ہیں یا نہیں۔

(۴) اگر یہ مضمون آپ نے صراحۃً بیان فرمایا نہ کنایۃً اشارۃً آپ کے کلام کو لازم نہ آپ کی مراد تو جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا کہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے ابلیس کا علم زیادہ ہے اس کو آپ مسلمان جانتے ہیں یا کافر۔

(۵) جس عبارت کو خان صاحب براہین سے نقل کرتے ہیں اور اس مضمون مذکور کو اس کا مفاد صریح بیان کرتے ہیں اس عبارت کا صحیح مطلب کیا ہے۔ —————— بینوا وتوجروا۔

(بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ)

ملخص عبارات جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدفیوضہم ۔

الجواب ومنہ الوصول الی الصواب ۔ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو بندہ پر یہ الزام لگایا ہے بالکل بے اصل اور لغو ہے اور میرے ساتھ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعن کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں زیادہ کہے چنانچہ براہین قاطعہ صفحہ ۴۷ میں یہ عبارت موجود ہے پس کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا انتہی خان صاحب بریلوی نے مجھ پر یہ محض اتہام لگایا ہے اس کا حساب روز جزا ہوگا یہ کفریہ مضمون کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے براہین کی کسی عبارت میں نہ صراحتہً ہے نہ کنایتہً ۔

غرض خان صاحب بریلوی نے یہ محض اتہام اور کذب خالص بندہ کی طرف منسوب کیا ہے مجھ کو تو بحمد اللہ کبھی وسوسہ بھی اس کا نہیں ہوا کہ شیطان کیا کوئی ولی فرشتہ آپ کے علوم کی برابری کر سکے چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو یہ عقیدہ جو خان صاحب نے بندہ کی طرف منسوب کیا ہے کفر خالص ہے اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہوگا میں اس سے بالکل بری ہوں اور پاک وکفی باللہ شہیدا اہل اسلام عبارات براہین کو بغور ملاحظہ فرماویں مطلب صاف اور واضح ہے ۔ حررہ خلیل احمد وفقہ اللہ للتزود لغدہ ۔"

خلیل احمد

عدالت ملاحظہ فرمائے کہ یہ کیسا جھوٹ اور اتہام ہے ہم اس کے متعلق کیا لکھیں عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ کس قدر اتہام ہے جو شخص جس عقیدہ کو کفر کہے اس کو اس کے ذمہ مڑھ دیا جائے کس قدر ظلم صریح اور تکفیر کا شوق ہے۔"

(قطع الوتین صفحہ ۹ و ۱۰)

جج مدعا علیہ گ ۲۹ / مارچ ۳۳ء

اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ یہ بہتان صرف اپنا عیب چھپانے کے لیے تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے اعتراض کا جواب کوئی بھی نہیں دے سکا مرزا صاحب نے ان امور غیبیہ میں ابن مریم اور دجال و یاجوج ماجوج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اپنے علم سے کم اور اپنا رتبہ افضل بتا کر وہ عظیم الشان زہرہ گداز توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا اور پھر اس کے بعد مدعا علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے رہیں جب تک صاف صاف توبہ نہ کریں ایماندار نہیں ہو سکتے ۔

انا فتحنا لك فتحا مبينا

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعا علیہ نے خطبہ الہامیہ صٓ کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کی ہے اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہے لے کر ..... سبحان الذی اسری ... الآیۃ اور اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ نعوذ باللہ مرزا صاحب نے آنحضرت کے فتح مبین کو نظر استخفاف سے دیکھا ہے اور اپنی فتح کو بڑا بتایا ہے حالانکہ یہ نتیجہ نکالنا سراسر باطل اور خلاف منشاء متکلم ہے۔ جس فتح مبین کی طرف آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں اشارہ کیا ہے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور بزرگان امت محمدیہ بھی یہی مانتے چلے آئے ہیں اور خود مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی کے زمانہ میں اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایسی فتح اور غلبہ حاصل ہوگا جو پہلے کسی زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ ان کا تو یہ بھی عقیدہ ہے کہ مسیح اور مہدی دیگر مذاہب والوں سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرینگے اور جو مسلمان نہیں ہوگا اسے تلوار کے گھاٹ اتار دینگے اور دنیا میں سوائے مذہب اسلام کے اور کوئی مذہب نہ ہوگا اگرچہ ہمارے نزدیک دین کے معاملہ میں جبر کرنا مذہب اسلام کی رو سے جائز نہیں ہے لیکن اتنا ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام دلائل قاہرہ اور حجج باہرہ کی رو سے تمام ادیان پر غالب آئیگا اور جن ممالک میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت نہ ہوئی تھی وہاں بھی شمس اسلامی طلوع کرے گا اور ظلمات میں زندگی بسر کرنیوالوں کو بھی اپنی شعاعوں سے نورانی بنا دیگا حتی کہ آہستہ آہستہ کرۂ معمورہ کے لوگ اسلام کو اختیار کر لینگے۔ اور دنیا میں دیگر مذاہب کے پیرو اتنی قلیل تعداد میں رہ جائینگے کہ وہ معدوم کے حکم میں ہونگے۔

حسب عادت مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق اور لایعنی تاویلات سے طول دے کر وقت گذاری کی ہے اور اصل مسئلہ کو لاکر مطلب کو خبط کرنا چاہا ہے اس مسئلہ پر بیڈنگ یہ تھا کہ وہ اپنی فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح دیتا ہے۔ عدالت خود غور فرمائے کہ بلا کسی تاویل کے یہ مضمون مرزا صاحب کی عبارت اور ان کے ترجمہ سے واضح ہے اور جس کتاب کا حوالہ ہے یعنی خطبہ الہامیہ اس کا موضوع ہی یہ ہے کہ اپنی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے زمانہ پر ثابت کی جائے اصل عبارت اور خود مرزا صاحب کے ترجمہ کے ملاحظہ ہو۔

ولکن مضی وقت فتح مبین فی زمن نبینا المصطفیٰ و بقی فتح آخر وھو اعظم واکبر واظہر

من غلبۃ اولی وقد ران وقتہ وقت المسیح الموعود من اللہ الرؤف الودود وارحم الراحمین والیہ اشار فی قولہ تعالیٰ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ ففکر فی ھذہ الایۃ ولا تمر کالغافلین ۔

ترجمہ حسب ذیل ہے ۔

اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کے پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر ر کہ اس کا وقت مسیح الموعود کا وقت ہو اور اسی طرف خدائے تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ اس آیت میں فکر کرا ور عاقلوں کی طرح مت گزر۔ خطبہ الہامیہ ص۱۹۳ و ۱۹۴ "

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرماوے کہ مرزا صاحب کس فخر سے اپنے زمانہ کی فتح کو بزعم خود حضور کی اُس فتح مبین پر ترجیح دے رہے ہیں جس کی شہادۃ باری تعالےٰ نے انا فتحنا لک فتحا مبینا دی ۔ اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم الخ سے اس کی رجسٹری کر دی اس فتح مبین کی عظیم الشان بشارت آدم علیہ السلام سے لیکر عیسیٰ علیہ السلام تک کسی نبی کو میسر نہ ہوئی ۔ حتیٰ کہ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتح کے وقت اعلان فرمایا کہ آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اللہ کے گھر میں اُس کی پرستش کی جاوے ۔ تعجب ہے کہ چودھویں صدی کے مدعی نبوۃ اور مکفر امت جس نے چالیس کروڑ پرستاران توحید اور غلامان سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کو یکسا لخت صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ سے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے نہ ماننے والوں کو سور حرامی ولد الزنا بنایا ان کی عفت مآب مستورات کو کتیاں بنایا اسلامی توحید دنیا سے نابود کرنے اور شان رسالت محمدیہ صلعم کے مٹاتے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ۔ علماء اسلام جو اس کی اس اسلام دشمنی کا پردہ بے نقاب کرتے ہیں انہیں بدذات فرقہ مولویاں ۔ اور گندے گندے خطابات عطا کیے غرض بجائے اسلام کی ترقی کے معدودے چند اپنے ہم نوا کفر نواز مسلمان باقی رکھ باقی سب کو کافر اور بزعم خود دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اپنے زعم میں باطل میں اسلام اور خدا کے مشن کو شکست دی جو تیرہ سو سال میں کوئی بھی نہ دے سکا اس پر یہ ستم ظریفی کہ سرور دو عالم فخر بنی آدم صلعم کی فتح مبین پر میری فتح بہت زائد راجح اور غالب و ظاہر ہے ۔ پھر میں تک قناعت نہ کی بلکہ اللہ پر بھی افتراء اور بہتان باندھ کر کفر کی تکمیل کر دی کہ میری اس فتح پر خدا نے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الخ کی آیت میں اشارہ فرمایا ہے جو شخص مسلمان کے گھر پیدا ہوا وہ جانتا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی کا بیان ہے چونکہ خود مرزا صاحب اس کے منکر ہیں اس لیے اس آیت میں وہی توہین سرور دو عالم کا اشارہ بنا رہے ہیں کہ میری فتح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر بہت زیادہ غالب و راجح ہے اتنی واضح عبارت کے ہوتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی طول لاطائل تاویلات قابل التفات ہی نہیں ۔ علاوہ اس کے اس کا تو اقرار ہی ہے کہ مرزا صاحب کی فتح مبین حضور فخر

دو عالم کی فتح پر غالب و رائج ہی ہے یاں یہ تاویل کر رہا ہے کہ مسیح کے زمانہ کا نفیس سب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ہوگا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین اور آپ کے بابرکت زمانے سے بڑھ کر کوئی بابرکت اور فتح و عزت کا زمانہ ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی فرما رہے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم (بخاری شریف) میرا زمانہ تمام قرنوں سے بہتر ہے پھر وہ جو اس کے قریب آئے پھر وہ جو اس کے بعد آئے بس۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا زمانہ وہ تھا کہ ربع مسکون کے مراکز پر پرچم اسلام لہراتا تھا اور علاوہ دینی ترقیوں کے صاحب تخت و تاج تھے اور آج مسلمانوں اور اسلام پر جو مصائب و آلام ٹوٹ رہے ہیں ان سے کوئی باخبر انسان ناواقف نہیں جہاں سے کبھی اللہ اکبر کی صدائیں آتی تھیں وہاں آج گرجا کے ناقوس کی آوازیں آ رہی ہیں مسجد اباصوفیہ اور اسپین کے صرف حالات پڑھئے اور تو اور خود یہ مدعی خود مسیح موعود نصاریٰ کے مٹانے اور پرچم اسلام لہرانے اور اسلام ہی دنیا میں پھیلانے آئے تھے تمام پرستاران توحید کو اسلام سے بزعم خود خارج کر کے خود اور ان کے امتی نصاریٰ کے غلام بنتے ہیں اور اس پر اس قدر نازاں ہیں کہ نصاریٰ کی تائید میں ستر الماریاں تصنیف کر کے بھر دی ہیں جب بغداد شریف مسلمانوں سے نکل کر نصاریٰ کے قبضہ میں گیا تو اس پر چراغاں کیا اور مبارک باد و خوشیاں منائیں۔ ملکہ معظمہ کو عیسائی سلطنت پر مبارک باد کا عریضہ لکھا کہ یہ عریضہ مبارک باد کی اس شخص کی طرف سے ہے کہ جو یسوع مسیح کے نام پر طرح کی بد قسمتوں سے دنیا کو چھڑانے آیا ہے (تحفہ قیصریہ ص)

جہاد جیسے پاکیزہ مسئلہ کو محض خوشنودی نصاریٰ اور گورنمنٹ برطانیہ کے واسطے خراب بتا کر ممنوع قرار دیا اور رسائل اس کے خلاف عربی و فارسی لکھ کر ممالک اسلامیہ میں صرف خوشنودی نصاریٰ کے لیے شائع کئے ملاحظہ ہو کتاب البریہ نصاریٰ کی حکومت کو اللہ کی رحمت اور اس زمانہ کو مذہبی لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ سے بڑھ کر بتایا جس کی تفصیل آگے اپنی جگہ آئیگی غرض یہ کہ تمام مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ اور پھر خلفاء راشدین کا زمانہ ہر لحاظ سے بالا ظاہری و باطنی فتوحات سے پر ہے اس سے بڑھنا ناممکن ہے ہاں حدیث میں ہے کہ خیر القرون کے بعد ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ جس میں جھوٹ قریب شائع ہو جائے گا اور امانت کی جگہ خیانت رائج ہوگی۔ ثم یاتی من بعدھم قوم یخونون ولا یؤتمنون (الحدیث بخاری شریف)

پھر درمیانی فتنے حضرت امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہاتھوں پر اختتام پذیر ہوں گے۔ یہ آج تک کوئی بھی نہ سمجھا کہ ان کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور ان کی فتوحات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات پر رائج ہوں گے یہ محض افترا اور کذب خالص ہے۔

حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رح کی منصب امامت صفحہ ۵۹ سے ٹکڑا کاٹ کر پیش کیا علاوہ اس کے قطع برید میں بہت کچھ

اصل مطلب یہ فوت ہو گیا پھر بھی اس میں کہیں اس تحریر مضمون کا پتہ نہیں کہ امام مہدی کا زمانہ یا ان کی فتح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی فتح مبین پر راجح و غالب ہوگی۔ وہاں تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ میں غلبہ دین واسلام کا وعدہ فرمایا تھا وہ آپ کے زمانے میں وقوع پذیر ہوا مگر یہ غلبہ ختم نہیں ہوا بلکہ جاری رہا اور جاری رہے گا جب تک دنیا ختم نہ ہو اور جب آخر زمانہ میں دنیا کے ختم ہونے پر امام مہدی ظہور فرماویں گے، تو چونکہ دنیا تمام ہو چکی ہے ان کے ہاتھوں یہ غلبہ بھی انجام کو پونہچ جائے گا۔

یہ مختار مدعا علیہ کا اپنا اختراع ہے کہ ان پر اختتام ہوگا لہٰذا وہ بڑھ گئے اس طرح قرآن مجید میں ہے۔ یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا حضرت مولانا شہید فرماتے ہیں حضرت کی رسالت قیامت تک کے لوگوں کے لیے عام ہے حضرت نے اپنے زمانے میں خود بلا واسطہ تبلیغ کی پھر اس تبلیغ رسالت کا سلسلہ یوماً فیوماً بڑھتا ہوا چلا گیا گویا بواسطہ خلفاء راشدین و ائمہ مجتہدین و علماء ربانیین و اولیاء امت جاری رہا یہاں تک کہ زمانے کے ختم ہونے پر امام مہدی آخر مبلغ اسلام پر سلسلہ تبلیغ ختم ہوگا۔ اس میں نہ معلوم کس طرح مختار مدعا علیہ کو یہ نظر آیا کہ حضرت مولانا شہید رہ امام مہدی کے زمانہ یا ان کی تبلیغ یا فتح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین سے بڑھ کر غالب اور راجح بتا رہے ہیں محض اس مغالطہ کے لیے یہ عبارتیں نقل کر دیں تاکہ اس مغالطہ سے لوگ سمجھ لیں کہ اور بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے حالانکہ بزرگ اس بدیہی بات کے خلاف کوئی منصف مزاج کا فرادر دشمن بھی لب کشائی نہ کر سکے۔

قول مختار مدعا علیہ

اگر مختار مدعا علیہ یہ سمجھ لیتا کہ نبی کے اتباع کے ذریعہ جو فتوحات اور دین کی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں وہ دراصل اس نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور اس میں اس نبی کی توہین نہیں بلکہ تکریم و اعزاز ہوتا ہے تو یہ اعتراض نہ کرتا۔

(الجواب)

اعتراض صرف فتوحات پر نہیں گو فتوحات کیا ہوئیں مرزا صاحب کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کی جو تذلیل ہوئی تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں سوائے چند اپنے مریدین کے سب مسلمان کافر اور ولد الزناء دائرہ اسلام سے خارج اور سور بنا دیے گئے بے گناہ بیگمات کنجیاں قرار دی گئیں کوئی خدا اور رسول کی توہین نہیں جو ان دوست نما دشمنوں کے ہاتھوں عمل میں نہ آئی ہو عیسائیوں کو گندی گالیاں دے کر مجبور کیا کہ بانی اسلام اور ازواج مطہرات پر وہ ناپاک حملے کریں وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض تو صرف یہ ہے کہ کبھی کسی امتی کی فتح اس کے نبی سرور دو عالم کے اس فتح مبین سے بڑھ سکتی ہے جیسے باری تعالے نے انا فتحنا لک فتحا مبینا کے شاندار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے فتوحات ایک پلہ میں رکھے جائیں اور یہ انا فتحنا لک الخ کی فتح مبین

جس میں اللہ کا گھر ہمیشہ کے لیے ترس اور شیطانی تسلط سے پاک رکھا گیا ایک پلہ میں رکھا جائے تو وہی راجح اور غالب رہے گا
بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوحات میں سے ادنیٰ درجہ کی فتح بھی تمام عالم کے فتوحات پر راجح اور غالب ہے۔
مگر جن کے قلب سے باری تعالیٰ نے سرور دو عالم کی عظمت سلب کر کے اس عظمت عظمیٰ و نعمت علیا سے محروم کر دیا وہ
اس حقیقت کو کیا سمجھ سکتے ہیں آخر ابوجہل و ابولہب پر شان محبوبیت کو پوشیدہ ہے خدا کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک وارثان
محمدی اور پیروان بولہبی کی جنگ جاری رہیگی۔

باقی خطبہ الہامیہ سے جو ایک ٹکڑہ کاٹ کر پیش کیا ہے میں عدالت کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں کہ وہ خود
پورا صفحہ بلکہ ماقبل اور مابعد کو ملا کر ملاحظہ فرمائے کہ اس میں تحریف کیا اور توہین نکلے گی جس کو روہ عبارت سے پہلے صفحہ ۲
پر بھی یہی موجود ہے بلکہ اس ہیئے خدا کے نزدیک اس کا نبی مرزا غلام احمد صاحب کا ظہور نبی مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے اور
اس کا زمانہ رسول کریم کے زمانے معراجی کا منتہا اور خیر الورا سے کی روحانی تجلی کا آخری سرا شمار کیا گیا ہے ۔ عدالت خود ملاحظہ
فرمائے کہ مرزا صاحب نے اپنا ظہور بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اور اپنا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا
منتہا اور تجلیات کا آخری سرا قرار دیا ہے کیا اس سے اور بھی بڑھ کر کوئی فضیلت موجب توہین ہوگی کہاں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور کہاں مرزا غلام احمد صاحب اور کہاں ان کا زمانہ معراج زمانی اور کہاں یہ چودھویں صدی جو
کفر و شرک کے اور کیا ہے غرض یہ کہ عنوان بھی درحقیقت لا جواب ہے گو غیر متعلق اس قدر باتیں مختار مدعا علیہ نے
پیش کر دیں مگر جب تک مرزا صاحب کا رجوع صاف لفظوں میں اس کفریہ عقیدہ سے پیش نہ کیا جاوے کسی تاویل
سے مرزا صاحب کا ایمان محمد رسول اللہ پر ثابت نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات

قول مختار مدعا علیہ

مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل دس الہامات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔
۲۔ انا اعطیناک الکوثر۔
۳۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔
۴۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین۔
۵۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔
۶۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

۷۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔

۸۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔

۹۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔

۱۰۔ سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ۔

ان الہامات کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کیا کہ ان میں جن مقامات اور مراتب کا ذکر ہے وہ آنحضرت کی خصوصیات ہیں اور جو ان خصوصیات کا انکار کرے اُس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کہاں وہ اگر ہزار مرتبہ بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو قابل قبول نہیں۔

سو ان تمام امور کا جواب گواہ مدعا علیہ نمبر۱ کے بیان میں مفصل مذکور ہے اور اس میں ائمہ اور اکابر اولیاء امت محمدیہ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو جن میں سے نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا کہ وہ مرتبہ یا مقام بطریق وراثت جس لائق کہ ملہم ہے علی حسب المنزلتہ اس کو نصیب ہوگا اور اس امر خاص میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا اس لئے ملاحظہ ہو بیان مطبوعہ گواہ نمبر۱ مدعا علیہ صفحہ۱ تا صفحہ۱۱۔

اولاً بیان مطبوعہ کورٹ نہیں جس کا حوالہ ہے اکثر جگہ کا نا گیا ہے اور اس بحث میں اکثر حوالے اسی سے ہیں جو اصل ریکارڈ مسل میں نہیں جیسا کہ آخر میں آئے گا۔

دوسرے مختار مدعا علیہ نے حسب عادت مغالطہ کے لیے ان خصوصیات کے ولانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور بلا وجہ قبل از وقت اس جگہ اس بحث کو اٹھا دیا ہے کہ کسی کو قرآنی آیات الہام ہو سکتے ہیں یا نہ حالانکہ قرآنی آیات کا الہام ہونا دوامر ہے جس کی مفصل بحث اپنی جگہ پر آئیگی اور خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی غیر کو شریک ماننا یہ صرف خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ان کے واسطے سے اصل ذات وشان محمدیہ اور ان کی رسالت کا انکار اور امر ہے صرف مدعا یہ ہے کہ ان آیات مثلاً انا اعطینٰک الکوثر۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین۔ لولاک لما خلقت الافلاک[1] وغیرہ کے مصداق صرف سیدالانبیاء محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ خصوصیات ہیں جن میں آپ کا شریک کائنات عالم میں کوئی نہیں نہ جبرئیل ومیکائیل اور نہ ملائکہ مقربین نہ اولیاء اولوالعزم اور نہ انبیاء علیہم السلام۔ کسی کو شریک ماننا صرف شرک فی الرسالت نہیں بلکہ صرف سے آپ کی خصوصیات کا انکار کرکے آپکی رسالت ہی کا انکار کرنا ہے جس کے بعد کوئی کتنی ہی مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان پر لائے۔ کلمہ پر ایمان قرار نہیں ہو سکتا۔

بیان مندرجہ بالا امور تنقیح قابل بحث ہیں۔

---

[1] یہ حدیث ہے۔

(۱) کیا کسی شخص کی خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے۔
(۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔
(۳) کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی نبی ولی فرشتہ نے اپنے کو ان آیات کا مخاطب اور ان القابات خصوصی میں کسی طور پر اپنے کو یا کسی کو شریک و سہیم مانا ہے۔

الجواب:-

(۱) کیا کسی شخص کے خصوصیات کا انکار مستلزم اس کے انکار کو ہے اس کے ثبوت میں میں نے تمہیدی طور پر گواہ مدعا علیہ ملک مارچ ۱۹۳۳ء کا حوالہ پیش کیا تھا کہ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور انکار خصوصیات انکار ذات ہے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں "خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے انکار خصوصیات انکار ذات ہے" (جرح گواہ مدعا ۲/ مارچ ۱۹۳۳ء)

بحمد اللہ یہ تنقیح ثابت اور مسلم ہے لہٰذا اس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

تنقیح (۲) کیا مندرجہ بالا دس القابات و خطابات خصوصیات محمدیہ سے ہیں" اصل بحث مخصوص ان القابات اور انہیں خصوصی خطابات میں ہے نہ کہ ان کا وہ مفہوم جو اپنے الفاظ میں توڑ موڑ کر ڈالا ہے اور مخصوص ان امتیازی خصوصیات، والقابات و خطابات کا مخاطب و مصداق حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا ایسا بدیہی امر ہے کہ کسی مسلمان کے روبرو اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت ہی نہیں کون نہیں جانتا لولاک لما خلقت الافلاک وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین انا اعطینٰک الکوثر ۔عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ وغیرہ حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور حضور کے سوا اس خصوصی انداز میں کسی نبی یا ولی کو خطابات نہیں کئے گئے مگر اس چودھویں صدی کے مدعیان نبوت کے دور کی ایک یہ بھی بوالعجبی ہے کہ ان بدیہیات پر بھی دلائل پیش کرنے پڑتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں لا کر معاملہ کو رولانے کی ناجائز سعی انتہا کو پہونچا دی۔ مگر بحمد اللہ ایک حوالہ ضعیف سے ضعیف بھی ایسا پیش نہ کر سکا جس میں مخصوص ان القابات و خطابات سے کسی اور نبی یا ولی کو خواہ بذریعہ الہام خاص ہی سے نوازا گیا ہے کسی بزرگ کا اس مقام سے فیض حاصل کرنا اس سے اپنے قلب کو منور کرنا اور چیز ہے مگر ان خطابات والقابات مخصوصہ کا مصداق و مخاطب ہونا اور بات ہے اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام بعض خدا کی صفت و قدرت سے فیض پاتے ہیں ۔بعض صفت خلق سے بعض صفت ترزیق سے مگر وہ مصداق قدیر اور خالق اور رازق تو نہیں ہو جاتے بعض باری تعالے کے مقام جلال سے وابستہ ہوتے ہیں بعض صفت جمال سے مگر اللہ کے جلال و جمال کے مصداق یا اس کے شریک و سہیم نہیں کہلاتے نہ ان خدائی القابات کے مستحق ہوتے ہیں اس سلسلہ میں مفصل بحث تو نقب کے تحت میں علیحدہ علیحدہ آئیگی اس جگہ صرف یا بحث ہیں مختار مدعا علیہ نے غیر متعلق حوالوں سے مغالطہ دینا

بیان ہے اوئی اسے بے نقاب کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے تجزیے کے طور پر اپنے مطبوعہ بیان کے صفحہ ۱۰ و ۱۱[۲] کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ ان صفحات میں اس امر کی تائید ہیں کہ مقام محمود وغیرہ مراتب میں اولیاء اللہ کو حصہ ہے اور اولیاء امت بھی بطریق وراثت اس میں آپ کے شریک ہو سکتے ہیں۔

الجواب ان کے پیش کردہ حوالہ جات کی حقیقت تو آگے معلوم ہو جائے گی۔

اولاً صرف یہ گزارش ہے کہ ان مقامات سے اولیاء اللہ کو حصہ ملنا اور ان کا اس سے وابستہ ہو کر فیض حاصل کرنا اور چیز ہے اور ان القابات و خطابات کا مصداق و مخاطب ہونا اور امر ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ ان مقامات سے فیض حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسے ذات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض کا حصہ لینا ہے مگر ذات محمدیہ سے فیض اور حصہ لینے والا عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں ہوتا۔ اس طرح ان مقامات سے حصہ لینے والا ان خطابات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

غالباً مختار مدعا علیہ صوفیائے کرام کے مشاغل اور ذکر و اشتغال سے نابلد ہے صوفیائے کرام کے بیان مختلف استعداروں کے لحاظ سے مختلف مراقبات سے تعلیم ہوتے ہیں کوئی مقام فنا کو مراقبہ ہے کوئی مقام جہاد کا کوئی مقام ابراہیمی کا کوئی موسوی کا کوئی عیسوی کا کوئی مقام محمود کا کوئی مقام دنا فتدلی کا اور ان سے حصہ ملنے کا یہ مطلب ہے کہ یہ مقامات سالک پر منکشف ہو جائیں اور ان کے خصوصی فیض سے اس کا قلب منور ہو جاوے یہ مطلب نہیں کہ ان خصوصی قرآنی امتیازی خطابات و القابات کے مستحق یا شریک و سہیم ہوں گے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پانچ حوالہ مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں۔ شرح مثنوی بحر العلوم ۲۔ ہدیہ مجددیہ ۳۔ فتوح الغیب[۲] ۴۔ دیوان معین ۵۔ شرح فصوص الحکم اس میں حوالہ ۱ وہ ہے کہ جو ہرچہ میں ہر دو گواہ نہ وہ کتاب پیش کر سکے نہ اس کے مصنف کا نام و مذہب بتا سکے نہ وہ کوئی مسلم قابل اعتماد کتاب ہے اس کے مصنف ایک معمولی شخص وکیل محمد سکندر پوری ہیں۔

یونہی ہے حوالہ (۳) بھی فصوص الحکم ایک غیر متعارف شرح کا حوالہ ہے جو صوفیائے کرام کے نزدیک دوسرے شروح کی طرح مسلم و معتبر نہیں اور نہایت قطع و برید سے پیش کیا ہے۔ باوجود اس کے کسی ایک حوالہ میں یہ نہیں کہ ان مخصوص مذکورہ بالا القابات و خطابات سے اسی انداز پر کسی نبی یا ولی کو نوازا گیا ہو۔ لہذا میرے یہ تمام اعتراضات بالکل بدستور لاجواب ہیں۔

تفصیلی جواب۔

حوالہ ۱ شرح مثنوی مولانا روم

"پس در آوند کارگہ یعنی عدم ؎ تا برآید صنع و صانع را بہم۔

کی شرح کی دونوں عبد العلی صاحب بحر العلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فنائی صفات کا ہے جو حدیث قرب

النوافل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کان آنکھ ہو جاتا ہے اور دوسرا مقام فنائے ذات ہے اور تیسرا مقام جمع الجمع وقاب قوسین اور مقام کمال ہے جیسا کہ آیت ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ سے ظاہر ہے کہ جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں اور چوتھا مقام مقام احدیت جمع اور اس کو مقام او ادنیٰ کہتے ہیں (یعنی خدا سے بہت ہی قریب) جو کہ آیت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ میں بیان کیا گیا ہے یہ لکھ کر فرماتے ہیں و این مقام بالاصالت خاص بخاتم النبیین است و بوراثت و کمال متابعت اوکمل اولیاء را ازیں حظے است (مثنوی دفتر دوم حاشیہ ص۵۲)

کہ اگرچہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے"۔ (منقول در بیان گواہ مدعا علیہ ص۱)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس میں مذکورہ بالا دس القابات وخطابات محمدیہ مثلاً لولاک لما خلقت الافلاک، انا اعطینٰک الکوثر، وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین، عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا وغیرہ سے کسی ایک خطاب یا لقب کا حق طلب علاوہ ذات محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو نہیں بتایا گیا۔ کسی کو ان امتیازی خصوصیات مذکورہ میں شریک و سہیم مانا ہے یہاں تو صوفیائے کرام کے مشاغل ومراقبات قرب خداوندی کے مدارج و مقامات مثلاً فنا فی الذات، وفنا فی الصفات اور مقام جمع الجمع جس کا دوسرا نام مقام کمال اور مقام احدیت جس کا دوسرا نام مقام او ادنیٰ ہے چار مقامات کا ذکر ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سالک مقام ذات میں عین ذات باری اور مقام صفات میں عین صفت خداوندی یوں ہی مقام احدیت میں اسم وحدانیت ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں فنا ہو کر ان کی تب اور حقیقت تک بقدر طاقت بشریہ رسائی کر لیتا ہے یا وحدۃ الوجود اور ہمہ اوست کے رنگ میں رنگ جاتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ انتہائی تقرب کے مقامات تک حقیقی اور اصلی رسائی تو محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو میسر نہیں ہو سکتی البتہ آپ کے خدام اور کامل اولیاء اللہ کو آپ کے صدقہ میں کچھ حصہ بقدر مراتب ان مقامات فنا در فناء سے ضرور مل جاتا ہے ورنہ اصل تقرب خداوندی تو صرف محبوب خدا ہی کو حاصل ہے اب اس بحث کو اصل مدعا یعنی خصوصی القابات میں شراکت سے کس قدر ربط و تعلق ہے اسے میں عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں۔ (حوالہ ص۲ ہدیہ مجددیہ)

وھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ احد من الانبیاء والمرسلین [illegible]

(ہدیہ مجددیہ ص۲) میں اولاً عرض کر چکا ہوں کہ ہدیہ مجددیہ ہماری غیر مسلم کتاب ہے اور اس غرض سے بار بار وہ ہیم مطالبہ کے نہ کتاب پیش کر سکے اور نہ اس کے مصنف کا نام بتا سکے۔ پس ہم اگرچہ اس کے جواب کے مکلف نہیں مگر صرف اس لئے کہ شاید شائع ہونے پر بندگان خدا کو اس سے مغالطہ ہو جواب بھی عرض ہے۔

(۱) مقام محمود یعنی مرتبہ ستائش میں گفتگو نہیں بلکہ گفتگو صرف اس میں ہے کہ آیت کریمہ عسیٰ ان یبعثک

کوئی بتا نہیں سکتا کہ آیت مذکورہ کا مخاطب
ربک مقاماً محموداً کا مصداق اور مخاطب کون ہے مگر ہدیہ مجددیہ کی عبارت میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی و ولی ہو سکتا ہے بخلاف اس کے قرآن پاک و احادیث نبویہ میں اس کی تصریح موجود
ہے کہ اس آیۂ کریمہ کا خطاب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آپ کے ایسے خصوصیات میں سے ہے جس میں اولین
و آخرین میں سے کوئی نبی یا ولی شریک نہیں ہو سکتا قرآن حکیم ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک
ربک مقاماً محموداً ۔ یہ آیت اپنے سیاق و سباق کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے
اور اس کا خطاب بھی صرف آپ ہی کو ہے تمام قرآن پاک اور احادیث آثار صحابہ اقوال ائمہ اور بزرگان دین کے ارشادات
میں کبھی اس خصوصیت کو بالائے طاق رکھ کر اور آیت کا استعمال کسی اور نبی و ولی فرشتہ کے واسطے نہیں کیا گیا ۔
ہاں مقام محمود کا مراقبہ صوفیائے عالی ضرور ہے مگر وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مقام فنا اور مقام بقا وغیرہ
جس کا مدعا صرف اس قدر ہے کہ سالک پر اس کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور اس کے فیوض و برکات کا اس کے آئینہ قلب
پر انعکاس اور پرتو پڑتا ہے اور یہی مطلب اولیاء اللہ کو مقام محمود سے حصہ ملنے کا ہے ورنہ بتصریح قرآن حکیم یہ خطاب اور اس
آیت کے مصداق نبی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں بلکہ اس میں کسی کو شریک و سہیم
ماننا شرک فی الرسالت ہے جس کے بعد کامل شریعت کے جزو ثانی پر ایمان ناممکن ہے اور ہدیہ مجددیہ میں باوجود فہم مسلم ہونے کے
اس آیت کا خطاب اور اس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں صرف
مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دیا ہے۔ اگر اس آیت کے خطاب اور اس کے مصداق میں کسی کو شریک مان لیا جاوے تو ان احادیث
نبویہ کے خلاف ہوگا جو صحت و تسلیم میں اعلیٰ پایہ کی ہیں۔ ملاحظہ کے واسطے نمونۃً اس کے متعلق مختصر فیصلہ دربار رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم پیش ہے ۔

مقام محمود کے متعلق سید الانبیاء صلعم کا فیصلہ

۱ ۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاکسی حلۃ من حلل الجنۃ ثم اقوم عن یمین
العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام المحمود غیری ۔ ترمذی شریف و مشکوٰۃ شریف باب
فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۱۳ ۔ اس حدیث کے تحت میں لمعات ازشیخ رحمۃ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ مقام محمود ہے
بلکہ صاف لفظوں میں واضح ہو گیا ہے کہ اس موعود مقام محمود میں کوئی بھی مخلوق میں ایسا نہیں جو اس پر فائز ہو سکے۔ سوائے ایک
ذات گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم النبیین ہیں ۔
(۲) بخاری شریف میں ایک باب پہلے باب قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً یعنی صرف اس
آیت کا خطاب اور اس کا مصداق قائم اور مخصوص کرنے کے واسطے مستقل باب باندھا پھر ایک طویل مفصل حدیث نقل فرمائی

ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود۔ یعنی وہ دن ہو گا کہ جس دن اللہ صرف اپنے حبیب کو مقام محمود پر فائز فرماوے گا۔ بخاری شریف ج۲ ص۶۸۶۔

(۳) بخاری و مسلم میں متفقہ احادیث موجود ہے جس میں مفصل شفاعت نبویہ کے ذکر کے بعد ہی آیۃ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً تلاوت فرما کر ارشاد ہے وھذا المقام الذی وعدہ ربکم۔

(۴) دارمی شریف میں اس مقام محمود کی تعریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ (باب الشفاعۃ مشکوٰۃ ص۴۹۳)

ثم اقوم عن یمین اللہ مقاماً یغبطنی الاولون والآخرون مشکوٰۃ ص۴۹۳ یعنی مقام محمود خدا کے داہنے طرف ہے۔ جو صرف مجھے ملے گا اور اس پر تمام اولین و آخرین اگلے پچھلے بلا استثناء غبطہ اور رشک کرینگے۔

(۵) اور اذان اور اس کی دعا کی حدیث میں بھی مقام محمود کی تشریح اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تخصیص کی تصریح کی ہے مشکوٰۃ ص۶۴ و ۶۵

مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان کا فیصلہ

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کے نزدیک کتاب اللہ اور کتاب الرسول سب مرزا صاحب کے اور ان کے خلفاء کے تابع ہے اور ان کے مقابل در اصل کسی آئینہ یا حدیث کو نہیں مان سکتے ملاحظہ ہو جرح گواہ ۲/ مارچ ۱۹۳۳ء لیکن مرزا محمود صاحب کی تمام تصانیف پر میرا ایمان ہے اور وہ سب کی سب بلا استثناء مسلم ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱۲/ مارچ ۳۳ء لہذا میں ان کے خلیفہ ثانی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں اگر اس آئت کریمہ کا خطاب اور اس کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور یہ حضور کو انعامات الٰہیہ میں سے ایک انعام عظیم ہے ملاحظہ ہو انوار خلافت خلیفہ محمود صاحب۔

کیونکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام ہے جس کی نسبت خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اگر ہمارا رسول کریم سے اس عظیم الشان درجہ کے ذریعہ سے تعلق قائم ہو جسے اللہ تعالےٰ نے مقام عظیم کے طور پر آپ کے لیے وعدہ فرمایا ہے۔ (انوار خلافت ص۱۹)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعان کا

(اس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے)

(۱) آیت عسیٰ ان یبعثک ربک الخ میں وعدہ الٰہی صرف آنحضرت کے واسطے ہے۔

(۲) یہ مقام محمود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا انعام ہے۔

(۳) یہ مقام محمود اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے بطور انعام عطا فرمایا۔

نتیجہ

پس مختار مدعا علیہ کے نزدیک قرآن و حدیث قابل استناد ہوں یا نہ ہوں ان کے خلیفہ دوم صاحب یعنی مرزا محمود صاحب کا فیصلہ بہر حال ناطق ہوگا اس کے بالمقابل ہر یہ مجددیہ کو یا کسی نبی یا ولی کا فیصلہ قابل التفات نہیں۔

لہذا ثابت ہو گیا کہ مقام محمود جس کا وعدہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں ہے خصوصیات محمدیہ اور القاب مصطفیٰ سے ایک ایسا امتیازی طغریٰ ہے جس میں کسی کی بھی شرکت نہیں ہو سکتی اور کسی کو اس کا مخاطب سمجھنا جیسا کہ مرزا صاحب نے اس آیت کو چسپاں کیا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا کہ اے مرزا صاحب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا یہ ایسا کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ و صریح توہین ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان ممکن ہی نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے مغالطوں کی بہت سعی کی مگر کسی ایک نبی و ولی کیا کسی عالم صوفی کے قول سے بھی یہ پیش نہ کر سکا کہ اس نے اپنے یا کسی کے واسطے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا کا استعمال حقیقی یا مجازی اصلی ظلی اور بروزی کسی طرح بھی جائز رکھا ہو گو صرف لغوی معنی کے لحاظ سے مقام محمود یعنی قابل ستائش مرتبہ نہیں بلکہ مخصوص اس آیت عسیٰ ان یبعثک الخ میں جیسا اس کے معنے ہیں واللہ ان یبعثک ربک مقاما محمودا میں۔ پس باوجود اس طویل تقریر کے مرزا صاحب کا کفر و ارتداد دور نہ ہو سکا نہ ان کی بے ربط باتوں سے میری بحث کا کوئی بھی جواب ہو سکتا ہے۔

(۱) حوالہ شرح فصوص الحکم شیخ عبد الرزاق کاشانی کا ہے) فلہ المقام المحمود د شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر صہ

الجواب

(۱) اولاً یہ شرح کوئی معتبر شروح سے نہیں اور نہ ہی ہماری مسلم ہے (۲) خود مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ امام عبد الوہاب شعرانی جن سے زائد شیخ اکبر کا کلام کوئی سمجھ نہیں سکتا میرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان مقام محمود آنحضرت کے خصوصیات سے شمار ہے جیسا ملاحظہ ہو یواقیت و جواہر طبقات (۳) مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ نے فلہ المقام المحمود کا ٹکڑا ویسے ہی دانستہ کاٹا ہے تاکہ بے ربط ہو کر مغالطہ کے لائق ہو سکے ورنہ آیت عسیٰ ان یبعثک ربک۔ الخ کا یہاں کوئی ذکر ہی نہیں بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ امام مہدی کا ایک بڑا مرتبہ قابل تعریف ستائش ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آیت مذکورہ کا موعودہ مقام ان کو دیا جا سکتا ہے یا وہ بھی اس کے مخاطب و مصداق ہو سکتے ہیں۔ لہذا یہ حوالہ یہاں بالکل بے ربط ہے اس میں ما بہ النزاع کے متعلق اشارہ تک نہیں۔

(۲) حوالہ فتوح الغیب کا ہے)

سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر رسول و نبی و صدیق کا وارث ہو جاتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ۴ ص ۲۲)

الجواب۔ مگر یہ ترجمہ نہیں بلکہ حاصل مطلب اور یہ بھی ماقبل و مابعد سے بے ربط قطع و برید اور خیانت سے پر ہے

تاہم مختار مدعا علیہ کو ذرہ برابر مفید نہیں بلکہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مختار مدعا علیہ نے یہ غیر متعلق حوالہ کیوں پیش کیا۔ یہاں نہ تو تمام محبوب با خصوصیات عشرہ کا ذکر ہے نہ کسی خصوصیت سے کسی نبی یا ولی کی شرکت کا تذکرہ یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ انسان تمام تعلقات غیر اللہ چھوڑ کر جب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جاتا ہے تو انبیاء و صدیقین کا وارث ہو جاتا ہے
اور ظاہر ہے کہ نبی کی وراثت نہ تو دینار و درہم میں ہے نہ کسی مقام کی شراکت میں بلکہ وراثت انبیاء کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ نبیوں کے علوم سے فیضیاب ہو۔ اس پر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو دو شہادت پیش کرتا ہوں ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء ولم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (مسند احمد۔ ترمذی شریف۔ ابوداؤد شریف۔ ابن ماجہ۔ دارمی) مشکوٰۃ کتاب العلم)

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کی وراثت دینار و درہم وغیرہ میں نہیں ہے ان کی وراثت صرف ایک علم میں ہے اور کسی شئے میں نہیں بس جس نے اُن کا علم حاصل کیا اُس نے اُن کی وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیا۔ یوں ہی بخاری شریف میں باغ فدک کے سلسلہ میں ہے کہ۔

ہم انبیاء کے گروہ کی وراثت کسی دینار و درہم میں نہیں جاری ہوتی بلکہ صرف علمی وراثت ہے علم کے سوا اور کسی شئے میں وراثت انبیاء و رسل جاری ہی نہیں ہو سکتی۔

پس حضرت شیخ الطائفہ سید عبد القادر جیلانی رح کے ارشاد کہ ہر نبی و رسول کا وارث ہو جاتا ہے صرف اس قدر ہے کہ انبیاء و رسل کے علم سے بقدر مراتب حصہ پاتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتا ہے۔

یہ کفریہ مطلب ہرگز نہیں جو مختار مدعا علیہ نے کر عدالت کو مغالطہ دینا چاہتا ہے کہ ان کے خصوصی مراتب میں شریک و سہیم ہو جاتا ہے ورنہ پھر ہر ولی کو سید المرسل فخر بنی آدم شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محبوب رب العالمین ماننا پڑیگا اور اسے مرزا صاحب کے مریدین تو تسلیم کرینگے مگر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو کسی مقرب سے مقرب کو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محبوب خاص سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا شریک و سہیم تسلیم نہیں کر سکتا بلکہ اسے سخت ترین توہین بارگاہ رسالت کی خیال کرے گا۔ پانچواں حوالہ دیوان معین سے

- آنچہ حضیض دناءت پھر بگذری شاید   کہ تا دنا فتدلیٰ صعود خود بینی

الجواب

اس میں کہیں کوئی بھی اشارہ مابہ النزاع امور کی جانب نہیں اور یہ شعر محض صوفیاء کرام کی اصطلاح سے ناواقفی کی بناء پر یہاں مختار مدعا علیہ نے نقل کر دیا۔ ورنہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مقام فناء اور بقاء کا آخری مقام دنا فتدلیٰ ہے اور اس پر صعود سے مراد دنیوی تعلقات کا انقطاع اور رب العزۃ سے تعلق کا انتہائی استوار ہونا ہے اس

سے یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیاذاً باللہ شریک وسہیم ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تشریح کے لیے ردیف الیاء کی پہلی غزل ملاحظہ ہو۔

نیز حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالے فرقہ وجودیہ اور ہمہ اوست سے تعلق رکھنے والے ہیں جس پر ان کے مندرجہ ذیل اشعار درج ہیں۔

کسیکہ عاشق ومعشوق خویشتن ہمہ اوست — حریف خلوۃ وساقی انجمن ہمہ اوست
اگر بدیدہ تحقیق بنگری دانی — کہ ناظر دل ومنظور جان وتن ہمہ اوست،
زجام عشق نہ منصور بیخود آمد وبس — کہ دار نیز ہم گفت کہ یارمن ہمہ اوست ؟
زاعتبار گذر کن کہ ماز من ہمہ اوست الخ — (دیوان معین ص۱۳)

من نمیگویم انا الحق یار میگوید بگو — چوں نگویم چون مرا دلدار میگوید بگو
(دیوان معین ص۷۶)

خواہ اس پیش کردہ شعر کی غزل کا مطلع ملاحظہ ہو۔

اگر بچشم حقیقت وجود خود بینی — قیام جملہ اشیاء ببود خود بینی

پیش کردہ شعر کے بعد تیسرا شعر ہے کہ۔

بہ بند دیدہ ز اعیان کہ تا ز عین عیان — وجود دوست بجان وجود خود بینی

اور مرزا صاحب صوفیاء کرام کے وحدۃ الوجود سے بالکل دور اور علیحدہ ہیں بلکہ اُسے اچھا ہی خیال نہیں کرتے اور اپنے خدائی دعویٰ کی بنیاد بھی اس پر رکھنا پسند نہیں کرتے ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام) پس مرزا صاحب کے کلام کی تائید حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے کرنا صرف خواجہ صاحب کے مشرب سے ناواقفی بلکہ خود مرزا صاحب کے مذہب سے بھی ناواقفی کا ثبوت ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شعر بھی مختار مدعا علیہ کے لیے مفید نہیں بلکہ مسئلہ متنازعہ سے بالکل بے ربط ہے۔

چھٹا حوالہ کتاب اثبات الالہام والبیعۃ ص۱۴۲ و ۱۴۳ مؤلفہ مولوی عبد الجبار غزنوی " اگر الہام نا شریک سمجھا جائیگا۔

الجواب

(۱) مدعیہ اور اس کا گروہ مقلد حنفی ہے۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی غیر مقلد وہابی بلکہ تقلید شخصی کے شرک سمجھنے والوں کے سرگروہ ہیں۔ لہٰذا ان کا کوئی حوالہ جب کہ اُن سے اصولی اختلاف ہے ہم پر حجۃ نہیں جسطرح اسلامی قربانی یا اور بھی تصانیف باوجود احمدی مصنف ہونیکے مختار مدعا علیہ نے تسلیم نہ کیا۔

(۲) مولوی عبد الجبار غزنوی کوئی بڑے عالم بھی نہیں بلکہ اپنے زمانہ کے عالموں میں متوسط درجہ میں شمار ہیں۔

(۳) قرآن پاک واحادیث واقوال بزرگان سے خصوصیت ثابت ہونے کے بعد مولوی عبدالجبار کا انکار محض لغو ہے۔
(۴) مولوی عبدالجبار نے اس سلسلہ میں جو آیات نقل کی ہیں وہ خصوصی القاب کی حد کی نہیں گو ضمیر خطاب مخصوص ہو جیسا کہ ہماری پیش کردہ آیات وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین۔ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً وغیرہ۔
یہ آیات اور اس طرح خصوصی لولاک لما خلقت الافلاک وغیرہ خصوصی القاب ہیں۔ جب کہ دنیوی خطابات والقابات کسی دوسرے کے واسطے بتاویل استعمال کرنا بھی قانوناً جرم ہے تو خداوند تعالےٰ نے جو خطابات اپنے مخصوص حبیب سید الانبیاء وفخر بنی آدم کو عطا فرمائے ہیں وہ کیونکر دوسرے کے لیے استعمال ہو سکیں گے
ساتواں حوالہ فتوح الغیب مقالہ ۲۸ "ثم تو فع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین"
یعنے جب تو مرتبہ فنا میں کمال کو پہونچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تعالےٰ تجھے مخاطب کرے گا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔

الجواب

انک الیوم لدینا مکین امین۔ کسی نبی کا خصوصی لقب خدا کا دیا ہوا نہیں بلکہ یہ وہ فقرہ ہے کہ عزیز مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو جیل سے بلا کر فرمایا تھا کہ انک الیوم لدینا مکین امین۔ آج سے آپ میرے نزدیک باعزت اور امانت دار ہیں۔
پس نہ تو یہ باری تعالےٰ کا عطا کیا ہوا خطاب ہے نہ کوئی لقب نہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ لہٰذا یہ حوالہ اس جگہ بالکل بے ربط ہے۔
آٹھواں حوالہ مقامات امام ربانی مطبوعہ دہلی ص۱۳۶
"مجدد الف ثانی رح کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا۔ انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ اسی رعایت سے ان کا نام محمد یحییٰ ہوا

الجواب

(۱) مقامات امام ربانی غیر مسلم کتاب ہے نہ تو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ کی تالیف ہے نہ ان کے کسی مستند خلیفہ کی بلکہ ان کے سلسلہ کے ایک۔۔۔ رہ کی کتاب ہے جس میں ان کے کچھ حالات قلمبند ہیں اور اہل سلسلہ کے نزدیک اس میں رطب ویابس امور بھی ہیں۔
(۲) اس میں کوئی خصوصی لقب یا خطاب کسی دوسرے کو اسطے استعمال نہیں ہوا بلکہ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی تھی اس طرح حضرت مجدد صاحب کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی۔ اور بشارت کی مشارکت کا کوئی اعتراض نہیں بلکہ خصوصی لقب اور خطاب کی شرکت کا سوال ہے وہ اور انبیاء کے ساتھ

نہیں بلکہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیونکہ اور انبیاء کے ساتھ تو علماء امت محمدیہ کو بھی ایک قسم کا ارتباط حاصل ہے
جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح
ہیں۔ پس یہ حوالہ بھی امر متنازع فیہ سے غیر متعلق ہے۔

نواں حوالہ علم الکتاب خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ صلا

الحمد للہ الذی جعلنا من کمال المؤمنین ببرکۃ المحمدیۃ الخالصۃ وقوۃ النسبۃ لقرب مع
اللہ ورسولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وامرنی فی قلبی بالہام الخاص ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعوھم
الی الطریقۃ المحمدیۃ بما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات التی ھی شاھدات البینات علی حقیقتک ولاتتبع
اھواءھم واستقم کما امرت فان تولوا عن طریقتک الحق فقل حسبی اللہ۔ انما یرید اللہ ان یصیبہم ببعض
وعد۔ للفاسقین وان کثیرا من الناس لفاسقون افحکم الجاھلیۃ یبغون فی زمان یحکم اللہ
بآیاتہ مایشاء بحسب رضاء فی رسولہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علی لسان محمد بین الخالصین ومن احسن من
اللہ حکما لقوم یوقنون واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ فی القرآن واسمعوا کیف اقتبس بالآیات وابلغکم
دعوۃ الحقۃ ما وعاکم احد الی الآن علی ھذا نھج المرضی وتعالوا الی رسولہ واختاروا المحمدیۃ الخالصۃ
التی ھی الطریقۃ الحقۃ قالوا حسبنا ما وجدنا علیہ آباءنا من الطرق الاخر ولو کان آباءھم لا یعلمون
شیئا ولا یھتدون ھذا ما امرنی اللہ ببیانہ وحکمنی ان احکم بہ بینکم فحکمت بحکمتہ بینکم بالقسط ان
اللہ یحب المقسطین و ارانی ربی آیتہ الکبریٰ واعطانی کلماتہ العلیا واتانی ھذا الکتاب ونادانی
بالخطاب حیث قال لی یا خلیفۃ اللہ ویا آیات اللہ انی شھدت بعبودیتک فاشھد انت بالوھیتی و انک
عبدی ومقبولی ومقبول رسولی قلت یارب اشھد ان لا الٰہ الا انت واشھد انک علی کل شئ شھید انت الٰھی
ومعبودی ولیس سواک مقصودی یا عترۃ حبیبک وبضعۃ عند نبیک وقال یا عین اللہ ویا عارف باللہ
انی جعلتک مظھرًا جامعًا لکل ظھوری الی فاذھب بآیاتی الی کل مخلوقاتی وجعوتک من الجسم الالٰھی و
الجسم المحمدی فمن اطاعک فقد اطاع اللہ والرسول قلت یارب قبلت جمیع احکامک ودعوت
الخلق الی دینک واسلامک فاھدھم الی والی لا ھدیہم الیک ، الی رسولک و انت
تھدی من تشاء وقال یا مورد الواردات ویا مصدر الآیات انا جعلناک آیۃ للناس لعلھم
یرشدون ولکن اکثر الناس لا یعلمون قلت یا رب تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی
نفسک ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم وقال
قل لو کانت الحقیقۃ زائدۃ مما کشفت علی لاظھرھا اللہ

الجواب

اس سے مختار مدعا علیہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیات قرآنیہ مکرر الہاماً بزرگان دین پر نازل ہوتی ہیں اور اس میں وہ ہی مخاطب ہوا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بحث مفصل ان شاء اللہ تعالےٰ وحی کے سلسلہ میں آئیگی یہاں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ آیات مندرجہ علم الکتاب الہاماً مکرر ان پر نازل ہوئیں۔ محض حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ پر افتراء ہے اور بہتان ہے جرح میں اس کے متعلق کافی مواد ہے جو اپنی جگہ پر آئے گا اور بہت کچھ بحث ابتدائی میں پیش ہو چکا یہاں انہیں دو نو پیش کردہ کوٹیشنوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیات قرآن کی اتری ہوئی ہیں قرآن ہی سے لے کر اقتباس کے طور پر یہاں مستعمل ہوئی ہیں۔

مکرر الہاماً نازل نہیں ہوئیں — پہلے کوٹیشن کے ابتدائی الفاظ

" ان احکم بینہم من احکام اللہ تعالیٰ وادعہم الی الطریقۃ المحمدیۃ بما نزل اللہ فی کتابہ من الآیات الخ "

" یعنے اللہ تعالےٰ نے الہام فرمایا کہ ان مسلمانوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب انہیں ان آیات سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں " ملاحظہ فرمائیں کس قدر صاف وصحیح عبارت ہے کہ جو قرآن پاک میں اتری ہیں ان کے ذریعے سے دعوت طریقہ محمدیہ کی مسلمانوں کو دیجئے یہ کہیں نہیں کہ الہاماً مکرر آپ پر آیات مندرجہ ذیل اتری ہیں بلکہ تصریح ہے کہ اپنے وعظ و دعوت میں وہ آیات استعمال کیجئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب قرآن میں اتاری ہیں کس قدر عظیم الشان افتراء و بہتان ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالہ میں یہ ابتدائی تمہید اور اس قدر واضح فیصلہ ہو اور پھر وہ اس سے عدالت کو مغالطہ دہی کی ناجائز سعی کرے۔ عدالت کے روبرو اس عظیم الشان کذب بیانی کے بعد اُس کی گواہی یقیناً ساقط الاعتبار ہونی چاہیئے۔

اور مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ جس کی ایک بات غلط ثابت ہو جائے اُس کی دوسری باتوں کا بھی اعتبار نہیں ملاحظہ ہو چشمۂ معرفت ص۲۲۲۔

دوسرے حوالہ کے ابتداء میں ہے " واکتب الآیات فی کتابک " قرآن کی آیتیں اپنی کتاب میں لکھو، پھر خدا کے ارشاد کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ (اکذبتم ما یاتی الخ) یہ سب امور تصریح ہیں اس امر کی کہ وہی قرآنی آیات ہیں جنہیں بطور اقتباس کے موقع و محل پر خدا تعالےٰ کے حکم سے اپنے مضمون میں چسپاں کیا ہے اور خدا تعالےٰ کے حکم سے انہوں نے یہ خدمت رشد و ہدایت اختیار کی ہے نہ اپنی رائے سے

قول مختار مدعا علیہ۔

ان آیات قرآنیہ کے متعلق خواجہ علیہ الرحمۃ نے "مر فی قلبی بالنسبۃ مر الخاص" کہا ہے سو اس سے مراد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے۔ یہ کس قدر سفید جھوٹ ہے "مر فی قلبی بالالہام الخاص" کے آگے وہ الہام خاص بھی مذکور ہے جس کے مدعا علیہ کے قیاس آرائی کی حاجت نہیں ملاحظہ ہو۔ "مر فی قلبی بالالہام الخاص ان احکم بینہم عن احکام اللہ تعالیٰ و ادعوہم للطریقۃ المحمدیۃ بما انزل اللہ تعالیٰ من الآیات"

یعنی میرے قلب میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ الہام فرمایا کہ ان لوگوں میں اللہ کے احکام سے فیصلہ کیجئے اور طریقہ محمدیہ کی طرف ان آیات کے ذریعہ سے دعوت دیجئے جو اللہ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں نازل فرمائی ہیں۔

وہ تو وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ نے مجھے صرف یہ حکم الہام خاص سے فرمایا کہ قرآن میں جو اس نے آیتیں نازل کی ہیں ان کی بندگان خدا میں دعوت و تبلیغ کیجئے اور مختار مدعا علیہ یہ شکل دے رہا ہے کہ "اس سے مراد یہی ہے کہ خدا نے ان آیات کو آپ کے دل میں الہام کیا ہے"۔

اب یا تو یہ دانستہ مغالطہ دیا یا سہو ہو گیا۔ یا مختار مدعا علیہ کو اس عبارت کا ترجمہ معلوم نہ تھا۔ غرض حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کا دامن تقدس اس افتراء سے پاک ہے

مختار مدعا علیہ نے ایک فقرہ اور مغالطہ کے لیے نقل کیا ہے۔

"ونور نشر اللہ علی قلبی من آیات بینات مرۃ فی قسمۃ بعد … القرآن الخ"

الجواب

یہ بھی مغالطہ ہے وہ محض یہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اللہ نے قرآن کی آیتیں یاد کرا دیں حالانکہ میں حافظ قرآن نہیں ہوں میں ان کی دعوت و تبلیغ میں مصروف ہو گیا اس کے حکم کے مطابق مصروف ہو گیا اور اب بلا تامل آیات قرآنیہ اپنے مضمون میں استعمال کرتا ہوں۔ زیادہ توضیح کے لیے علم الکتاب … جرح گواہ مدعا علیہا بابت … پر ملاحظہ ہو۔ غرض یہ کہ یہ حوالہ بھی محض بے سود اور کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ مفصل بحث وحی و الہام کے سلسلہ میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۱)

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ ملزمہ مرزا … (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۱)

مختار مدعا علیہ نے حسب عادت اپنے الفاظ میں میرا مدعا نقل کر کے مطلب خبط کرنے کی ناجائز سعی کی ہے۔ میں نے صرف یہ عرض کیا تھا کہ یہ مذکورہ بالا آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے کسی اور نبی اور ولی کے کسی کے واسطے اس کا ہونا ممکن ہے۔

میں نے اپنے دعویٰ کے دو حصے قرار دیئے تھے۔

(الف) اس کا مصداق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور نبی و ولی۔

(ب) اس کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ اس کا مصداق اور کوئی کسی طرح نہیں ہو سکتا

دلیل

(الف) بحث میں مفصل قرآن و احادیث و اقوال بزرگان سے یہ تمام چیزیں مدلل کی گئی تھیں چونکہ مجھے ان کا اعادہ منظور نہیں لہٰذا صرف ایک آیت کے نقل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن پاک میں جہاں یہ آیت مذکورہ ہے اسی جگہ تصریح موجود ہے کہ اس کا مصداق صرف ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شہیدا میں ایک رسول کے بھیجنے اور اس کے دین کا تمام ادیان سابقہ پر فوقیت اور سب کا ناسخ ہونے کا ذکر فرمایا۔ ممکن تھا کوئی ناواقف اس سے کوئی اور نبی و رسول یا ولی مراد لے لیتا لہٰذا باری تعالیٰ نے اس کے متصل ہی اس کا مصداق نامزد فرما دیا کہ محمد رسول اللہ۔ یعنی وہ رسول جس کی اور جس کے دین پاک کی اوپر مدح کی گئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس آیت کا مصداق کسی طور پر کسی اور کو قرار دینا علاوہ اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شرکت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے اس نص قرآنی کا بھی انکار ہے جس میں نام پاک لے کر اس مصداق کی تعیین ہے۔ لہٰذا اس میں نہ صرف ایک بلکہ مستقل دو کفر ہیں۔

(ب) اس امر کا کہ اس کا مصداق کوئی اور ہونا ناممکن ہے یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت یعنی شریعت اور مستقل دین کے ساتھ بھیجا جو تمام دینوں کا ناسخ قرار دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور مرزا صاحب کے متبعین کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شریعت اور دین جو سابق کا ناسخ ہو نہیں آسکتا پس اگر اس کا مصداق کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا کسی طور پر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ صاحب شریعت ہو جائے اور اس کا دین ادیان سابقہ کا جس میں اسلام بھی شامل ہے ناسخ قرار دیا جائے جو بالاتفاق کفر ہے۔ بہر حال اس آیت کا مصداق کسی اور کو ماننا صرف ایک کفر بلکہ متعدد کفروں کو مستلزم ہے۔ مختار مدعا علیہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

"یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس میں دین اسلام کے دیگر ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ"

گویا مختار مدعا علیہ نے میرے مدعا کے اصول کو تسلیم کر لیا کہ اس آیت میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غلبہ کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دین سوائے نبی آخر الزمان سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور نہیں بھیجا گیا۔

نہ کسی نبی کو یہ فخر حاصل ہے نہ کسی ولی و فرشتہ کو بلکہ اس کے مصداق کو قرآن پاک نے محمد رسول اللہ کہہ کے متعین فرما دیا۔

پھر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ وہ اور یہی آیت مرزا صاحب پر بذریعہ الہام نازل ہوئی الخ۔ کھلا ہوا کفر کا اقرار ہے جو کسی تاویل سے ٹل نہیں سکتا کیونکہ یہ وہ آیت ہے کہ مرزا صاحب تو کیا کسی اور اولوالعزم نبی پر بھی نازل نہ ہوئی بلکہ کسی اور نبی میں بھی اس کا نزول ماننا کفر ہے۔ (مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

ہدی اور دین حق کی مختار مدعا علیہ نے کچھ خود تاویلیں تصنیف کیں اور کچھ مرزا صاحب سے نقل کیں مگر ایسی آیت جس کا مصداق قرآن پاک نے خود متعین فرما دیا ہے کسی اور کو قرار دینا خواہ کسی تاویل سے ہو نص قطعی کا کھلا ہوا انکار اور قرآن پاک کلام الٰہی کے ساتھ ٹھٹھا کرنا ہے جو صرف کفر بلکہ کفر علیٰ کفر ہے اور اگر اس قسم کی تاویلات سے انسان خلاصی حاصل کر سکتا ہے تو پھر معاذ اللہ کوئی قرآن پاک کی تمام آیات متعلقہ توحید و صفات باری تعالیٰ و متعلقہ رسالت و خصوصیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر اسی تاویل سے چسپاں کر سکتا ہے اور کسی قسم کا کفر نہ ہونا چاہیئے۔ یوں توحید اور رسالت کا مسئلہ ہی دنیا سے ناپید ہو جائے گا ہر شخص اپنے لیے خدائی صفات اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم القاب استعمال کرتا رہے گا حالانکہ کوئی بھی مسلمان اس کے کفر و بغاوت ہونے میں متردد نہیں ہو سکتا۔

مختار مدعا علیہ نے اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۶ اور سراج منیر صفحہ ۳ سے مرزا صاحب کی کچھ تاویلات نقل کی ہیں کہ "خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے"۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن نے اس آیت کا مصداق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ۔

"وہ آیت قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہے"۔ بحوالہ سابق اب تو کسی جواب کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے اسی قرآنی آیت کو اپنے حق میں مان لیا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھہرایا گو الہامی پیرایہ میں ہی اور قرآن پاک کی نص قطعی ہے کہ یہ آیت ہر طرح سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہے۔ لہذا یہ اعتراض بالکل لاجواب رہا اور الہامی پیرایہ کی آڑ ہرگز سود مند نہیں ہو سکتی۔

رسول کی تاویل مامور فرستادہ مبعوث سے کرنا اور دین سے اس کا غلبہ دلائل سے مراد لینا کہ تمام ملتیں دلائل بینہ کے ساتھ ہلاک ہو جائینگی وغیرہ وغیرہ یہ سب عذر گناہ بدتر از گناہ سے زائد وقعت نہیں رکھتا۔

نیز اصل اعتراض تو صرف اس قدر ہے کہ یہ آیت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے حق میں یہی آیۃ قرآنی فرما رہے ہیں۔

پس کوئی بھی تاویل کی جائے جب تک اس آیت کی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باقی ہے کسی اور کو مصداق ماننا ایسا اٹل کفر ہے جو زائل نہیں ہو سکتا اور خصوصیت کا انکار بالخصوص اس آیت کی خصوصیت مستقل ایک کفر

ہے۔ کیونکہ یہاں خصوصیت نامزدگی کے نص قطعی سے ثابت ہے کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول سے نہیں جس کے انکار کی گنجائش ہو۔

مرزا اور مختار مدعا علیہ کے دو عظیم الشان بہتان

(۱) مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں، وہی پیش گوئی ہے جو ابتداء سے اکثر علماء کرتے آئے ہیں کہ یہ مسیح موعود کے حق میں ہے" الخ

محض افتراء اور جھوٹا بہتان ہے، کسی عالم ربانی نے یہ آیت یا اس کی پیش گوئی علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسیح موعود کے حق میں نہیں بتائی۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ "اس آیت کے متعلق تفسیروں میں بھی مذکور ہے کہ اس آیت کے حقیقی مصداق اور اظہار دین علی المخالفین مسیح موعود اور مہدی مسعود کے وقت میں ہو گا۔

یہ بھی محض جھوٹ اور افتراء ہے کسی ایک اسلامی تفسیر میں یہ نہیں کہ اس آیت کا حقیقی مصداق مسیح موعود یا مہدی ہوں گے بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی مصداق بنص قرآن ہیں۔ اس کے ساتھ ہی عدالت مرزا صاحب کا یہ فیصلہ ملاحظہ فرمائے کہ "وہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا" (حوالہ ایڈ!) چشمہ معرفت ایک حوالہ منصب امامت صفحہ نقل کیا ہے کہ "در قال الله تعالیٰ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ظاہر است کہ ابتداء ظہور دین در زمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بوقوع آمده واتمام آں از دست حضرت مہدی خواہد گردید"

اس میں کہیں اشارہ تک نہیں کہ اس آیت کے حقیقی مصداق مہدی ہوں گے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ غلبہ دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا اور یہ ختم نہیں ہوا بلکہ مذہب اسلام برابر ترقی کرتا رہے گا اور چار دانگ عالم میں اس کی اشاعت ہوتی رہے گی حتیٰ کہ جب تک دنیا ختم ہو گی اور اس اُمت کے آخری خلیفہ امام مہدی ظاہر ہوں گے۔ تو چونکہ دنیا ختم ہے دین بھی ختم ہو گا اور جیسا کہ حدیث میں ہے جب تک روئے زمین پر کوئی ایک متنفس بھی اللہ کہنے والا ہے قیامت نہ آئے گی جب تمام اہل خیر و اہل اسلام ختم ہو جائینگے اور دنیا میں صرف اشرار ناس باقی رہ جائینگے اُن پر قیامت قائم ہو گی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ کتاب الفتن و اشراط الساعۃ۔

(خلاصۂ جواب)

اس آیت کے حقیقی مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی ہیں۔ کسی نے بھی کسی اور کو اس آیت

کا مصداق قرار نہیں دیا بلکہ کسی غیر کو اس کا مصداق بنانا کفر اور نص قطعی کا انکار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مدارج میں شرک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔ مرزا صاحب صرف اپنے حق میں اس آیت قرآنی کو قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو اور مجھے بتلایا گیا ہے کہ میری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیۃ کا مصداق ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ (اعجاز احمدی ص۷) حالانکہ بالاجماع اس کا مصداق صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصداق بناتے اور مرزا صرف تنہا آپ کو۔ مختار مدعا علیہ و دیگر اس کے ہم مذہب مرزا صاحب کو اس کا حقیقی مصداق بتاتے ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب اور ان کی امت کے کفر میں کسی شک کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ میرے اصلی پوائنٹ کو نظر انداز کر کے مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں صرف غیر متعلق امور پر اکتفاء کیا۔ پس میرا یہ اعتراض بالکل لاجواب رہا جو مرزا صاحب کے کفر کے واسطے کافی و وافی ہے۔

(۲)

”انا اعطینٰک الکوثر“

اس آیت کریمہ اور ان الفاظ کا مصداق جو بھی لیا جائے۔ بلا اختلاف اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کسی اور کو اس لقب سے نوازنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت ترین توہین ہے۔

اس آیت کی تفاسیر۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر)

(۱) عن انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما الکوثر قلنا اللہ و رسولہ اعلم قال فانہ نہر وعدنیہ ربی ھو حوض ترد علیہ امتی یوم القیمۃ الحدیث۔ (مسلم)

ترجمہ۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں کوثر کا پتہ ہے کہ کیا چیز ہے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت وارد ہوگی۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انا اعطینٰک الکوثر۔ فی الاحادیث الصحاح ھو نہر فی الجنۃ علیہ خیر کثیر ترد علیہ امتی یوم القیمۃ آنیتہ عدد الکواکب الخ

ترجمہ۔ تحقیق دیا ہم نے تجھ کو کوثر۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ وہ ایک نہر جنت میں ہے جس میں خیر کثیر ہے جس پر

میری امت قیامت کے دن آئیگی جس کے برتن ستاروں کے شمار میں ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حوض۔ نہر۔ خیر کثیر سب کا حاصل ایک ہی ہے۔

کیونکہ اس حوض و نہر پر خیر کثیر فرماتے ہیں۔

ائمہ مفسرین کا فیصلہ

(۱) تمام مفسرین نے کوثر کا مصداق وہی حوض کوثر اور نہر کو قرار دیا ہے اور جنہوں نے کوثر سے خیر کثیر مراد لیا ہے وہ یا تو وہی خیر کثیر مراد لیتے ہیں جو حوض کوثر ہے یا دیگر خصوصیات نبویہ کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے کہ کمالین میں خیر کثیر کی تفسیر کی ہے کہ من النبوة والقرآن والشفاعة ونحوها مما اعطیه النبی صلی الله علیه وسلم من الفضائل الدنیویة والاخرویة۔ کہ خیر کثیر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ قرآن شفاعۃ وغیرہ وہ فضائل دنیویہ اور اخرویہ مراد ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں۔ بہر حال اس آیۃ انا اعطیناک الکوثر سے خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور بس۔ خواہ بمعنی حوض کوثر ہو جیسا کہ متبادر اور احادیث اور تفسیر سے ثابت ہے۔ یا خیر کثیر کے معنی میں ہو۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت ابن عباس رضی خیر کثیر کی تفسیر میں یہی خصوصیات نبویہ ہیں قرار دیتے ہیں۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال الکوثر خیر الذی اعطاہ اللہ۔ کہ کوثر سے وہی خیر کثیر مراد ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (بلا شرکت غیرے) عطا فرمائی گئی تھی۔

پس جب کہ مرزا صاحب نے اسی آیت انا اعطیناک الکوثر سے اپنے آپ کو مخاطب اور مصداق مان لیا خواہ وہ پھر از تاویل ہو خصوصیت محمدیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب امتیازی اور لقب خصوصی میں شرکت یقیناً ثابت ہو گئی جو کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ ہے اور جس کے بعد کسی طرح ایمان کلمہ کے جزو ثانی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں ہو سکتا۔ اب مختار مدعا علیہ کی یہ تاویلات کہ مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھے حوض کوثر دیا گیا بلکہ کثرت یا خیر کثیر مراد لی ہے الخ بے سود اور لغو ہیں۔ اعتراض کسی معنی خاص پر نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ یہ خصوصی خطاب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں کسی اور کی شرکت ایمانی کلمہ کے منافی ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ پس یہ دوسرا نمبر بھی لاجواب رہا۔

قول مختار مدعا علیہ

"یہ الہام براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے جب کہ آپ کو یہ مولوی مسلمان سمجھتے تھے الخ"۔ وہاں صرف آیات نقل کی ہیں کہ یہ اسلام کی حقانیت کے دلائل ہیں نہ اُس وقت دعوی نبوۃ و رسالت تھا نہ اس کا مصداق اپنے کو قرار دیا تھا۔ مسلمان اس مغالطہ میں تھے کہ ان کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ رسالت محمدیہ کے دلائل ہیں مگر جب نبوت

سے مرزا صاحب نے پردہ اٹھایا اور اپنے کو محمد احمد رسول و نبی بنا کے ان کا مصداق قرار دیا تو نہ صرف علماء بلکہ تمام مسلمان دفرقہا سا بیہ عرب و عجم کے ان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور خود مولوی محمد حسین بٹالوی جنہیں مختار مدعا علیہ نے یہاں تائید اً پیش کیا ہے تکفیر میں پیش پیش ہوئے۔ اور یہی وجوہات موجب تکفیر قرار دیں ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ ج ۱۸ و ۱۹۔ وہ مرزا غلام احمد صاحب کا دیانی زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا۔ مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ نے اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بیٹا فرزند ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۹۱ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں ہے اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختار کذب فیل ہونے اور پھر عدالت میں سالہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہوگا۔
(اشاعۃ السنۃ ج ۱۸)

(خلاصہ)

اعتراض صرف انا اعطینٰک الکوثر کے خطاب میں شرکت پر ہے۔ جب تک مرزا صاحب اس خطاب میں اپنے آپ کو شریک مانتے ہیں خواہ کوئی بھی معنی لیں شرک بالرسالۃ رہینگے اور کلمۂ توحید پر ایمان نصیب نہیں ہو سکے گا۔

کیونکہ اوپر دلائل سے ثابت ہو چکا کہ اس کا خطاب اور مصداق ہر معنے سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کوئی اور۔ مگر مرزا صاحب اس کا مصداق صرف تنہا اپنے آپ کو بتاتے ہیں ملاحظہ ہو اعجاز احمدی مٹ کر گویا اس آیت کا مصداق ہے۔ یہ علاوہ شرک کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے سے انکار ہے جو خلاف نص قرآن اور صریح کفر ہے۔

(۳)

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

قول مختار مدعا علیہ۔ مختار مدعیہ نے اس الہام سے بھی عدالت کو یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ گویا مسیح موعود نے اس آیت قرآنی کا اپنے آپ کو مصداق ٹھہرایا ہے حالانکہ یہ قطعی غلط ہے مختار مدعیہ نے واقع البلاء ص کا حوالہ دیا ہے اور جو اس کا ترجمہ درج ہے وہ دانستہ نظر انداز کیا ہے جس کی رو سے درحقیقت کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ یہ ہے وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی مرزا صاحب نے یہ معنی کئے ہیں۔

اس میں بھی حسب عادۃ پہلو بدل کر جواب دینا چاہا ہے یہاں بھی معنی اور مطالب میں بحث و اختلاف نہیں بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کو ہے اور اوپر عمومی بحث میں ہیڈنگ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات" کے تحت میں مفصل گزر چکا کہ یہ خصوصی خطاب آیۃ مذکورہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس میں کوئی نبی و ولی شریک نہیں قرآن پاک کا سیاق و سباق بھی اس تخصیص کو ثابت کرتا ہے۔ احادیث بخاری و مسلم و دیگر صحاح اس کی شہادت میں پیش کر چکا ہوں کہ اس آیۃ کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ مقام موعود صرف ایک ہی شخص کو ملے گا کوئی دوسرا اقتدار دشریک و سہیم نہیں۔ اور وہ صرف ذات گرامی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ احادیث نیز تفاسیر میں اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ باری تعالے کی دائیں جانب کھڑے ہو کر شفاعت کبریٰ فرمائینگے جس سے تمام انبیاء سابقین انکار اور نفسی نفسی کہہ چکے ہوں گے اس وقت آپ اس مقام شفاعت پر کھڑے ہوں گے جسے مقام محمود کہتے ہیں اور تمام اولین و آخرین آپ کی حمد کرینگے اور یہی مراد وعدہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً سے ہے مرزا صاحب نے اس خصوصی مقام محمود اور اس آیت کے خطاب میں اپنے آپ کو بھی شامل کیا ہے جو کھلا ہوا شرک فی الرسالۃ اور توہین سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اور منافی کلمہ توحید خصوصاً اس جزو ثانی "محمد رسول اللہ" کے ہے۔

مرزا صاحب نے بعینہ یہ آیۃ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً اپنے اوپر چسپاں کی ہے جو ان کے شرک فی الرسالۃ ہونیکو کافی ہے۔ مختار مدعا علیہا اس کا ترجمہ خود مرزا صاحب کا اعجاز احمدی ص۳ سے یہ نقل کر رہا ہے "کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری ثنا کرے گی" یہ بعینہ ترجمہ اسی آیۃ کا ہے خواہ مقام محمود کا لفظ نقل کیجئے کہ یہ کہیے کہ ایسے مقام پر کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد و ثنا کرے گی ایک ہی بات ہے۔ بہر حال اس ترجمہ کو اپنے کافی نہیں۔ مرزا صاحب کی دنیا میں سوائے ان کے متعلق تمام دنیا نے تعریف نہ کی یوں ہی تو دنیا میں کسی نبی حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے حمد و ثنا نہ کی بہر حال آخرۃ ہی کی حمد و ثنا مراد ہے اور وہی شفاعت کبریٰ کے وقت ہے جب کہ آپ اس مقام شفاعت پر فائز ہوں گے اور تمام دنیا اولین و آخرین ہر دروازہ سے مایوس ہو کر اس دروازہ پر آئینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجائے نفسی نفسی کے انا لہا انا لہا کہ ہاں میں اس کے واسطے ہوں اور یہی موعود مقام محمود ہے کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً جس میں کوئی بڑا سے بڑا نبی و ولی مقرب فرشتہ شریک نہیں ہوئے۔ مرزا صاحب کے سوا کسی نے یہ آیۃ کسی طرح اپنے یا کسی اور پر چسپاں کی ہو یا اسے چسپاں کرنا جائز رکھا ہو۔ بس یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب ہے۔ اور جو کچھ بھی مختار مدعا علیہا نے اس کے تحت لکھا یا کہا سب پہلو سے غیر متعلق۔

(دو غیر متعلق و غیر مسلم حوالے اور ان کی حقیقت)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے دو غیر مسلم حوالے نقل کئے ہیں۔

پہلا حوالہ شرح فصوص الحکم کا۔

مختار مدعا علیہ وگواہان مدعیہ کے مسلم پیشوا شیخ عبدالرزاق کاشانی نے مہدی موعود کے لیے بھی مقام محمود تجویز کیا ہے چنانچہ شرح فصوص الحکم میں تحریر فرماتے ہیں کہ "فلذا مقام المحمود کہ مہدی کے لیے مقام محمود ہے شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ص ۳۱۰..

پہلا جھوٹ مختار مدعا علیہ کا یہ ملاحظہ فرمائیں کہ عبدالرزاق کاشانی کو مختار مدعا علیہ وگواہان مدعیہ کا مسلم پیشوا بتایا ہے حالانکہ عدالت میں ریکارڈ موجود ہے کسی ایک گواہ سے ان کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کا سوال نہیں ہوا محض سفید جھوٹ عدالت کو مغالطہ دینے کے واسطے تصنیف کیا گیا مختار مدعا علیہ مسلم بنا نا ہو تو جس اصول پر محض لغو ہے۔ اور مختار مدعا علیہ بار بار اسے غیر مسلم بتاتا رہا یہ بھی بہتان عظیم ہے۔

علاوہ غیر مسلم اور اس شرح کے غیر معتبر ہونے کے یہ حوالہ غیر متعلق ہے کیونکہ صرف لفظ مقام محمود بھی قابل ستائش رتبہ مابہ النزاع نہیں بلکہ آیۂ کریمہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے خطاب اور اس کے اپنے پاکی اور پر چسپاں کرنے میں گفتگو ہے یہاں اس کا تذکرہ تک نہیں یہاں صرف اس قدر ہے کہ مہدی قابل تعریف خدمت انجام دینگے پس ان کے لیے قابل تعریف مرتبہ ہوگا یہ اور چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی خطاب عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً میں اپنے آپ کو شریک کرنا اور اپنے اوپر اسے چسپاں کرنا دوسری چیز ہے اور مرزا صاحب اس پچھلے جرم کے مرتکب ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہتک ہے۔

دوسرا حوالہ ہدیہ مجددیہ ص ۳۶ کا ہے کہ:

"وهو المقام المحمود الذی لا یشارکه فیه من الانبیاء والرسل الا اولیاء امته"

اور مقام محمود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک اور وارث نہیں مگر وہ اولیاء جو آپ کی امت سے ہوں الخ۔"

الجواب

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم ہے ناقابل اعتبار ہے۔

(۲) جرح کے وقت باوجود بار بار سوال کے نہ کتاب پیش کر سکے نہ مصنف کا نام و مسلک۔

(۳) اس میں یہ بتایا کہ کوئی نبی اور رسول مقام محمود میں شریک نہیں سوائے ولی کے اور مرزا صاحب مدعی نبوۃ و رسالت ہیں ولی یا وہ نبی و رسول نہیں یہ دعویٰ محض جھوٹ و افتراء ہے یا مقام محمود میں شریک نہیں۔ اس شرکت کا ادعا بہتان عظیم ہے جس سے بڑھ کر بنص قرآن دنیا میں کوئی کفر نہیں ہو سکتا۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا (قرآن حکیم) مفتری علی اللہ سے بڑھ کر کوئی ظالم و کافر نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس حدیث مجدد یہ کی عبارت میں جو اولیاء امت کو مقام محمود میں وارث بتایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اولیاء اس مقام پر فائز یا اس میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ وہ بطور سیر اس پر منکشف ہوتے ہیں جیسے شاہی دربار کی کسی کو سیر کرائی جائے اور بتایا جائے کہ یہ شہنشاہ معظم کا مقام ہے یہ وزیر اعظم کا یہ وزراء کا یہ خواص و مقربین شاہی کا اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ جو دیکھنے اور سیر کرنے والا اس مقام پر فائز ہو گیا بلکہ صرف اس کا مشاہدہ کیا۔

(ایک اصولی ضابطہ)

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں مگر نبوۃ اور جو وہ مقامات نبوۃ سے متعلق ہو ان کی وراثت صرف ان کا عکسی مشاہدہ ہے نہ ان میں دخول اور اس پر فائز ہوتا بلکہ مقامات نبوت کو وہ ایسے دیکھتے ہیں جیسے کوئی سمندر کے پانی میں ستاروں کا نظارہ کرے بلا واسطہ اصلی نظارہ بھی محال ہے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سوئی کے سرے کے برابر مقام نبوۃ کو دیکھا تھا کہ جلنے کے قریب ہو گئے۔

اس ضابطہ کا حوالہ فریقین کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب شعرانی و محی الدین ابن عربی رحمہا اللہ تعالے کی کتاب سے پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء

(۱) لا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیہ وانما نراہ کما ترى النجوم فی الماء کما صیاق بسطہ فی مبحث الولایۃ۔ (الیواقیت ص ۱۹)

یعنی ہمیں نبیوں کے مقامات سے کوئی ذوق نہیں کہ ان پر بحث بھی کر سکیں ہم تو انہیں صرف اسطور پر دیکھ سکتے ہیں جس طرح تم لوگ پانی میں ستاروں کا نظارہ کرتے ہو۔

"حوالہ (۲) و قال فی شرحہ لترجمان الاشواق اعلم ان مقام النبی ممنوع لنا دخولہ و غایۃ معرفتنا بہ من طریق الارث النظر الیہ کما ینظر من ھو فی اسفل الجنۃ الی من ھو فی اعلی علیین او کما ینظر اھل الارض الی الکواکب السماء وقد بلغنا عن الشیخ ابی یزید انہ فتح لہ من مقام النبوۃ قدر خرم ابرۃ تجلیا لا دخولا فکاد ان یحترق (یواقیت مبحث ۳۲ ص ۲۴۴)"

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سید الصوفیاء رحمہم اللہ تعالے اپنی شرح ترجمان الاشواق میں ارقام فرماتے ہیں کہ جان لو کہ مقامات انبیاء میں ہمارا داخلہ بند ہے ہماری انتہائی پرواز و معرفت وراثت کے طور پر صرف اس قدر ہے کہ انہیں اسطور پر دیکھ سکیں جیسے کہ سب سے نیچے درجہ کا جنتی اعلی علیین کو یا باشندگان زمین آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ ہمیں خبر ملی کہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پر تجلی کے طور پر سوئی کے سرے کے برابر نبوۃ کے مقامات سے انکشاف ہوا تھا باوجودیکہ دخول نہ تھا پھر بھی جلنے کے قریب ہو گئے تھے (الیواقیت والجواہر مبحث ۴۸)

اس سے مندرجہ ذیل امور مسلمہ ثابت ہوئے۔

(۱) کوئی ولی باوجود رفعت شان کے مقامات انبیاء تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۲) وراثۃً صرف یہ ممکن ہے کہ اتنے فاصلے سے نظارہ کرے جیسے نیچے کا جنتی اعلیٰ علیین کا یا زمین کا باشندہ آسمانی ستارو نکا

(۳) دخول تو درکنار یہ نظارہ بھی انتہائی پرواز ہے جس کی تاب بایزید بسطامی رحمہ بھی باوجود اس جلالت شان کے نہ لا سکے حالانکہ نظارہ صرف سوئی کے سرے کے برابر تھا۔

(نتیجہ)

مقام محمود بھی مقامات انبیاء بلکہ فخر الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی مقامات سے ہے۔ پس اگر کوئی ولی اس سے وراثۃً حصہ پا سکتا ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی انتہائی پرواز یہ ہوگی کہ اس کا یوں نظارہ کرے جس طرح زمین والے آسمانی ستاروں کو دیکھتے ہیں اس میں دخول اور اس پر فائز ہونا محال قطعی ہے اور مرزا صاحب نے اپنے پر آیۃ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا چسپاں کرکے صریح کفر اور شرک سے فی الرسالۃ کیا ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان نصیب ہی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال یہ حوالہ باوجود غیر مسلم ہونے کے صرف اصطلاح صوفیاء سے ناواقفی پر مبنی تھا اور یہ اعتراض بھی سابقہ اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے۔

(۴)

وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین

مختار مدعا علیہ نے یہاں بھی دانستہ اعتراض پہلو تہی کرکے غیر متعلق جواب دیا اور اپنے اس طرز سے اس کے لاجواب ہونے کو بھی تسلیم کر لیا۔

بحث نہ لفظ رحمۃ للعالمین میں ہے نہ رحمۃ اللہ، رحمۃ عالم میں بلکہ اس آیۃ کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین کے خطاب اور مصداق میں ہے۔ کہ یہ بعینہ آیۃ کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور ہم نے اصل بحث میں قرآن پاک کے سیاق و سباق نیز دیگر عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی خطاب اور اخص ترین مقام میں اس میں کوئی نبی و ولی و رسول و قطب آپ کا شریک و سہیم نہیں نہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس آیۃ کریمہ کو سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی یا ولی یا اپنے پر چسپاں کیا جو بھی اس خصوصی خطاب میں اپنے آپ یا کسی کو شریک مانے یا اس پر اس آیت کو چسپاں کرے وہ شرک فی الرسالۃ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنیوالا اور ان کے ناموس پاک پر حملہ کرنیوالا ہے کہ ایمان کسی طرح محمد رسول اللہ پر نہیں ہو سکتا اور مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی وغیرہ پر وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کا خطاب اپنے کو بنا کے

یہ آیۃ کریمہ اپنے اوپر چسپاں کی ہے ۔ لہٰذا اُن کا ایمان کبھی کلمۂ توحید کے دوسرے حصہ پر نہیں ہو سکتا جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ پہلے حصہ پر بھی اُن کا ایمان نہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی تخصیص مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے لکھتے ہیں کہ اللہ پھر دوسری جگہ کہا وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم کے لیے رحمۃ نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمۃ کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لیے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لیے رحمت ہیں اور آپ کی ہمدردی تمام دنیا کے ساتھ ہے نہ کسی خاص قوم سے (ملخص از چشمۂ معرفت ص۲۰) مختار احمد صاحب علیہ نے بھی اسے اولاً نقل کیا ہے اور گویا تخصیص مان لی ہے مگر تاویل یہ کرتا ہے کہ ۔

" مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونے کا ہے اور پہلے علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مہدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رحمۃ للعالمین ہوگا "

اس کے ثبوت میں بجائے کسی مسلم حوالے کے دو جدید غیر مسلّم حوالے پیش کئے ہیں ۔ پہلا حوالہ اشاعۃ لاشراط الساعۃ کا

فالمھدی رحمۃ اللہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین والمھدی یقتفو اثرہ ولا یخطی فلابد ان یکون رحمۃ یعنی مہدی خدا تعالیٰ کی رحمۃ ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی رحمت تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور مہدی آنحضرت کے نقش قدم پر چلے گا "

الجواب

(۱) اولاً یہ سید محمد شریف کوئی مسلّم عالم نہیں نہ اُن کی کتاب مسلمات فریقین سے ہے ۔ (۲) یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جس کے ثبوت میں نہ کوئی آیۃ قرآنی ہے نہ حدیث نہ کسی امام کا قول نہ کسی بزرگ کا ارشاد نہ کسی فقیہ یا متکلم و محدث ومفسر کا ارشاد اور ان کی رائے ہم پر یا کسی مسلمان پر حجۃ نہیں ۔ (۳) یہ ما بہ النزاع سے غیر متعلق ہے مہدی کا اللہ کی رحمۃ ہونے کا اس میں ذکر ہے اللہ کی رحمۃ ہونا درست ہے اور وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کا مخاطب ہونا اور اس آیۃ کو چسپاں کرنا اور چیز ہے اللہ کے تمام نیک بندے انبیاء اولیاء صلحا وسب دنیا پر اللہ کی رحمۃ ہیں ۔ جیسے جھوٹے مدعیان نبوۃ اور بدکار اور دشمنان خدا دنیا کے لیے اللہ کی لعنت اور عذاب ہیں ۔

مگر وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کے یہ معنے ہیں کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر نہیں بھیجا مگر تمام عالموں کی رحمۃ کے لیے یعنے آپ صرف رحمۃ ہی ہیں اور سراپا رحمۃ بخلاف انبیاء ورسل سابقین کے کہ وہ متبعین اور احباب کے لیے رحمۃ تھے نہ مخالفین واعداء کے واسطے کیونکہ ان کا تختہ الٹا جاتا تھا زمین میں دھنسائے جاتے تھے صورتیں مسخ کر کے خنزیر بندر بنائے جاتے تھے پتھر برسائے جاتے تھے طوفان سے انہیں صفحۂ ہستی سے نیست ونابود کیا جاتا تھا مگر ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طغرائے امتیاز ہے کہ دنیا میں قدم رکھا اور یہ تمام عذاب اور عالم گیر عقوبتیں آپ کی رحمۃ کے

رحمتیں نازل کر دیتیں۔ دنیوی عذاب سے آپ کے اصحاب بھی مامون رہے اور اعداء ابوجہل و ابولہب وغیرہ بھی اور نبیوں میں رحمت کی بھی شان تھی اور عقوبت و عذاب کی بھی۔ مگر یہاں دنیوی لحاظ سے صرف رحمت ہی رحمت ہے اسی لیے اور کسی نبی کو یہ خطاب عطا نہ ہوا۔ بلکہ صرف مدنی تاجدار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین پس یہ وہ مخصوص لقب ہے جس کی تخصیص کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ مسلمان کا بچہ بچہ واقف ہے کہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا شرکت غیرے کے امتیازی لقب ہے جس لقب کو نہ آدم حاصل کر سکے نہ نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نہ اولیاء اللہ بطور وراثت پا سکیں اُسے مرزا غلام احمد اپنے لیے استعمال کر رہے ہیں سے

زور ہی کیا تھا جفائے باغباں دیکھا کیے ۔۔۔ آشیاں شنا رہا ہم بے زباں دیکھا کیے

یا لیتنی مت قبل ھٰذا وکنت نسیاً منسیاً

دوسرا حوالہ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص ۱۲ ۔

وہ لفظ رحمۃ للعٰلمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر انبیاء و اولیاء و دیگر علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم کے ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا ایک دوسرے کے لیے اس لفظ کو بتاویل بولا جائے تو جائز ہے (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۲)

الجواب

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بعض گواہیوں کے سلسلہ اکابر میں ہونا اور بات ہے اور ان کی طرف منسوب شدہ ہر کتاب کے ہر جزو کا مسلم ہونا اور بات۔

(۲) فتاوٰے رشیدیہ نہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے نہ ان کے زمانہ میں جمع کی گئی نہ انہوں نے نظر ثانی کی۔

(۳) فتاوٰے رشیدیہ میں کچھ فتاوے ہیں جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بھی اس میں فتاوے ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۴) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر مقلد عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کرایا ہے اور غیر مقلدین کو حضرت سے خصوصی عناد تھا۔

(۵) اس پر کسی معتبر عالم نے نظر ثانی بھی نہیں کی نہ کوئی تصدیق و توثیق۔

(۶) ان میں اکثر فتاوے کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ مولینا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں بلکہ غلط ان کی طرف منسوب ہیں۔

(۷) القاسم الرشید وغیرہ میں اس کے کل فتاوے نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی مل سکتا ہے۔

(۸) مولانا تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں نیز ان کی احادیث کی تقاریر بھی چھپ چکی ہیں ان کی کسی تحریر تصنیف یا تلامذہ واصحاب کے نقل میں یہ مسئلہ موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف نقلیں موجود ہیں۔

(۹) مختار مدعا علیہ نے اس عبارت کے نقل کرنے میں دیدہ ودانستہ خیانت کی اور اس کے اوپر لفظ الجواب تھا حذف کر دیا تاکہ اس کا قبل سے رابطہ نہ معلوم ہو سکے۔

(۱۰) یہ دراصل ایک مستفتی کے استفتاء کا جواب ہے جسے خیانۃً مختار مدعا علیہ نے نقل کیا حالانکہ تمام فتاوے مستفتی کے سوال استفتاء کے تابع اور اسی روشنی میں لکھے اور دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) میں اوپر عرض کر آیا ہوں کہ یہاں گفتگو رحمۃ للعالمین لفظ رحمۃ عالم وغیرہ باہمی نہیں بلکہ مسلم ہے کہ تمام انبیاء اولیاء بلکہ علماء امت موجب رحمۃ عالم ہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ یہ مخصوص خطاب اور یہ خاص آیۃ ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے یا نہیں اس کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں لہذا یہ اس جگہ سے غیر متعلق ہے۔

(۱۲) یہ فتوے بھی نظر غائر سے دیکھا جائے تو ہمارے دعویٰ کی تائید ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ عالم جہنے میں سب سے اعلیٰ اور تمام انبیاء واولیاء کو آپ سے ادنیٰ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا خطاب اور خصوصی لقب ادنیٰ کو نہیں دیا جا سکتا وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کا خطاب سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) آیۃ میں تو خطاب خاص ہے ہی رو لفظ رحمۃ للعالمین بھی دراصل کسی کے لیے تجویز نہیں فرماتے ہیں بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ اگر دوسرے کے لیے بتاویل بولا جائے تو جائز ہے۔ بلا تاویل اصلی استعمال اس کا بھی جائز نہیں۔ تاویل کا لفظ بتا رہا ہے کہ اس لفظ کا استعمال بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے واسطے احتیاط کے سخت خلاف ہے۔

(۱۴) اس میں تصریح لفظ رحمۃ للعالمین در دوسرے کے لیے اس لفظ۔ بار بار مصنف کے لفظ کو دہرانا بھی بتا رہا ہے کہ اس کے اصلی معنے یا آیۃ کریمہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کو حضرت مولانا بھی مخصوص خطاب تسلیم فرما رہے ہیں ورنہ بار بار لفظ کا اعادہ نہ فرماتے اور ہماری گفتگو صرف آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین کے خطاب اور اس کے کسی پر بلفظہ چسپاں کرنے میں ہے جس کی آدم علیہ السلام سے آج تک سوائے مرزا صاحب کے کسی مسلمان کے کلام میں ایک نظیر نہیں گویا اس پر ایک قسم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ یہ مخصوص خطاب وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور یہ آیۃ کسی پر چسپاں کرنا شرک فی الرسالۃ منافی کلمہ توحید موجب تنقیص شان محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے جس کے بعد مرزا صاحب کے کفر میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہو سکتا مذکورہ بالا تقریر سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب ہے اور یہ دونوں حوالے علاوہ اس قدر

شبہات اور قطعی نہ ہونیکے بالکل غیر متعلق ہیں اور مختار مدعا علیہ نے دانستہ اعتراضی پہلو بچا کر جواب دیا ہے جس میں دراصل اس کے لاجوابی کا بزبان حال اقرار ہے فللہ الحمد۔

نوٹ: یہ بھی واضح ہو چکا کہ کوئی بھی ترجمہ اور تاویل ہو اس آیۃ کا کسی غیر پر چسپاں کرنا ہی شرک فی الرسالۃ اور موجب تنقیص شان سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ خصوصی القاب وخطابات کسی غیر کے واسطے بلفظہٖ استعمال کرنا کوئی معنے نہ ہونا جرم قرار دیا جاتا ہے اور کسی طرح بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ (۵)

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ جو کام مشرکین مکہ اور کسی بد ترین یہودی اور آریہ نے نہیں کیا اس پر چودھویں صدی کے مدعی نبوت نے کمر باندھ رکھی ہے اور خدا جانے ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مرزا صاحب کو دیرینہ عداوت ہے آپ کا کوئی بھی خصوصی کمال نہیں چھوڑتے۔

جس پر بے باکی سے حملہ نہ کریں کون دنیا میں وہ مسلمان ہے جو اس سے واقف نہیں کہ محبوبیت خداوندی حاصل ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے اور اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خصوصی خطاب ہے اس سے بھی اور کسی کو نہیں نوازا گیا اس کو اپنے یا کسی اور پر چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کرنا اور موجب تنقیص وشرک فی الرسالۃ منافی کلمہ توحید ہے جس کے بعد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نا ممکن ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیۃ اور یہ خطاب ماقبل ومابعد سے تلاوت فرمائیں نص قطعی سے اس خطاب کی تخصیص سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ: "مختار مدعیہ کے اس الہام پر اعتراض کا بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں اس آیۃ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں لیکن اس الہام میں موجودہ زمانہ کے لوگوں کو خطاب ہے کہ وہ آپ کی پیروی کریں" الخ۔ محض لغو اور بے عذر بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ نزول قرآن کے زمانہ میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھا مگر مرزا کے الہامی زمانہ میں مخصوص نہ رہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا موجب محبوبیت الٰہی ہونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قیامت تک ہے۔

یہ آیت کریمہ قرآن مجید میں ہو یا الہام میں کسی اور پر چسپاں ہو ہی نہیں سکتی، اور کیا کوئی الہام قرآن کے خلاف ہو سکتا ہے۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ قرآن میں یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے مگر یہ ہی بعینہٖ الہام میں اس کے خلاف مرزا صاحب کے لیے ہے۔ درحقیقت اس کا اقرار ہے کہ مرزا صاحب کے الہام الٰہی الہام ہیں کیونکہ فریقین کے مسلّم بزرگ سید الطائفہ شیخ اکبر اور علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہما اللہ کبریت احمر فی علوم الشیخ الاکبر کے ص۱۱۹ پر اسے تفصیل سے بیان کیا ہے بلکہ الہام وکشف شریعت ظاہرہ یا نص کے مقابل کفر اور تلبیس شیطانی فرمایا ہے اور ایسے شخص کو اخسرین اعمالاً میں شمار کیا ہے۔

بہرحال یہ مخصوص خطاب اور یہ آیۃ کسی پر کسی طرح چسپاں ہونا جائز نہیں نہ حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک کسی

آسمانی کتاب کسی نبی کے قول کسی صحابی ولی امام بزرگ عالم ربانی کے اشارات میں اس کا استعمال پایا جاتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کوئی ایک حوالہ اس آیۃ کے چسپاں کرنے کا کہیں سے پیش کر سکا۔ مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ

"مرزا صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے محبوبیت کے درجہ تک پہونچے ہیں اس لیے آپ کی پیروی الخ"

بالکل بدیہی البطلان ہے کیا سیدنا ابوبکر رضؓ جنہیں افضل امتی من امتی ابوبکر رضؓ اور لو کنت متخذا خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا کے گرانقدر اور بے مثل لقب سے نوازا گیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور محبوب تھے سیدنا اسامہ رضؓ کا تو لقب ہی حب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب تھا۔ مگر کسی کو اس آیت کے خطاب میں کسی مسلمان نے شامل نہ کیا نہ یہ آیۃ کریمہ ان پر چسپاں کی ۔ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حوالہ کہ فمن اطاعک فقد اطاع اللہ ورسولہ الخ علم الکتاب طلب محض غیر متعلق یہاں نقل کر دیا یہ کوئی قرآن کی آیۃ نہیں نہ اس میں کہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی شرکت ہے ۔ نہ آیۃ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کا تذکرہ ہے ۔ نہیں معلوم مختار مدعا علیہ نے کیوں یہ حوالہ یہاں نقل کر دیا کیونکہ بحث آیۃ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ میں تھی ۔ ان کی نظر میں یا یہی آیۃ کسی دوسرے پر چسپاں ہوتی یا اس جیسی دوسری یا بعض آیۃ بھی ہوتی نہ اس جیسی

رسالہ تو صرف یہ ہے کہ تم صرف قرآن و حدیث کی لوگوں میں تبلیغ کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم لوگوں تک پہنچاؤ جو تمہارا کہنا مانے گا وہ اللہ اور رسول کا پیرو ہو جائے گا ۔ یہ حوالہ محض بے ربط اور غیر متعلق ہے ۔

گفتگو تو یہ ہے کہ یہ آیۃ یا اس کا مفہوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع محبوبیت خداوندی کا موجب ہے کسی پر چسپاں نہیں ہو سکتی اس کے خلاف تمام دنیا میں ایک نظیر نہیں نہ مختار مدعا علیہ اس قدر جد و جہد کے ایک نظیر پیش کر سکے ۔

دوسرا حوالہ اشاعۃ السنۃ مولوی محمد حسین بٹالوی غیر مقلد کا ہے کہ "اس آیۃ کے معنے میں وہ (مؤلف براہین) یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہے اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر لازم کیا گیا ہے اور جب انہی الفاظ میں (جو قرآن میں) وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت قرار دیتے ہیں چنانچہ بعفو صفحہ کتاب ان الفاظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو یعنے اتباع رسول مقبول کرو ۔ ۔ ۔ تا ۔ ۔ ۔ خدا تم سے محبت کرے (اشاعۃ السنۃ صہ ۲۱۹)

(الجواب)

(۱) مولوی محمد حسین غیر مقلد ہیں اور مدعیہ نیز اس کا گروہ مقلد و حنفی لہذا مخالف کی رائے حجت نہیں بلکہ یہ تو فریقین کو غیر مسلم ہیں

(۲) مولوی صاحب موصوف شروع میں مغالطہ میں تھے بعد کو متنبہ ہوئے اور انہیں وجوہات سے مرزا صاحب کو کافر و مرتد قرار دیا کیونکہ براہین کے وقت مرزا صاحب کا کفر مستور تھا بعد میں ہویدا ہو گیا ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ صلا ۲ نمبر ج ۲ ے

(۳) اس جواب کا ماحصل بھی وہی ہے جو مختار مدعا علیہ کا ہے جس کا مفصل جواب عرض کر چکا ہوں پھر جیسا کہ اس آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں مان لیا تو تخصیص تو ثابت ہی ہو گئی اس کے بعد کسی طرح کسی پر چسپاں کرنا اس تخصیص کو باطل اور شرک فی الرسالت کرنا ہے بلکہ شان محبوبیت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانا ہے جو سوائے مرزا صاحب اور مرزائیوں کے کسی کا شیوہ اور محبوب مشغلہ نہیں۔

(۴) اس حوالہ میں بھی کسی آیت یا حدیث و تفسیر و فقہ کسی صحابی امام بزرگ عالم کے قول سے اس کا ثبوت نہیں کہ یہ آیت کسی اور پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ ابھی گئی ہے بلکہ جب تک وہ مرزا کے معتقد مرزائی تھے مرزائیوں کی طرح تاویلیں کرتے تھے جب اللہ نے توبہ در جوع کی توفیق دی تو جس قدر تردید و تکفیر کی ہے وہ دنیا پر واضح ہے مولوی صاحب موصوف کے اس رسالہ اشاعۃ السنۃ کے اگلے فائل ملاحظہ فرمادیں۔ مرزائیت کی جڑیں ہلا دی ہیں اور مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے دجل و فریب آشکارا کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ نمونہ ملاحظہ ہو صفحہ ...... تا ...... ملاحظہ ہو ...... اولیاں سابقہ کے علاوہ جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا آپ کا ایسا وصف لازم بن گیا ہے کہ گویا وہ آپ کی سرشت کا ایک جزو ہے زمانہ تالیف براہین احمدیہ کے پہلے آپ کی سوانح عمری کا میں تفصیلی علم نہیں رکھتا مگر زمانہ تصنیف براہین سے جو جھوٹ بولنا دھوکا دینا آپ اختیار کیا ہے خصوصاً ۱۸۸۶ء سے جب سے آپ نے الہامی بچہ تولد ہونے کی پیشگوئی کی اور اس قسم کی اور پیشگوئیاں مشتہر کی ہیں علی الخصوص ۱۸۹۱ء سے جب سے آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مشتہر کیا ہے اس سے آپ کی کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی خط کوئی تصنیف خالی نہیں اس پر قیاس ہو سکتا ہے کہ پہلے زمانہ میں خصوصاً امتحان مختاری میں فیل ہونے اور پھر عدالت میں سالہا سال اپنے مقدمات کرنے کے وقت آپ کا یہی حال رہا ہو گا (اشاعۃ السنۃ ......)

قول مختار مدعا علیہ: اور اس الہام میں مولویوں کی تکفیر کا رد بھی ہے چنانچہ مرزا صاحب نشان آسمانی بحوالہ ...... میں اس الہام کو ذکر کر کے کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف مولوی لوگ فتویٰ لکھ رہے ہیں کہ اس شخص کی ہم تقلید گی اور پیروی سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور ایک طرف خدا تعالیٰ اپنے اس الہام پر متواتر زور دے رہا ہے یعنی مخالفین کو اس الہام میں جواب دیا گیا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق ہے اور اس کا شیدائی ہے اس لیے اس کی پیروی اور اس کی تقلید انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔"

مولویوں کا رد نہیں بلکہ ان کی تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب کے ذخیرہ کفریات میں اس سے ایک عدد کا اضافہ ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنا محض مرزا صاحب کا دجل اور فریب ہے ورنہ وہ اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خصوصیت میں ہمسر اور شریک و سہیم سمجھتے ہیں اور برابر ہتک و توہین میں سرگرم رہتے ہیں ان کے نمائشی ایمان و اسلام کا کوئی اعتبار نہیں۔ دراصل جیسا کہ دلائل سے ثابت ہو چکا مرزا صاحب اور مرزائیوں کا ایمان نہ لا الٰہ الا اللہ پر ہے نہ محمد رسول اللہ پر نہ ایمان مجمل پر نہ مفصل پر۔ مرزا صاحب کی تقلید انسان

کو خدا اور رسول کا دشمن اور شیطان لعین کا دوست بنانی ہے جیسا کہ مفصل گذرا اور آگے آرہا ہے۔

(خلاصہ)

مخصوص اعتراضی پہلو کہ یہ آیت کسی پر چسپاں نہیں ہوسکتی اور اس خطاب میں مشارکت شرک فی الرسالۃ ہے مختار مدعا علیہ بالکل دانستہ نظر انداز کر گیا اور اس کی ایک نظیر مسلّم وغیر مسلّم نہ لاسکا لہذا یہ اعتراض بھی بالکل لاجواب رہا۔

(۶)

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

یہاں بھی مختار مدعا علیہ یہ کہکر کہ اس کا بھی وہی جواب ہے جو ماسبق کا اعتراضی پہلو سے گریز کیا بحث صرف اس قدر ہے کہ یہ خصوصی خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتیازی طغرائے افتخار ہے اس کا کسی اور پر چسپاں کرنا موجب ہتک وتنقیص شان گرامی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور شرک فی الرسالۃ کی یہ بھی ایک قسم ہے جس کے بعد کلمہ توحید پر ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

اس خطاب کو آدم سے آج تک نبی صحابی ولی امام بزرگ نے اپنے یا کسی کے لیے استعمال کرنا یا اُسے چسپاں کر کے جائز نہ سمجھا۔ مختار مدعا علیہ بھی اس کی ایک نظیر بھی کسی غیر مسلم کتاب کی بھی پیش نہ کرسکا بلکہ اس کی خصوصیت کا اعتراف مرزا صاحب کے الفاظ میں کر گیا کہ

در ہمارے سید ومولا سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا اس معجزہ کی طرف اللہ جل شانہ اس آیۃ میں اشارہ فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت الخ یعنے جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا یعنے درپردہ طاقت الٰہی کام کر گئی انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا،

لہذا یہ اعتراض بھی بالکل بے لوث جواب ہے کیونکہ ہمارا اعتراض جیسا کہ ابھی ذکر کیا صرف خطاب میں مشارکت اور اس آیت کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر چسپاں کرنے کا تھا جس کا جواب بن پڑا اور مختار مدعا علیہ نے پہلو بچا کر استدلال ہی خبط کر دیا کہ "یہ اعتراض کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے کو اپنی طرف منسوب کر لیا بالکل غلط اور محض بہتان ہے"۔ یقیناً بہتان ہے کیونکہ میں نے یہ اعتراض ہی نہیں کیا ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ آیت خصوصیات نبویہ سے ہے جیسا کہ اصل بحث میں دلائل بینہ سے واضح کر آیا ہوں اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی پر چسپاں کرنا کسی معنے سے درُست نہیں بلکہ توہین نبوی ہے اور کسی مسلمان نے کسی تاویل سے حقیقۃً یا مجازاً

اس کو کسی پر چسپاں کرنا روا نہیں سمجھا (مسلمانوں کے اعتراضات کے بعد مرزا صاحب کی یہ تشریح ہے کہ اس سے اشارہ ان اشارات کی طرف معلوم ہوتا ہے جو حال میں شائع ہو رہے ہیں۔ (البشریٰ ج ۲ ص ۹۲

علاوہ مضحکہ انگیز ہونے کے اصل اعتراض یعنی آیت قرآنی کو جو خصوصیات محمدیہ سے تھی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کیا اس کا جواب نہیں بن سکتا۔ جب تک کوئی نظیر اس کی عالم اسلامی سے پیش نہ کریں یا کوئی آیت حدیث کسی صحابی امام بزرگ عالم کا قول اس تاویل سے جواز استدلال کا پیش کریں۔

مزید برآں جس البشریٰ سے اسے نقل کیا ہے اس میں بھی نقل کی خیانت موجود ہے کیونکہ وہاں آیت کا وہی ترجمہ موجود ہے جو قرآنی آیت کا اسے درمیان سے دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیا اصل یوں ہے کہ (۴۴) سورۂ مئی ۱۹۰۴ء۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ (ترجمہ) تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی تھی جب پھینکی تھی مگر اللہ نے پھینکی تھی (تشریح) حضرت مسیح موعود نے فرمایا اس سے اشارہ ان اشتہارات ... اب اس آیت کے اس ترجمہ کے بعد پھر کسی توجیہ سے کسی پر چسپاں کرنا قباحت اور کفر کو دوبالا کر دے گا۔ اس لیے مختار مدعا علیہ نے (البشریٰ ج ۲ ص ۹۲) درمیان سے قطع و برید کی خیانت کا ارتکاب کیا۔ بہرحال یہ اعتراض بھی ماسبق اعتراضات کی طرح بالکل لاجواب ہے جواب کی طرف اشارہ تک نہیں۔ بلکہ جو تاویل کی اس سے اصل اعتراض اور مضبوط ہو گیا۔

(۷)

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

تمام مسلمان امم سابقہ کے مقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خصوصی امتیاز کو نہایت فخر و مباہات کے ساتھ پیش کرتے چلے آئے ہیں کہ یہ فخر کسی ولی اور مسیح کو کیا اولوالعزم انبیاء کرام صفی اللہ اور خلیل اللہ کلیم اللہ در روح اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی میسر نہ ہوا کہ ان کی تمام گفتگو اللہ کی وحی ہو۔ حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔

مرزا صاحب کو صبر نہ آیا اور اس عزت پر بھی حملہ کر ہی دیا اور اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر بن بیٹھا اور کلمہ شریعت پر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

مختار مدعا علیہ سے ان کفریات کا جواب بن نہیں آتا ادھر ادھر کی لایعنی غیر متعلق تاویلات سے وقت پورا کرنے کی سعی کرتا ہے اعتراض تو یہ ہے کہ یہ آیت اخص ترین خصوصیات محمدیہ میں سے ہے اس کا استعمال اور اس کو کسی پر چسپاں کرنا سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالت ہے جس کے بعد کلمہ شریعت کی جزو ثانی پر ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ سیدنا آدم سے آج تک کسی نے اسے اپنے یا کسی نبی و ولی پر چسپاں نہیں کیا۔ اگر کیا ہو تو ایک مثال غیر مسلم کتاب ہی سے دکھا دیں مثال تو نہ ملی نہ جواب بن پڑا یہ تاویل کر کے جان بچائی کہ مختار مدعیہ کا اس الہام پر وہی اعتراض ہے جو پہلے الہاموں پر کیا ہے اس

"ہماری طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ قرآن مجید کی آیت کے مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مرزا صاحب کے اس الہام سے یہ مراد ہے کہ آپ کے الہامات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں الخ"

(الجواب)

(۱) یہ کہنا کہ یہ وہی اعتراض ہے اور وہی ہمارا جواب ہے کس قدر لغو ہے اصل اعتراض سے جواب نہ بنا۔ یوں طالب علم بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ جس طرح پہلے اعتراضات لاجواب ہیں اسی طرح یہ بھی لاجواب ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک جواب ناممکن ہے۔

(۲) یہ عجیب مضحکہ خیز جواب ہے کہ "ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ قرآن پاک میں جب مذکور ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوں اور خصوصیات محمدیہ سے قرار پائے مگر مرزا صاحب کی اربعین جلد ۲ ص۳۷ پر بعینہ یہ آیت مرزا صاحب کی خصوصیت بن جائے۔

(۳) جواب تو جب ہو سکتا ہے کہ کسی آیت یا حدیث یا صحابی ولی غوث کے کلام سے اس کی تخصیص باطل کر دیں یا کسی اور کے واسطے جواز استعمال کی نظیر پیش کریں اور یہ ان شاء اللہ تا قیامت ناممکن ہے ان بے سود تاویلات سے کفر نہیں ٹل سکتا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اس سے ازالہ ہو سکتا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ۔

"چنانچہ آپ اس الہام کا ترجمہ پہلے ان دو الہاموں کے ساتھ یہ کرتے ہیں۔ پس تم قرآن کریم کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلو گے۔ ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔

(اربعین ۲ ص۳۷)

صرف اس ترجمہ کو رلانے کے واسطے اس کے ساتھ دو الہام جو اس سے کچھ رابطہ نہ رکھتے تھے ساتھ ترجمہ میں نقل کر دیئے اور اس کے متصل بعد کا الہام جو مستقل ایک کفر تھا چھوڑ دیا۔ "دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ" باوجود اس تمام فریب کے آیت ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ کا وہی ترجمہ مرزا صاحب نے بھی کیا جو مسلمان کرتے ہیں کہ "یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو خدا کی وحی ہے" اس ترجمہ سے بجائے کسی کے جواب کے اعتراض اور مضبوط ہو گیا کیونکہ یہ خصوصی امتیاز اور یہ آیت کریمہ اسی ترجمہ کے ساتھ جو خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور اپنے کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمسر اور آپ کے کمالات و فضائل خصوصیات محمدیہ سے ہے بلا کسی تاویل کے مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی اور خصوصیت شریک و سہیم ٹھہرا دیا جس سے بڑھ کر کیا توہین ہو گی اور اس عظیم الشان شرک فی الرسالۃ کے بعد کلمہ شریف پر ایمان کیونکر میسر ہو سکتا ہے

اس آیت کریمہ کا مصداق بنص قرآن اور سیاق و سباق نیز احادیث صحیحہ بلکہ اجماع امت کے صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کسی صحابی صحیفہ حدیث تفسیر تاریخ صحابی و ولی عالم کے اقوال و اشارات میں اسے کسی اور پر چسپاں نہیں کیا گیا نہ مختار مدعا علیہ باوجود انتہائی جدوجہد کے ایک غیر مسلم ضعیف سے ضعیف نقل پیش کر سکا۔ پس مرزا صاحب کا شرک فی الرسالۃ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اور تنقیص و توہین پورے طور پر واضح ہو گیا۔ جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان محال قطعی ہے۔ پس اس میں قادیان کا اضافہ یا یہ تاویل کہ قرآن میں آیت سے اہل مکہ اور اس الہام میں قادیان کے باشندے مراد ہیں محض بے سود اور اصل اعتراض سے غیر متعلق ہے کیونکہ اعتراض کسی ترجمہ یا تاویل پر نہیں بلکہ اس آیت کے کسی پر سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چسپاں کرنے پر تھا جو بدستور سابق لاحل لاجواب ہے بلکہ جواب کا اشارہ تک نہیں۔

(۹)

(سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ الخ)

وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرایا حقیقۃ الوحی ص۸۴

یہاں بھی وہی مغالطہ ہے ہر مسلمان واقف ہے کہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ کی خلعت فاخرہ صرف محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے آدم علیہ السلام سے آج تک کسی نبی و ولی کو اس سے نوازا نہ گیا۔

اس آیت کو کسی طرح اپنے یا کسی پر چسپاں کرنا بارگاہ رسالت کی سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالۃ ہے جس کے بعد کلمہ شریف پر ایمان نہیں رہ سکتا مگر مختار مدعا علیہ اس سے پہلو بچا کر بجائے اس کے کہ اس کے چسپاں اور استعمال کرنے یا عدم تخصیص کا کوئی ضعیف سے ضعیف حوالہ پیش کرتے یہ بے سود تاویل پیش کی کہ اس اعتراض کا بھی وہی جواب ہے کہ قرآن مجید میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے اور اس الہام میں جس اسرٰی کا ذکر ہے وہ اور ہے۔

خواہ جواب ہو یا نہ متعلق ہو یا غیر متعلق یہی الفاظ جواب کے واسطے پیش ہیں۔

عدالت خود توجہ فرمائے کہ جب یہ آیت سبحان الذی اسرٰی بعبدہ الخ باقرار مختار مدعا علیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے تو یہ تفصیل کہ قرآن میں مختص ہے اور حقیقۃ یا الہام میں نہیں محض لغو ہے یہ خصوصی القاب دنیا جہان میں جہاں کہیں بھی جس رنگ میں ہوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں ان کا کسی پر کسی طرح چسپاں کرنا درست نہیں نہ ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک البا لالیا اختراعا سوائے مرزا صاحب کے کسی نے چسپاں کئے ہیں۔ تمام مذہبی لٹریچر میں ایک نظیر موجود نہیں۔ اس کی تشریح البشری ج۲ ص۲۳ سے یہ پیش کرتا کہ

(۳۳) سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً۔ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنی ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے معرفت اور یقین تک اعلیٰ طور پر پہونچایا) محض بے سود اور لغو ہے۔

(۱) اوّلاً اس لیے کہ یہ مرزا صاحب کی تشریح نہیں بلکہ بابو منظور الٰہی کلرک محکمہ تار کی تشریح ہے اور ترجمہ جو مرزا صاحب کے ترجمہ حقیقۃ الوحی سے کچھ مغائر بھی ہے اور بابو منظور الٰہی اور ان کے ترجمہ کتاب کے غیر مسلم ہونے کو مختار مدعا علیہا اور گواہان مدعا علیہا امیر ولدی کے نوٹ میں شدومد سے کہہ آئے ہیں۔

(۲) جہاں مرزا صاحب کی تشریح ہوتی ہے وہاں مؤلف فقط تشریح یا مرزا صاحب کا اسم گرامی اضافہ کرتا ہے جیسا کہ ان کے مطالعہ سے واضح ہے۔

(۳) یہ الہام حقیقۃ الوحی ص سے منقول ہے وہاں پر ترجمہ بھی نہیں نہ اس تشریح کا پتہ ہے۔

(۴) کوئی بھی تاویل ہو اعتراض بدستور لاجواب ہے کیونکہ اعتراض اس آیت کے چسپاں کرنے پر تھا اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔

دوسرا حوالہ مدعا نے حصہ پنجم ص کا پیش کیا ہے۔

"ایک ہی رات میں سیر کرانے سے مقصود یہ ہے کہ اس کی تمام تکمیل ایک ہی رات میں کر دی اور صرف چار پہر میں اس نے سلوک کو کمال تک پہونچایا"۔

اس تاویل سے بھی اعتراض آیت کریمہ کے چسپاں کرنے اور اپنے نفس کو اس خطاب میں شریک و سہیم کرنے کا بدستور باقی رہا۔ بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو مضبوط ہی ہو گیا۔ یہ راتوں رات انتہائی مدارج تک پرواز کرنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔

(۳) تیسرا ایک جدید بالکل غیر مسلم حوالہ سوانح عمری امام ربانی مطبوعہ لاہور ص کا پیش کیا ہے جو کہ لات اور عزیٰ کو سالہا سال سے پیش کرتے ہیں حضرت کو آنا فانا یہ محبوبی و مرادی حاصل ہوئی۔

(الجواب)

(۱) اولاً یہ کتاب غیر مسلم سوانح غیر معروف شخص محمد حسین ابن حکیم قادر بخش صاحب کی تالیف ہے باب عقائد میں اس کا تذکرہ بھی بیکار ہے۔

(۲) یہ ایک خوش عقیدہ مرید کا اپنے پیر کے حق میں حسن ظن ہے کسی پر کیا حجت۔

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے معتبر سوانح حیات یا ان کی تالیفات میں اس کا پتہ تک نہیں۔

(۴) اس غیر مسلم جدید حوالے سے بھی جواب نہیں ہو سکتا کیونکہ جس آیت کی بحث ہے یعنے سبحٰن الذی اسریٰ

(۲) اصلی مصداق لولاک لما خلقت الافلاک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر ظلی طور پر مرزا صاحب بھی مصداق لولاک لما خلقت الافلاک ہیں۔

(۳) حدیث نسائی قتل المؤمن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا اور ابن ماجہ لزوال الدنیا اھون عند اللہ من قتل مومن بغیر حق

کے حاشیہ سندی میں یہ درج ہے کہ المراد بالمومن الکامل الذی یکون عارفاً باللہ تعالیٰ وصفاتہ فانہ المقصود من خلق العالم لکونہ مظھراً لایات اللہ واسرارہ ما سواہ فی ھذا العالم الحسی من السمٰوٰت والارض مقصود لاجلہ و مخلوق لیکون مسکنا لہ و محلا لتفکرہ مصار زوالہ اعظم من زوال التابع (ابن ماجہ ص۲ حاشیہ مصری) کہ حدیث میں مومن سے کامل مومن مراد ہے جو اللہ تعالےٰ اور اس کے صفات کا عارف ہو کیونکہ پیدائش عالم سے وہ ہی مقصود ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ کے آیات اور اسرار کا مظہر ہے۔ اور اس کے علاوہ جو عالم محسوسات میں زمین و آسمان ہیں اس کی خاطر ان کے بنانے کا مقصد کیا گیا اور اس لیے وہ پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کہا جائے سکونت اور محل تفکر، ہوں لہذا کامل مومن کا زوال اعظم ہے تابع کے زوال سے۔

(الجواب)

(۱) پہلا دوسرا نمبر آپس میں متعارض ہیں کیونکہ پہلے میں روحانی آسمان مراد ہے اور دوسرے میں یہی محسوس آسمان صرف ظلی و بروزی کا فرق ہے۔

(۲) نیز پرانے آسمان مراد ہوں یا نئے خدا کے پیدا کئے ہوں یا بقول مرزا صاحب اپنے کشفی بنائے ہوئے تمام کائنات عالم کے علۃ غائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا وجود با جود ہی ہے نئے پرانے جسمانی روحانی کی تفصیل نہیں یقیناً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر لحاظ سے مصداق لولاک لما خلقت الافلاک ہیں کسی تاویل سے یہ لقب سیدنا آدمؑ سے آج تک کسی نبی ولی قطب غوث نے اپنے یا کسی دوسرے کے واسطے نہ جائز رکھا نہ استعمال کیا اس کو کسی پر کسی طرح خواہ وہ ظلی و بروزی طور پر کیوں نہ ہو چسپاں کرنا شرک فے الرسالۃ موجب تنقیص سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اور منافی ایمان کلمہ توحید ہے۔

اعتراض صرف استعمال اور چسپاں کرنے پر ہے کسی مخصوص لحاظ مخصوص معنے اور مخصوص تاویل پر نہیں مختار مدعا علیہ اعتراضی پہلو یہاں بھی نظر انداز کر گیا اور اس اعتراض کو بھی لاجواب چھوڑا۔

تیسری تاویل کا جواب

(۱) یہ حدیث بیان سے بالکل غیر متعلق ہے کیونکہ اس میں تو صرف اس قدر ہے کہ کسی مومن کو ناحق قتل کرنا اللہ کے نزدیک دنیا زائل ہونے سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام دنیا انسان اور انسان کامل مومن کی خادم اور وہ مخدوم ہے اور مخدوم کے مقابلے میں خادم کی حیثیت ہی کیا۔ لولاک لما خلقت الافلاک سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

(۲) حاشیہ سندی غیر مسلّم جدید حوالہ ہے نہ وہ حاشیہ کسی مسلّم محدث کا ہے کہ کسی پر حجت ہو۔

(۳) اس میں کہیں بھی لولاک لما خلقت الافلاک کا خطاب مومن کامل یا کسی کے واسطے نہیں بتایا ہے اس میں تو صرف مندرجہ ذیل امور مختار مدعا علیہ کے اپنے من مانے ترجمہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) مومن کامل عارف باللہ تمام مخلوق میں مخلوق بالذات ہے۔

(۲) عالم محسوسات زمین و آسمان اس لیے پیدا کئے گئے کہ تا وہ کامل مومن کی جائے سکونت اور محل تفکر ہوں۔

مومن کامل کی نفع رسانی اور محل سکونت اور جائے تفکر ہونا اور بات ہے اور کسی کا علت غائی مصداق۔ لولاک لما خلقت الافلاک ہونا کہ اگر اُسے پیدا نہ کرتا تو آسمان پیدا نہ کرتا یہ اور چیز ہے نفع اور سکونت میں انسان کے ساتھ حیوانات بھی شریک ہیں ہاں انسانی نفع مقصود بالذات ہے اور حیوانی مقصود بالطبع۔

یہ بات نہیں کہ اگر مومن کامل کو پیدا نہ کرتا تو افلاک و دنیا پیدا نہ کرتا۔ سب اسی کے صدقہ میں موجود ہوا۔

بلکہ یہ شان صرف سید بنی آدم باعث ایجاد عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے جن کو باری عزاسمہ نے فرمایا۔

لولاک لما خلقت الافلاک۔

اور مختار مدعا علیہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو اصل مصداق ماننا پڑا بہر حال مابہ النزع سے اسے کوئی تعلق نہیں نہ یہاں لولاک لما خلقت الافلاک کسی پر چسپاں ہے نہ کسی کو علت غائی وجود افلاک قرار دیا ہے صرف یہ ہے کہ زمین انسان کامل کے رہنے اور آسمان اُس کے تفکر میں بھی مستعمل ہے باقی پیدا وہ بھی صدقہ میں سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے بلکہ مومن کامل اور خود ایمان کا وجود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا صدقہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا نہ کیا جاتا تو نہ صرف زمین و آسمان بلکہ مومن اور ایمان جنت و دوزخ عرش و کرسی کائنات عالم کا ایک ذرہ بھی پیدا نہ ہوتا مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کو باعث ایجاد عالم یا ایجاد افلاک مانتے ہیں مسلمان تو صرف اللہ کے محبوب اولین تخلق سیدالاولین و الآخرین کو مصداق لولاک لما خلقت الافلاک لولاک لما خلقت الدنیا۔ مانتے ہیں اور کسی اور پر اسے چسپاں کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین توہین اور شرک فی الرسالۃ

اور مثال کلمہ توحید بتاتے ہیں جیسا کہ میں اصل بحث میں مدلل پیش کر چکا ہوں ۔

"حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی پر بہتان"

مختار مدعا علیہ نے فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۰ سے ایک فتوے پیش کیا ہے۔ جس میں اوّل ما خلق اللہ نوری وغیرہ بعض احادیث کے صحت کے متعلق سوال کیا گیا تھا مولانا جواب دیتے ہیں کہ اس یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے ۔

اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت مولانا اس کے منکر ہیں اور مومن نہیں محض بہتان ہے یقیناً یہ حدیث صحاح ستہ میں نہیں کہ دوسری احادیث کی کتب میں ہے مگر سند کے لحاظ سے محدثین کو اس کے حدیث ہونے میں تامل ہے مگر مضمون پر سب متفق ہیں کہ افلاک اور تمام عالم صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا صدقہ ہے اور حدیث لولاک لما خلقت الدنیا جو اس مضمون کی موید ہے سنداً بھی درست ہے جس کی تصحیح علامہ ابن حجر مکی رح نے اپنے فتاوے میں کی ہے۔ بہرحال سند کی تو یہاں بحث ہی نہیں حضرت مولانا گنگوہی یا کسی اور عالم نے مصداق لولاک لما خلقت الافلاک ۔ اور باعث ایجاد عالم وتخلیق سماوات کسی اور کو بتایا ہو تو پیش کریں مگر یہ ہرگز نہیں کر سکتے ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا ۔ بہرحال یہ اعتراض بھی پوچ اس کے کہ اعتراضی پہلو نظر انداز کر دیا جائے بالکل لا جواب ہے مفصل اصل بحث سے ملاحظہ فرمایا جائے ۔ اعادہ بخوف تطویل نہیں کرتا ۔

عینیت کا دعویٰ

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار

شرک دو قسم ہوتا ہے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات مرزا صاحب اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک خصوصی صفات میں شرکت کا دعویٰ کرتے کرتے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے چنانچہ بحث میں اس کے واسطے مندرجہ ذیل حوالہ پیش کئے ہیں ۔

(۱) منم مسیح زمان و منم کلیم خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد   (درثمین)

(۲) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا ہے ۔ اور مجھے آنحضرت کا وجود قرار دیا ہے ۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی الٰہی ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی (ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۶)

(۴) حقیقۃ الوحی میں جہاں اپنے بیٹے سب نبیوں کے نام گنائے ہیں وہاں محمد و احمد ہونا بھی موجود ہے اور ان کے مریدین نے انہیں عین محمد تسلیم بھی کر لیا بلکہ اس سے بڑھ کر جیسے کہ قاضی ظہور الدین اکمل ایڈیٹر تشحیذ الاذہان لکھتے ہیں:-

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں — اور بڑھکر پہلے سے ہیں عزوشاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل — غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں!

یہ جو کہیں کہیں ظل و بروز کے الفاظ اور حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ آگے خلیفہ محمود صاحب محض بے مقصد انکساری پر محمول کرتے ہیں ورنہ در اصل اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) کتاب ہینڈبل بحوالہ الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۱۳ء کہ ہم جیسے خدا کی دوسری وحیوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسےٰ حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسی ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح کو نبی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا بروزی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی پرشیت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت دیتے ہیں اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے دیتے ہیں۔" اس سے یہ امر ثابت ہوا کہ مرزا محمود کے نزدیک ظلی بروزی کا فرق وحی الٰہی نے نہیں کیا بلکہ خود مرزا صاحب کا تصنیف کردہ ہے اور اس کی بنا کوئی حقیقۃ واقعیہ نہیں ہے بلکہ محض انکساری و فروتنی ہے جیسا کہ ہینڈبل سرا سطر ۹ پر ہے۔

"خدا نے صاف صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کرینگے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری و فروتنی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے ان کو ان الہامات کے ماتحت کرینگے۔"

اس سے واضح ہو گیا کہ ظلی و بروزی خدا کے کلام میں نہیں بلکہ خلاف واقع بھی ہے صرف انکساری کے طور پر مرزا صاحب نے یہ کہہ دیا ہے۔

اب اس قسم کی واضح عینیت اور دعویٰ محمد رسول اللہ ہونے کے بعد کیونکر ایمان قائم رہ سکتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو عین محمد رسول اللہ کہتا ہو اور آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ اپنے اوپر بعینہ چسپاں کرتا ہو اور خود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتا ہو وہ کروڑ مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے محمد رسول اللہ پر اس کا ایمان محال ہے ہاں اپنے اوپر ایماندار ہو تو ہو یا ان دو تو محمد و نبیہ یکدم تو شرک فی الرسالۃ بلکہ شرک فی الذات رہا جو شرک فی الصفات سے بدرجہا بڑھ کر ہے اور سخت ترین ہے جو کسی دشمن خدا اور رسول نے نہیں کی اور اس کے بعد کلمہ پر ایمان بالکل نامسموع ہے۔

بنیر جب کہ مرزا صاحب اور تمام ان کے متبعین مرزا بانی مرزا غلام احمد صاحب کو ہی محمد رسول اللہ سمجھتے ہیں اور ان کے خیال میں خدا نے جو نام اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ میں مرزا صاحب کو دیا ہے تو جب وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو قابل سوال یہ امر ہے کہ اس محمد رسول اللہ سے مراد ان کے محمد رسول اللہ ہیں یا ہمارے آقا اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا متبع محمد رسول اللہ سے مرزا صاحب ہی کو مراد لے گا لہٰذا کسی کا ایمان اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مرزا صاحب محمد رسول اللہ ہونے سے انکار نہ کریں اور ان کے متبعین اس کے ماننے سے رجوع نہ کریں۔

(۲) یہ بھی وضاحت سے بحث میں پیش کر چکا ہوں کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الخ نص قطعی بلکہ یہ شہادت خداوندی و کفیٰ باللہ شہیدا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بلا شرکت غیرے ہے اسے مرزا صاحب کا اپنے اوپر چسپاں کرنا علاوہ دعویٰ نبوت نص قطعی کا انکار و شہادت خداوندی کی تکذیب ہے جو صرف ایک دو بلکہ بے شمار کفروں پر مشتمل ہے۔

(۳) عین محمد اور انبیاء کا وجود ہونے میں مندرجہ ذیل تحریفات ہیں۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ اور دیگر ازواج مطہرات کی ہتک کہ جب عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان سے کیا رشتہ رہا (العیاذ باللہ)

(۲) سیدہ فاطمہ زہرہ سیدنا ابراہیم و دیگر اولاد کی ہتک جب عین محمد ہیں تو ان کے والد (العیاذ باللہ) ٹھہریں گے۔

(۳) سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما توہین کہ ان کے نانا جان ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تمام صحابہ اہل بیت اولیاء اقطاب و ابدال بلکہ تمام امت کی توہین توہین انبیاء کے ثبوت میں مفصل آئے گا۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ نمبر سلسلہ توہین انبیاء و توہین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔

"مختار مدعیہ کی تاویلات رکیکہ کا جواب (۱)"

اولاً یہ کہ کوئی بھی تاویل کریں اعتراض ہی لاجواب ہے کیونکہ بنیاد مباہلہ کی آیت کریمہ محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کے اپنے اوپر چسپاں کرنے پر ہے جس کی جرأت کسی تبع صحابی و ولی قطب نے نہ کی نہ کسی آسمانی صحیفہ احادیث تفسیر کلام فقہ یا کسی غیر مستند کتاب ہی میں اس کی کوئی نظیر ہے نہ مختار مدعا علیہ اس کی ایک نظیر پیش کر سکا لہٰذا اصل اعتراض تو لاجواب ہی رہا اور محمد اسمٰعیل اس میٹنگ میں ہر اعتراض سے پہلو بچایا اور تمام اعتراض لاجواب اور اقرار دفن کر گئے۔

(۲) مرزا صاحب کا دعویٰ عین محمد ہونے کا مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کو مسلم ہے نیز محمد رسول اللہ والذین معہ الخ کا مصداق بھی مرزا صاحب کو مانتے ہیں اور جواب میں صرف رکیک تاویلیں پیش

کرتے ہیں۔

(۱) آپ نے کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ میں جسمانی لحاظ سے وہی محمد ہوں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے

(۲) آپ فرماتے ہیں کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ہوں۔

(۳) خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ میرا نام نبی محض بلا واسطہ میرے پر نہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جس کا روحانی افادہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ملحوظ رکھ کر

(۴) مشابہت کی وجہ سے محمد کہا گیا۔

(الجواب)

۱۔ اول جسمانی و روحانی کسی طرح عین محمد بننا توہین نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہے مگر مختار مدعا علیہ کی خاطر مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح فرما دی ہے کہ

"اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا" بحوالہ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں عین محمد ہونے کے ساتھ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دے رہے ہیں اس سے زائد کیا تصریح ہوگی۔

اب یہ مختار مدعا علیہ کی رائے ہے کہ عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عینیت کا دعویٰ ہے وہ وہی ہیں جو آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں ان ظاہری آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز تھے یا کوئی اور۔

(۲) ظلی و بروزی کی تاویل کا پہلا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ظلی و بروزی طور پر بھی ایسی بے مثیل ہستی کا کوئی مثیل اور ظل و بروز نہیں ہو سکتا۔ نہ کسی طرح ان کا عین بن سکتا ہے اس طرح کہ اس کا وجود عین وجود محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو جائے جیسا کہ مرزا صاحب ہیں آپ کی شان محبوبیت کی یکتائی کا تقاضا ہے کہ کوئی ان کا شبیہ اور سہیم و شریک بھی نہ ہو شیطان لعین ہر ایک کی شکل بن کر آسکتا ہے مگر اللہ کے محبوب کی شکل خواب میں بھی نہیں بن سکتا۔ خود ارشاد فرماتے ہیں من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتزای بی یا لا یتمثل بی او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ بخاری شریف میں ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میرا نقشہ نہیں پا سکتا۔ نہ میری شکل بن سکتا ہے۔

بہرحال کسی تاویل سے عینیت محمدیہ ہو اور اپنا وجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا جائے درست نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بروز سے ہی کوئی مغایرت پیدا نہیں ہوتی جیسا کہ مرزا صاحب خود کہتے ہیں "اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا گیا بروز میں دوئی نہیں ہوتی۔" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

(۳) جواب یہ ہے کہ مرزا محمود صاحب خلیفہ گر انہوں نے اپنا ایمان بنایا ہے اور جس کی تصانیف ان پر حجت ہیں ظلی و بروزی کی تفصیل خدا کی وحی میں نہیں بتاتے بلکہ محض مرزا صاحب کی انکساری و فروتنی پر محمول کرتے ہیں گویا اصل یہ واقعہ نہیں بلکہ یہ آڑ ظلی و بروزی کی ہے ورنہ دراصل وہ انکساری کے طور پر ہے (ملاحظہ ہو حوالہ جیسا کہ سابقہ)

(۴) یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام فیوض کا واسطہ ہیں اس لیے عینیت محمدی کا دعویٰ ہے محض لغو ہے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ واسطہ اور ذی واسطہ غیر غیر ہوتے ہیں اور آج تک کسی عقل مند نے واسطہ اور ذی واسطہ کی عینیت کا قول نہیں کیا۔

(۵) مشابہت تامہ کی وجہ سے عین محمد کہا گیا ہو اولاً یہ تاویل لغو ہے کیونکہ خود مرزا صاحب تصریح فرما رہے ہیں کہ خدا نے مجھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا ہے۔ اور ظہور البدر اکمل تو عین محمد اور پہلے سے بڑھ کر مانتے ہیں سے

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور بڑھ کر پہلے سے ہیں اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس کو اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں !

قاضی صاحب کا یہ عقیدہ مرزا صاحب کے کلام کی روشنی میں ہے جیسا اول بحث میں بحوالہ خطبہ الہامیہ گزر چکا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہلال اور مرزا صاحب کا بروز بدر کامل ہے جس کا مدعا نکلا کہ مرزا صاحب نہ صرف عین محمد بلکہ پہلے سے کامل ہیں معیاذ باللہ ۔ دوسرے اللہ کے محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی کی مشابہت تامہ ماننا بھی کفر ہے۔ انتہائی پرواز مقربان بارگاہ الٰہی کی یہ ہے کہ ان کے مقامات و کمالات کا یوں نظارہ کریں جیسے زمین والا آسمان کے ستارے کو دیکھتا ہے جیسے کہ فریقین کی مسلم کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالہ سے پیش کر چکا ہوں۔

بزرگانِ دین پر مختار مدعا علیہ کا صریح بہتان

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلے میں تین حوالے پیش کئے ہیں اور تینوں غیر مسلم پیش کئے ہیں

(۱) مقامات امام ربانی ۔
(۲) شرح فصوص الحکم قاشانی ۔
(۳) حاشیہ مثنوی بحرالعلوم ۔

(الجواب)

(۱) مقامات امام ربانی سلسلہ مجددیہ کے ایک غیر معروف اور غیر مسلم شخص کی مرتب کردہ سوانح ہے جو حجت

نہیں ہو سکتی ۔ اس کا مؤلف نہ مقرب ہے نہ محدث نہ کوئی عالم نہ مسلم بزرگ نہ کتاب کی توثیق کسی بزرگ نے کی ۔

عقائد اور ایسے نازک مسئلہ کفر و اسلام میں ان تصانیف کا ذکر ہی فضول ہے ۔ خود گواہان مدعا علیہ اپنے بیانوں

اور جرح میں تسلیم کر چکے ہیں کہ عقائد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات کا احادیث صحیحہ جو احاد کے ذریعہ ثابت ہوں

ان کا بھی اعتبار نہیں ۔ علاوہ بریں گفتگو تو یہ ہے کہ یہی محمد کا دعوی صحیح ہے یا نہ اور محمد رسول اللہ والذین معہ کا

علاوہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کسی اور پر چسپاں ہو سکتا ہے یا کوئی اور اس کا مصداق کسی طرح ہو سکتا ہے اس

کا اس حوالہ میں کہیں پتہ نہیں اصل حوالہ ملاحظہ ہو ۔

"حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ ذاتیہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اس مقام میں تابع

کو اپنے سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تعینت درمیان سے اٹھ گئی اور امتیاز تابع و متبوع

زائل ہو جاتا ہے اور ایسا توہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں ہم آغوش ایک کنار

اور ایک بستر ہیں مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے متبوع کا جانتا ہے ۔

اس میں مندرجہ ذیل فقرات قابل لحاظ ہیں ۔

(۱) "حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم "

(۲) "اس مقام میں تابع کو اپنے متبوع سے ایسی مشابہت و مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا تعینت درمیان

سے اٹھ گئی " " امتیاز تابع اور متبوع زائل ہو جاتا ہے ۔

(۳) "ایسا متوہم ہوتا ہے کہ گویا تابع و متبوع ہر دو ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں " " مگر تابع اپنے تئیں طفیلی اپنے

متبوع کا جانتا ہے ۔

تفصیلی جواب

اولاً یہاں گفتگو حقیقۃ محمدیہ اور مقام محبت میں اس تعلق پر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کے ساتھ

ہے جس کا ثبوت پہلا فقرہ "حقیقۃ محمدی یا مقام محبت و محبوبیت ممتزجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم " ہے

اور وہ بھی وحدۃ الوجود کے طرز پر جس سے مرزا صاحب برات ظاہر کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ایہ

حوالہ سابق ۔

یہاں کسی کا ذات محمدی یا وجود پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں شرکت کا تذکرہ تک نہیں جس کا مرزا صاحب کو

دعوے ہے کہ خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی قرار دیا "

الجواب

مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی نہ امام ہیں نہ محدث نہ متکلم نہ مفسر نہ فقیہ، ایک منطقی اور فلسفی مشہور ہیں کسی نے ان کا موضوع میں بھی شمار نہیں کیا ان کی بات کسی پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔ خصوصاً عقائد میں۔

(۱) مثنوی شریف میں کہیں عین محمد کا دعویٰ یا اس کا دور کا اشارہ ہے نہ کسی شرح میں نہ کسی قطب نے کبھی عین محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے نہ تو بایزید بسطامی نے یہ کلمہ زبان سے نکالا نہ کبھی کسی نے بے ہوشی میں کہا ہو سکتا ہے۔

حاشیہ نمبر ۱ پر مولانا ابوالعیاش بحرالعلوم صاحب لکھنوی لکھتے ہیں کہ چونکہ قطب کا قلب دیتے باطنی و سیرتی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب ابتدائے سیرت پر ہوتا ہے اور چونکہ قطب کے قلب (سیرت باطنی) پر موجود گویا وہی شخص ہو جاتا ہے پس بایزید بسطامی جو کہ قطب وقت ہیں گویا عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے۔

یہ مولانا عبدالعلی کی اپنی منطق ہے جس کا کوئی حوالہ کسی بزرگ کے کلام سے نہیں۔ لہذا قابل التفات بھی نہیں اور دراصل مدعا ثابت نہیں کرتی ہے عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا محمد رسول اللہ والذین معہ کو اپنے یا کسی پر چسپاں کیا ہو یا کسی کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہو۔

بہرحال باوجود غیر مستند ہونے کے یہ حوالے غیر متعلق بھی ہیں۔

(۲) مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت اس ترتیب سے وہاں نہیں بلکہ بہ خیانت تقدیم و تاخیر اور قطع و برید سے پیش کی گئی ہے۔

آخر میں مختار مدعا علیہ نے یہ کہا ہے کہ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ ۵ وہاں بھی یہی بعینہٖ عبارات اور یہی حوالے ہیں صرف مکتوبات کے دو اور حوالے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اور خصوصی اتصال نسبت کا ذکر ہے اس دعویٰ عینیت یا مصداق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ ... ہونے کا تذکرہ تک نہیں اور ایسی کھلی ہوئی خیانت اور قطع و برید اس کے نقل میں کی ہے کہ اس پر انسانیت شرماتی ہے۔ چونکہ وہاں وہ حوالے تحقیر انبیاء کے سلسلہ میں درج ہیں لہذا اسی ہیڈنگ کے تحت ان کی مفصل تذکرہ اور خیانت بتائی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ غالباً اسی کمزوری کا خیال کر کے مقامات امام ربانی اور شرح فصوص اور حاشیہ مثنوی کا حوالہ گو بیان تو مختار مدعا علیہ نے ذکر کر دیا اور ان دونوں حوالوں کا نام تک نہ لیا۔ اور مفصل مقامات کے واسطے چند صفحات کا حوالہ دے دیا تاکہ لوگ خاطر جمع رہیں کہ کچھ اور قوی مفصل دلائل ہوں گے حالانکہ ان مذکورہ بالا عبارات کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں الفاظ تک تقریباً وہی بلکہ نقل کئے ہیں۔

بہرحال عین محمد ہونے کا دعویٰ اور آیت محمد رسول اللہ والذین معہ ... کو اپنے پر چسپاں کرنے کا کفریہ عقیدہ مطابق الجواب نمبر ایک ضابطہ کا بھی جواب نہ ہو سکا۔

(۱۴)

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبےٰ باشد

اس کا مفصل جواب الجواب عینیت کے ہیڈنگ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔ دعویٰ عینیت کی مذکورہ بالا تصریحات کے بعد تریاق القلوب کے دوسرے مجمل گول مول مغالطہ آمیز اشعار اور براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹ کی مغالطہ آمیز وہ عبارت نہ اس کا جواب بن سکتی ہے نہ اس کی تشریح نہ اس کا اصل اعتراضی پہلو اور پیش کردہ پوائنٹ سے کسی قسم کا تعلق ہے۔

نیز اس شعر پر علیحدہ (۲۱) ڈالنا بھی اس لیے ہے ورنہ عینیت کے دعویٰ کے تحت یہ مذکور ہے اور اسی نمبر کا ایک حوالہ ہے۔

مرزا صاحب کا جواب

مختار مدعا علیہ نے اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک عمومی جواب کا رنگ دے کر پھر مکرر بحث کا اعادہ چاہا ہے تاکہ اپنے مغالطہ کی تکمیل کر سکے۔

اس سلسلہ میں تین جواب نقل کئے ہیں۔

پہلے جواب میں براہین احمدیہ جز ۴ اور جز ۳ اور ازالہ اوہام ص۲۲۲ و براہین ص۵۴۸ کے چند وہ حوالہ پیش کئے ہیں جس میں دینی ظلی و بروزی واسطہ و ذی واسطہ تابع و متبوع کی تاویلیں ہیں جن کا مفصل جواب گزر چکا ہے جن کا خود مختار مدعا علیہ اس کا نتیجہ یہ نکالتا ہے۔

"اور آپ پر ان انعامات کا نزول ببرکت متابعت حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے مخدوم اور متبوع کے ہے اور آپ ان کے خادم اور تابع ہیں!"

مگر کبھی خادم عین مخدوم تابع عین متبوع و رعایا عین سلطان یا اس کے خصوصی امتیازی القاب میں شریک و سہیم نہیں ہو سکتا نہ اس کے القابات اپنے اوپر اس لحاظ سے چسپاں کر سکتا ہے۔

دوسرا جواب:۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب اربعین ۲ اور انجام آتھم میں تحریر کر کے مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل دعا کرنے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ الہام الارض والسماء معک کما هو معی
اربعین ۲ ص۹ انجام آتھم ص۵۲ انت منی بمنزلة توحیدی وتفریدی اربعین
۲ ص۲۹ انجام آتھم ص۵۱ انت اسمی الاعلی اربعین ۲ ص۲۹ اور انت منی ..... تا
الخلق اربعین ۲ ص۲۲ انجام آتھم ص۵۵ کان اللہ نزل من السماء انجام آتھم ص۶۲

انا فتحنا لک فتحا مبینا اربعین ۳ ص۴ انجام آتھم ص۵۵ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ اربعین ۲ ص۴ انجام آتھم ص۵۵ انا اعطینٰک الکوثر اربعین ۲ ص۱۱ انجام آتھم ص۵۵ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین اربعین ۳ ص۲۳ قل ان کنتم تحبون اللہ اربعین ۲ ص۲۹ انجام آتھم ص۵۶ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ انجام آتھم ص۵۶ ما ینطق عن الھویٰ اربعین ۳ ص۳۲ ۔

ہیں مندرج ہیں اور ان تمام الہامات پر مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے ۔ انجام آتھم میں مرزا صاحب نے یہ الہامات معہ دیگر الہامات لکھ کر الخ ۔

یہ عجیب جواب ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کفریات لکھ کر مخالفین کو مباہلہ اور بالمقابل بددعا کی دعوت دی ہے لہذا یہ سب سچے ہیں ۔

اگرچہ مقابلہ ومباہلہ کی دعا و صداقت وغیرہ مقدمہ متنازعہ سے غیر متعلق ہے اور بار بار عدالت کی طرف سے ممنوع قرار دیئے گئے ہیں مگر چونکہ جوابی بے ضابطہ بحث ہی ریکارڈ پر ہوگیا ہے اس لیے نہایت مختصر جواب عرض ہے جن مخالفین کو دعوت مباہلہ ہے اس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی ہیں جنہوں نے بطور فرض کہا ۔ جو جھوٹا ہو اس کا انجام بد اس کے سامنے ہے ۔

خود مرزا صاحب نے بھی اپنے تمام مخالفین سے فرمایا تھا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے بارے میں لکھا ۔

یا اللہ ! میں تیرے ہی تقدس کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے ۔ اور دعا میں یہ الفاظ ذکر کئے ۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا الخ

پھر ۲۶ / اپریل سنہ ۱۹۰۷ء پھر کیا ہوا یہ کہ

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر   کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا ۔

واز مباہلہ مرزا ۔ از اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء)

مفصل بحث مولوی ثناء اللہ صاحب کے رسالہ فیصلہ مرزا میں موجود ہے ۔

بہرحال مباہلہ اور بالمقابل دعاسے بھی بجائے ان کفریات کی تائید کے ان کی تردید اور مرزا صاحب کا مفتری علی اللہ اور کافر ومرتد ہونا ہی ثابت ہوا ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں   زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(محمد رسول اللہ ہیڈنگ کے لاجواب نمبر ا)

تمہید۔ خصوصیات نبویہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جرح گواہ ۱۔ یکم مارچ ۳۲ء انکار خصوصیات انکار ذات ہے الخ۔

(وہ ملیحیں میں مخصوص اعتراض پہلے نظر انداز کر دیا)

(۲) اسلامی عقیدہ آخری نبی سے انکار حوالہ کی چنداں حاجت نہیں۔
(۳) معراج جسمانی کا انکار اور اپنے لیے اس جیسے متعدد ثابت کرتا ہے معراج جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ ...تا... اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔ (ازالہ کلاں ص۴۷)
(۴) شق القمر کو خسوف قمر کہہ کے اس سے دوبالا اپنے لیے بتایا ہے

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المنیران اتنکر

ترجمہ مرزا دراس کے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند اور سورج دونوں کا اب تو کیا انکار کرے گا۔ (قصیدہ اعجازیہ ص۷۱)

(۵) اپنی فتح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فتح پر ترجیح۔
اور ظاہر ہے کہ فتح مبین کا وقت ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گزر گیا اور دوسری فتح باقی رہی کہ پہلے غلبہ سے بہت بڑی اور زیادہ ظاہر ہے اور مقدر تھا کہ اس کا وقت مسیح موعود کا وقت ہو اور اسی کی طرف خدا تعالےٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔

سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بارکنا حولہ۔ خطبہ الہامیہ ص۱۹۳ و ص۱۹۴

(ب) جواب:

براہین احمدیہ جب شائع ہوئی تو اس پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے ریویو لکھا اور خلاصہ مطالب کتاب جس میں ایک عنوان مؤلف الہامات بھی ہے لکھ کر ان الفاظ میں اس کتاب براہین کی تعریف کی اور یہ عبارت صرف اس امر کے اثبات کے لیے پیش کرتا ہوں کہ جو الہامات براہین احمدیہ میں درج ہیں قابل اعتراض نہیں کتاب کی توثیق مقصود نہیں یہ ہو اس کتاب کا خلاصہ مطالب ہے اب ہم اس پر اپنی رائے ...... تا ...... مرزا بھی لکھا دیا ہو۔ (اشاعۃ السنۃ ص۱۶۹ ج۷) مؤلف براہین احمدیہ کے الہامات پر ایک دو مولویوں نے اعتراض کئے تھے جن کا مولوی محمد حسین بٹالوی نے مفصل اور مدلل جواب دیا اور کہا کہ ایسے الہامات کا ہونا جائز ہے۔ اور اسی کتاب میں یہ الہامات بھی مندرج ہیں جن پر مختار مدعیہ نے اعتراض کئے ہیں

چنانچہ البشریٰ میں بحوالہ براہین احمدیہ یہ الہامات درج ہیں (۱) الارض و السماء معک کما ھو معی البشریٰ ص۱۵ (۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں براہین احمدیہ ص (۳) ربنا عاج البشریٰ ص۲۳ (۴) انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق البشریٰ ص۳۲ (۵) کان اللہ نزل من السماء (یہ الہام ۱۸۹۲ کا ہے) البشریٰ ص ج۲ (۶) انا فتحنا لک فتحا مبینا البشریٰ ص۳۴ (۷) ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ البشریٰ ص۲۲ انا اعطیناک الکوثر البشریٰ ص۳۰ (۹) عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا البشریٰ ص۱ ج۲ (تاریخ نزول الہام ۱۸۸۲ء) (۱۰) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین البشریٰ ص۳۰ (۱۱) قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ البشریٰ ص۱۲ (۱۲) وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی البشریٰ ص۱۳ (۱۳) وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم البشریٰ ص۳۵، ۳۶ (۱۴) سبحان الذی اسری بعبدہ البشریٰ ص۳۵ (۱۵) محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار ص۳۷ —————— بلکہ ان کے علاوہ براہین میں اور بھی الہامات اسی قبیل سے ہیں جیسے انک علی صراط مستقیم فاصدع بما تؤمر البشریٰ ص۲ وانذر عشیرتک دفتر مبین ——— وغیرہ وغیرہ ہیں لیکن اس وقت ان الہامات کا نزول ہو سکتا ہے اور ایسا ہونا قابل اعتراض نہیں

یہ جواب اگر نقل کر ... تم تحریر کیا تھا اس نے تو اور کفریات کی ایک مکمل لسٹ پیش کر دی اور براہین احمدیہ وغیرہ کی تاویلات بیکار کر دیں کیونکہ یہی مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے تعریف کی ہے اور براہین کی گول مول تاویلات سے مغالطہ کھایا ہے۔ جب انہیں دیگر کتب مرزا صاحب اور ان کے دعاوی سے حقیقت حال کا انکشاف ہو گیا تو سب سے پہلے مرزا صاحب کی انہیں کفریات کی بنا پر زبردست تکفیر کی ہے اور مرزا صاحب کے اتباع سے تائب ہو کر ان کا کفر و ارتداد آخر وقت تک چار دانگ عالم میں شائع کرتے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ ص ——— وغیرہ بحوالہ سابق وایک تا دیں۔

(۲۴) میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں تا محمد و احمد ہوں (حقیقۃ الوحی ص۷۲)
(۲۵) اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت کا وجود ہی قرار دیا
ہے (حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۴ و ص۲۶۵)

واضح رہے کہ یہ مرزا صاحب کی عادت اتفاقیہ نہیں بلکہ طریقہ مستمرہ ہے تلاش کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں مداخلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ان کا محبوب ترین مشغلہ ہے اس کی تائید میں صرف حقیقۃ الوحی سے بحوالہ سابق اتنے الہامات اور تائیکو ویر نمونہ پیش کرتا ہوں۔

(۲۶) قل انی امرت و انا اول المؤمنین ۔
(۲۷) قل جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۔
(۲۸) الرحمٰن علم القرآن
(۲۹) انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔
(۳۰) یا شمس یا قمر انت منی و انا منک ۔
(۳۱) داعیا الی اللہ و سراجا منیرا ۔
(۳۲) انک باعیننا (خاص الخاص خصوصیت)
(۳۳) دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۔
(۳۴) ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم ۔
(۳۵) قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد
(۳۶) لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ۔ (خاص الخاص)
(۳۷) وعلمک ما لم تعلم ۔
(۳۸) انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۔
(۳۹) یٰس انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم ۔
(۴۰) الم نشرح لک صدرک البشریٰ ص۴۲

(نتیجہ)

پس جو شخص باوجود اقرار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ خود محمد رسول اللہ ہے اور میں محمد کہے اور کہلائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانے آپ کے معراج جسمانی کا انکار کر کے اپنے واسطے بارہا ثابت کرے معجزہ شق القمر کو معمولی دکھا کے اس سے بڑھ کر اپنے لیے بتائے اپنی فتح کو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین پر ترجیح دے اپنا علم دینی امور میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر زائد بتائے اور لولاک لما خلقت الافلاک خود بنے وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین اپنے کو سمجھے ما ینطق عن الھوٰی ۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ اپنی شان میں ٹھہرائے سبحان الذی اسرٰی ۔ دنا فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی شارکت روا رکھے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ۔ بھی اپنے اوپر چسپاں کرے انا فتحنا لک فتحا مبینا ۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر و انک باعیننا داعیا الی اللہ و سراجا منیرا ۔ یٰس انک لمن المرسلین ۔ جیسی ایک دو دفعہ نہیں تقریباً چالیس خصوصیات میں شریک وسہیم بن بیٹھے اور پھر بھی ان کا ایمان کلمہ پر قائم رہے کیونکر باور ہو سکتا ہے ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص کروڑ ہا مرتبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے جب تک ان کفریات سے رجوع نہ کرے ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پر ان کا ایمان ناممکن ہے ۔

بحمد اللہ مرزا صاحب اور ان کے متبعین کا کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ پر ایمان نہ ہونا ۴۲ مرزا صاحب کے لاجواب دلائل و حوالوں سے ثابت ہو گیا ۔ جس کے فیصلہ کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت ہی نہیں یقیناً مرزائیت اختیار کرنا کفر اور کھلا ہوا ارتداد ہے جس کے بعد نکاح یقیناً منسوخ ہو جائے گا ۔ جیسا کہ ابتدائی بحث میں تنقیحات کی روشنی میں مفصل پیش کر چکا ہوں کلمہ توحید پر ایمان ہونے کا مسئلہ ختم ہو گیا ۔

مرزا صاحب اور اُنکے متبعین کا ایمان ایمان مجمل پر بھی نہیں

اٰمنت باللہ کما ھو باسمائہٖ وصفاتہٖ وقبلت جمیع احکامہٖ ۔

اس سلسلہ میں مفصل تقریباً ۱۲ دلائل پیش کر کے ابتدائی بحث میں ثابت کیا گیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان نہیں ہے ۔ نہ جب تک اسے ترک نہ کریں ہو سکتا ہے ۔ مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب کا اشارۃً و کنایۃً نام تک بھی نہ لیا ۔ گویا تسلیم کر لیا کہ ایمان مجمل کے کسی حصہ پر مرزا صاحب کا ایمان نہیں ۔ (ایمان مفصل پر مرزا صاحب اور ان کے امتیوں کا ایمان نہیں) ایمان مفصل منقول از ازالہ اوہام صـ ۲)

(۱) اٰمنت باللہ (۲) وملٰئکتہ (۳) وکتبہ (۴) ورسلہ (۵) والبعث بعد الموت

(۱) اٰمنت باللہ ۔ مختار مدعا علیہ نے یہاں اس سلسلہ میں کوئی جواب نہیں دیا پہلے لا الٰہ الا اللہ کے

سلسلہ کے جوابات میں اکتفا کیا۔ پس ہم بھی عدالت کی ان مشترک لا جواب سوالوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جن کا جواب میں نام تک نہ آیا اور ان کے ہوتے ہوئے آمنت باللہ پر کسی طرح ایمان نہیں ہو سکتا۔

(۲) وملئکتہ۔ ملائکہ پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ زبان سے ملائکہ کہے ورنہ یہود بھی تو ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر انہیں ان کی حقیقت کے خلاف بنات اللہ خدا کی بیٹیاں اور خلاسفر یعنی زبانی اقرار کر رکھے تھے۔ مگر کواکب اور سیارات کو ملائکہ قرار دیتے تھے۔ بلکہ ملائکہ کی اس حقیقت اور صفت پر ایمان لانا ضروری ہے جو قرآن پاک اور احادیث و اصطلاح شرع میں موجود ہے۔

(۳) قرآن پاک میں ملائکہ کے متعلق اس قدر آیات ہیں کہ ان کی حقیقت اور تصور شرعی بالکل ہویدا ہو جاتی ہے اصل بحث میں کسی قدر تفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں نمونتہً چند آیات پیش ہیں۔

(۱) تتنزل علیھم الملئکۃ ان لا تخافوا۔

(۲) تنزل الملئکۃ والروح من امر ربھم۔

(۳) علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون۔

(۴) ومن عندہٗ لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون۔

(۵) بل عباد مکرمون

(۶) واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم

(۷) واذ قلنا للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔

(۸) جاعل الملئکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربٰع۔

(۹) وتری الملئکۃ حآفین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم۔

(۱۰) والمدبرات امرًا الآیہ تلک عشرۃ کاملۃ

یہ صرف نمونہ ہے ورنہ بہت سی آیات مفصل موجود ہیں۔

شرعًا ملائکہ کی حقیقت

چونکہ ملائکہ کے وجود کی نسبت فلسفیانہ تاویلات اور حکیمانہ توجیہات بیان کی گئی ہیں اور تعلیم اسلام پر دسا تیر و وید کی تعلیم کو ترجیح دی گئی ہے ملائکہ کے فی الخارج وجود کا انکار کیا ہے اور وید اور دساتیر کے مذہب کے

موافق ان کر ارواح کو آپ بتلایا ہے ان کا پلٹنا۔ پھرنا۔ زمین پر آنا محال کہا ہے اس لیے چند آیات واحادیث سے اس عقیدہ کی تکذیب تردید کی جاتی ہے۔

(۱) ولما جاءت رسلنا لوطا سیئ بھم وضاق بھم ذرعا وقال ھذا یوم عصیب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قال ۔ ۔ ۔ وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیل منضود ۔ (ھود رکوع ۷)

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے لوطؑ کے پاس آئے ان کے آنے سے خفا ہوا اور اپنے جی میں رک گیا اور بولا آج کا دن بڑا سخت ہے اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی آئی یہ پہلے سے برے کام کرتے تھے (حضرت لوط نے) کہا لوگو یہ میری بیٹیاں ہیں جو تم کو ان سے پاک تر ہیں تم اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں کوئی بھی نیک راہ نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا تو جان چکا ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ دعوی نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں (لوط نے) کہا اگر مجھ کو تمہارے سامنے زور ہوتا یا میں مضبوط جگہ میں ہوتا (تو تم ایسا نہ کر سکتے) مہمان بولے اے لوط ہم تیرے رب کے فرستادہ ہیں یہ لوگ تجھ تک ہرگز نہ پہونچ سکیں گے تم کچھ حصہ رات سے اپنے گھر والوں کو (اپنی عورت کے سوا) لے کر نکلو۔ اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے نہ دیکھے تیری عورت پر تو وہی کچھ آئے گا جو ان پر آنے گا ہاں ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح نزدیک نہیں؟ پس جب ہمارا حکم پہونچا ہم نے وہ بستی زیروزبر کر دی اور اس پر تہ بتہ پتھریاں برسائیں۔

قوم لوط جیسے خلاق غدار کا ملائکہ کو جو متشکل بہ بشر تھے دیکھنا حضرت لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لینا حضرت کی پریشانی فرشتوں کا حضرت کو اطمینان دلانا۔ اگلی صبح تمام بستی کو خراب و تباہ کر دینا کیا یہ سب کچھ ارواح کو آپ کا بیان ہے روح تو حیوانات کی بھی نظر نہیں آتی ان غیر مادی اجرام کی روح نے متشکل ہو کر جاصل کر لیا اور اگر فرشتے ایک ذرہ برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے (توضیح ۲۲) تو یہ کون تھے جو یہ سب کرشمے لوط اور قوم لوط کو دکھلا گئے۔

(۲) ھل اتاک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین۔ (دیکھو تمام رکوع والذاریات)

ترجمہ: کیا تجھ کو ابراہیم کے عزت والے مہمانوں کی خبر پہونچی۔

حضرت ابراہیم کے گھر فرشتوں کا مہمان بن کر آنا خلیل الرحمن کا ان کے لیے کھانا تیار کرنا فرشتوں کا نہ کھانا بیٹے کی ولادت کا وعدہ۔ اور بشارت خدا کی طرف سے دینا کیا یہ ارواح کو آپ کا نام اور کام ہے۔

(۳) اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ۔ ۔ ۔ ۔ مسومین (آل عمران) جب تو مومنوں کو کہنے لگا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تم کو مدد بھیجے تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہوں البتہ تم ٹھہرے رہو اور پرہیزگاری کرو اور وہ اسی دم تم پر آویں تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو پلے ہوئے گھوڑوں پر ہوں۔

پہلے تین ہزار فرشتوں کی تعداد کا بتانا اور دوسری میں ان کی صفت الا ان پھر پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ امداد کا کیا جانا
اور دوسرے میں ان کی صفت بتلانا کیا یہ سب ارواح کواکب ہیں کیا یہی وہ ارواح ہیں جن کو ذرہ بھر بھی جنبش نہیں۔
فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرا سویا ۔۔۔ ترجمہ پھر ہم نے ان کے پاس
اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اس کے سامنے پورا پورا مرد بن کر کھڑا ہو گیا۔
غور کیجئے یہاں بھی کیا آپ یہی کہیں گے کہ روح القدس پورا پورا مرد بن کر کون کھڑا ہوا تھا اور یہ جواب بھی کس نے دیا۔
قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا۔ ترجمہ اس نے کہا کہ
میں تو تیرے خدا کا فرشتہ ہوں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا لڑکا دے جاؤں۔
کیا یہ سب روح کواکب کے ہی کرشمے ہیں جن کو ذرہ بھر جنبش نہیں۔
اب احادیث کی طرف رجوع کیجئے اول اس حدیث کو لیجئے کہ ایک سائل آیا اس کی صورت وضع بھی اس صحابہ کو حیرت
میں ڈال دینے والی تھی اس نے اسلام اور ایمان کے متعلق سوال کئے اور چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم ۔ ترجمہ یہ حضرت جبریل تھے اس لیے آئے
تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھائیں۔ اور وہ بخاری مسلم ترمذی ابی داؤد ابن ماجہ یاد رہے کہ اس کے راوی بھی حضرت عمر فاروق ہیں
(۲) دوسری حدیث عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یوم بدر ھذا جبریل آخذ برأس فرسہ علیہ اداۃ الحرب (رواہ البخاری)
ترجمہ بدر کے دن فرمایا یہ جبریل ہے جو سلاح جنگ پہنے گھوڑا پکڑے کھڑا ہے۔
مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہو کر آنا روح کواکب کا کام ہے یا خداوند کے فرشتے کا جبریل علیہ السلام کا گھوڑے
پر چڑھ کر آنا جنود فرعون کا ان کو دیکھنا سامری کا خاک نعل اسپ اٹھا لینا یا نعل اور قرآن مجید میں بھی ہے انکار کرنا آسان نہیں
احادیث صحیحہ اور بھی اس امر پر صاف شاہد ہیں مثلا روزانہ تک جبریل علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز
پڑھانا رمضان میں رسول کریم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرنا دحیہ صحابی کی شکل پر آنا رسول کریم کا ام المومنین عائشہ صدیقہ
سے فرمانا کہ یہ جبریل ہے اور تم کو سلام پہونچاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔
سچے مسلمانوں کو لازم ہے کہ بمقابلہ ارشادات نبوی کے معتقدات مجوس کو صحیح خیال نہ کر بیٹھیں اور ادیان مختلفہ کی
کتابیں دیکھ کر گمراہ نہ ہو جائیں میں صرف اسی عام جواب پر اکتفا کرتا ہوں جس میں تقریبا ان تمام تاویلات رکیکہ کا قرآنی الفاظ
میں جواب ہے جو مختار مدعا علیہ نے کی ہیں فرشتوں کی ایک دو تعداد بھی نہیں بلکہ بے شمار ہے جیسا کہ حدیث
مسلم میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی بوجہ کثرت دوبارہ باری نہیں آتی۔
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفت بیت المعمور فاذا ھو یدخلہ کل یوم

يسبحون الليل والنهار لا يفترون۔

تفاسیر و کتب عقائد

تفاسیر اور کتب عقائد کے بعض حوالہ بحث کے وقت ذکر ہوں گے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مختار مدعا علیہ نے ان کے حوالے کا تذکرہ تک نہ کیا۔ عقائد و تفاسیر کی کتابوں میں ملائکہ کی شرعی مکمل صفت موجود ہے میں اس وقت صرف ایک گواہ مدعا علیہ اور مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ امام عبدالوہاب شعرانی کی سب سے مستند کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(یواقیت والجواھر جلد ۲ صفحہ ۲۲ مبحث ۳۹)

وہ سارا مبحث ہی ان کی شرعی مذکورہ بالا حقیقت اور ارواح کواکب کی تردید میں ہے۔

(مرزا صاحب کا فرشتوں کے متعلق عقیدہ)

(۱) فرشتے نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب کا نام ہے (ملخص توضیح المرام ص۳۲)

(۲) جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ (توضیح المرام بحوالہ سابق)

(۳) جبرئیل نہ زمین پر آئے نہ آتے ہیں (توضیح مرام ملخص ص۹۵)

اصل اعتراض

اولاً ملائکہ کو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب ماننا بالکل شریعت کے خلاف ہے البتہ یونانیوں اور دہریہ پرستوں کا ضرور یہ عقیدہ ہے دوسرے کواکب و سیارات سے تمام انتظامات متعلق کرنا جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں (اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمان میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل و تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں) (مشکوٰۃ باب المطر)

اور احادیث میں بخاری و مسلم کی حدیث مطرنا بنوء کذا ... الخ موجود ہے جس میں ان لوگوں کو باری تعالٰی کی زبان پر کافر باللہ قرار دیا گیا ہے جو بارش ہونے کی نسبت ستارہ یا نچھتر کی طرف کرتے ہیں نیز اسی حدیث میں یہ بھی تصریح موجود ہے کہ جس نے ستاروں میں علاوہ تین امور کے کوئی اور تاثیر اور کام مانا اس نے اللہ پر زبردست افترا کیا (۱) زینت سماء دنیا (۲) رجوم شیاطین (۳) ہدایت راہ۔

پس ملائکہ کی یہ حقیقت شرعی کے سراسر خلاف ہے لہذا ان عقائد کے ساتھ ایمان بالملائکہ نہیں ہو سکتا۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات نقلیہ)

(خلاصہ تاویلات) ایمان بالملائکہ

(۱) مرزا صاحب کے سراج منیر، براہین، ازالہ اوہام، فتح اسلام، آئینہ کمالات، چشمہ معرفت کے چند حوالے حمامة البشریٰ کے۔

(۲) اور توضیح مرام سے چند گول مول حوالے تاویل کے لیے نقل کیے۔

(۳) تفسیر عزیزی، یواقیت، تفسیر سرسید۔

الجواب

(جواب) یہ تقریباً کتب اس زمانہ کی ہیں۔ جب کہ مرزا صاحب کا کفر بہت کچھ مشہور تھا اور وہ بھی منافقانہ دو بانی کر کے دنیا کو دھوکے میں رکھنے کی سعی کرتے تھے۔

(۲) میں اصل بحث اور اس جواب الجواب میں مرزا صاحب کے متعارضات کی ایک لسٹ پیش کر چکا ہوں اور ان کی یہ عادت ہی ہے مطلقاً مدعی نبوۃ کو کافر بھی کہتے ہیں۔ اور دعویٰ نبوۃ بھی کرتے ہیں اپنے کو نبی کہنے والوں کو دجال بھی کہتے ہیں اور مسلمان بھی، مدعی نبوۃ پر لعنت بھی بھیجتے ہیں اور رحمت بھی وغیرہ وغیرہ۔

(۳) میں نے صریح عبارت پیش کی ہے اس کے جواب میں گول مول مجمل عبارات جواب اور تاویل کے واسطے کافی نہیں۔

(۴) جس کی متناقض اور متعارض باتوں کی عادت ہو اس کی ایک عبارت دوسری عبارت کی شرح نہیں بن سکتی۔

(۵) کسی کا کفر وارتداد نقلی دلائل اور صریح حوالجات سے واضح ہونے کے بعد اس قسم کی تاویلات قابل التفات بھی نہیں زیادہ تفصیل کا وقت نہیں اصل بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(جواب) توضیح مرام سے میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے وہ نہایت صریح ہے اور مختار مدعا علیہ نے جو حوالے پیش کیے ہیں۔ ان سے صرف اشارۃً یہ تاویل نکالنی چاہتا ہے۔ کہ تعلق ملائکہ کا ارواح سے اس قسم کا ہے یا دراصل ملائکہ ارواح کواکب کا نام نہیں بلکہ روح یا جان کا لفظ صرف ان کے شدید تعلق کی وجہ سے استعمال کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

مگر اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ ملائکہ بھی امور غیبیہ میں سے ہیں۔ ان کی حقیقت ہم خود اپنی عقل سے نہیں قائم کر سکتے بلکہ شریعت غراء کی تعلیم کردہ حقیقت پر اکتفا کرنا ہوگا اور بلا شبہ اب کوئی بھی تاویل کی جائے مرزا صاحب نے وہ حقیقت شرعی بدل ڈالی۔ لہٰذا ان کا ایمان ملائکہ پر ہو نہیں سکتا۔ جب تک اس سے صاف الفاظ میں اولاً رجوع کر کے اس شریعت کی پیش کردہ تعریف پر قناعت نہ کریں۔ تفصیل بخوف تطویل نہیں کرتا عدالت ملاحظہ فرمائے۔

.....

جواب ۲ ۔

(۱) تفسیر عزیزی کا حوالہ

اس میں کہیں ارواح کواکب کو ملائکہ قرار نہیں دیا مطلب بالکل واضح ہے عدالت خود اصل کتاب سے ملاحظہ فرما سکتی ہے نیز ملائکہ کی تفسیر بالکل شریعت کے مطابق ایک دو نہیں متعدد جگہ اسی تفسیر میں موجود ہے اور فلاسفہ وغیرہ کا رد بھی بخوف تطویل عبارات نقل نہیں کرتا ۔

(۲) یواقیت کا حوالہ ج ۲ صفحہ ۳ وا ایڈیشن ۲ صفحہ ۴ بحث ۳۹

" ان جمیع النجوم الی فقد استحق العزل "

اس میں مختار مدعا علیہ کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ ملائکہ کا کواکب و نجوم وغیرہ پر مسلط ہونا اور بات ہے اور ارواح کواکب ہونا اور چیز ہے مرزا صاحب تو نفوس فلکیہ اور ارواح کواکب کا نام ملائکہ بتاتے ہیں جس کی نفی صاف الفاظ میں اسی صفحہ کے اگلے صفحہ پر موجود ہے ان آسمانی فرشتوں کی حقیقت و صفات شرعیہ بیان کر کے لکھتے ہیں کہ (قال ای الشیخ رضی و ھذا بخلاف ارواح الکواکب السماویہ فانما تتنزل بالاسماء و البخورات و اشباہ ذلک) (یواقیت ج ۲ صفحہ ۲ بحث ۳۹) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی مسلم گواہ مدعا علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ ارواح کواکب سے بالکل خلاف و متضاد حقیقت ہیں کیونکہ ارواح کواکب اسماء و بخورات سے قابو آسکتی ہیں اور فرشتے کسی عمل سے قابو میں نہیں آسکتے الخ ۔ لہذا حضرت شیخ رحمہ اللہ کا دامن تقدس مرزا صاحب کی تائید سے پاک ہے یہ صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(جواب ۳) سر سید کی تفسیر مسلمانوں پر حجت نہیں اور اس قسم کے نیچری اور دہری عقائد کی بنا پر لوگ ان کے اسلام میں شبہ کرتے ہیں مگر چونکہ ہمیں ان کے اکابر سے وثوق طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ آخر عمر میں ان تمام بد عقیدگیوں سے تائب ہو گئے تھے اس لیے ہم انہیں اسلامی زمرہ میں شامل کرتے ہیں اور اسلامی القابات سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں مرزا صاحب کی اگر تمام کفریات اور دہری عقائد سے توبہ ثابت ہو جائے تو انہیں بھی ہم رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے کوئی ذاتی نزاع تو ہے نہیں ۔

پس نتیجہ نکلا کہ مرزا صاحب کو ایمان اسلامی ملائکہ پر نہیں اور ان کا عقیدہ کفریہ کی ایک بھی نظیر اسلامی لٹریچر میں نہیں ملتی محض مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(نزول ملائکہ)

مختار مدعا علیہ نے بلا وجہ اس بحث کو طول دیا اختلاف اس قدر ہے کہ مرزا صاحب نزول جبرئیل اور ملائکہ کے سرے سے منکر ہیں اور صرف اثر اندازی بتاتے ہیں ۔

" نزول کی اصل حقیقت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے توضیح مرام سیارات کے نفوس نورانیہ کی تاثیرات کا نام نزول ملائکہ ہے۔ توضیح مرام ص ۳۷ توضیح مرام خورد ص ۵۲ و ملخصاً نفوس فلکیہ، ارواح کواکب ملائکہ ایک ہی ہیں۔ ملخصاً توضیح مرام خورد ص ۲۱"

عبارات بالا سے واضح ہے کہ ملائکہ کے حقیقی طور پر نزول کے مرزا صاحب صاف منکر ہیں اور انہیں سیارات یا نفوس فلکیہ اور ان کی اثر اندازی کا نام نزول بتلاتے ہیں قرآن و احادیث سے ملائکہ کا نزول حقیقی پایا جاتا ہے نہ صرف اثر اندازی

(۱) فتمثل لها بشرا سویا۔
انسان ہو کر ان کے سامنے آ گئے۔

(۲) غار حرا میں وحی لے کر اترنا (بخاری شریف)

(۳) جبرئیل علیہ السلام کا کسی انسانی شکل اور دحیہ کلبی صحابی کی صورت میں حقیقتہً نہ اثر اندازی کے طور پر آنا اور صحابہ کا دیکھنا (بخاری شریف)

(۴) جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ دیکھا (مسلم)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دیکھا ان کے چھ سو بازو تھے (بخاری ذکر الملائکہ)

(۶) نزول کے متعلق تفصیل اور اس کے اقسام کے واسطے مسلم فریقین کے بزرگ علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر مبحث (۴۹) ملاحظہ ہو۔

بہرحال خواہ انسانی شکل میں آئیں یا کسی اور اصلی ہو یا مثالی یہاں صرف بحث اس قدر ہے۔

کہ نزول حقیقی ہے صرف اثر اندازی ارواح کواکب یا نفوس فلکیہ کا نام نہیں۔

مرزا صاحب کے اس ادعاء باطل پر کہ۔

نزول کی اصل کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر۔

مختار مدعا علیہ ایک حوالہ بھی اسلامی لٹریچر سے نہ پیش کر سکا مثالی اور غیر مثالی شکل پر بحث کرتا رہا جو موضوع سے بالکل غیر متعلق ہے تمام اہل اسلام نزول ملائکہ خواہ مثالی شکل ہو یا حقیقی واقعی طور پر مانتے ہیں اور یہی قرآن اور احادیث وکتب عقائد سے ثابت ہے۔

اور مرزا صاحب صرف اثر اندازی مانتے ہیں نہ واقعی نزول پس نزول ملائکہ کا واقعی طور پر انکار کر کے یعنی مرزا نے اپنی کفریات میں ایک اور کفر کا اضافہ کیا۔

(۹ کتب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء سابقین پر وحی یا کتب منجانب اللہ نازل ہوئیں وہ قطعی اور یقینی ہیں اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ وحی نبوت کا بالاتفاق دروازہ بند ہے لہذا بصورت وحی اگر کسی کو کچھ منکشف ہو وہ الہام ہی ہے اور وحی نبوت کی طرح قطعی نہیں ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر بیان وحی الہام، آگے وحی کے سلسلہ میں اس کی تفصیل آئے گی ان تمام اقتباسات سے یہ بین ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اپنی وحی الہام پر اس طرح ایمان رکھتا ہے جیسا کہ ایمان اللہ کی منزلہ پاک کتابوں پر جاتا ہے یا ان میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے یا موہم تنقیص فقرات استعمال کرے اس کا ایمان کسی طرح کتب الٰہیہ پر قائم تصور نہیں ہو سکتا گو زبان سے کتنا ہی کہتا رہے۔

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا امور کا ارتکاب کیا۔

ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل۔

(۱) جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ اربعین ۴

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ حقیقۃ الوحی

(۳) آنچہ من بشنوم ز وحی خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآن منزہ اش دانم — از خطا ہا ہمین است ایمانم — درثمین

(۴) مرزا صاحب کی عادت بد زبانی اور سخت کلامی کی تھی چنانچہ جب مرزا صاحب سے لوگوں نے اس کی گرفت کی تو جواب یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اولاً یہاں واقعہ کچھ اس طرح کا ہوا گالی نہیں دوسرے اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تعبیر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن گالیوں سے پر ہے ازالہ اوہام یہی مرزا صاحب کی تبلیغ عادت ہے کہ اپنی تمام غلطیاں قرآن پاک اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر لگاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۵) قرآن پاک کے سوا کسی آسمانی وغیر آسمانی الہامی یا غیر الہامی کتاب کے الفاظ تحدی کے واسطے پیش نہیں کئے گئے یہ صرف قرآن پاک کی خصوصیات میں امتیازی شان ہے کہ و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ قل لئن اجتمعت الجن و الانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیرا۔

مگر مرزا صاحب نے اپنا قصیدہ اعجازیہ بطور تحدی اور مقابلہ کے قرآن کی طرح اعجاز قرار دے کر پیش کیا مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کے مریدین کا ایمان کتب پر نہیں ہو سکتا۔ مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو

مختار مدعا علیہ کی تاویلات

خلاصہ تاویلات:-

قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

(۱) الہامات چونکہ مجموعہ الہامات میں درج ہے لہذا میرے منہ سے خدا کا منہ مراد ہوگا۔

(۲) اخبار البدر ۱۰ جولائی [illegible] سے ایک تاویل۔

(جواب)

مجموعہ الہامات میں درج ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام متکلم ضمیریں خدا ہی کی طرف ہوں۔ اسی مجموعہ الہامات سے نمونہ ملاحظہ ہو۔

(۱) نحمدک ۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں۔ حقیقۃ الوحی ص۸۲ اس ضمیر سے خدا مراد نہیں۔

(۲) یا نبی اللہ کنت لا اعرفک ۔ حقیقۃ الوحی ص۸۲ یہاں بھی ضمیر متکلم سے خدا مراد نہیں مرزا صاحب خود یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے خدا کے نبی میں تجھے شناخت نہیں کرتا تھا۔

(۳) رب علمنی ما ھو خیر عندک ۔

(۴) ان ربی قوی قدیر ص۱۰۳

(۵) انی صادق انی صادق و سیشھد اللہ لی ۔ ترجمہ مرزا صاحب میں صادق ہوں میں صادق ہوں اور خدا میری گواہی دے گا۔

(۶) انی امرت من الرحمٰن فأتونی ۔ ترجمہ میں خدا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں پس تم میری طرف آجاؤ ص۱۰۵۔

(۷) انی لاجد ریح یوسف ..... الخ اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے ص۱۰۶ کیا مختار مدعا علیہ ان متکلم کے ضمائر سے بھی خدا مراد لیگا۔ اس لئے کہ یہ مجموعہ الہامات میں درج ہے۔

(مختار مدعا علیہ کا اقرار)

مختار مدعا علیہ اپنی بحث لا الہ کے ہیڈنگ کے تحت الہام نمبر۱ میں اصلی و اصوم و اسھر و انام و اجعل لک انوار القدوم و اعطیک ما یدوم الخ ۔ میں یہ تاویل کر کے مجموعہ الہام میں سب سے سب ضمیریں خدا کی طرف ہونا فراموش کر کے تسلیم کر لیا کہ پہلے حصہ میں متکلم ضمیریں ملہم کی طرف اس کی شان کا اظہار کے واسطے ہیں اور دوسرے میں خدا کی طرف۔ لہذا اسی کے اقرار سے یہ تاویل غلط ہوگئی اور ہر معمولی اردو دان بھی اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ منہ سے مرزا صاحب کا منہ مراد ہے نہ خدا تعالیٰ کا ورنہ اردو عبارت بالکل مہمل ہو جائے گی۔ بہر حال یہ تاویل محض لغو اور بے سود بلکہ عجز کا اقرار ہے تاویل نمبر۲

(الجواب)

ہمارا اعتراض حقیقۃ الوحی کے الہام پر ہے جو ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء کی ہے اور جواب الہدیٰ ۱۱ جولائی ۱۹۳۸ء سے عبارت جو رہا ہے تجاہل الشعر۔

(۲۱)

(فبأی حدیث بعدہٗ یؤمنون)

مختار مدعا علیہ نے اس پر طول طویل تقریر کی مگر اصل مدعی و اعتراض کو ذکر تک نہ کیا اعتراض صرف آیت سے نہ تھا بلکہ اس کی تفسیر جامع البیان و مدارک سے نقل کی تھی کہ

مع انہ لا حدیث یساویہ او یدانیہ فلا حدیث احسن بالایمان منہ (جامع البیان) مع انہ معجزۃ باہرۃ من بین کتب مماثلۃ فبای کتاب بعدہٗ یؤمنون (مدارک)

یعنی کوئی کتاب کوئی وحی کوئی بات قرآن پاک کے مساوی اور ہم پلہ نہیں۔ کوئی آسمانی کتاب اس جیسی معجزہ ہے بس کسی کتاب پر اس جیسا اس کے بعد ایمان نہیں ہو سکتا۔

اور مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"مجھے میری وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن پر"۔ سہ

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا ۔ بخدا پاک دانمش ز خطا ۔
ہمچو قرآں منزہ اش دانم ۔ از خطاہا ہمیں است ایمانم (درثمین)

اس کے بعد جواب میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ نے آیت تو پیش کر دی اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ حالانکہ میں نے اپنا مطلب نہیں بلکہ ائمہ مفسرین کا نقل کیا ہے۔ پھر خود تفسیر رشید والی تغیر اور الفاظ کی تاویلات کرنا کہ تشبیہ سے یہ مراد ہے منتر سے یہ مطلب ہے وغیرہ محض بے سود اور ناقابل التفات ہیں۔ کیونکہ جب اصل پوائنٹ ہی چھوڑ دیا تو غیر متعلق امور کا جواب ہم سے متعلق نہیں۔ ہم نے تبرعاً جواب دیا ہے ورنہ ہماری طرف سے غیر متعلق کہنا کافی تھا۔

جواب تو یہ ہوتا کہ مرزا صاحب جیسی توہین آمیز عبارت کسی مسلمان کے کلام سے پیش کرتے صرف اپنی طرف سے اس واضح عبارت میں تاویلات پیش کرنا محض بے سود ہے جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے اس کا کوئی کلمہ بھی قرآنی تعلیم کے معارض نہیں محض غلط بلکہ بالکل قرآن کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر نمونہ گزر چکا۔

نہیں کوئی شکوہ نہیں۔

تاویل ۳) اگر اس سے قرآن کی توہین ہے تو قرآن کو بھی توہین کا مرتکب ماننا پڑے گا الخ

(الجواب)

(۱) یہ وہی بات ہے کہ مرزا صاحب نے کلام کا اعتراض قرآن پاک پر دہرا دیا۔

(۲) اعتراض صرف لفظ آیت پر نہیں۔ بلکہ اس پر ہے کہ کوئی اس جیسا لا نہیں سکتا۔

تاویل ۴) ر انهدی وجبة الحسو س ۔ وغیرہ سے تاویلات۔

(الجواب)

اپنی بلاغت قرآن کے بعد یا قبل جو کچھ انہیں تحدی اور مقابلہ میں اپنا کلام قرآن کی طرح پیش کر کے قرآن پاک کی خصوصیت پر جو چوٹ ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۴)

قرآن گالیوں سے پُر ہے

مختار مدعا علیہ اپنی عادت کے مطابق اعتراض اور استدلال کا خلاصہ قطع و برید کر کے نقل کرتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کے ذمہ لگاتا ہے۔

یہاں اس فقرہ مذکورہ بالا پر اعتراض نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کی سخت کلامی جس کا نمونہ اوپر پیش کر چکا ہوں۔ اور آگے آئے گا۔ جب اعتراض کیا گیا۔ تو فوراً اسے بیان واقعہ کہہ کے قرآن پاک کے ذمہ لگا دیا۔ کہ اگر یہ گالیاں جو بیان واقعہ ہیں گالیاں ٹھہریں۔ تو قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا۔

یہی اعتراض صرف اس قدر ہے۔ کہ مرزا صاحب کی فحش کلامی اور بدزبانی حیا سوز کلمات کو اگر سب و شتم کو گالی کہا جائے۔ تو بقول مرزا صاحب قرآن پاک کو گالیوں سے پر ماننا پڑے گا۔ یہ مقابلہ قرآن سے اپنی سخت کلامی کا ان دلائل اور دیگر حوالیات سے جو اوپر پیش ہو چکے۔ مرزا صاحب کے ایمان بالقرآن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اور ان امور کے بعد ایمان بکتب کا دعویٰ محض زبانی اور غلط ہے۔ عبارت کاٹ کے نہیں پیش کی کہ تاویل کافی ہو جائے۔ نہ اتنے فقرہ پر صرف اعتراض ہے۔ کہ قرآن گالیوں سے پُر ہے۔ یہ تو مختار مدعا علیہ کی تصنیف ہے۔ ہمارا اعتراض تو پورے مضمون اور اپنی سخت کلامی کا قرآن پاک کے پاکیزہ طرز خطاب پر قیاس کرنے کا ہے جس کے جواب کی طرف مختار مدعا علیہ نے اشارہ تک نہ کیا۔ غیر متعلق باتیں اور تیز کلامی کر کے صفحہ سیاہ کر ڈالا اور یہ اعتراض پورا مگنٹ لاجواب کا لاجواب ہی رہا۔

باقی مرزا صاحب کا کشتی نوح اور مواہب الرحمٰن وغیرہ میں قرآن کے محامد بیان کرنا جواب کے لیے کافی نہیں

جب کہ صریح توہین لاجواب اور پیش ہو چکی۔ اور مرزا صاحب کی چونکہ عادت ہی متعارض بولنے کی تھی۔ اس لیے ان کا ایک کلام دوسرے کی تشریح کیا ان سکتا جب کہ اور یہ مفصل عرض کر چکا ہوں۔ پھر جہاں مرزا صاحب کا ایمان مجملہ علی الاصول پر ثابت نہ ہو سکا۔

(نوٹ: مختار مدعا علیہ نے مضمون خبط کر کے اور مغالطہ کے واسطے سلسلہ توہین کے دو نمبر (۵) بشارت احمد اور (۶) حدیث کی توہین بے ربط توہین کے سلسلہ سے نکال کر یہاں ایمان مفصل کے سلسلہ میں چھوڑ دیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد دو مسئلہ شروع کیا۔ میں یہ نمبر (۵) و (۶) اسی توہین کے سلسلہ میں ذکر کروں گا تاکہ یہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے اور ایمان مفصل کے دو مسئلہ کے جواب کو ختم کر کے دو مسئلہ شروع کرتا ہوں۔

ردِ مسئلہ ۲

مختار مدعا علیہ نے ہماری پیش کردہ ایک دلیل کا بھی جواب نہ دیا بلکہ ذکر تک ترک کیا۔ اور صرف اس کہنے پر اکتفا کیا کہ مرزا صاحب اور آپ کے تمام پیرو اللہ تعالیٰ کے تمام بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس زبانی اقرار کی تائید حقیقۃ الوحی، ازالہ اوہام، چشمہ معرفت سے چند کی کہ جہاں رسول بھیجنے یا ان پر ایمان لانے یا دیگر انبیاء کا ذکر ہے۔ حالانکہ اعتراض یہ تھا کہ جو شخص انبیاء کرام اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے — من بعرفان نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
زندہ شد ہر نبی بآمدنم — ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم
روضۂ آدم کہ تھا نامکمل اب تلک — میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار
آدمم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار
منم مسیح زمان و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں — نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔
تو وہ گو زبان سے ایمان بالرسل کا قائل ہو مگر اس کا ایمان اللہ کے رسولوں پر نہیں ہو سکتا۔
مختار مدعا علیہ نے بھی اسے لاجواب سمجھ کر یہاں نظر انداز کر دیا کیونکہ مرزا صاحب کے ان کفریات اور

من اللہ تعالیٰ و البعث بعد الموت پر۔

یہ ایمان کی بنیادیں اور اصول تھے اس کے بعد ایمان کیا چیز ہے پس مرزا صاحب کی اتباع اور کفر دار تداد لازم و ملزوم ہیں

پس تنقیح ۱ کا دوسرا حصہ بھی ثابت ہو گیا۔

باقی ارتداد سے فسخ نکاح ہونا جو دوسری تنقیح ہے وہ ہر دو گواہوں کو مسلم ہے کہ عام حکم اور تعامل فسخ نکاح کا ہے جیسا کہ گذر چکا پس اس صورت میں ڈگری بحق مدعیہ ہونی چاہئیے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

(ایمان مجمل و مفصل کی بحث ختم ہو گئی۔

(وجوہات تکفیر و ترتیب شہادت)

(۱)

دعویٰ وحی نبوت

بحث متعلقہ وحی

مختار مدعا علیہ کی تمہیدی تقریر

(۱) اس موضوع پر بحث کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی ہے کہ گواہان مدعیہ نے مطلق اور عام تے وحی کو کفر قرار دیا ہے چنانچہ گواہ ۲ نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہیں ہو تب بھی کافر ہے اور یہ کہ عدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر پیغمبروں کے لیے کشف کا الہام یا وحی لغوی ہو سکتی ہے اور وحی کی تعریف کی ہے کہ فرشتہ بھیجا جاوے۔ فلاں سے جا کر یہ کہدو اور اپنی تائید میں شرح شفاء کا حوالہ بھی پیش کیا ہے لیکن باوجود اس کے مختار مدعیہ نے صرف وحی رسالت کو بند قرار دیا ہے گو گواہ ۲ کا بیان مختار مدعیہ کے اس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہے۔

نیز گواہ ۱ نے ۱۲ اگست کو بجواب جرح تسلیم کیا ہے کہ آیت ما کان لبشر میں جو طرق وحی بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں اور گواہ ۲ الف و ب نے مطلق وحی کے بقاء سے بکلی انکار کیا ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی کیونکہ نبوت اور وحی لازمی ہے اگر دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہو جائے گا کہ قرآن شریف کا کون سا حکم منسوخ ہو جائے۔۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ محض مغالطہ و فریب ہے اس نے اپنی شہادت میں لکھوایا تھا کہ "فریق دوم نے لکھوایا کہ ادعاء وحی کفر ہے آخری بحث میں میں نے اُن کی یہ کذب بیانی بے نقاب کی اور گواہ مدا کی اصل عبارت نقل کر دی کہ وہ لکھوا رہے ہیں کہ ،، ویسے ہی ادعاء نبوت اور ادعاء وحی نبوت بھی کفر ہے" کتنی واضح عبارت ہیں وحی نبوت کی تصریح فرما رہے ہیں مگر مختار مدعا علیہ کو مطلق وحی نظر آتی ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔

اب جوابی بحث کے اس ابتدائی مذکورہ بالا حصہ میں مندرجہ ذیل اتہامات پیش کئے ہیں اور اپنی مغالطہ دہی کا پورا پورا ثبوت بہم پہونچایا ہے ریں عدالت کی سہولت کے لیے ایک کالم میں اس کا بہتان اور دوسرے میں

اصل حقیقت پیش کرتا ہوں

بہتان	اصل حقیقت
(۱) چنانچہ گواہ مدا نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے کہ ادعاء وحی کفر ہے اگرچہ مدعی نبوۃ نہ ہو۔	محض بہتان ہے اصل عبارت یوں ہے "ادعاء وحی کفر ہے یعنے اگر کوئی شخص کہے کہ نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وہ قرآن کی طرح ہے تو وہ کافر ہے"، ملاحظہ فرما دیں کہ گواہ مدا نے کس صفائی سے خود ہی حقی کرکے تفسیر کر دی کہ ادعاء اس وحی کا کفر ہے جو قرآن کی طرح (یعنے وحی نبوۃ) ہو اس نے کہیں مطلق وحی نہیں کہا نہ مطلق وحی کا لفظ ہے بلکہ قرآن پاک جو مسلمہ فریقین وحی نبوت ہے اس کی طرح جو اپنی وحی کا دعوےٰ کرے وہ کافر ہے۔ پس گواہ مدا پر یہ بہتان ہے کہ اس نے مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر بتایا بلکہ وحی نبوۃ اور رسالت کو کفر بتایا ہے جو قرآن کی طرح ہو لہذا مختار مدعا علیہ کے دعوے سے سیر ہو خلاف نہیں
(۲) اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعوےٰ کرے تو اہ نبوۃ کا مدعی نہ بھی ہو تب بھی کافر ہے	محض افترا ہے یہ عبارت بھی پہلی عبارت سے متصل ہے اور مطلق کا لفظ ہرگز وہاں مذکور نہیں مختار مدعا علیہ کی تصنیف اور اس کا مغالطہ ہے اسی وحی نبوۃ کو جو قرآن کی طرح بھی جانے گواہ مدا بیان کر رہے ہیں نہ وہاں لفظ مطلق وحی ہے نہ یہ خواہ نبوت کا دعوےٰ نہ ہو۔ اصل عبارت یہ ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر وحی ہوتی ہے اور وہ وحی قرآن کی طرح (یعنے وحی نبوۃ و رسالت ہے) تو وہ کافر ہے اس کے کفر کے اثبات کے لیے تمام مذکورہ عبارات کافی ہیں کیونکہ وحی (یعنے مذکورہ بالا) لازم نبوۃ ہے جو شخص اس وحی (نبوۃ مذکورہ) کا مدعی ہو

(۳) ایک فقرہ بھی جبرئیل لائیں وہ بھی وحی نبوت ورسالۃ ہے جو بند ہے (ازالہ ص۲۳ اگ مدعیہ نمبر دو)
تنقیح سوم جو وحی بندوں پر حجت ہو اور اس کی اتباع لازم ہو وہ تشریعی کہلاتی ہے یا جس میں نیا حکم ہو ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء

جس میں نئے احکام ہوں وہ تشریعی ہے۔
جو نبی تشریعی ہوتا ہے اور اس کی وحی خواہ پرانی وحی کیوں نہ ہو تشریعی اور لوگوں پر حجت ہوتی ہے نیز کوئی نہ کوئی نیا حکم اس میں مستقلاً ضرور ہوتا ہے خواہ صرف اپنی نبوت کے اعلان ہی کا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ ۱ ۷/ مارچ ۱۹۳۲ء
نیز ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص۴۳۸ تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے تفصیل کے لیے بیان گواہ مدعیہ ۲ ملاحظہ ہو۔
مرزا صاحب کی عبارت اور تنقیح نمبر سوم کی رو سے وحی نبوۃ کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

(۴) الف) جس میں شان نبوت ہو یا نبی ہو اس کی وحی وحی نبوۃ ہے۔
(ب) بتوسط جبرئیل ہو خواہ ایک ہی فقرہ وحی نبوۃ ہے۔
(ج) جو بندوں پر حجت ہو۔ ایضاً
(د) جس کی اتباع لازم ہو ″
(ہ) جس میں نیا حکم ہو۔ ″
(و) صرف اپنی نبوۃ کے اعلان ہی کا حکم ہو وہ بھی وحی نبوۃ بلکہ تشریعی ہے۔
یہ (۶) چھ صورتیں وحی نبوت ورسالۃ کی ہوئیں۔

(اقراری ڈگری)

ہمارے مدعا کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہ صرف مرزا صاحب کی امت کو بلکہ ان کے خود ساختہ نبی صاحب کو بھی مسلم ہے کیونکہ ہمارا دعوٰے انسداد وحی نبوت ورسالۃ ہے اور وحی نبوت ورسالۃ کا انسداد مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے ملاحظہ ہوں حوالجات مندرجہ ذیل۔

(۱) لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی۔ (ازالہ اوہام ص۲۴۴)
(۲) حالانکہ وحی نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (حمامۃ البشریٰ ص۲۲)
اب اس تسلیم کے بعد کسی جدید استدلال اور بحث کی ضرورت ہی نہ تھی مگر پھر بھی عوام کو مغالطہ سے بچانے کے واسطے اصل بحث میں میں نے تمام پیش کردہ آیات واحادیث واقوال کا مدلل جواب دیتے ہوئے ان کی خیانت اور قطع وبرید بے نقاب کردی تھی۔ اب جواب بحث میں بجائے ان کا کوئی معقول جواب دینے کے انہیں

فرسودہ دلائل کا مکرر اعادہ کیا گیا ہے اور کہیں کہیں شرمناک خیانتیں اور تحریف ہے اس لیے پھر مفصل جواب کی طرف رجوع کرتا ہوں ورنہ ضرورت ہی نہ تھی جہاں تک میرے دعوی کا تعلق ہے مدعا علیہ اور اس کے نبی اور گواہوں کو مسلم ہے

مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل ہیڈنگ قائم کیے ہیں

(۱) کیا وحی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود ہے۔

(۳) کیا قرآن مجید سے بقاء وحی پر کوئی دلیل نہیں۔

(۴) کیا احادیث سے بقاء وحی غیر تشریعی پر کوئی دلیل نہیں۔

(۵) کیا بقاء وحی غیر تشریعی عقیدہ سلف صالحین کے خلاف ہے۔

(۶) کیا مسیح موعود کے نزدیک ہر قسم کی وحی بند ہے۔

(۷) کیا مسیح موعود اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیتے ہیں۔

(۱)

وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں۔

اس سلسلہ میں بظاہر سات بے ربط و غیر متعلق آیات معانی اور مطالب بگاڑ کر تحریف معنوی کے ساتھ پیش کی گئی ہیں مگر دراصل پانچ جن کا اجمالی جواب تو یہ ہے کہ یہ تمام آیات وحی لغوی یا الہام کے متعلق ہیں اور ہماری گفتگو وحی نبوۃ و وحی رسالت میں ہے اس کی تخصیص کا دعوی ہے جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے مطلق وحی کی تخصیص کا نہ ہمارا دعوی ہے نہ ہم اس کے جواب کے مکلف ہیں۔

تبرعاً تفصیلی جواب بھی پیش کرتا ہوں

آیۃ اولیٰ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا ------ الخ خلاصہ

استدلال مدعا علیہ۔ بشر نبی اور غیر نبی کو عام ہے۔ لہذا وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔
یہ بعینہٖ شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے جس کا جواب مکمل اور مدلل و مفصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں خدا کے انسان سے ہم کلام ہونے کے اقسام بیان کیے گئے ہیں وحی نبوت کا انبیاء سے مخصوص ہونے کا ذکر تک نہیں اور اگر اس سے خارجی دلائل اور شان نزول کی روشنی میں وحی نبوۃ مراد ہو تو بشر سے نبی مراد ہوگا۔ جیسا کہ اس کے شان نزول سے ظاہر ہے اور نبی بھی بشر ہوتا ہے صرف وحی الٰہی نبی کو عام بشر کے افراد سے ممتاز کرتی ہے۔

خلاصہ استدلال۔ ام موسیٰ نبی نہ تھیں پھر بھی ایسی شاندار ان پر وحی ہوئی۔

الجواب

یہاں وحی شاندار اور غیر شاندار کا ذکر نہیں بلکہ وحی نبوۃ کے متعلق بحث ہے اور وحی نبوۃ اس میں مراد نہیں جیسا کہ مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے۔ کہ

"گواہ مدعا علیہ کا مقصود اس آیت سے غیر انبیاء پر وحی کا نزول ثابت کرنا ہے۔ نہ وحی نبوت ملخصاً۔

نیز اس آیت میں وحی بمعنے الہام ہے جیسا کہ جامع البیان علے ہامش جلالین صفحہ ۲۲۶ پر ہے۔ واوحینا الھمنا الیٰ ام موسٰی۔ یعنی اوحینا الھمنا کے معنی یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا یوں ہی جلالین صفحہ ۲۲۶ پر تصریح ہے کہ وحی بمعنے الہام ہے۔ پس جب یہاں الہام مراد ہے تو غیر متعلق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

تیسری آیت۔

اذکر فی الکتاب مریم الخ

چوتھی آیت۔

واذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک الخ

پانچویں آیت۔

واذ قالت الملٰئکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک الآیۃ

خلاصہ استدلال۔ مریم نبی نہیں۔ پھر جبرئیل پیغام الٰہی لائے اور ان پر وحی ہوئی۔

(الجواب)

یہ بعینہٖ وہی استدلال ہے جو شہادت میں آچکا اور ابتدائے بحث میں اس کا غیر متعلق دیے ربط ہونا پیش کر چکا۔ جس کے لاجوابی کا مختار مدعا علیہ کو بھی اعتراف ہے کیونکہ اس جواب کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں مکرر اعادہ کر کے طول دینا نہیں چاہتا۔ عدالت خود ابتدائے بحث سے ملاحظہ فرمالے یہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ غیر انبیاء پر ہمیشہ وحی بمعنے الہام ہوتی ہے اور نزول جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل غیر انبیاء پر بھی ہوا ہے گو بصورت الہام ہے لہذا یہ آیت وحی نبوت کی تخصیص پر دلالت نہیں کرتی۔ اور وحی بمعنے مجازی الہام وغیرہ کی تخصیص بلامنی کے ہم ہی مدعی نہیں۔ لہذا یہ حوالہ محض بیکار ہے۔

چھٹی آیت۔

وامرأتہٗ قائمۃ فضحکت فبشرناھا باسحٰق الخ

الجواب

یہاں بھی وحی نبوت مراد نہیں بلکہ الہام ہے جیسا کہ تفاسیر میں مصرح ہے اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں جس کا جواب الجواب کیا ہو سکتا نام تک نہیں لیا گیا اور اس کی لاجوابی کا زبان حال سے اعتراف ہی کرنا پڑا۔

ساتویں آیت۔

قلنا یا ذاالقرنین اما ان تعذب الایۃ

یہاں بھی شہادت کا مکرر استدلال دہرایا ہے میں بھی ابتدائی بحث کے مدلل جواب کی طرف عدالت کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ جو حضرت ذوالقرنین کو نبی کہتے ہیں ان کے نزدیک تو یہ آیت انبیاء سے مخصوص ہے اور جو انہیں نبی نہیں کہتے ان کے نزدیک یہ الہام ہے جیسا کہ علامہ سیوطی نے کہا ہے لم یکن نبیاً پس انہوں نے یہ تفسیر کی ہے قلنا یا ذا القرنین۔ بالالہام۔ ہم نے ذوالقرنین سے بذریعہ الہام گفتگو کی جلالین ص ۲۵۱ نظامی دہلی) لہٰذا یہ الہام ہوا۔ اور گفتگو وحی بلکہ وحی نبوۃ میں ہے اور یہاں وحی نبوۃ کیا مطلق وحی کا بھی لفظ نہیں۔ لہٰذا بالکل غیر متعلق ہے۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ سکندر کے متعلق نبی و غیر نبی کا اختلاف مختار مدعیہ نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا محض افتراء اور بہتان ہے۔ میں نے صرف تفاسیر کا ذکر کیا ہے اور مختار مدعا علیہ کے سوال پر تفسیر کبیر کا حوالہ بتایا تھا تفسیر کبیر کا اسے بھی مسلم ہے۔ جلالین کا حوالہ پیش کر دیا گیا۔

تفسیر ابن جریر کا حوالہ بتایا ہی نہیں گیا۔ جواب بن نہیں پڑتا اس قسم کے لایعنی اور شرمناک بہتان و افتراء سے عہدہ برآری چاہتا ہے۔

نتائج مختار مدعی علیہ کا جواب

قول مختار مدعا علیہ۔ ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) وحی انبیاء علیہم السلام سے مختص نہیں۔

(۲) جن طریقوں سے اللہ تعالٰے انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے انہیں طریقوں سے غیر انبیاؤں اور اولیاؤں وغیرہ کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ایک سے ظاہر ہے۔

(۳) فرشتوں کا نزول بھی غیر انبیاؤں پر ہوتا ہے اور خدا تعالٰے اپنی بات فرشتوں کے ذریعہ سے پہونچاتا ہے جیسا کہ آیت نمبر دو سے ظاہر ہے۔

جوابات مرتبہ

جواب ۱۔ بحث وحی نبوۃ میں ہے اس کا غیر انبیاء پر ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

(۲) اس آیت میں جب وحی نبوۃ مراد ہے تو انبیاء سے مخصوص ہے اور اولیاء کو وحی یعنی الہام ہوتی ہے یہ اس آیت کے تحت میں اگر داخل مانی جائے تو یہ ہم کلامی یعنی وحی عام یعنی لغوی ہوگی جس کی یہاں بحث نہیں۔ یہاں صرف وحی نبوۃ کی تخصیص کا تذکرہ ہے۔ ورنہ شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ و اوحیٰ ربک الی النحل پس اس معنی سے انبیاء کے ساتھ کون عقلمند تخصیص کر سکتا ہے۔

(۳) یہ پیغام بھی گو بواسطہ ملائکہ ہو مگر الہام ہے جیسا کہ فتوحات میں مصرح ہے کہ الہام بواسطہ ملک بھی ہوتا ہے۔ تفصیل کے واسطے فتوحات سے باب الہام کا بیان ملاحظہ ہو نیز اصل ابتدائی بحث میں۔

(۴) یہ وحی نہیں بلکہ الہام ہے چنانچہ آیت نمبر ۳ و ۵ میں وحی کا لفظ بھی نہیں۔

(۵) یہاں بھی الہام مراد ہے نہ وحی جیسا کہ مفصل اوپر عرض کر چکا ہوں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باب وحی غیر تشریعی مسدود نہیں ہے

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے دلائل انسداد وحی نبوت کے جواب دینے کی لاحاصل سعی کی ہے جس کی حقیقت ابھی انشاء اللہ آشکارا ہو جائیگی۔

قول مختار مدعا علیہ

دگروہان و مختاران مدعیہ نے ایک آیت یا حدیث بھی ایسی پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہی بند ہونا ثابت ہوتا ہو الخ

معلوم ہوتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے یہ مخصوص الفاظ ہیں جنہیں لامحالہ دہرانا ضروری ہے خواہ موقعہ ہو یا نہ ہو۔ یہی الفاظ تقریباً شہادت میں تھے جن کا مکمل جواب

(دلائل انسداد وحی نبوۃ بعد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

کا ہیڈنگ قائم کر کے دے چکا ہوں تفصیلی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر بھی مختار مدعا علیہ کی طرف سے ثبوت کا مطالبہ ہے کہ ثابت ہو جاتا گزارش ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ جس میں شان نبوت باقی ہے اور کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہے ایام الصلح صفحہ ۷۵ نیز نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی۔ سراج منیر صفحہ ۳ نیز وحی نبوت لوازم نبوت سے ہے گ م: ص۲۴

پس تمام وہ دلائل جو انقطاع نبوت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم یا ختم نبوت پر پیش کئے گئے وہ سب اس مسئلہ پر واضح دلیل ہیں اسی لیے صرف ایک آیت کے اعادہ پر اکتفا کی گئی جس پر مرزا صاحب کے متبعین نے یہ مغالطہ دیا

کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے نہیں ذکر کی حدیث میں ملتے کہ علاوہ آیات کے خاتم النبیین کے تحت مندرج ہیں

(۱) الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک ۔

(۲) ولقد اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ ۔

(۳) تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً ۔

نوٹ (۱) قرآن میں بعد کے تصریح کی ساتھ وحی مطلق کا بھی کہیں ذکر نہیں جرح گ ۲ ص ۲۴)

(۴) ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک ۔

(۵) وکذلک یوحی الیک و الی الذین من قبلک ۔

(۶) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا ۔ ۔ ۔ ۳ ۔ ۔ ۔ مسلمون

(۷) الم تر الی الذین یزعمون الی بہ

(۸) وما ارسلنا قبلک من المرسلین ۔

ان کا ترجمہ و مطلب و استدلال وغیرہ بیانات گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ ہو پھر مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ کوئی بھی آیت سوائے ایک آیت کے پیش نہ کی محض مغالطہ ہے اس قدر آیات بینات شاہد ہیں۔ البتہ ہر ہیڈنگ کے نیچے مفصل طور پر نقل نہیں کی گئی اکثر جگہ حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

نمونہ ملاحظہ ہو۔ (احادیث مفصل (۲۵) بلکہ دعویٰ امور حوالہ ۲۰۰ سے زائد کا)

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یبقی بعدہٗ من النبوۃ شیٔ الا المبشرات قالوا یا رسول اللہ ما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او تری لہٗ (کنز العمال گ ع ۳ ص ۳)

(۲) عن عمران اناساً کانوا یواخذون بالوحی فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان الوحی قد انقطع ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۶۰)

(۳) عن عمر لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارتدت العرب قالوا لا نؤدی زکوٰۃ وقال ابوبکر لو منعونی عقالاً لجاھدتہم علیہ وقلت یا خلیفۃ المسلمین ۔ ۔

- - - - - - -

وقال اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی ۔ مشکوٰۃ مناقب ابی بکر ص ۵۵۶ جرح گ ع ۱ ص ۲۶ ع ۲ ص ۵ ۔

(۴) عن انس بن مالک قال صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد

انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلک علی الناس وقال ولکن المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال رؤیا الرجل المسلم وھو جزء من اجزاء النبوۃ - - - - - - - - - - - - - - الخ

(بحوالہ گ ملہ صفحہ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۴۲۹)

مفصل ترجمہ ومطلب بیانات اور بحث ابتداء میں ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ کہ اس میں مندرجہ ذیل امور صریح موجود ہیں۔

(۱) نبوۃ کے لوازم و آثار و اجزاء سے سوائے رؤیا صالحہ کچھ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقی نہیں۔

(۲) ان الوحی قد انقطع - وحی نبوت یقیناً منقطع ہو چکی۔

(۳) انہ انقطع الوحی - یقیناً معاملہ یہ ہے کہ وحی منقطع ہو چکی۔

(۴) کوئی بھی نبوۃ ورسالۃ کا جزو سوائے مبشرات رؤیا صالحہ باقی نہیں رہا وحی نہ کچھ اور۔

واقوال سلف صالحین ومسلم بزرگان دین ؛

گواہ مدعا علیہ ملہ ومختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ ابن عربی رح کی تصریح واعلم ان لنا من اللہ تعالی الالہام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
(فتوحات جزء ۳ صفحہ ۲۵۳/۲۱۹)

ترجمہ: جان لو ہمارے واسطے اللہ کی جانب سے صرف الہام ہو سکتا ہے وحی ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بالکل منقطع ومسدود ہو چکا۔

نیز مسلمہ گواہان مدعا علیہ ومختار مدعا علیہ میر درد رح

(۲) علم الکتاب ملہ حضرت خواجہ میر درد رح۔ اقسام وحی کہ آں نیز مثل الہام دو قسم است یکے وحی عام کہ اصلاً ہیچ تخصیص ندارد ویکے وحی خاص کہ مخصوص بانبیاء است وبیان اقسام تنوع احوال آں و منقطع شدن کارخانہ وحی بعد خاتم الانبیاء و بعد عدم جواز اطلاق لفظ وحی بمعنی خاص نیز درجہ گ ملہ ۱۱/مارچ۔

(۳) من اعتقد وحیا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر باجماع المسلمین۔
(فتاوی حدیثیہ علامہ ابن حجر مکی گ ملہ صفحہ ۳۳)

(۴) وکذلک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ فھؤلاء کلھم کفار مکذبون النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شفاء جلد ۲ صفحہ ۲۴۱، گ ملہ صفحہ ۹)

(۱) وبحوالہ مذکورہ نسیم الریاض جزء ۴ صفحہ
(۲) شرح شفاء ملا علی قاری جلد ۲ صفحہ ۵۱۱

غرض یہ کہ صرف دعویٰ وحی نبوۃ ہی چونکہ مستلزم نبوت ہے اس لئے اسے بھی کفر اور تکذیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا گیا گو دعویٰ نبوت نہ ہو جیسا کہ اوپر بحوالہ الشفاء و شرح شفاء ملا علی قاری و نسیم الریاض وغیرہ با حوالہ عبارات نقل کی گئی ہیں۔

زیادہ تفصیل بیانات گواہان مدعیہ الف و ... و ... ملاحظہ ہو۔

اتنے مفصل دلائل کے بعد یہ بحث کہ کوئی آیت اور حدیث پیش نہیں کی گئی محض بے بنیاد ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بحث کی پیش کردہ آیات کا کوئی مکمل جواب ہی نہ دیا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ وحی کا ذکر نہ ہونا اور بات ہے اور مسدود ہونا اور حالانکہ آپ نے مفصل عرض کیا تھا کہ یہاں صرف عدم ذکر نہیں بلکہ باوجود اقتضاء مقام کے اس کا ترک ہے جو صراحتہً انسداد وحی پر بھی دال ہے ورنہ ذکر قصداً ترک نہ کیا جاتا۔

صرف ایک آیت کا بے ربط جواب دیا ہے گویا بحث کی پیش کردہ کل آیات سوائے ایک کے بالکل لاجواب ہیں اور احادیث و اقوال سلف کل لاجواب ہیں۔

البتہ بعض آیات دیگر گواہ مدعیہ کے بیان سے لے کر کچھ غیر متعلق جواب کی لاحاصل سعی کی ہے ان آیات کا جواب گو ناقابل التفات ہے تاہم ہماری جانب سے مختار مدعا علیہ کا مغالطہ آشکارا کرنے کے واسطے مفصل چاروں آیتوں کا جواب الجواب پیش ہے۔

(۱) پہلی آیت

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ

جواب کیا ہو سکتا تھا جواب کا نام رکھ کر تاویلیں کی ہیں۔

(۱) عدم ذکر عدم شئ کو مستلزم نہیں ہے یہ لازم نہ آیا کہ آپ کے بعد وحی نازل ہونے والی نہیں۔

(۲) اس آیت میں وحی تشریعی کا ذکر ہے اور وحی تشریعی تو نہیں آسکتی لیکن غیر تشریعی آسکتی ہے جیسا کہ روا قیت ۲۷ صفحہ ۴۴ پر ہے انہ لم یبق لنا خبر الٰہی ان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی تشریعی ابدا انما لنا وحی الہام قال اللہ تعالیٰ ولقد اوحی الیک الآیۃ

(۳) مسیح موعود پر وحی ہوگی لہٰذا اس آیت سے وحی بند کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر مطلق وحی مراد ہو تو بالآخرۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والی وحی جو آپ کے بعد آنے والی نبوت یا رسالت کو مستلزم ہے مراد ہوگی اس سے اسلوب بدل کر بالآخرۃ فرمایا الخ

(الجواب)

جواب (۱) یہاں عدم ذکر نہیں ہے بلکہ فہرست ایمانیات سے بالقصد خارج کرنا ہے جو صریح دلیل ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ اسے فہرست ایمان کے سلسلہ میں ترک نہ کیا جاتا۔ مقام ذکر میں بالقصد ترک اور عدم ذکر میں فرق ہے ترک میں نفی صراحۃً ہے اور عدم ذکر میں حکم مسکوت عنہ رہتا ہے۔

جواب (۲) اس آیت میں صرف وحی نبوۃ کا ذکر ہے کیونکہ من قبلک سے انبیاء مراد ہیں اور انبیاء پر وحی بقصریح مرزا صاحب وحی نبوۃ ہوتی ہے اگر وحی تشریعی مراد لی جائے تو ما انزل من قبلک کا عموم باطل ہو جائے گا نیز جو انبیاء ما سبق صاحب شریعت نہ تھے ان کی وحی خارج ہو جائے گی حالانکہ یہ غلط ہے پس وحی نبوۃ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہے جو کچھ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی مجازی ہے یہی تصریح یواقیت کے حوالہ میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح شرع کی وحی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالکل بند ہے صرف ہمارے لیے الہام ہے اور پھر اس کو ایک قرآنی آیت سے ثابت کیا ہے یہ حوالہ تو ہماری تائید ہے نہ مختار مدعا علیہ کی اس میں لفظ تشریعی سے مغالطہ دیا گیا ہے حالانکہ اس کے مقابل باقی رہنے والی چیز صرف الہام ہے جو مجازاً وحی کہلا سکتی ہے اور شیخ کی یہ مقرر شدہ مشہور اصطلاح ہے کہ وہ الہام کے مقابل وحی تشریعی سے وحی نبوۃ مراد لیتے ہیں کہ وحی نبوۃ مسدود ہے صرف الہام باقی ہے اور یہی ہمارا مدعا ہے فتوحات میں اس کی تصریح فرمادی ہے کہ

اعلموا ان لنا من اللہ الھام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فتوحات ج۲ ب ۲۵۲ ص۳۱۶)

کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہم لوگوں کے واسطے صرف ایک الہام باقی ہے نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے سے بالکل یقیناً منقطع و مسدود ہو چکا۔

(۳) مسیح موعود پر بھی الہام ہوگا نہ کہ وحی اور جہاں کہیں وحی کا لفظ آیا ہے وہاں الہام ہی مراد ہے جیسا کہ شرح مسلم میں مصرح موجود ہے اور حضرت مدعا علیہ کے مسلم بزرگ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور امام محی الدین ابن عربی یواقیت و فتوحات میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں تصریح فرما رہے ہیں۔

(۴) وبالاخرۃ ھم یوقنون سے آخری وحی مراد لینا محض جہالت کا ثبوت دینا ہے تیرہ سو سال میں آج تک کسی کو وہم گمان بھی نہ گیا کہ اس سے مرزا صاحب کی وحی آخری مراد ہے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام تابعین علماء تمام مفسرین سلف صالحین آخرۃ سے قیامت کا دن مراد لے رہے ہیں مگر مرزا صاحب

کی امت اس سے مرزا صاحب کی وحی مراد لیتی ہے۔ ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بو العجبیست

یہ کھلی ہوئی تحریف قرآن پاک ہے باقی تفصیل اصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرما دے۔

دوسری آیت۔

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔

خلاصہ اصل استدلال گواہ مدعیہ مقدمہ تھا انبیاء سابقین کی وحی پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو باوجود مقام ذکر ہونے کے ترک کر دیا جو تصریح اس امر کی ہے کہ آپ کے بعد کوئی وحی نبوت نہیں ہو سکتی جس پر ایمان لانا ضروری ہو ورنہ فہرست ایمانیات سے وہ خارج نہ کی جاتی۔ بلکہ وحی نبوت کا سلسلہ ہی بند ہے۔

اس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ جواب نہ ہو سکا صرف یہ کہدیا کہ جو پہلا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے لہذا میں بھی یہی گذارش کرتا ہوں کہ پہلی آیت کے سلسلہ میں جو تارد یا ئے رکیک کا جواب الجواب پیش ہو چکا ہے وہی یہاں بھی کافی ہے۔

تیسری آیت۔

"الم تر الی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک الآیۃ۔"

خلاصہ جواب۔ پہلا ہی جواب دہرا کے یہ کہدیا کہ مسیح موعود کی وحی چونکہ قرآن اور حدیث کے موافق ہے لہذا ما انزل من قبلک المخ میں شمار ہوگی۔

الجواب:

یہ جواب قابل غور ہے کہ ما انزل الیک و ما انزل من قبلک۔

فرمایا گیا جو آپ پر اور آپ کے پہلے نازل ہو چکا ہے اور مختار مدعا علیہ بعد کا نازل شدہ بھی اس میں شامل کر رہا ہے گویا ان کے نزدیک خدا نے ما انزل الیک وما انزل من قبلک کا لفظ محض بحث اور بیکار و مہمل (معاذ باللہ) استعمال کیا۔ مرزا صاحب کے متبعین مرزا صاحب کی تائید میں قرآن پاک اور سرکار دو عالم پر بے باکی سے حملہ کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ یہ جواب تو اس قدر مہمل ہے کہ قابل التفات ہی نہیں مفصل جواب آیت نمبر (۱) کے جواب الجواب دور اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

وحی بحثہ عائشہ نمبر (مسلم گواہ نمبر ۲)

پس بعد ازاں انقطاع وحی نبوۃ ثابت ہو گیا بلکہ یہ بھی کہ باوجودیکہ وحی یعنے الہام ہو سکتی ہے مگر پھر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد لفظ وحی کا استعمال بھی کسی کے واسطے جائز نہیں۔

یہ وجہ تکفیر ایسے دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے ان شاء اللہ تعالے

ادلائل بقاء وحی غیر تشریعی از روئے قرآن شریف

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں کر وہی آیات مع اسی طرز استدلال کے نقل کر دی ہیں جو اس نے شہادت میں پیش کی تھیں صرف ترتیب کو بدلا ہے حالانکہ ان کا نہایت مکمل اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں دیا جا چکا ہے جس کی طرف نا تمام سا اشارہ کہیں کہیں خود کرتا ہے میں یہاں صرف اشارہ کے طور پر اس کی پیش کردہ آیات پر معمولی سا تبصرہ کر کے تفصیل ابتدائی بحث کے حوالہ پر چھوڑتا ہوں۔

(۱) آیت اول ۔ رفیع الدرجٰت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشآء من عبادہ لینذر یوم التلاق۔ (سورۃ المومن ع ۲)

خلاصہ استدلال ۔ اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات ذوالعرش ۔ ہونا اور اس کے مدلول کا پایا جانا نیز ضرورت انذار نزول وحی کی علت ہیں جب کہ یہ تینوں باتیں بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں تو نزول وحی کے مسدود ہونے کے کیا معنی۔

روح سے مجھے یہی ہے کہ وحی مراد ہو گی جیسا کہ جلالین اور تفسیر کبیر میں ہے۔

الجواب

(۱) یہ آیت بالکل اس مسئلہ سے غیر متعلق ہے کہ وحی غیر تشریعی باقی ہے کیونکہ یہ آیت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتری ہے اور آپ پر وحی تشریعی ہوتی تھی پس اس سے وحی غیر تشریعی مراد لینا محض لغو ہے۔

(۲) یہاں نزول وحی کی علت نہیں بیان کی جاتی ہے بلکہ علی من یشآء من عبادہ ۔ کی علت پیش کی گئی ہے کیونکہ کفار مکہ کے ذہن میں نبوۃ کا معیار کثرۃ مال اور دنیوی جاہ و جلال تھا اور کہا کرتے تھے کہ اانزل الذکر علیہ من بیننا ۔ کیا ہم سب میں سے اس پر وحی اور کتاب اتاری گئی یعنی یہ شخص کیوں مستحق وحی و نبوۃ ہو گیا ہم سب باوجود وجاہت و عزت ظاہری و مال و منال کے کیوں محروم رہے خدا نے جواب دیا کہ یہ چیزیں صرف ہماری نظر انتخاب پر ہیں جسے چاہیں نواز دیں تمہارے خود ساختہ معیار نا قابل التفات ہیں کیوں کہ یہ چیز کچھ نہیں بلکہ رہی ہے جا بجا قرآن پاک میں اس کی تصریح موجود

ہے واللہ یختص برحمتہ من یشآء ۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت
سے مختص کرتا ہے ۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ خدا جانتا
ہے کہ کسے رسول بنانا چاہیئے کسی کی کا معیار انتخاب نہیں بلکہ صرف وہی جانتا ہے ۔ سعدی

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہی بونا گوارا ان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے

غرض یہ کہ یہاں صرف یلقی الروح من امرہ کا منشا ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ متعلق علیٰ من یشآء من عبادہ کا بھی ہے کہ نزول وحی کے واسطے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے نبی بناتا اور صیغہ مضارع محض اس کی نظر انتخاب پر موقوف ہے کسی کسب پر نہیں ۔ مدعا علیہ نے امر ثانی صرف نزول وحی کی علت قرار دے کر عدالت کو مغالطہ دیا ہے مگر دراصل یہ علت نظر انتخاب کی ہے نہ نزول وحی کی سبب کہ خود اس آیت میں وارد ہے آیات نیز تفاسیر میں صریح موجود ہے مفصل جواب کے بیان اس بحث ملاحظہ ہو ۔ اس کا جواب مختار مدعا علیہ نے کچھ نہیں دیا صرف یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت انتخاب جس طرح پہلے موجود ہے اب بھی موجود ہے چنانچہ یلقی الروح کے مضارع سے معلوم ہوتا ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے ۔

الجواب

یہ محض مغالطہ ہے ورنہ یہی دلیل کوئی آدمی نزول قرآن و شریعت کے متعلق قائم کرسکتا ہے کہ یہ صفت قرآن اور شریعت یا مستقل نبی بھیجنے کی جس طرح اللہ میں پہلے موجود تھی اب بھی موجود ہے جو ینزل یا یجعل ان سے ہم فاصل بامضارع سے تعبیر کیا ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا وحی تشریعی قرآن تشریعی بھی برابر قیامت تک آتے رہیں گے حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ اور خود مرزا کو بھی مسلم نہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ شریعت کامل ہوچکی قرآن کامل کتاب ہے لہٰذا کسی شریعت اور کتاب نئی ضرورت نہیں ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ وحی بھی کامل ہوچکی اب کسی وحی کی ضرورت نہیں ۔ قرآن اللہ کی آخری وحی ہے اس کے بعد کوئی بھی وحی نہیں بلکہ جو ہوگا الہام ہوگا خواہ لفظ وحی کا استعمال ہو جس کے ثبوت میں میں اس سے پہلے بہت سی متعدد آیات اور صریح صریح احادیث نیز مرزا صاحب کی تصریحات پیش کرآیا ہوں ۔

نیز مختار مدعا علیہ اور گواہ مدعا علیہ کے بھی دو مسلم پیشوا حضرت مجدد دہلوی اور شیخ ابن عربی کی تصریح پیش کر دی ہے ثانی الذکر امام کی تصریح مکرر پیش کرتا ہوں کہ

(اعلم ان لنا من اللہ الالہام دون الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (فتوحات ج ۲ باب ۳۵ ص ۳۷)

کہ خوب سمجھ لو ہمارے لئے خدا کی جانب سے صرف الہام ہے ۔ نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا راستہ بند ہو گیا بعد وصال

بہر حال ان دونوں آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریعی کا سلسلہ ثابت نہیں ہو سکتا جو بصرات قرآن وحدیث بند ہو چکا جو کچھ کہ باقی ہے وہ صرف الہام یا وحی لغوی ومجازی ہے۔ اور یہ آئیں جو نکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت وحی تشریعی سے متعلق ہیں پس اگر اس سے نزول وحی کا استمرار بقول مختار مدعا علیہ لیا جائے تو وحی تشریعی بھی بند نہ ہو سکیگی حالانکہ اس کا وہ بھی قائل نہیں۔

(۳) تیسری آیت:۔

اذا سئلك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان

وہی شہادت والا استدلال مکرر دہرایا ہے۔

(الجواب)

اس بنا پر تو خدا کی ہم کلامی ہر کا فر سے بھی ثابت ہو جائے گی یہاں تو صحابہ کرام کے اس سوال کا جواب ہے کہ خدا قریب ہے جیسے ہم چپکے سے پکارا کریں یا بعید ہے کہ بلند آواز سے پکارنے کی حاجت ہے جواب یہ مرحمت ہوتا ہے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں یا پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب جو پکارتا یا دعا کرتا ہے۔

اور پکارنے والے کی پکار کے جواب کا مطلب بھی قبولیت ہی ہے جیسا کہ تمام تفاسیر میں مصرح ہے۔ یہاں وحی غیر تشریعی کے بقاء کا تذکرہ بھی نہیں۔ اور اگر مختار مدعا علیہ کے مسلک پر لیا جائے تو بھی مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا بندے کی پکار کا جواب دینا بصورت الہام بھی ہوتا ہے اور بصورت وحی بھی جب کہ اوپر دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا کہ وحی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو چکی صرف الہام باقی ہے تو اب جواب بھی بصورت الہام ہے نہ وحی لہٰذا اصل مدعا اس سے بھی ثابت نہ ہو سکا۔ مفصل ابتدائی بحث بھی ملاحظہ ہو۔ اس بنا دے جواب کے لیے مختار مدعا علیہ کا حاصل اور ناقابل التفات سعی کی ہے اور باوجود یکہ مطلب پکار کر نقل کیا ہے پھر بھی جواب نہ ہو سکا عدالت خود مقابلہ کر لے۔

خواہ دعا قبول کرنیکے معنی ہوں جیسا کہ عام مفسرین کا خیال ہے یا جواب جیسے کہ جیسا کہ بعض کا بقاء وحی غیر تشریعی کا ثبوت نہیں نکلتا جب کہ اس کا بھی انسداد دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا اور جواب کے لیے الہام کافی ہے وحی کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی تصریحات پیش کر چکا ہوں۔ مختار مدعا علیہ کا صرف ایک تحق یعنی اجیب کے معنی دعا قبول کرنے کے لیے ہیں۔ لیکن اس پر محض اٹکل سے بلا کسی سند کے احتمال قائم کرنا میرے مدلل بحث کے جواب کے لیے محض ناکافی اور ناقابل التفات ہے۔

تیرھویں نے یہ بھی پیش کیا تھا کہ آج تک تیرہ سو سال میں کسی نے اس سے بقاء وحی کا استدلال کیا ہے تو پیش

کرے جس کے پیش کرنے سے عاجز رہا اور استدلال گویا لاجواب تسلیم کر لیا۔

(۴) چوتھی آیت۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الآیۃ

یہاں بھی جواب کی دو شقیں ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد نزول ملائکہ عند الموت ہے جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے یا نزول ملائکہ مطلقاً ہے جیسا بعض فرماتے ہیں دونوں صورتوں میں بقاء وحی پر اس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ بحث تو وحی نبوت کے بقاء سے متعلق ہے وحی مجازی یا وحی الہام کے بقاء کے تو ہم بھی منکر نہیں اور وحی نبوت کا انسداد خود مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

باقی یہ امر کہ الہام یا وحی مجازی وغیرہ میں نزول ملک بھی ہوتا ہے اس کا جواب اصل بحث میں مختار مدعا علیہا اور گواہ مدعا علیہا کے مسلم بزرگ کے الفاظ میں دے چکا ہوں کہ کبھی الہام ملک الالہام کے ذریعہ سے ہوتا ہے کیونکہ تمام کارخانہ کائنات ملائکہ کے نظام سے وابستہ ہے البتہ نزول وحی نبوت یا فرشتہ وحی کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں۔ مختار مدعا علیہا نے بجائے کسی جواب کے عاجز آکر صرف یہ کہہ دیا کہ مختار مدعا علیہا کا یہ کہنا کہ مختار مدعیہ کا یہ قول کہ وحی یا موت کے وقت ہوتا ہے قابل التفات ہے۔ حالانکہ نہ صرف اس آیت بلکہ متعدد آیات میں موت کے وقت نزول ملائکہ کا تذکرہ موجود ہے اور ہم کلام مجید سے نحن تحکن ذ من للہ واسعۃ الآیۃ اور اس آیت کے متعلق مفسرین نے یہ تصریح بھی فرما دی ہے بہر حال اصل بحث کا جواب کیا اس شق کا بھی یہی جواب دیا کہ ناقابل التفات ہے اور دلیل کچھ نہ پیش کر سکے جس سے عدالت استدلال کی کمزوری خیال فرما سکتی ہے۔

(۵) پانچویں آیت۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیۃ

خلاصہ استدلال۔ اصل غرض تخلیق محبت الٰہی ہے اور بندہ اور خالق میں محبت و تعشق کا رشتہ ہونا چاہئے وہ یا گفتار سے ہوگا یا دیدار سے دیدار اس عالم میں ناممکن ہو کیونکہ اس کی ذات وراء الورا ہے پس اگر وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند مانا جائے تو گفتار بھی نہ رہی پس محبت کیونکر ہو سکتی ہے۔

الجواب

(۱) یہ بقاء وحی کا نیا انوکھا اور عجیب و غریب استدلال ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بجز مرزا صاحب کسی پر منکشف نہ ہوا۔

(۲) اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنی حالت پر خدا کو قیاس کیا گیا ہے کیونکہ مخلوق کی محبت کا اظہار گفتار اور

دیدار کی شکل میں ہوتا ہے اسی پر قیاس کر کے خدا کی محبت کو بھی گفتار و دیدار کا پابند ٹھہرایا۔ حالانکہ تمام اسلاف و مفسرین خدائی تعالےٰ کی محبت کا بھی مطلب لیتے آئے ہیں کہ ایصال خیر اور فیوض و برکات سے مالا مال کرنا جیسا دی شریف اور کشاف میں تو ضابطہ مقرر کیا ہے کہ محبت و غضب وغیرہ جو نفسانیات سے تعلق رکھتے ہیں جب کبھی بھی خدا کی نسبت استعمال ہوں گے اس سے اس کے نفسانی مبادی مراد نہ ہوں گے۔ بلکہ اس کے نتائج انعام اور انتقام وغیرہ مراد لیے جائینگے۔

(۳) یہاں تو صرف مدعیان محبت الٰہی کے لیے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہ اگر دراصل محبت رکھتے ہیں تو اتباع نبوی اختیار کریں خدا ان سے محبت کرے گا اور گناہ بخش دے گا۔ یہاں القاء وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ یغفر لکم ذنوبکم الخ خود اس کی تشریح کر رہا ہے اور ہم کلامی کا ترجمہ یا تفسیر کسی ایک بزرگ عالم مفسر نے نہ کیا۔ تیسرا یہ کہ اتباع نبوی مدار محبت قرار دیا گیا ہے پس جتنے بھی متبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خصوصاً گواہان مدعا علیہ کے نزدیک مرزا محمود صاحب ان سب پر نزول وحی اور خدا سے ہم کلامی کا فخر ماننا ہوگا۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ اور اس کے فریق کو یہ مسلم نہیں۔

اگرچہ اس سے ہم کلامی مراد لینا قرآن پاک کی تحریف اور تفسیر بالرائے ہے مگر اگر بفرض محال کوئی تسلیم بھی کرے تو بھی القاء وحی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کی ہم کلامی بصورت وحی اور بصورت الہام دونوں طرح ہوتی ہے اور اوپر دلائل سے واضح ہو چکا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا دروازہ بند ہے صرف الہام یا وحی مجازی و لغوی ہے۔ لہٰذا ہم کلامی بھی بصورت الہام یا وحی مجازی ہو گی لہٰذا القاء وحی نبوۃ کا ثبوت نہ ہو سکا۔ مفصل جواب بحث میں دے چکا ہوں۔ جس کا مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور صرف یہ کہہ کے ٹال دیا کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر یہ جرح کی ہے کہ پھر وحی نبوۃ صحابہ پر بھی ہونی چاہیئے حالانکہ بحث اس موقعہ پر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی غیر تشریعی ہونی چاہیئے۔

گزارش یہ ہے کہ اگر مختار مدعا علیہ کی مراد وحی غیر تشریعی سے مجازی وحی یعنی الہام اور اس وحی کے مراد ہے جو تجدید کبھی کبھی ہو سکتی ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں تو اس میں بحث ہے جو قیامت تک جاری رہے گی اور وحی نبوت کا انسداد براہین قاطعہ اور دلائل واضحہ سے ثابت کر چکا اس کا جواب کیا یہاں بھی مختار مدعا علیہ نے تسلیم ہی کر لیا۔ لہٰذا یہ تمام دلائل غیر متعلق اور بے ربط ہیں اور ان میں وحی کا لفظ تک نہیں نہ کوئی اشارہ اور نہ دلیل اگر کوئی دور دراز کا اشارہ ہے تو وہ الہام اور وحی مجازی کا ہوگا جو ہمیں مضر نہیں۔

(۴) جوتھی آیت۔

ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الیٰ یوم

بارامکا تجربہ ہے۔

یہاں کفار کی مزید حماقت کا ذکر ہے کہ علاوہ اور وجوہ کے دیکھو یہ ایسے کی پرستش کر رہے ہیں جن سے خود افضل ہیں وہ بات بھی نہیں کر سکتے نہ وہ انہیں راستہ بتا سکتے ہیں اور یہ خود بات کرنے اور راستہ بتلانے پر قادر ہیں پس یہ لوگ کس قدر احمق اور ظالم ہیں۔ یہاں کہیں ابقاء وحی کا اشارہ تک نہیں۔ مگر مختار مدعا علیہ اسے قطعی دلیل قرار دے رہا ہے کہ خدا کی صفت متکلم ہر زمانہ میں جلوہ گر رہتی ہے نہیں معلوم ان دونوں اُن کے نزدیک کس سے ہم کلام ہے۔ عیاذاً باللہ۔ خدا کی حقیقی ہم کلامی بصورت وحی نبوۃ تھی جس کا سلسلہ خدائے تعالےٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند فرما دیا۔ جیسا کہ نصوص بینہ اور مسلم فریقین بزرگوں کی تصریحات سے پیش کر چکا۔ اب صرف الہام اور وحی مجازی باقی ہے اس میں بحث نہیں۔ لہذا یہ آیت بھی بالکل غیر متعلق ہے اور دراصل اس کے ثبوت میں مختار مدعا علیہ کے پاس ایک ضعیف سے ضعیف بھی دلیل نہیں اس لیے غیر متعلق اور بے ربط دلائل پیش کر رہا ہے۔

(۸) آٹھویں آیت۔

"اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم"

اس کا استدلال عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمالے اگر یہی دلائل ابقاء وحی کے ہیں تو پھر انسداد وحی نبوۃ پر الم سے والناس تک ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ بصراحت دلالت کرتا ہے۔ یہاں انبیاء اور صدیقین اور علماء کا سیدھا راستہ طلب کیا جا رہا ہے کہ صراط مستقیم پر رہیں اور گمراہ نہ ہوں مگر مختار مدعا علیہ اس سے مرتبہ نبوت مراد لے رہا ہے اور اس سے ابقاء وحی ثابت کر رہا ہے۔ پس کیا قرآن میں جہاں اللہ کا راستہ طلب کیا گیا ہے وہاں خدا تعالےٰ کا دعویٰ اور شان الوہیت بھی آ جائیگی تا ثانیاً مرزا صاحب کا دعویٰ خدائی اور اپنے اندر الوہیت کی باتیں اس کے تحت ہوں گی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا۔

(۹) نویں آیت۔

كنتم خير امة اخرجت للناس الاية۔

عدالت عالیہ یہ استدلال بھی اصل بحث مدعا علیہ سے ملاحظہ فرمالے۔

خیر امت ہونے کی علت ظاہر ہے کہ خیر الرسل کے امتی ہیں یہاں بھی علت کی تصریح ہے کہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله۔ کہ لوگوں کے واسطے شاہد بننا امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا اور اللہ پر ایمان لانا نیز اور بہت سی قرآن واحادیث میں خصوصیات مذکور ہیں امم سابقہ پر ان کا گواہ ہونا لتكونوا شهداء على الناس سے

ظاہر ہوتا ہے جنت بھی ان کا اول داخل ہوتا وغیرہ وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔ بات ان پر وحی نبوت
ہوتی رہے یا انبیاء بنتے رہیں جیسی خیر امتہ ہوں گے محض مختار مدعا علیہ کی تصنیف کردہ بات ہے تیرہ سو سال میں ایک سطر
پیش کر سکتے ہیں یہاں شتان اللہ باقی مریم اور ام موسیٰ علیہما السلام کے وقوعے سے تائید اس میں اسلاف کے قول پیش کر چکا ہوں کہ وہ الہام تھا الہام کے بقاء
کا کوئی منکر نہیں گفتگو بقاء وحی نبوت میں ہے ان کی ایک ضعیف سے ضعیف دلیل بھی مختار مدعا علیہ یا اس کا کوئی گواہ پیش
نہ کر سکا۔ فللہ الحمد

مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ نقل کیا کہ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی
نے یہی ثابت کرنے کے لیے کرامت محمدیہ کے کاملین کو بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اس آیت سے دلیل پکڑی
ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بعد تسلیم اس امر کے تلبیس کرتے اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد ۷ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔ اس سے تو مختار مدعا علیہ
کا خانہ ساز استدلال ختم ہو گیا کیونکہ خود کہہ رہا ہے کہ بذریعہ الہام غیب پر مطلع کیا جاتا ہے اور بحث الہام میں نہیں وحی میں ہے
دونوں کے فرق کے واسطے بیان گواہ مدعلیہ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں۔

مختار مدعا علیہ کا مغالطہ اور اُن کا جواب

میرے اس امر کے جواب میں کہ اس آیت سے تیرہ سو سال میں کسی نے بقاء وحی نہ سمجھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کرام سلف صالحین بلکہ قرآنی تصریحات اس کے خلاف ہیں مندرجہ ذیل تاویلات مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں۔

(۱) تفاسیر کے بعض حوالے میں نے پیش کئے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اس کی تائید میں ایک حوالہ بھی نہیں کہ اس سے
کسی نے بقاء وحی پر استدلال کیا ہے۔

(۲) قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور اس کے مطابق اس کی تفسیر کی جاتی ہے اور جو تفسیریں میں نے کی ہیں وہ قرآن
حدیث اور عربیت سے بالکل صحیح ہیں۔

(الجواب)

محض جھوٹ ہے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ میں مصرح انقطاع وحی کی تصریح موجود ہے جیسا کہ اوپر حوالہ
نقل کر چکا اور اصل بحث میں آیات اور احادیث نیز اقوال صحابہ و بزرگان بلکہ اُن کے بھی مسلم بزرگ علامہ محی الدین ابن عربی
کے ایک دو نہیں متعدد حوالے صاف صاف غیر مشتبہ پیش کر چکا پس یہ تفسیر علاوہ غیر منقول ہونے کے قرآن پاک
احادیث اقوال صحابہ کرام کے بالکل خلاف اور متضاد ہے یہی تفسیر قطعاً تفسیر بالرائے اور حرام و ناجائز بلکہ بتصریح
حدیث حد کفر تک پہونچ جاتی ہے۔

(۳) جو تفسیر قواعد عربیہ کے مطابق ہے گو کسی اور نے تفسیر نہ کی ہو تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

مگر شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کے خلاف نہ ہو جیسا کہ مرزا صاحب بھی برکات الدعا میں تسلیم کر چکے ہیں اور یہ تفسیر قرآن و حدیث و اقوال صحابہ کرام کے منافی ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔

(۴) تحفۃ الندوہ ص کا حوالہ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو بھی قواعد عربیہ کے مطابق ہو گو کوئی اسے نقل نہ کرے تفسیر بالرائے نہ ہوگی۔

(الجواب)

یہ محض مغالطہ ہے اس سے بالکل متصل یہ عبارت ہے زبان اگر انصاف ہو تو اس حدیث کے معنی میں عرض کرتا ہوں ہاں اگر کوئی دلیل عقلی و نقلی ہو یا کوئی قرینہ عقلی و نقلی ہو اور پھر بقدر قوت دلیل و قرینہ کوئی شخص کسی احتمال کو راجح کہے ہرگز کفر نہیں۔

پس مولانا نے اس تفسیر کو تفسیر بالرائے نہیں کیا ہے جس کی تائید حدیث یا عقلی اور نقلی قرائن سے کی ہے اور اس میں بھی نئے معنی نہیں قائم کئے بلکہ عقلی و نقلی دلائل سے مختلف معانی سے ایک معنی کو ترجیح دے دی ہے۔

اور مختار مدعا علیہ نے بلا دلیل و قرینہ جو طبع زاد تفسیر کی اور پھر خلاف تصریحات آیات و احادیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین کی ہے اس کے متعلق اس سے متصل صفحہ ۳ پر یہ الفاظ ہیں کہ۔

ہاں جب نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ تو پھر ترجیح ... محض اپنی عقل نارسا کا ڈھکوسلا ہے اس کو تفسیر بالرائے یعنی تفسیر بالہوی اور تفسیر عند نفسہ کہہ سکتے ہیں۔ آگے چل کے نتیجہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں صفحہ ۴۲۔ بالجملہ تفسیر بالرائے وہ ہے جو امر مجمل اور منفصل میں احتمالات ہو بلکہ اس امر میں کلام مجمل ساکت ہو اور مرتبہ تفسیر و تفصیل میں وہ امر داخل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کا داخل کرنا تصورات خیالی ہیں جو ہمارے عقول ناقصہ کا کام ہوتا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس اصول پر تفسیر کی ہے جو حضرت مولانا کی تصریح کے مطابق بھی تفسیر بالرائے اور ناجائز و حرام ہے باقی خود جو تفسیر فرمائی ہے اس کے متعلق اس سے متصل ارشاد ہے کہ۔

باقی جو باتیں بوسیلہ کسی دلیل عقلی یا نقلی کے شامل کی جائیں ان کو اہل ظاہر گو تفسیر کہیں پر حقیقت میں تفسیر نہیں ہوتیں بلکہ وہ کلاموں کے مضمونوں کو اکٹھا کر دیا کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں وہ کوئی نئی تفسیر نہیں کر رہے بلکہ قرآن و احادیث کے مختلف دو جگہ کے مضمونوں کو یکجا کر دیا ہے اس میں اپنے عقل و رائے کو دخل نہیں بلکہ عقلی و نقلی دلیل کی روشنی میں ہے اور مختار مدعا علیہ نے تو قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و سلف صالحین بلکہ اپنے مسلم بزرگوں کی تصریح کے خلاف محض اپنی رائے سے تفسیر کی جو قطعاً حرام ہے میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ وہ تحفۃ الندوہ ص ... کا صفحہ ۴۲ و ۴۳ ...

کے لیے جو مرزا صاحب کی تاویلات نقل کی ہیں وہ اس سے نہیں سروکار نہیں۔ استدلال صرف یہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کو وحی ہوگی اور روح المعانی و حجج الکرامت میں بیان کیا ہے کہ یہ وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔ الجواب حضرت عیسیٰ پر وحی جو نازل ہوگی اس میں لفظ وحی ضرور ہے۔ مگر بمعنی الہام نہ کہ وحی نبوۃ چنانچہ مسلم کے شراح نے خود اس کی تشریح کر دی ہے مگر وہ وحی بطور الہام کے ہوگی۔ خواہ وہ دل میں ڈالی جائے یا بواسطہ فرشتہ الہام ہو جسے ملک الالہام کہتے ہیں۔

میں اس جگہ صرف وہ حوالہ پیش کرتا ہوں جو مسلمہ فریقین ہے اور اس بزرگ سے جنہیں گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کر چکا ہے یعنی امام عبدالوہاب شعرانی رح اور امام محی الدین ابن عربی۔ وہ وہ تصریح فرما رہے ہیں کہ عیسیٰؑ امت محمدیہ کے آخری اور خاتم الولایۃ ہیں۔ اور اگرچہ وہ اولوا العزم اور خواص رسل سے ہیں مگر بوجہ خصوصیت زمانہ کے کہ وہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے ان کی نبوت و رسالت کا حکم زائل ہو جائے گا۔ اور وہ اس منصب پر نہ ہوں گے بلکہ ایک ولی ہو کر تشریف لائیں گے۔ جن کی نبوۃ بلا حکم کے مطلق ہوگی۔ اور ان پر شرع محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کا الہام اس طرح ہوگا جیسا کہ اولیاء امت کو ہوتا ہے ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۸۹ مبحث ۴۷ نقلا عن الفتوحات فالخاتم الولایۃ علی الاطلاق فھو عیسی علیہ السلام فھو الولی الی قولہ ویلیہ بینہ وبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفھمہ علی وجہہ کالاولیاء المحدثین فختمت النبوۃ بمحمد والولایۃ بعیسی ۔

ملاحظہ فرمائیں کس قدر تصریح ہے کہ ان پر امت محمدیہ کے اولیاء کی طرح الہام ہوگا۔ اور وہ خاتم الاولیاء ہوں گے جیسے نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی کوئی آپ کے بعد نبی نہیں یوں ہی اس امت کے آخری ولی حضرت عیسیٰ ہوں گے بیت خیال رہے اس تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کو بھی اب لب کشائی کا موقعہ نہیں۔ کیونکہ الہام یا وحی مجازی کو ہم بھی بند نہیں بتاتے۔ لفظ وحی پر بحث ہے وہ تو شہد کی مکھی کے واسطے بھی مستعمل ہے واوحی ربک الی النحل بحث وحی نبوۃ میں ہے وہ عیسیٰ پر نہ ہوگی۔ بلکہ وحی بمعنی الہام ہوگی جیسے کہ اولیاء امت کو الہام ہوا کرتا ہے۔ اس سے صریح عبارت ملاحظہ ہو انہ عیسی علیہ السلام لا یومنا الا منا ای بسنتنا فلہ الکشف اذا نزل والالہام کما لھذہ الامۃ۔ یعنی ان کے نزول کے بعد انہیں اس امت کی طرح کشف والہام ہوگا فتوحات ج ۳ ص ۳۴۵ سطر ۱۳۸ (س) نزول الہام بلا جبرئیلؑ کے ہوں گے۔

(الجواب)

جبرئیل نہ آئیں گے ملاحظہ ہو الیواقیت مبحث ۴۷ ص ۹۹

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ عیسیٰؑ پر جبرئیل وحی لائیں گے محض غلط اور تحقیق کے خلاف ہے اُسے شاید اپنے گھر کا حال نہیں معلوم ورنہ ایسا کبھی نہیں کہتا۔ مرزا صاحب کی تو یہاں تک تصریح ہے۔ وحی کا ایک قطرہ کہ جلی شریعت پر حملہ کرے یہ بھی جبرئیل نہیں لا سکتے یہ بھی بند ہے ملاحظہ ہو۔

کا دامن قدس اس سے پاک ہے۔

وحی نبوۃ و رسالت مطلقاً منقطع ہے؟

اسی پیش کردہ فتوحات ج ۲ باب ۳ س ۲ ص ۲۵۳ پر تصریح موجود ہے کہ وانما المنقطع الوحی الخاص بالرسل والنبی من نزول الملک علی اذنہ و قلبہ وتحجیر اسم النبی والرسول۔ الخ

یعنی وہ وحی نبوت و رسالت جو نبی و رسول کے ساتھ مختص ہے کہ فرشتہ اس کے گوش و قلب پر اترتا ہے منقطع ہو چکی اور نبی و رسول کا لفظی خطاب بھی روک دیا گیا۔ اب کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔ کس قدر وضاحت سے انقطاع وحی نبوت و رسالت کی تصریح فرما رہے ہیں۔

فرشتۂ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے قلب پر وحی لیکر نہیں اتر سکتا؟

لان الملک لا ینزل بوحی علی قلب غیر نبی اصلاً کیونکہ فرشتہ وحی وحی لے کر غیر نبی کے قلب پر ہرگز نہیں اترتا۔ اسی عبارت کے تتمہ پر نہ صرف نبوۃ بلکہ ادعاء نبوۃ کا بھی انقطاع فرما رہے ہیں۔ وادعا نبوۃ قد انقطعت ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ منقطع ہو چکا (فتوحات ج ۲ باب ۳ س ۲۲ ص ۵۸) یہاں لفظ نبوۃ کیو نکر رکھ الف لام بھی داخل نہ کیا کہ تاویلات کا موقع ہو کہ کوئی خاص قسم کی نبوۃ مستقلہ وغیرہ مراد ہے بلکہ نکرہ رکھا جو ہر قسم کی ظلی و بروزی نبوۃ کا خاتمہ کر رہا ہے۔

مبشرات یعنی الہام اور رویا صالحہ کے سوا کوئی بھی قسم وحی کی باقی نہیں

الا تنظر الی مبادی الوحی الالہی النبوی انما ھی المبشرات وھی التی بقیت فی الامۃ بعد انقطاع النبوۃ (فتوحات ج ۲: ۳، باب ۱۱، س ۲۱ ص ۳۹)

کیا تو نہیں دیکھتا ہماری وحی الٰہی نبوی کو جو مبشرات (یعنی اچھی خوابیں یا الہام ہیں) وہی صرف امت میں نبوۃ کے انقطاع کے بعد باقی ہیں اور بس۔

٭ مبشرات والا شخص نبی ہرگز نہیں ہوسکتا ٭

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسی فتوحات ج ۳ سوال ۱۷ صفحہ ۲۳۵ پر مبشرات کا ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ ——————

وھی جزء من اجزاء النبوۃ وان لم یکن صاحب المبشرۃ نبیًا فتفطن لعموم رحمۃ الله فما تطلق النبوۃ الا من اتصف بالمجموع۔ یعنی مبشرات اجزاء نبوۃ

کا ایک جزو ہیں اگرچہ صاحب مبشرات نبی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لفظ نبوت سوائے اس شخص کے جو مجموعہ اجزاء سے متصف ہے کسی پر بولا ہی نہیں جا سکتا۔

اسی ج ۳ میں تصریح موجود ہے۔ کہ وحی مطلقاً مسدود ہے۔ صرف الہام باقی ہے۔

واعلم ان لنا من الله الا الالهام لا الوحی فان سبیل الوحی قد انقطع بموت رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد کان الوحی قبله ولم یجی خبر الٰهی ان بعده صلی الله علیه وسلم وحیًا لما قال الله تعالیٰ ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك ولم یذکر وحیا بعده وان لم یلزم هذا وقد فی الخبر النبی الصادق فی عیسیٰ علیه السلام وقد کان ممن اوحی الیه قبل رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یعمل الا سنتنا فله الکشف اذا نزل والالهام کما لهذه الامة ولا تخیل فی هذا الالهام انه لیس بخبر الٰهی ما هو الامر کذالك بل هو خبر الٰهی واخبار من الله للعبد علی ید ملك بقیت عن هذه الملهم وقد یلهم من وجه الخاص بالرسول والنبی ویشهد الملك اویراه رویته بصر عن ما یوحیٰ الیه وغیر الرسول یحس باثره ولا یراه رویة بصره فیلهمه الله بما شاء ان یلهمه اویونبه من وجه الخاص (فتوحات ج ۳ سب ۳۵۳ س ۳ صفحہ ۲۳۸)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عبارت جزیلہ میں تمام تاویلات وشبہات کا خاتمہ کردیا اور غیر مشتبہ الفاظ میں مدعیہ کی تائید فرمادی اور اتفاق سے یہ بزرگ گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلم ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

خوب سمجھ لو ہمیں خدا کی طرف سے صرف الہام ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وحی کیونکہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے یقینًا بلا شبہ منقطع ہو چکا۔ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی آیا کرتی تھی۔ اور کوئی ایک بھی خدا کی جانب سے اطلاع نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی ہو سکتی ہے۔ یا وحی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالےٰ نے فرمادیا کہ

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک اور آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر نہ فرمایا۔ اور نہایت صحیح خبر نبوی صادق ہی ہے کے متعلق ہے (جو ان لوگوں میں ہیں جن پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل وحی ہو چکی ہے) کہ وہ بھی صرف ہماری سنت پر عمل کرینگے۔ پس ان کے نزول کے بعد صرف ان پر کشف والہام ہوگا۔ جیسا کہ اس امت پر ہوتا ہے اس الہام میں یہ شبہ نہ ہے کہ یہ خدا کی خبر ہی نہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وہ خدا ہی کی خبر ہے۔ مگر فرشتہ الہام کی معرفت جو ملہم سے پوشیدہ ایک الہام کرتا ہے۔ اور کبھی مخصوص طور سے الہام ہوتا ہے پس رسول و نبی فرشتہ کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور غیر رسول اس کے اثر کو محسوس کرتا ہے اُسے دیکھتا نہیں۔ پس، اللہ تعالے نے عیسیٰ علیہ السلام پر جو جائیگا۔ الہام کرے گا۔ الخ

اس سے مندرجہ ذیل امور بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کے تمام سلسلے یکدم مسدود ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف کشف اور الہام باقی ہے اور نیز (۳) کسی آسمانی خبر آیت میں آپ کے بعد کسی قسم کی وحی کا ذکر تک نہیں۔ (۴) عیسیٰ علیہ السلام پر نزول کشف اور الہام ہوگا (۵) کبھی الہام بھی بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے۔ (۶) الہام میں غیر رسول فرشتہ کو دیکھتا نہیں۔ نہ اس پر نزول حقیقی ہوتا ہے۔ بلکہ اس کا اثر محسوس کرتا ہے (۷) نبی رویت بصری سے فرشتہ وحی کو دیکھتا ہے۔

اس سے بوضاحت ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات ہی میں ان تمام اصطلاحات کی تصریح اور وضاحت فرما دی ہے۔

نیز اس امر کو بوضاحت فرما دیا ہے کہ وحی کا سلسلہ ہر طور سے منقطع ہو چکا ہے۔ صرف الہام اور کشف باقی ہے اس کے بعد کوئی شخص حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دامن قدس پر بہتان لگائے کہ وہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بقاء وحی کے قائل ہیں۔ تو صحیح نہ ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے غضب تو یہ کیا کہ فتوحات کی پیش کردہ عبارت بھی قطع و برید کر کے پیش کی۔ اور اسی سے متصل لگا فقرہ ولا یشرع الا نبی ولا یشرع الا رسول کاٹ دیا۔ جس میں اس کے مغالطہ کی حقیقت کھولدی ہے کہ تشریع کے وہ معنی نہیں جو وہ تصنیف کرتے ہیں بلکہ جو بھی نبی و رسول ہے وہ مشرع کہلاتا ہے۔ گویا نبی و رسول کی وحی ہی تشریع کہلاتی ہے یعنی وحی نبوۃ و رسالۃ منقطع ہے

اگر کچھ باقی ہے تو الہام و کشف وہ بھی تو ابیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس زبردست خیانت کے بعد عدالت خود فیصلہ فرما سکتی ہے کہ گواہان مدعا علیہ کی شہادت کی جوڈیشل حیثیت سے کیا وقعت ہے۔

(نوٹ: میں نے ان حوالوں کے نقل کرنے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا۔ ورنہ ۴۸۱ ۲ میں ایسے صریح صریح حوالے سو سے زائد موجود ہیں۔ نیز اس اصطلاح کی شرح اور توضیح مطلب اور تصریح مراد کے واسطے بالقصد میں نے حضرت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ اقوال بزرگان دین کے متعلق

مدکلام محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین ابن عربی رح و صدرالدین مولوی و عبدالرزاق کاشی مارا بنص کار است نہ بفص فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ اند۔ (مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رح حصہ دوم دفتر اول صفحہ ۱۰۰) یعنی حجت شریعت کے لیے کلام محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم درکار ہے نہ محی الدین ابن عربی رح و صدرالدین مولوی و عبدالرزاق کاشانی ہمارا کام نص (شرعی) سے ہے نہ فص (فصوص الحکم) سے فتوحات مدینہ (یعنی تعلیمات آقائے مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتوحات مکیہ (یعنی تصنیف ابن عربی) سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت مولینا فرماتے ہیں سے

نیست حجت ہیچ قول و فعل پیر
قول حق او فعل احمد را گیر

مکتوبات میں جا بجا ملیگا کہ اس شریعت کے مرد میدان ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح ہیں نہ شبلی رح و جنید رح۔ غرضیکہ پہلا جواب گواہ مدعیہ نے یہ دیا کہ یہ کوئی حجت شرعی نہیں۔ اُن کی ذاتی کشفی تحقیقات ہے جو ظنی ہے اور عقائد میں قطعیات حجت ہوتے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کو شاید یاد نہیں رہا وہ بحیثیت گواہ مارچ ۱۹۳۲ء کہہ چکا ہے کہ باب عقائد میں ظنیات حتیٰ کہ احادیث احاد کا بھی اعتبار نہیں۔

دوسرا جواب میں نے پیش کیا ہے۔ کہ اگر اُسے ہم ایک قسم کی حجۃ ہی فرض کر لیں۔ تو بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہے کیونکہ حضرت مجدد صاحب رح نے بلاواسطہ کلام الٰہی کی دو قسمیں کی ہیں ایک انبیاء سے مختص ہے۔ جسے وحی نبوۃ کہا جاتا ہے۔ (اور وحی نبوۃ کی وہ ایک قسم ہے) دوسرا وہ جو اولیاء امت کو تبعیت و وراثت سے ہوتا ہے جس کا انتہائی کمال یہ ہے۔ کہ وہ محدث ہو جائے۔ اور اوپر مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالے سے پیش کر چکا ہوں۔ کہ محدث پر وحی نہیں ہوتی بلکہ کثرت سے خصوصی الہام ہوتا ہے۔

میں مختار مدعا علیہ کا پیش کردہ حوالہ مصراتی کے ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔ الملہم المبالغ فیہ الذی انتھی الی درجۃ الانبیاء فی الالہام یعنی محدث سے ایسا ملہم مراد ہے جو الہام میں انبیاء کے درجہ کو پہونچا ہوا ہو۔ پھر حضرت عمر رض کو ان کا کامل فرد بتایا ہے مرقات ج ۵ صفحہ ۱۲۱)

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ اس سے صرف اُس کلام الٰہی کا بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہونا ثابت ہؤا جو محدث پر ہوتا ہے۔ جو الہام کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اس سے صرف الہام کا بقاء بعد آنحضرت صلے اللہ

منصب نبوت نبی وارث ہونا با تکمالات مذکورہ نصیب فرما شود استعداد خود میدار ند اس کے بعد ذکر محبوبیت رب العلمین و ذکر عزت در ملائکہ و ذکر ولایت دعجیب را کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں کہ ۔

" باذکر ولایت اجمالاً تا من لدنا علما تک تقریباً در مفہوم از منصب امامت ہے" ص ۲۱۲۳ و ۲۲۲ ۔

عبارت مذکورہ سے مندرجہ ذیل نتائج ثابت ہوتے ۔

(۱) انبیاء کرام کو بھی وحی ہوتی ہے اور الہام بھی ۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے لہذا وحی کہلاتی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے ۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو ہو وہ وحی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے ۔

(۴) قرآن میں اس عام الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے ۔

(۵) مطلق الہام کی چند صورتیں ۔

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب جیسے واذ اوحیت الی الحواریین ۔ و اوحینا الی ام موسی ۔ قلنا یا ذالقرنین ۔ یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت ۔

(۲) یہی الہام بواسطہ ملک الہام ہوتا ہے جیسے

وغیرہ وغیرہ تمام وہ آیات جو اس سلسلہ میں مختار رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی ہیں ۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ خود بخود صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے ۔

(۴) اس میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروح کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے اسے نطق سکینہ کہتے ہیں ۔

عدالت خود ملاحظہ فرمالے کہ کس قدر وضاحت کے ساتھ وحی و الہام کی تقسیم فرمائی ہے اور وحی مطلقاً یعنی وحی نبوت اور الہام کی وہ قسم جو وحی کہلا سکتی ہے انبیاء کے ساتھ مختص کر دی ہے جس کے واسطے کوئی سلسلہ وحی نہ جوڑا صرف الہام کے وہ اقسام جو اولیاء اللہ میں پائے جاتے ہیں اور تحدیث یا نطق سکینہ یا الہام و کشف سے نامزد کئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحات سے مفصل پیش کر چکا ہوں باقی بتایا ہے ۔ پس اس سے بھی ہماری ہی تائید ہوئی الہام باقی ہے نہ وحی نہ الہام یعنی وحی لہذا اجرائے وحی غیر تشریعی کی دلیل کا اس میں اشارہ تک نہیں ۔

بلکہ اس کے خلاف تصریح ہے یہ حضرت مختار رحمۃ اللہ علیہ کا مغالطہ تھا ۔

عدالت خود اصل عبارت بلکہ اصل کتاب ملاحظہ فرمائے ۔

. . . . . .

این نوع از معانی است که بر زبان او جاری گشته کلام نفسانی این قسم الہام که بر انبیاء الشدی شود آن را نفث فی الروع گویند که
چنانکہ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان روح القدس ۔ نفث فی روعی و اگر بہ نسبت
انبیاء الشدی شود آن را النطق بالسکینہ گویند چنانچہ صحابہ ذکر فرمودہ اند کہ نعدان السکینۃ تنطق علی لسان عمر و غیرہ و ربیہ رضی از مثال این
مناسب تا روئی الملہم مروی است و از جملہ اقسام الہام خواب است کہ کسی را از منکو بین عالی مقام در حالت منام برامر
امور غیبیہ مطلع می فرمایند

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا
ان تحدثنی او شری لہ (واز عمدہ کمالات ولایت تعلیم غیبی است) قال اللہ
تعالیٰ وقال لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکا قالوا انی یکون
لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال قال ان اللہ
اصطفی علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔

ظاہر است کہ طالوت نبی نبود وقال اللہ تعالیٰ فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ
من عندنا وعلمناہ من لدنا علما (خصوصیات ص۳۲) بیانات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) انبیاء کرام کو وحی بھی ہوتی ہے اور الہام بھی۔

(۲) چونکہ انبیاء کا الہام بھی قطعی ہوتا ہے بلکہ وحی خفی ہے اس کا حکم بھی وحی کا ہوتا ہے۔

(۳) جو الہام غیر انبیاء کو ہو وہ وحی نہیں ہوتا بلکہ تحدیث کہلاتا ہے۔

(۴) قرآن میں اس قسم الہام کو بھی مجازاً وحی کہا گیا ہے۔

مطلق الہام کی چند صورتیں

(۱) بصورت کلام از پردہ غیب جیسے واوحینا الی الحواریین واوحینا الی ام موسیٰ وقلنا
یاذا القرنین یہ سب الہام و تحدیث ہے نہ کہ وحی نبوت۔

(۲) کبھی الہام بواسطہ فرشتہ الہام ہوتا ہے جیسے فارسلنا الیہا روحنا اذ قالت الملائکۃ
یامریم وغیرہ یا دیگر اولیاء کرام و بزرگان جو کہ حضرت مریم علیہا نے پیش کی ہیں۔

(۳) کبھی اس الہام کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ نور مجرد صاحب الہام کے دل سے جوش مارتا ہے۔

(۴) ان میں سے جو قسم الہام کی انبیاء کرام کو ہوتی ہے اسے نفث فی الروع کہتے ہیں اور جو اولیاء اللہ کو ہوتی ہے

نیز فرماتے ہیں کہ

"لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی" (ازالہ ص ۲۱)

"آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے (حمامۃ البشریٰ کلاں ص ۶۱ خورد ص ۲۸)"

(۶)

مرزا صاحب کے نزدیک صرف تشریعی وحی بند ہے

اس مستفسر نے بلا وجہ توضیح مرام، ازالہ اوہام، کشتی نوح، استفتاء، پرانی تحریریں، براہین احمدیہ، حقیقۃ الوحی، مواہب الرحمن، آئینہ کمالات اسلام، ضمیمہ براہین حصہ ۵، ایک غلطی کا ازالہ، چشمہ معرفت، سرمہ چشم آریہ، تتمہ حقیقۃ الوحی، الوصیۃ، تجلیات الٰہیہ کے متعدد و جدید حوالہ دے کر لا حاصل طول دیا اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جس وحی کو مرزا صاحب بند فرماتے ہیں وہ وحی تشریعی ہے ورنہ مطلق وحی کا دعویٰ اور یہ کہ آپ کو وحی ہوتی ہے، مرزا صاحب نے اپنی کل کتب میں تقریباً لکھا ہے۔

الجواب

(۱) اس سے ہمارا نقصان کیا گویا یہ تو اقراری کفر ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی عادۃ ہی متعارض اقوال کی ہے۔ اور یہی کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان کے کشوف اور الہامات رحمانی نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے فتوحات میں جا بجا لکھا ہے۔ اور قرآن مجید میں ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا پیش فرمایا ہے۔

(۳) ان عبارات میں یا وحی تشریعی اور غیر تشریعی کا ذکر ہے یا مطلق وحی کا۔ مگر میں نے وحی نبوت و رسالت کا انقطاع وانسداد مرزا صاحب کی عبارت سے پیش کیا ہے۔ جو میرا دعویٰ تھا۔ اور صریح عبارت پیش کی ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیں کہ:۔

(۱) کیونکہ جس میں شان نبوۃ باقی ہے، اس کی وحی بلا شبہ وحی نبوت ہے۔ (ایام الصلح ص ۱۴۶)

(۲) "وحی کی وحی، وحی نبوت کہلائیگی"۔ (سراج منیر ص ۳)

(۳) "ایک فقرہ ہے جبرئیلؑ لائیں وہ بعینہٖ وحی نبوت و رسالت ہے جو بند ہے" (ازالہ ص ۲۳۹)

(۴) "لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائیگی"۔ (ازالہ اوہام ص ۲۲۰)

ان واضح عبارات کی شرح ان گول مول عبارات سے ناممکن ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم نبوت

دوسری وجہ تکفیر ختم نبوت کا انکار اور خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دعوی کرنا اور اپنے آپ کو تشریعی نبوت کا مدعی سمجھنا اور احکام شرعیہ میں تغیر و تبدل کرنا۔

دوسری وجہ تکفیر کا رد

جماعت احمدیہ حضور صلعم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔

قول مختار مدعا علیہ

"دوسری وجہ تکفیر فریق مخالف نے یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب اور آپ کے معتقدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنا ضروریات دین سے ہے۔ اور جو ضروریات دینی سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہذا مرزا صاحب اور ان کے متبعین کافر ہوگئے"۔

اس مدعا کے نقل میں اسی مدعی کو مغالطہ سے کام لیا ہے معروف خاتم النبیین کا انکار نہیں۔ بلکہ خاتم النبیین کا اسلامی معنی کے رو سے انکار ہے۔ جیسا کہ میں اصل بحث میں بوضاحت پیش کر چکا ہوں۔ جس کا جواب کجا ذکر تک بھی نہیں کیا گیا اور یہی خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جاوے۔ ضروریات دین سے ہیں جس کے واسطے شہادت اور بحث میں حوالہ مندرجہ ذیل تفصیل سے پیش ہو چکے۔

(۱) اول الانبیاء آدم و آخرہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح عقائد ص ۹۹)

(۲) اذلم یعرف محمداً صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من ضروریات الدین (اشباہ والنظائر ص ۲۹۶)

یہی تصریحات تقریباً ۱۵ کتب سے جن میں بحر الرائق ج ۵ ص ۱۳۰ بھی ہے پیش کئے گواہ ۵ نے بجواب جرح ۷ مارچ ۳۲ء مسلم مانا ہے۔

پس خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین یعنی تمام نبیوں کا آخری ہونا ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب آخر وقت تک اسی کفر پر قائم رہے۔ اور ان

کے ماتحت اس وقت تک اس کفر پر مصر ہیں۔ لہٰذا ان کے کفر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

مختار مدعا علیہ نے اصل اعتراض کو نظر انداز کر کے لفظ خاتم النبیین کا اقرار مرزا صاحب کی کتب ذیل سے پیش کیا ہے۔

(۱) انجام آتھم (۲) الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء (۳) ازالہ اوہام۔ (۴) آئینہ کمالات۔ (۵) ایام الصلح (۶) کرامات الصادقین۔ (۷) ایک غلطی کا ازالہ (۸) مواہب الرحمٰن (۹) حقیقت الوحی (۱۰) استفتاء۔ نیز بیان گواہ ملے)

اصل معاملہ

بات یہ ہے کہ مرزا صاحب جب تک خود کھل کے نبی نہ بنے تھے۔ اور وہ نبوت پر پردے ڈال رکھے تھے۔ اس وقت تک تو خاتم النبیین کے لفظ کا بھی اقرار ہے۔ اور اسلامی معنے کا بھی ملاحظہ ہو۔

(۱) ایام الصلح میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث میں ہے لا نبی بعدی .... اور اگر کوئی نبی نیا یا پرانا آوے۔ تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء رہے۔ ہاں وحی ولایت ومکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں۔

(۲) ایام الصلح اردو۔

(۳) مسیح کیونکر آسکتا تھا۔ وہ رسول تھا۔ اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے سوا اس کے ہر گز آیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ رہے (ازالہ [illegible])

(۴) ایک دوسری آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ مگر وہ رسول اللہ ہے۔ اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا۔ (ازالہ [illegible])

(۵) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے۔ کہ دنیا میں رسول تو آوے۔ مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ (ازالہ [illegible])

(۶) حمامۃ البشریٰ)

الا تعلم ان الرب الرحیم الی قولہ وختم اللہ بہ النبیون

(۷) اور سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوۃ ورسالت

"اگر کہو۔ نبیوں کا آنا منع ہے۔ پرانے کا نہیں، تو ہم بڑے ادب سے کہیں گے کہ اگر پرانے نبیوں کا استثناء ہو سکتا ہے تو نئے امتی غیر تشریعی کا بھی استثناء ہو سکتا ہے" (ملخصاً بلفظہ)

(خلاصہ)

اس میں اصلی متعدد مسئلے ہیں۔ وضاحت کے واسطے حسب ذیل عنوانات قائم کرتا ہوں۔

(۱) خاتم النبیین کے معنے مسلمان کیا کرتے ہیں۔

(۲) کیا مسلمان حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آنا بحیثیت نبی کے مانتے ہیں۔

(۳) کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام مسلوب النبوۃ ہوں گے۔

(۴) کیا ان پر وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔

(الجواب)

(۱) خاتم النبیین کے معنے مسلمان کیا کرتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے خاتم النبیین کے جو یہ معنے مسلمانوں کی طرف منسوب کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا یہ محض مغالطہ ہے۔ بلکہ مسلمان یہ معنی کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ورسل اور نبوۃ ورسالت کے ختم کرنے والے اور آخر الانبیاء ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدائے تعالیٰ کسی کو نبی نہیں بنائے گا۔ نہ کسی کو آپ کے بعد منصب نبوۃ ورسالت عطا کیا جا سکتا ہے۔ باب نبوۃ ورسالت آئندہ مطلقاً مسدود ہے۔

(اس کا ثبوت ملاحظہ ہو)

(۱) مرزا صاحب کے مسلّم رئیس المفسرین فرماتے ہیں۔

"ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیہا فلا تفتح لاحد بعدہ الی یوم القیامۃ۔"

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ جنہوں نے نبوۃ کو ختم کر دیا۔ اور اس پر مہر اختتام لگ گئی اب باب نبوت قیامت تک کسی کے واسطے نہ کھلے گا۔"

(۲) علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وقد اخبر الله تعالى في كتابه ورسوله صلعم في السنة المتواترة انه لا نبي بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام كذاب دجال مضل و ضال ۱ھ ابن کثیر جلد ۸ صـ۹۱

ترجمہ: یعنی خدا نے اپنی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت متواترہ میں خبر دیدی ہے کہ لا نبی بعدی تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو بھی آپ کے بعد اس منصب پانے کا دعوی کرے وہ کذاب دجال گمراہ کنندہ اور خود گمراہ ہے۔

(۲) ومعنى كونه آخر الانبياء انه لا ينبأ احد بعده و عيسى ممن نبئ قبله وحين ينزل ينزل عاملا على شريعة محمد صلعم مصليا الى قبلته كانه بعض امته

تفسیر کشاف ۔ ج ۲ صـ۲۳۳ (گ مدعیہ ملـ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین و آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں بنایا جائے گا اور حضرت عیسیٰ پہلے نبی بن چکے ہیں اور دوبارہ سے قبل ہو چکا ہے پس وقت نزول شریعت محمدیہ پر عامل اور محمدی قبلہ کی سمت پر نماز ادا کریں گے گویا آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

(۳) ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده لانه اذا نزل كان على دينه مع ان المراد منه انه اخر

یعنی خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے معنی پر آپ کے بعد نزول عیسیٰ کی وجہ سے زد نہیں پڑ سکتی کیونکہ وہ بعد نزول آپ کے ہی دین پر ہوں گے اور خاتم النبیین کی یہ مراد ہے کہ آپ نبی بننے والوں یا منصب نبوت پانے والوں کے آخری نبی یعنی آپ کے بعد کسی کو منصب نبوت ملا نہیں ہوگا (تفسیر بیضاوی صـ۳۲ گ مدعیہ ملا)

(۵) ابو السعود میں اسی قسم کی تفصیل کے بعد ہے۔

فان معنى كونه خاتم النبيين انه لا ينبأ احد بعده و عيسى نبئ قبله ۔

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص خلعت نبوت سے نوازا جائیگا اور حضرت عیسیٰ ان انبیاء سے نہیں کہ آپ کے قبل یہ خلعت عطا کیا جا چکا ہے۔

(۶) المراد بكونه خاتم النبيين انقطاع حدوث وصف النبوة في احد من الثقلين بعد تحليه بها ۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر کرکے کہتے ہیں:

كان نبيا قبل تحلي نبينا صلعم بالنبوة روح المعاني

(جلد ۹ صـ۳۲ گ مدعیہ)

یعنی خاتم النبیین سے مراد ثقلین جن و انس میں حدوث وصف نبوۃ کا انقطاع ہے بعد اس کے کہ اس علم

ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہو چکے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ خلعت اس عالم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عطا کی گئی۔

(۷) اس سلسلہ میں گواہ مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ محمد محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں۔

وادعاء النبوۃ قد انقطعت (فتوحات ج ۳ صفحہ ۷۰ س ۲۰ سطر)

یعنی آنحضرت کے بعد ہر قسم کا دعویٰ نبوۃ یقیناً منقطع ہو چکا۔

(۸) خود مدعا علیہ اور اس کے گواہان رفقاء ان کے نبی قبل دعوائے نبوت مسلمانوں کے ہم نوا ہی تھے۔

ماکان اللہ ان یرسل نبیاً بعد نبینا خاتم النبیین وما کان یحدث سلسلۃ النبوۃ بعد انقطاعہا

یعنی ہمارے نبی کریم خاتم النبیین کے بعد اللہ تعالیٰ کسی نبی کو بنا کر نہیں بھیجے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند و منقطع ہونے کے بعد دوبارہ از سر نو ایجاد کرے گا آئینہ کمالات الاسلام ۳۷۷ فروری ۱۸۹۲ء۔

پس ثابت ہو گیا کہ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی بنایا نہیں جائے گا اور نہ سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد از سر نو جاری ہوگا اور نہ کوئی آپ کے بعد دعوئے نبوت کرے گا بلکہ ہر مدعی نبوت بعد آنحضرت کے بسبب ارشاد گرامی دجال وکذاب ہوگا۔

یہ محض مختار مدعا علیہ کا کھلا ہوا مغالطہ اور افتراء و بہتان تھا۔

دوسری تنقیح کا جواب کہ کیا مسلمان حضرت عیسیٰ کا آنا بحیثیت نبی مانتے ہیں۔

یہ بھی ایک مغالطہ ہے اور یقیدہ جھوٹ وافتراء ہے۔ ان میں صفت نبوت ہونا اور چیز ہے جیسا کہ گواہ ۳ مدعیہ نے کہا ہے کہ جب نازل ہوں گے نبی ہوں گے یعنی متصف بہ صفت نبوت اور منصب نبوۃ پر ہونا اور بحیثیت نبی کے ہونا اور چیز ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ نبی ہیں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس عالم میں خلعت نبوت سے نوازا گیا یہ صفت آپ کی بحال مگر اس آخری زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیری کی وجہ سے بحیثیت نبی نہیں آئیں گے بلکہ بحیثیت مجدد و خلیفہ رسول اللہ اور امتی کے ہوں گے منصب نبوۃ پر نہ ہوں گے۔

اور مرزا صاحب یا کسی اور امتی کو آپ کے بعد نبی ماننے سے بعد خاتم النبیین کے نبی کا بننا اور از سر نو سلسلہ نبوۃ بند و منقطع ہونے کے بعد کھلنا پایا جاتا ہے یہ بالاتفاق کفر ہے نبوت ملاحظہ ہو۔

احادیث

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (الحدیث)

بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۹۱ مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۲۶

حضور نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب بھی ایک نبی مرتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا تھا اور میرے بعد یقیناً کوئی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا ہاں خلفاء ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔

کس صفائی سے سلسلہ نبوت کو ہمیشہ کے لیے ہر طرح سے ختم کر کے سلسلہ خلافت کو جاری فرمایا ہے۔

(۲) ابن عساکر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ان ابن مریم لیس بینی وبینہ نبی ولا رسول الا انہ خلیفتی فی امتی من بعدی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خبردار اور واقف ہو جاؤ کہ ابن مریم اور میرے درمیان نہ کوئی نبی غیر مستقل وغیر تشریعی ہے نہ رسول مستقل صاحب شریعت ہے یقیناً ابن مریم میری امت میں میرے بعد حضرت خلیفہ ہوں گے یعنی بحیثیت نبی نہ ہوں گے بلکہ بحیثیت امتی و خلیفہ ہوں گے (فتاویٰ ابن تیمیہ)۔

(۳) عیسیٰ نبی اللہ کے بحیثیت امتی آنے کا فیصلہ گواہ مرزا علیہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے عن الشیخ الاکبر قال فی ما خاتم الولایۃ علی الاطلاق فھو عیسیٰ علیہ السلام فھو الولی بالنبوۃ المطلقۃ فی زمان ھذہ الامۃ وقد حیل بینہ وبین التشریع والرسالۃ فینزل آخر الزمان وارثا وخاتما ولا ولی بعدہ بنبوۃ مطلقۃ کما ان محمدا صلعم خاتم النبوۃ لا نبوۃ تشریع بعدہ فبعدہ وان کان بعدہ ومن اولی العزم وخواص الرسل فقد زال حکمہ من ھذا المقام بحکم الزمان علیہ الذی ھو بغیرہ فینزل ولیا ذا النبوۃ مطلقۃ ویلھم بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ویفھمہ لا علی وجھہ کالاولیاء والمحدثین فھو منا وھو سیدنا فکان آخر الاولیاء کما کان آدم اول من نبیء فختمت النبوۃ بمحمد والولایۃ بعیسیٰ۔

الیواقیت ۲/۲ بحث نمبر ۸۰/۲

یعنی ہر حال مطلقاً ہر قسم کی ولایت کا اختتام کرنے والے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں وہ ولی ہیں

اس صفت نبوۃ کے ساتھ جس کی ڈگری اور منصب اس امت کے زمانہ میں ختم ہوگا پس وہ آخر زمانہ میں وارث نبی اور خاتم ولایت ہوکر اتریں گے جن کے بعد کوئی کسی قسم کا ولی نہ ہو سکے گا اور ان کی صفت نبوۃ پر ہوں گے جن کا حکم و نفاذ و منصب ختم ہو چکا ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ آپ کے بعد نبی ہوں گے اور اولوالعزم و خواص رسل سے ہیں مگر ان کی نبوۃ کا حکم اور منصب زائل ہو چکا ہے بوجہ زمانہ نبوۃ غیر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لہذا وہ متصف بصفۃ نبوۃ مطلقہ جس کا زمانہ و حکم ختم ہو چکا ہو گا۔ اور اولیاء امت محمدیہ کی طرح ان پر شریعت محمدی کا الہام ہوگا اور اس امت کے اولیاء میں لاحق ہوں گے اور ہم سب کے سردار ہوں گے۔ پس نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور ولایت حضرت عیسیٰؑ پر ختم ہو گئی مفصل حوالہ سلسلہ وحی و الہام جس میں یہ مضمون بھی واضح کیا گیا ہے فتوحات ج ۲ ص ۲۵۳ س ۲۴۸ سے اوپر پیش کر چکا ہوں ان حوالہ جات میں نہایت صفائی سے تصریح موجود ہے کہ عیسیٰ بحیثیت نبی نہ اتریں گے بلکہ بحیثیت ولی و اُمتی مجدد ہوں گے ان پر شریعت محمدیہ کے متعلق الہام ہوگا نیز یہ بھی وضاحت موجود ہے کہ ان میں پہلے کی صفت نبوۃ ہی ہوگی مسلوب النبوۃ نہ ہوں گے البتہ چونکہ زمانہ نبوۃ نبی آخر الزمان کا ہے اس لیے اس نبوۃ کا حکم زائل شدہ ہوگا اور وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے کیونکہ حکم اور حکومت نبوت نبی آخر الزمان کی ہوگی۔ کوئی بھی نبی نیا نہیں بن سکتا پرانا اگرچہ صفت نبوت کے منصب نبوۃ پر نہیں رہ سکتا۔

اس سے گویا مرزا کے فقرہ جرح حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے تو نبی ہوں گے کی بھی شرح ہو گئی۔ نبی تو ہوں گے اور صفت نبوت ان سے سلب نہ ہوگی مگر خصوصیت زمانہ نبوی کی وجہ سے اس کا حکم زائل ہوگا وہ منصب اور ڈیوٹی نبوت پر نہ ہوں گے بلکہ اُمتی ہوں گے اور خلیفہ و مجدد نیز ملا علی قاری رحمہ کے ارشاد کی بھی شرح ہو گئی کہ جو صفت نبوت سے انہیں مسلوب مانتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ مسلمان تو انہیں متصف بصفۃ نبوۃ مانتے ہیں ہاں منصب نبوۃ پر بوجہ خصوصیت زمانہ نہیں مانتے اور خاتم النبیین کے معنی اس پیش کردہ عبارت کے آخر میں تو خود مسلمانوں کے موافق کرتے ہیں کہ ومعناہ عند العلماء انہ لا یحدث بعدہ نبی کہ علماء کے نزدیک لا نبی بعدی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی بنایا نہ جائے گا یا نہ بنے گا لا یحدث کا لفظ ہے جس کے معنی نیا بنانا یا نیا ایجاد کرنا ہوتا ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں اسی کے ص ۳۴۹ پر ہے

فہو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ محمدیہ فہو رسول و نبی علی حالہ یعنی اس امت میں صرف خلیفہ ہوں گے ورنہ پہلی صفت نبوۃ بحالہ ہے۔

چونکہ اس سلب نبوت کے مسئلہ کو درمیان میں متعدد جگہ چھیڑا ہے لہذا اس کو میں ایک محسوس مثال سے واضح کرتا ہوں تاکہ نبی ہونے اور منصب نبوۃ کے حکم پر نہ ہونے کا فرق اچھی طرح واضح ہو جائے

ہر شخص جانتا ہے کہ اگر کسی خصوصی کام یا اعانت کے واسطے حضور سرکار نظام فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ ہمارے سرکار فرمانروائے ریاست بہاولپور حفظہ اللہ ملکہ کے حدود مملکت میں تشریف لائیں تو ظاہر ہے کہ کوئی معاملہ پڑنے پر وہ یہاں کے قوانین کے پابند ہوں گے اور یہاں جو کام یا سرکاری اعانت فرمائیں گے تو یہاں کے قوانین کے ماتحت ہوگی باوجود یکہ وہ بدستور والی ریاست دکن ہیں اور صفت سلطانیہ ان سے مسلوب نہیں مگر منصب سلطنت اور اس کی ڈیوٹی و حکمرانی نو بہ حدود سلطنت ہمارے سرکار عالی جاہ جاگیر نہ ہو سکے گا کیونکہ ملک اور یہاں کا زمانہ سلطنت دوسرے کا ہے یونہی حضرت عیسیٰ نبی ہیں ان کی صفت نبوت سلب نہیں کی گئی مگر ملک اور زمانہ سید المرسلین آقائے دو عالم نبی آخر الزمان کا ہے پس ان کا مذہب نبوۃ نہ ہوگا بلکہ تابع اور امتی اور مجدد اور معین شریعت و قوانین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے نہ منصب نبوت کا اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ آپ کے بعد نبی ہونے کا دنیا نبی بنے گا نہ کوئی اور اس سے "

(۳) "تیسری تنقیح یہ کہ کیا حضرت عیسیٰ مسلوب النبوۃ ہو کر آئیں گے "

بالکل صاف ہو گیا اور مدلل بلکہ مسلم حوالوں سے اس کا قطعی جواب کیا ہو گیا۔

(۴) "چوتھی تنقیح کہ کیا انہیں وحی بواسطہ جبرئیل ہوگی۔"

اس پر سلسلہ انسداد وحی نبوۃ بہت کچھ بحث ہو چکی ہے اور مسلمہ فریقین حوالے پیش کئے جا چکے ہیں صرف مسلمہ فریقین بزرگ امام شعرانی و امام ابن عربی رحمہ اللہ کے دو مختصر فقرہ اس میں سے کمرر نقل کرتا ہوں۔

فلہ الکشف اذا نزل والالہام کما الھذہ الامۃ (فتوحات جلد ۳۔ ص ۲۳۸)

یعنی گو مجازاً لفظ وحی بولا جاتا ہے مگر یہ صرف کشف و الہام نزول کے بعد ہوگا جیسا کہ اولیاء امت محمدیہ پر ہوتا ہے

ولو ان الوحی علی لسان جبرئیل کان باقیاً بعد محمد صلعم لکان عیسیٰ اذا نزل لا یحکم بشریعۃ محمد صلعم وانما یحکم بشرع الذی یوحی بہ الیہ جبرئیل۔

یواقیت بحث ۳۵ صفحہ ۱۹۰ منقول از فتوحات باب ۲۴ -

اوپر سے یہ لکھ رہے ہیں کہ وحی نبوۃ کلیۃً گو بند ہو چکی صرف الہام باقی ہے اور عیسیٰ پر بھی الہام ہی ہوگا اور اگر وحی بواسطہ جبرئیل بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالفرض باقی ہوتی تو عیسیٰ بعد نزول شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرتے بلکہ جبرئیل کی لائی ہوئی وحی پر عمل پیرا ہوتے پھر نہایت مفصل مدلل الہام عیسیٰ پر اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انقطاع نزول وحی جبرئیل پر بحث کی ہے۔

بحمد اللہ چاروں تنقیحیں مدلل ثابت ہو گئیں اور مختار مدعا علیہ کا مسلمانوں پر بہتان اور منافقانہ آشکارا ہو گیا

غالباً اسے اپنے ان کا پتہ نہیں کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا صاحب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اس کے متعلق مسلمانوں کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجازاً ہی حقیقی نہیں ملاحظہ ہو۔

سراج منیر صفحہ ۳ سنہ ۱۸۹۶ء

" ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لیے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھا ہو سمجھ لے۔" ملاحظہ فرمائیں وہ بھی نزول کے وقت انہیں مجازی نبی باختیار ما کان مانتے ہیں۔

خاتم النبیّین سے کیا مراد ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیّین سے کیا سمجھے؟

اس سلسلہ میں ان کے پاس ایک حوالہ بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کسی ایسے مشتبہ لفظوں میں کی ہو جہاں مغالطہ ہی کی گنجائش ہو۔ انہوں نے ایک غیر متعلق یا ربط حدیث جو خاتم النبیین کی تفسیر کے سلسلہ میں آپ نے نہیں فرمایا۔ اور نہ وہاں لفظ خاتم النبیین ہے اور حدیث بھی سنداً متناً معناً قابل استناد نہیں پیش کی ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اپنے بیانوں میں حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیا کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاتم النبیین سے ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ نہ سمجھے۔

(الجواب)

اس کی صحت و سقم و مطلب کی بحث آگے آرہی ہے۔ میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کس قدر مغالطہ اور حق پوشی ہے کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کی ہے اور اس کی مراد بتائی ہے اُسے پوشیدہ رکھ کر جہاں اس کی تفسیر سے دور کا تعلق بھی نہیں اُسے پیش کیا جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لفظ خاتم النبیین سے کیا سمجھے اور مخصوص اسی لفظ کی کیا تفسیر فرمائی۔ یہ گواہان مدعا علیہ کے بیان میں مفصل ہے خلاصہ یہ ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر لفظ خاتم النبیین)

(۱) - ابی ھریرۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

یعنی میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ (بخاری مسلم)

۳۔ لا تقوم الساعة حتی تبعث دجالون کذابون کلھم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابو داؤد ترمذی مشکوٰۃ)
یعنی قیامت نہ آئیگی جب تک بہت سے دجال وکذاب نہ آئیں۔ جن سب کا یہ دعویٰ و زعم ہوگا کہ وہ نبی ہیں حالانکہ
میں خاتم النبیین ہوں۔ لا نبی بعدی میرے بعد کسی قسم کا کوئی بھی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) بخاری جلد اول ص۵۰۱ اور مسلم ج۲ ص۲۴۸ پر ایک محل کی محسوس مثال سے اس حقیقت کو سمجھایا اور اپنے آپ
کو خاتم النبیین یعنی اس نامکمل محل کی آخری اینٹ قرار دیا کہ فانا اللبنة وانا خاتم النبیین

ملاحظہ فرمائیں کہ خاتم النبیین کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی بلا کسی قسم کی تخصیص
کے سمجھا رہے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔ اب اگر کوئی تخصیص کرے تو یقیناً وہ بقول مرزا صاحب بے دین
دلیر ہوگا۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح ص۱۴۶

(مرزا صاحب کی اس پر مہر تصدیق)

مرزا صاحب بھی ۱۸۹۱ء سے قبل جب کہ دعویٰ نبوت نہ تھا۔ یہی لا نبی بعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تفسیر اور اسی عموم نفی کے معنی میں قرار دیتے تھے۔ اور کسی قسم کی تخصیص کرنا شرارت بتاتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایام الصلح
جنوری ۱۸۹۸ء ص۱۴۶

(۱) لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے نہ حدیث میں نہ
قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔
پس یہ کس قدر جرأت ہے اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو
عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے۔ اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی
تھی۔ پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جاوے۔ الخ اب کسی متقی کو حق نہیں کہ لا نبی بعدی میں اس کے نفی عام
کہتے ہیں اور وہ کسی قسم کی تخصیص کرے۔ یہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار یا اذا هلك
كسرى فلا كسرى بعده وغیرہ کی طرح ہے وراثت نبی کے فتویٰ کی رو سے شریر گستاخ خیالات رکیکہ کی پیروی
کرنے والا عمداً نصوص صریحہ قرآنیہ کو چھوڑنے والا ٹھہرے گا۔

(۲) اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح فیصلہ اور کھلی ہوئی خاتم النبیین کی تفسیر کے بعد اس سے روگردانی
کرنا کسی مومن مسلمان کا کام نہیں۔ بلکہ کافر اور گمراہ ہوگا جو اس فیصلہ سے روگردانی کرے

قال اللہ تعالیٰ ما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون
لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔

حدیث لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً

اگرچہ اس حدیث کا تفسیر لفظ خاتم النبیین سے کوئی دور کا تعلق بھی نہیں جیسے کہ اوپر عرض کر دیا مگر چونکہ مدعا علیہ کے پاس صرف یہی ایک مجروح اور ضعیف حدیث کے نام پر ہے جس کی وجہ سے تو صرف صحیح بلکہ اصح الصحاح بخاری و مسلم نیز دیگر صحاح ستہ وغیرہ کی کثیر التعداد صحیح اور واضح احادیث رد کی جاتی ہیں اور مرزا صاحب کی بجائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحیحہ واضحہ کی توہین اور غلط تاویلات کر کے تحریف کی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق کچھ تفصیل سے گزارش کرتا ہوں اور اُن کے استدلال اور اپنے جواب کا خلاصہ عدالت کے اولاً ذہن نشین کرتا ہوں تاکہ جوابی بحث کی تاویلات رکیکہ سمجھنے میں سہولت ہو اور واضح ہو جاوے کہ جواب تو ان تاویلات کا ہے بجز مغالطہ دینے کی ناکام و لا حاصل سعی کی جو مدعی علم کی شایانِ شان نہ تھی۔

مختار مدعا علیہ کے استدلال کا خلاصہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ)

گواہ مدعا علیہ ملا و ملا

استدلال (۱) اگر نبوۃ ختم ہو چکی تھی تو اس میں فضیلت ہی کیا تھی۔ بلکہ لغو تھا۔ پھر بلی اسے۔ الف اسے والیم کی مثالیں دیں ملاحظہ ہو گواہ ملا و ملا مدعا علیہ۔

(۲) نبی کی اولاد کا نبی ہونا ضروری نہیں ہذا اسے نبوت کم اجرا نہ بتاتا تھا۔

(۳) خدا کو ایسا ڈر تھا تو پیدا ہی نہ کرتا۔

(حدیث کی تصحیح)

(۱) شہاب علی البیضاوی نے صحیح کہا

(۲) ملا علی قاری نے موضوعات نے کہا

(الجواب)

ہمارے مفصل جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث باعتبار سند اور اصول حدیث کے ضعیف غیر قابل احتجاج باعتبار متن اور الفاظ کے امکان کے واسطے نص قطعی نہیں باعتبار صحیح معنی کے مرزا صاحب کے مریدین کے خلاف اور مسلمانوں کے موافق ہے۔

(۱) سند حدیث۔ یہ حدیث دو طرح نقل کی جاتی ہے لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً یہ تو بالکل حدیث ہی نہیں۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ میں یہ لکھا ہے کہ

ہو گی ازالہ اوہام ص۲۴۱

اور یہ حدیث جرح سے خالی نہیں لہذا بالاتفاق غیر معتبر ہو گی ۔

(اس کے متعلق مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ)

مختار مدعا علیہ سے اس علمی بحث کا جواب ناممکن تھا نہایت اضطراب کا اس کی تاویلات میں ثبوت دیا ہے

(خلاصہ تاویلات)

(۱) میزان میں لکھا ہے کہ وہ قاضی تھے اور منصف قاضی بھی ہوں گے اور ایسا شخص قاضی کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا ۔

(۳) شعبہ کی تکذیب کا مصنف میزان الاعتدال نے خود رد کر دیا ہے ۔

(۴) ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید ابن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(۵) وہ قاضی تھے اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا ۔

(۶) ابن عدی انہیں معتبر کہتے ہیں ۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص۲

(۷) اس حدیث کی تصحیح بڑے بڑے علماء نے کی ہے ۔ جیسے شہاب علی البیضاوی ۔

(۸) مختار مدعیہ اس میں شہاب سے ناواقف ہے اُن کا یہ نام ہے یہ تصانیف ہیں ۔

(۹) ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص۵۹ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں ۔ بلکہ صحیح ہے ۔

(۱۰) مرقات میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے ۔ اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے ۔

(۱۱) ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے ۔

(۱۲) ان ائمہ کو یقین نہیں جبھی تو مختلف الفاظ کہے ۔

(الجواب)

اجمالی جواب ۔ عدالت تو دو مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ ملاحظہ فرمالے گیا ان ائمہ محدثین اور امام جرح و تعدیل کے واضح فیصلوں کے بعد یہ تاویلات اور اشکلیں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کی ہیں ذرہ برابر بھی قابل التفات ہیں جن میں ایک ثبوت بھی اس کے معتبر ہونے کا کسی مسلم امام جرح و تعدیل سے نہ پیش کر سکا گو لہجہ حسب عادت بہت ہی سخت اور درشت کیا ۔

......

مفصل و مرتب جواب

(۱) قاضی ہے اور عادل ہوں گے اور ایسا شخص کیسے عادل ہو سکتا ہے۔

یہ عجیب و غریب مضحکہ خیز جواب ہے۔ قاضی ہونے سے توثیق کیا ہوگی وہی علامہ ذہبی جنہوں نے قاضی ہونا لکھا ہے اور عادل ہونا بھی مختار مدعا علیہ کی لبجز او تصنیف ہے) انہی علامہ نے خود اور تمام بڑے بڑے اکابر ائمہ حدیث و جرح و تعدیل سے غیر ثقہ۔ متروک الحدیث۔ ضعیف اور منکر الحدیث۔ وغیرہ نقل کیا ہے۔ اور یہی قطعی فیصلہ قرار دیا ہے کیا انہیں قاضی ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر قاضی کیا قاضی بنانے والے حاکم اور سلطان تک غیر ثقہ ہوتے ہیں کوئی ان میں سے کسی امام سے توثیق نقل کرتے تو تھا بھی یہ تو اور اپنے عجز اور پریشانی و اضطراب کی دلیل ہے۔

(۲) شعبہ نے ایک مخصوص روایت کی وجہ سے انہیں جھوٹا قرار دیا۔

(الجواب)

شعبہ سے ہم نے نقل نہیں کیا نہ جھوٹا ہونا یا ائمہ حدیث نقل کرتے ہیں یہاں تک کہا جا سکے کہ یہ شعبہ کی تقلید میں کہتے ہیں نہ یہ شعبہ کے مقلد و پیرو ہیں۔ یہ ائمہ مستقل اپنی تحقیقات سے آپ سے ضعیف۔ منکر الحدیث۔ متروک وغیرہ لکھ رہے ہیں نہ کسی مخصوص روایت کی وجہ سے بلکہ مطلقاً۔ اور نقل کرنے والے امام یحییٰ ابن معین امام احمد ابن حنبل امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی وغیرہ جیسے۔ تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ ان ائمہ کی تحقیق کی اصلاح کر رہا ہے اور شاید انہیں بھی علم حدیث سے ناواقف بے بہرہ خیال کر رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ علم حدیث کی وہ نادرانہ ہستیاں ہیں کہ جن کے متفقہ فیصلہ کے بعد تمام دنیا کے علماء ملکر اسے ہیچ قابل استناد ثابت نہ کر سکینگے۔

(۳) ابن معین نے اس کا عادل ہونا یزید بن ہارون سے نقل کیا ہے۔

(الجواب)

مگر نقل کر کے اسی کی تردید میں ان ائمہ اور اعیان علم حدیث کے فیصلے پیش کئے ہیں۔
مختار مدعا علیہ کسی ناواقف کو مغالطہ دیتا تو تھا بھی اور کسی اجنبی نادر کتاب کا ہوتا تو شاید کامیاب ہو جاتا۔
اللعجب شہر یزید بن ہارون کا مقابلہ امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام مسلم اور امام احمد بن حنبل امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ سے بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

(۴) وہ قاضی ہیں اور فیصلہ کرتے وقت کسی کی رعایت نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے مخالفوں نے انہیں بدنام کیا۔

(الجواب)

اس قدر بڑا احتمال اور لغو دلیل ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں اول تو یہ مختار مدعا علیہ کی خود ساختہ اٹکل

وقد اخرج ابن ماجہ وغیرہ من حدیث ابن عباس قال لما مات ابراہیم ابن النبی صلعم قال ان لہ مرضعاً فی الجنۃ ولو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً ولو عاش لاعتقت اخوالہ من القبط وما استرق قبطی الا ان فی سندہ ابا شیبہ ابراہیم بن عثمان الوسطی وھو ضعیف ولکن لہ طرق ثلثۃ یقوی بعضہا ببعض۔ ابن ماجہ

یعنی ابن ماجہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابن عباس سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ لیکن اس کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی ہے جو ضعیف ہے۔ ہاں اس کے تین طریقے آیا جو بعض بعض سے ملکر فی الجملہ قوی ہو جائینگے۔

ملاحظہ فرما دیں کہ نہ صرف ابن ماجہ بلکہ اس کے سوائے دوسری سندیں بتائی ہیں اور اسی لیے اخرج ابن ماجہ کے ساتھ وغیرہ کا لفظ اضافہ کیا کہ ابن ماجہ اور اس کے سوائے دوسروں نے جو حدیث نقل کی ہے سب کی سند میں ابو شیبہ ابراہیم راوی ہے جو ضعیف ہے۔ سمجھ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں آخر میں یہ فرما دیا کہ اس کے صرف تین طریقے ہیں جو سب ملکر فی الجملہ کچھ ہوں گے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ محض باطل اور موضوع خود ساختہ نہیں باقی صحیح ہونا تو نکلا جب کہ ہر سند میں وہ ضعیف راوی موجود ہے تو اور اس کے ضعف کا ملا علی قاری نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اسے دفع کیا۔ ۸/ مارچ سنہ ۳۲ء کو گواہ علا نے بجواب جرح تسلیم کر لیا ہے کہ اس کتاب میں راوی کے ضعف دفع کرنے کے متعلق کوئی بحث نہیں کی ہے۔ پھر وہ تینوں طریقہ اخرج ابن ماجہ وغیرہ اور سب میں وہ ضعیف راوی موجود ہے۔ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی اس کا طریقہ نہ موضوعات کبیر میں ہے نہ کہیں اور پتہ ہے جیسا کہ گواہ علا نے ۸/مارچ سنہ ۳۲ء میں بجواب جرح خود تسلیم کیا ہے۔

پس یہ مختار مدعا علیہ کا اپنی شہادت اند جرح کے خلاف ملا علی قاری پر صریح بہتان اور افترا ہے اور کہیں بھی انہوں نے غیر ضعیف یا صحیح نہیں فرمایا۔

مثلاً مرقاۃ میں ملا علی قاری نے اس پر بحث کی ہے اور ابن حجر کا قول نووی کی تردید میں نقل کیا ہے۔

وہاں مرقاۃ میں جس حدیث کی بحث ہے اور جسے امام نووی باطل قرار دے رہے ہیں وہ یہ حدیث نہیں۔ ولو عاش ابراہیم لکان صدیقا نبیا بلکہ وہ ان الفاظ کی حدیث ہے کہ لو کان ابراہیم حیا لکان نبیا صرف ان الفاظ کی حدیث پر بحث ہے۔ مگر مرقاۃ کا مطالعہ فرمائیں نیز انہیں الفاظ لو عاش ابراہیم لکان نبیا کے متعلق امام نووی سے مرقاۃ موضوعات کبیر ص۵۸ فوائد مجموعہ ص۱۲۳ پر ہی منقول ہے کہ حدیث لو عاش ابراہیم لکان نبیاً قال النووی فی تہذیبہ ھذا حدیث باطل وجسارۃ علی الکلام بالمغیبات ومجازفۃ وھجوم علی عظیم وقال ابن عبد البر لا ادری ما ھذا اس کے بعد ہے

قال ابن حجر ابن حجر مکی اس حدیث کے متعلق نووی کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ مگر ملا علی قاری ابن حجر کی تردید اور نووی کی تائید کر رہے ہیں ملاحظہ ہو۔

مختار مدعا علیہ اور اس کے گواہوں کی مسلم کتاب موضوعات کبیر مجتبائی صفحہ ۵۸

واما قول ابن حجر المکی فبعید جداً ان لا یفہم الاماماں الجلیلان مثل ھذہ المعنی صلی الخ

کہ ابن حجر کی یہ تردید بہت ہی بعید از عقل ہے کہ اتنے بڑے بڑے امام امام نووی اور امام ابن عبدالبر جیسے محدثین یہ معاملہ نہ سمجھیں۔ بہرحال ابن حجر کے قول کو موضوعات میں رد کیا ہے نیز ثابت ماننے کے بعد بھی اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ وہ حدیث ہے کہ جس کو میں نے شروع بحث میں لکھا ہے۔ اس متنازعہ فیہ حدیث کے وہی تین طرق سب نے حتیٰ کہ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور سب میں وہی ضعیف راوی ہے۔ اور حدیث کی تصحیح کسی امام نے نہیں کی۔ بہرحال یہ مغالطہ بھی بے سود رہا۔

۱۱ ابن ابی اوفی کا قول اس کی صحت کی دلیل ہے ،،

(الجواب)

اسی جوابی بحث میں اسی شبہ کے بعد تیسرے شبہ کا بیان ایک ہیڈنگ قائم کر کے خود مختار مدعا علیہ نے لکھا ہے۔ کہ یہ فہم صحابی ہے۔ اور علم حدیث سے واقف شخص پر مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجۃ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے مخالف صحابی کا قول موجود ہے۔ کیونکہ صحابی فہم قرآن وحدیث میں غلطی کر سکتا ہے۔

پس اس کے بعد مختار مدعا علیہ کو ابن ابی اوفی کے قول کو صحت حدیث کی تائید بتانے کا کونسا حق رہتا ہے یہ محض بے سود ہے دوسرے وہاں اس حدیث یا اس کے الفاظ تک کا پتہ نہیں وہاں تو وہ ایک اپنی رائے اور اپنا فیصلہ فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۱۴ ہاشمی ،،

وحدثنا اسماعیل قال قلت لابن ابی اوفی ارأیت ابراھیم ابن النبی صلعم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ۔

یعنی اسماعیل تابعی فرماتے ہیں۔

کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ آپ نے ابراہیم صاحبزادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فرمایا ہاں صغر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ میں بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی نبی کا ہو سکنا ہوتا۔ تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے مگر فیصلہ یہ ہے کہ لانبی بعدی آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمالے کہ یہاں اس حدیث لو عاش ___ ابراہیم لکان صدیقا نبیا کا
نام ونشان تک بھی نہیں۔ بلکہ تمام اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ بھی فرمان منقول نہیں یہ بھی مختار مدعا
علیہ کا مغالطہ اور صریح بہتان ہے۔

مثلاً ان ائمہ کو بھی یقین نہیں جیسے ہے تو مختلف الفاظ لکھے

(الجواب)

مختار مدعا علیہ جو چاہے دیدہ ودانستہ بلاوقفہ الزام لگائے۔ یہ تاویل ہی مضحکہ خیز ہے ایک امام
سے بھی متضاد امور منقول نہیں نہ آپس میں کوئی تعارض ہے مختلف عیوب ہیں مختلف ائمہ نقل کرتے ہیں۔
جیسے کسی کے متعلق ایک کہے کہ جھوٹا ہے دوسرا کہے دغاباز ہے تیسرا کہے سود خور ہے چوتھا کہے بے نمازی
ہے ان میں کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ شخص اور بھی بے اعتبار ہو جائے گا۔
یوں ہی اس راوی کے متعلق ایک امام کی رائے ہے کہ وہ ثقہ نہیں امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے امام
مسلم متروک الحدیث امام ترمذی منکر الحدیث کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ
پس اتنے مختلف عیوب اور ضعف کے بعد وہ معتبر کیونکر ہو سکتا ہے۔
بحمد اللہ ان تمام تاویلات رکیکہ کا جواب ہو گیا۔ اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حدیث نہایت
مجروح ہے۔ جو کسی طرح معتبر اور قابل استناد اور حجت نہیں چہ جائیکہ صحیح احادیث کا مقابلہ اس سے کیا جاوے۔
یہ مختار مدعا علیہ کے دوسرے شبہ کا جواب ہے جو سند کے متعلق تھا۔
حدیث مذکورہ بالا باعتبار متن اور الفاظ حدیث کے بھی آپ کے مدعا کے اثبات میں نص قطعی نہیں۔ پس ایسی
دور از کار تاویلات رکیکہ سے ایک محتمل وہ بھی غیر معقول اور خلاف منقول معنی سے کر قطعیات کے ذخیرہ اور نصوص
کو کس طرح رد کیا جا سکتا ہے۔ اور صریح قطعی آیات واحادیث صحیحہ واضحہ اور اجماع خلف وسلف کے خلاف ایک
جدید کفریہ کی اس ضعیف آڑ سے بنیاد ڈالنا کہاں کی دیانت ہے۔ اس حدیث سے مختار مدعا علیہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعی طور پر امکان نبوت ثابت کرنا ہے مگر اس کے متن میں لفظ (لو) موجود ہے۔ اور اس
کے قرآن پاک سے متعدد حوالہ پیش کر کے گواہ ملا سے ۸/ مارچ میں سوال کیا گیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ
لو جس جگہ داخل ہوتا ہے۔ اکثر وقوع نہیں ہوتا۔
اس طرح دوسرا گواہ بھی اس کے فرضی طور پر استعمال کا مؤید ہے۔ لہذا یہاں ایک فرضی صورت ہے جس سے
امکان یا وقوع مقصود نہیں۔ قرآن پاک اور احادیث میں اس کی مثالیں بکثرت ملینگی۔ اور اگر یہاں لو عاش ابراہیم
الخ سے امکان نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختار مدعا علیہ کے طرز پر لیا جاوے۔ تو یہ آیت

لو کان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا میں خدا کے سوا اور دوسرے معبودان حق کا بھی امکان نکل آئے گا۔ اگر یہ عذر کیا جاوے۔ کہ دوسرے دلائل توحید واضح اور قطعی موجود ہیں۔ تو ادھر بھی گذارش ہے۔ کہ ختم نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر موجود ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے ایک لمحہ کے واسطے کوئی مسلمان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امکان نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے لفظ سے جو عموماً اور اکثر فرضی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ امکان کے معنی تمام قرآن وحدیث واجماع کے خلاف لینا درست نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ محض فرضی ہے۔ امکان میں نص نہیں۔ بخلاف لا نبی بعدی وغیرہ کے جو امتناع کے واسطے نص قطعی ہیں۔

اور مرزا صاحب کو بھی قبل دعویٰ مسلم ہیں پس یہ امکان نبوۃ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح دلیل نہیں ہو سکتی۔

مفصل اصل بحث ملاحظہ ہو۔

تاویلات مختار مدعا علیہ

خلاصہ تاویلات جن کو پہلے شبہ کا جواب کا عنوان دیکر جوابی بحث میں لکھا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ بلکہ جیسے لو انہم صبروا الآیۃ لو عاش لاعتقت اسی طرح ہے

(۲) مقام مدح میں محال اور ناممکن الوقوع شئی سے فضیلت کا اظہار عبث نہیں۔ جیسے ایک ایف اے پاس پاس شدہ کی وفات پر کہا جاوے۔ کہ اگر یہ زندہ رہتا۔ تو ضرور بی اے پاس کر لیتا۔ اس سے ہر عاقل وفرزانہ یہ سمجھے گا۔ کہ بی اے کوئی درجہ ہے۔ جیسے وفات شدہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہ کر سکا۔ نہ یہ کہ بی اے کوئی درجہ نہیں۔ اس کا حصول ناممکن ہے۔

(۳) یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ نبی کی اولاد بھی ضرور نبی ہو۔ کہ ان کی وفات کی علت نبی نہ ہو سکنا قرار دیا جاوے

(۴) اگر یہی وجہ وفات کی تھی۔ تو ان کو پہلے سے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہو جاوے۔

(الجواب)

اولاً ہم اس حدیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہ جواب تو آپ کے اصول پر صحیح تسلیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ مغالطہ نہ ہو۔

دوسرے مفصل ومرتب جواب یہ ہے کہ

تاویل ملا یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ الخ

الجواب

کلیہ نہ سہی اکثریہ تو مختار مدعا علیہ کو بھی بحیثیت گواہ مدعا علیہ مسلّم ہے۔ لہذا جب کہ عدم امکان احتمال اکثریہ پیدا ہو گیا تو یہ مدعا کے واسطے ناطق اور نص صریح نہ ہوا۔ کیونکہ یہاں تو احتمال اکثری موجود ہے۔ ادنیٰ احتمال بھی استدلال کو باطل کر دیتا ہے۔ کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ احتمال پیدا ہونے سے استدلال باطل ہو جاتا ہے پھر یہ احتمال نہ اکثریہ احتمال ہے۔ بلکہ قرآن پاک، احادیث صحیحہ اقوال سلف وخلف بلکہ اجماع امت کی اس کے ساتھ تائید موجود ہے۔ پس ایک آدھی مثال میں وقوع بھی مان لیں۔ تو بھی استدلال اور اثبات مدعیٰ میں نص نہیں ہو سکتا۔ یہی ہمارا مدعا تھا جواب بن نہ آیا۔ مغالطہ دہی کی ناکام سعی شروع کر دی۔

(۲) مقام مدح میں محال اور ناممکن الحصول شئے سے فضیلت کا اظہار عبث ہے۔ الخ

الجواب

سبحان اللہ! قاتل علم معانی و بلاغت کے خلاف دانستہ یہ بات مختار مدعا علیہ نے کہدی ہے۔ اس میں نہ تو صرف مدح بلکہ کمال مدح ہے۔ کہ ممدوح کے اندر وہ کمالات دو بیعت تھے کہ اگر وہ نہ ہوتے سب تو سب کچھ انسانی فضائل حتیٰ کہ ناممکن حصول فضیلت بھی حاصل کر لیتے۔ پس کا اب حاصل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے لیے اُسی متنبّی کا قول پیش ہے جس سے مختار مدعا علیہ نے بحیثیت گواہ استناد کیا ہے۔ اور اپنی دلیل میں لایا ہے۔ سہ

ولو طائر ذو رجا فرقبلہا

لطارت ولکنہا لم یطیر

کہ اگر ٹاپوں والا جانور اڑ سکتا۔ تو یہ بھی گھوڑا اڑتا۔ مگر ٹاپوں والا اڑا نہیں کرتا۔ دیکھئے مقام مدح میں مبالغہ فی المدح کے واسطے ناممکن الحصول فضیلت پیش کی ہے۔

معانی کی کتب کا مطالعہ فرمایا جاوے۔ بے شمار امثلہ اس قسم کے موجود ہیں۔ بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اسی قبیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فضیلت میں لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔ ۔ ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر بن الخطاب ہوتے حالانکہ لا نبی بعدی سے ہر قسم کی نبوت ملنے کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں جنہیں بخوف طوالت ذکر نہیں کرتا اور نہ یہ جواب میری بحث کے مطالعہ کے بعد قابل التفات ہی رہتا ہے۔

میں نے بعینہ اس جیسی ایک مثال شعر سے اور ایک مسلّم فریقین صحیح حدیث پیش کر دی ہے۔

باقی یہ کہنا کہ ایک اے پاس شدہ کی صورت پر یہ کہا جائے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور بی اے پاس کرتا یہ اس درجہ کے حصول کا امکان پایا جاتا ہے۔

اولاً تو سابق جواب اس کے واسطے کافی ہے مزید وضاحت کے واسطے مختصراً گذارش ہے کہ اس تعبیر میں اس کی استعداد بی اے پاس کر سکنے کا اعتراف ہے کہ اگر زندہ رہتا تو اس کی استعداد بی اے پاس کر سکنے کی تھی ہاں اگر کلاس ہی توڑ دیا گیا اس میں اس کے کسب و استعداد کو کوئی دخل نہیں نہ اس کی فضیلت میں کوئی فرق آتا ہے۔

جیسے کہ حضرت فاروق اعظم میں کمالات نبوت بدرجہ اتم موجود تھے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو فاروق اعظم نبی ہوتے (لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب)

مگر یہ کلاس ہی توڑ دیا گیا یہ دروازہ ہی خاتم النبیین لا نبی بعدی اور لا نبوۃ بعدی انقطعت النبوۃ والرسالۃ سے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہیں لو عاش ابراھیم الخ اگر بالفرض صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ مطلب ہوگا کہ کمالات نبوۃ ان میں موجود تھے اگر وہ زندہ رہتے تو نبوت کے حقدار ہوتے لیکن اپنی استعداد کی وجہ سے باں انسداد باب نبوۃ اس کو ضرور مانع ہے سو اس میں ان کے کمالات کی کوئی تنقیص نہیں میرے خیال میں یہ جواب بہت کافی ہے اور دراصل میں نے اسے اصل بحث میں واضح کر دیا تھا مگر مختار مدعا علیہ نے بلفظہ باوجود جواب ہو جانے کے شہادت سے پھر نقل کر دیا یہی قصہ تقریباً اور تمام مباحث میں کیا گیا ہے۔

ع۔ نبی کی اولاد کا نبی ہونا کیا ضروری ہے الخ

(الجواب)

یوں ہی مسلمان بھی کہتے ہیں کہ نبی کی امت سے نبی ہونا کیا ضروری ہے مگر مرزا صاحب کے مرید یہ جواب دیتے ہیں کہ پہلی امتوں میں نبی ہوئے ہیں۔ لہذا اگر ضروری نہ ہو اگر ایک فضیلت ضرور ہے جس کا نہ ہونا ایک قسم کی تنقیص ہے یہی جواب اس کا خیال فرمائیں کہ نبی کا بیٹا نبی ہو نا ضروری نہیں مگر فضیلت ضرور ہے اور اسے مقام فضیلت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم) مقام مدح میں نبی کا بیٹا نبی ہونا مذکور ہے۔ (بخاری شریف)

پس گو نبی کے بیٹے کا نبی ہونا ضروری نہ سہی مگر اس میں فضیلت ضرور ہے کہ دیگر انبیاء کو یا ان کی اولاد کو یہ شرف ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مل سکے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور باب نبوت آپ پر مسدود ہو چکا تھا پس اس کی تلافی باری تعالیٰ نے یوں فرمائی کہ انہیں قبل سن نبوت وفات دیدی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ان کے کمالات نبوت سے متصف ہونے کا اعلان کرا دیا کہ لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا جس کی شرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ موضوعات

برکت ہے اس سے بڑھ کر محبوبیت کیوں محروم ہے اللہ تعالیٰ اور دوبارہ بیٹا عطا فرمانی۔ پھر ان کی وفات پر بھی طعنہ زن تھے کہ محبوب خدا کو یہ صدمہ کیونکر پہنچا؟ اس کا جواب ہے: نگاہ رسالت سے یہ دونوں باتیں کو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔

اور یہ بھی ایک نکتہ ہے اللہ کے راز و نیاز اور اسرار اللہ کے سوا مخلوق کی قدرت نہیں کہ سمجھ سکے اور نہ ہم ان علل و نکات و حکم کے مکلف ہیں۔ بہرحال مکمل اس کا جواب ہو گیا اور اچھی طرح وضاحت ہو گئی اس حدیث سے امکان نبوت بعد خاتم النبیین کے معنی مختار مدعا علیہ کے نزدیک ان کے مطابق سے لینا نہ صرف غلطی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ (معنا بھی یہ حدیث مثبت مدعا نہیں۔)

اس سلسلہ میں مفصل دلائل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں جن کا اعادہ نہیں کرتا۔

مختصر یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب جو مختار مدعا علیہ پیش کرتا ہے وہ محض غلط ہے کیونکہ وہ صحابہ کرام جو وقت وفات صاحبزادہ ابراہیم وہاں موجود تھے وہ بھی یہ مضمون نہ سمجھے حالانکہ بالاتفاق صحابہ اکرام امت سے بہتر ہیں بلکہ وہ بالکل اس مضمون کے خلاف اظہار فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ حدثنا اسماعیل ؟

وہیں صاحب۔ یعنی اسماعیل راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی صحابی سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں صغر سنی میں وہ فوت ہو گئے تھے اور اگر اللہ کے فیصلہ میں کسی کا نبی ہو سکنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے مگر فیصلہ الٰہی جاری ہے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔

(بخاری شریف)

پس تمام صحابہ کے خلاف اس حدیث کا یہ غلط مطلب لینا کیونکر درست ہو گا۔

مختار مدعا علیہ کی رکیک تاویل اور صحابہ کرام کی شان میں گستاخی

(خلاصہ تاویلات)

(۱) محقق نہیں ہے کہ ابراہیم صحابی صحبت نہیں۔

(۲) ابن ابی اوفی کا قول حجت نہیں کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔

(۳) صحابی فہم القرآن اور حدیث میں غلطی کیا کرتے تھے۔ بعض امثلہ بزعم خود اس کے متعلق۔

(۴) قول عائشہ اس مفہوم کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

اجمالاً۔ اولاً یہ گذارش ہے کہ اس کے یہ کہدینے سے کہ صحابہ فہم قرآن اور حدیث میں غلطی کرتے ہیں اصل مدعا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شخص اسے تسلیم بھی کرے تو اس سے کیا یہ ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ جو مطلب خود ساختہ امکان نبوت پیش کرتا ہے جس کا موید تیرہ سو سال میں ایک متنفس بھی نہیں وہ درست ہو جائیگا اور عیاذاً باللہ صحابہ تو مطلب بزعم مختار مدعا علیہ قرآن اور حدیث کو صحیح نہ سمجھتے ہیں مختار مدعا علیہ کو کیا حق حاصل ہے کہ کہے کہ میں صحیح سمجھتا ہوں نیز مختار مدعا علیہ تو بزعم اپنے نبی کے خود بھی صحابی ہے کیونکہ وہ فرماگئے ہیں :

فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سید المرسلین ۔ خطبہ الھامیہ"

کہ جو میری جماعت میں شامل ہوا وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں داخل ہو گیا پس یہ بھی تو اسی غلطی کرنے والی جماعت میں شامل ہو گئے۔

۱۔ مخفی نہیں کہ فہم صحابی حجة نہیں۔

(الجواب)

یہاں اس بحث میں میں اس وقت نہیں الجھتا کہ فہم صحابی کہاں حجت ہے۔ کہاں نہیں اور اس کے کیا معنی ہیں۔ میں تو یہ صرف گزارش کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی قطعی آیات احادیث مرفوعہ صحیحہ قطعیہ متواترہ اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کے موافق یہ فہم ابن ابی اوفیٰ صحابی ہے اور انہوں نے تائید میں اسی مسلم فریقین حدیث لا نبی بعدی یا بعدہ کو پیش کیا ہے۔ پس اس کے رد کے معنی نہ صرف ان کی تحقیق بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ امت اور قرآن پاک کے رد کرنے کے ہیں۔

اور مختار مدعا علیہ کا صرف یہ کہدینا کہ مخفی نہیں، کوئی دلیل تو نہیں جب تک کوئی اپنا مؤید حوالہ قواعد اصول حدیث سے نہ پیش کریں اور وہ یہ نہ کر سکا۔

(۲) نیز یہ مضمون کہ صاحبزادہ کی وفات بوجہ انسداد باب نبوۃ ہے۔ صرف انہیں سے منقول ہے۔ اس کے خلاف کوئی ایک صحابی کی آواز نہیں پس ایسا غیر مختلف فیہ مضمون کیونکر حجت نہ ہوگا۔

مزید براں مختار مدعا علیہ کا اپنا مطلب تو اپنی اثبات مدعا میں صریح اور حجت نہ رہا۔ لہذا یہ حدیث اُن کے واسطے تمام صحیح احادیث کے خلاف اپنی معنی میں صریح اور حجت نہ بن سکی۔

۲۔ ابن ابی اوفیٰ کا قول حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف صحابی کا قول موجود ہے۔

(الجواب)

یہ مغالطہ دینے کے واسطے ہے۔ ورنہ کسی ایک صحابی سے اس بارہ میں اس مضمون کے خلاف ضعیف سے

ضعیف اور موضوع تک روایت نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ نے شہادت سے بحث تک پیش کی۔

ستر صحابی فہم قرآن و حدیث میں غلطی کرتے ہیں۔

(الجواب)

محض غلط ہے۔ صحابہ اذکیا امت سے ہیں۔ اور احادیث و نزول قرآن کے عینی شاہد اور مختار مدعا علیہ جس مثال سے مغالطہ دینا چاہتا ہے۔ وہ محض ناواقفی پر مبنی ہے۔ نہ اس کا وہ مطلب ہے جو سمجھ رہا ہے۔ اس سے کسی نے قول صحابی کا حجت نہ ہونا نکالا اور اگر ان کا قول حجت نہ رہے تو سارا دین ہاتھ سے جاتا ہے۔ کیونکہ تمام دین کے اولین شاہد صرف صحابہ کرام ہیں اور اصول ہے کہ جس بات کو غیر معتبر ثابت کرنا ہو تو اس کے گواہوں کو مجروح کر کے غیر معتبر ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔

ستر قول عائشہ اس مضمون کے خلاف موجود ہے۔

(الجواب)

محض جھوٹ اور افترا اور بہتان ہے کہیں ذخیرہ حدیث میں حضرت صدیقہ کا ایک قول بھی اس مضمون مخصوص کے متعلق منقول ہی نہیں۔ پھر جانے کہ مخالف و موافق اگر مختار مدعا علیہ اس سے وقولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدی سمجھ رہا ہے تو یہ غلط ہے وہاں تو اس مضمون کا پتہ ہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے علم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا فیصل شدہ ہے۔ اس لیے صاحب زادہ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ بلکہ اس قول میں اس مضمون کا کوئی اشارہ بھی نہیں نیز ان کا یہ قول بے سند سے ثابت بھی نہیں نہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں یا صحاح ستہ وغیرہ میں اس کا وجود ہے نہ اس کے سوائے اس کے کوئی اور مطلب ہے کہ آپ کا لقب خاتم النبیین خدا کا دیا ہوا ہے وہی زبان سے کہو اور مقام مدح میں لا نبی بعدی کا لقب نہ استعمال کرو کیونکہ خدائی الفاظ مخلوق کی تعبیر سے زیادہ جامع ہیں اگر لا نبی بعدی میں صرف خاتمیت زمانی ہے تو خاتم النبیین میں ذاتی اور زمانی دونوں موجود ہیں۔ مفصل بحث اپنی جگہ پر ان شاء اللہ آئے گی۔

غرض یہ قول بالکل بے ربط اور غیر متعلق ہے۔ پھر یہ کہنا کہ اگر یہ غلط ہوتا تو صحیح بخاری جیسی مستند و معتبر کتاب میں ابن ابی اوفیٰ رض کا یہ فیصلہ نقل نہ کیا جاتا۔

(الجواب)

پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس اثر ابن ابی اوفیٰ کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں ہے۔

اس کی تائید کے واسطے شہاب اور ملا علی قاری گو وہ مدعا علیہ کے نزدیک بھی امام حدیث یا جرح و تعدیل یا کم از کم حافظ حدیث بھی نہیں نیز قطع و برید کر کے یہ مطلب ملا علی قاری کی طرف منسوب کیا ہے ورنہ ان کا بھی صاف فیصلہ بالکل وہی ہے جو ابن ابی اوفیٰ صحابی کا ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ ہو "ولو عاش و بلغ اربعین وصار نبیا لزم ان لا یکون نبینا خاتم النبیین"

(موضوعات کبیر مجتبائی صفحہ ۵۹)

اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور چالیس سال کو پہنچتے اور نبی ہوتے تو لازم آتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں۔ بالکل وہی مضمون ہے۔ جو صحابی نے نقل کیا۔ یہ حوالہ گزر چکا ہے۔

بس یہاں قطع و برید کر کے صرف مختار مدعا علیہ بنا لفرو سے کر بیسے بزرگ پر بہتان باندھنا چاہتا ہے ورنہ نہ صرف اسی ایک رسالہ میں یہ ہے جس کا موضوع بحث بیان عقائد نہیں بلکہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری جو عقائد میں ہے نیز مرقات جو شرح حدیث ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی آخری نبی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کا مدعی نبوت کافر ہے ملاحظہ ہو حوالہ شرح فقہ اکبر پیش کردہ گواہ مدعیہ ملا و ۲۰ و ۲۰ نیز مرقات تحت شرح لا نبی بعدی مفصل جوابات اپنے اپنے محل پر آئینگے۔ ان شاء اللہ تعالٰے۔

جو میں نے پیش کیا ہے دراصل یہی حق ہے

ممکن ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ مرزا صاحب کی عداوت کیوجہ سے از راہ تعصب مسلمان یہ مطلب لیتے ہیں اس لیے میں ایک نہایت ہی معتبر و مستند احمدی کا حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے مختار مدعا علیہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا کیونکہ مرزا صاحب نے ان کی بے حد تعریف کی ہے اور کوئی معمولی و غیر مسلم بھی نہیں نہ صرف احمدی بلکہ امیر جماعت احمدیہ جناب محمد علی صاحب ایم اے۔

اپنی کتاب آخری نبی کے صفحہ ۱۲ سے ۱۳ صفحہ قلاں پر اسی حدیث کے متعلق باوجود مرزا صاحب پر ایمان لانیکے مندرجہ ذیل تحقیقات پیش فرماتے ہیں۔

عبارت رسالہ آخری نبی

اب میں میاں صاحب کی اس شہادت کو لیتا ہوں یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے لو عاش ابراھیم لکان صدیقًا نبیا۔ پہلا سوال یہ ہے کہ کیا اس سے میاں صاحب کے خاتم النبیین کے معنے حل ہو گئے کیا اس حدیث نے بتا دیا کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگ نبی بنایا کرینگے اگر نہیں اور یقینًا نہیں تو اس کے پیش کرنے سے کیا حاصل انہیں تو اجماع کے خلاف رسول کریم کی وہ آواز پیش کرنی چاہیئے جو ان کے معنے کو صحیح ثابت کرے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ یہ روایت کوئی ایسی اعلیٰ پایہ کی نہیں اول تو صرف ابن ماجہ کی روایت ہے اور کسی کتاب میں نہیں۔ دوسرے اس کے راویوں میں ابو شیبہ ابراہیم ہے جسے متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے، ایسی کمزور حدیث کو اس قدر اعلیٰ پایہ کی احادیث کی تردید میں پیش کرنا سخت جرأت ہے۔

تیسری بات قابل غور یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد کیا ہے۔ اتنا تو میاں صاحب کو مسلم ہے کہ یہ فرض کے

طور پر ہے مگر میاں صاحب ایک قانون اپنے دماغ سے بنا کر سب سے پہلے اسے منوانا چاہتے ہیں کہ جو باتیں ذاتی
میں ناممکن ہوں ان کو شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے۔ سب سے مشکل میاں صاحب کی تحریر کے جواب میں یہی ہوتی ہے کہ وہ
بغیر کسی بات کی پرواکرنے کے قانون بناتے چلے جاتے ہیں مریدوں کی کیا جرأت کہ دریافت کریں کہ یہ قانون کہاں
لکھا ہوا ہے بفرض محال یا بفرض نقیض وغیرہ میاں صاحب اور ان کے مریدوں نے استعمال کیا ہوگا مگر جب میاں
صاحب نے کہہ دیا۔ جو بات نہ ہوتی ہو وہ شرطیہ طور پر بھی نہیں کہہ سکتے تو مریدین بھی دم بخود ہیں مرید کی کیا مجال کہ سوال
کرے، قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم تو کیا قرآن شریف میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے، کہدے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے عذاب سے
ڈرتا ہوں تو کیا میاں صاحب کے نزدیک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالے کی نافرمانی کرنا ہی ممکن تھا۔
لئن اشرکت لیحبطن عملك اگر تو شرک کرے تو تیرا عمل حبط ہو جائے، تو کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا
بھی ممکن تھا۔ ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اگر رحمن کا بیٹا ہوتا تو خدا کا بیٹا ہونا
بھی ممکن ہے اور سب سے بڑھ کر لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا اگر زمین و آسمان دونوں میں سوائے خدا کے
معبود ہوتے تو ان کا نظام بگڑ جاتا تو کیا اور خدا ہونے بھی ممکن ہے اس حدیث کے الفاظ بالکل اس آیت کے مطابق ہیں
تو جیسے آیت میں یہ بتایا کہ جس طرح فساد کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح دو خدا کا ہونا بھی ناممکن ہے اس طرح حدیث میں بتایا
کہ جس طرح آنحضرت کے بعد نبی کا ہونا ناممکن ہے اسی طرح خود ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن تھا میاں اتنا ہی غور کر
لیتے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ حضرت ابراہیم فوت ہو چکے تھے اگر حضرت ابراہیم کی زندگی
میں ایسے لفظ فرماتے تو کہا جا سکتا تھا کہ لو جیسے ان دو محض شرطیہ ہے لیکن جب حدیث صاف بتاتی ہے کہ ابراہیم کی
وفات کے بعد آپ نے فرمایا تو اس سے خود ظاہر ہے کہ اس وقت فرمایا جب یہ ثابت ہو چکا کہ ابراہیم کا زندہ رہنا ناممکن
تھا لیکن جب رہی ناممکن ہے تو لو کان نبیا خود ناممکن ہوا اور میاں صاحب نے محض اس حدیث سے اپنا مطلب نکالنے
کے لیے تو شرط کے لیے قرار دیا ہے حالانکہ لو امتناع کے لیے بھی آتا ہے تو کیا سے وہ لینگے جس سے یہ حدیث بھی
دوسری حدیثوں کے مطابق ہو جائے یا وہ جس سے اعلیٰ پایہ کی حدیثیں ردی کی ٹوکری میں پھینکنی پڑیں۔
چہارم ابن ماجہ نے اس روایت سے پیشتر عبداللہ ابن ابی اوفی کا اثر بیان کیا ہے۔

قال مات وھو صغیر ولو قضی ان یکون بعد محمد صلعم
نبی لعاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہٗ یعنی (ابراہیم نے) وفات پائی
اور وہ چھوٹا تھا اور اگر یہ مقدر ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہو تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد
کوئی نبی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ابوشیبہ والی روایت میں الفاظ ٹھیک محفوظ نہیں رہے اس دوسری روایت

کو بخاری نے بھی لیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے۔ میاں صاحب خوب جانتے ہیں کہ احادیث قصص ایسی محفوظ نہیں جیسی وہ احادیث جن کا تعلق عقائد و اعمال سے ہے تو ایک متروک راوی کی حدیث کو لے کر اس پر اس قدر زور دینا اور پھر اس کے معنے بھی بجائے دوسری احادیث کے مطابق کرنے کے ان کے خلاف نکالنا اجتہاد نہیں کہلا سکتا یہ غرض پرستی ہے غلطی تو بلا شبہ ہر شخص کو لگ سکتی ہے اور راوی کا استدلال بھی غلط ہو سکتا ہے مگر یہاں عمداً چالیس احادیث کی شہادت کو چھپا کر سب اعلیٰ پایہ کی احادیث کو ایک متروک الحدیث راوی کی حدیث سے رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اجتہادی دیانت داری کے خلاف ہے۔ نووی جیسے امام نے اس حدیث کو جرح کیا ہے اور ابن عبد البر نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کا راوی متروک الحدیث ہے تو اول حدیث ایسی مجروح اور پھر اس کے معنے صاف کرنے کے لیے دوسری روایات موجود جن میں صاف لفظ ہیں کہ اگر یہ مقدر ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہے تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہو سکتا بایں ہمہ صرف ان کے خلاف بلکہ دوسری حدیث صحیحہ کے خلاف جو تواتر کی حد تک پہنچ گئی ہیں میاں صاحب نے اس کے معنے کر کے اپنی مطلب برآری کے لیے اخفاء حق سے کام لیا ہے۔

ہم نے کہا ہے کہ حدیث مجروح ہے اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو معنے صاف ہیں یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر تھا تو ابراہیم کا زندہ رہنا اس معنے کی تائید میں بخاری اور خود ابن ماجہ کا اثر پیش کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر قرآن شریف کی آیت لو كان فيهما آلهة الا الله لفسدتا پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ کیوں اتنا غلط ہے پھر اس ایک اکیلی حدیث کے معنے چالیس حدیثوں کے خلاف نہیں کیے جا سکتے بلکہ اس معنے کے جو میاں صاحب کرتے ہیں بالکل خلاف دوسری حدیث پڑی ہوئی ہے لو كان بعدی نبی لكان عمر اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر رضہ ہوتا۔ تو یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا اور دوسری طرف یہ فرمائیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا اگر ابراہیم زندہ رہ کر نبی ہو سکتا تھا تو حضرت عمر رضہ باوجود زندہ رہنے کے نبی کیوں نہ ہوئے اور اگر یہ کہا جائے کہ نبوۃ بھی گدی کی طرح خاندانی ورثہ ہوتی ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضہ کے متعلق یہ الفاظ کیوں استعمال فرمائے۔ پس ابراہیم کا زندہ رہنا اور نبی ہونا ممکن تھا تو حضرت عمر رضہ جو زندہ رہے تو ضرور تھا کہ نبی ہوتے اور اس حدیث لو كان بعدی نبی لكان عمر کو میاں صاحب نے صحیح تسلیم کر کے حسب ذیل جواب بھی دیا تھا۔ جواب شاید یاد ہو "اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ہی آپ کی جماعت کو سنبھالنے کے لیے کسی نبی کی ضرورت ہوتی جس طرح حضرت موسےٰ کے بعد تھی تو حضرت عمر رضہ ہی آپ کے بعد نبوت کے مقام پر ترقی پاتے لیکن چونکہ آپ ایک ایسی جماعت کو تیار کر کے رخصت ہونے والے تھے جو اپنی نیکی اور تقوی میں حضرت موسےٰ کی جماعت سے کئی درجہ زیادہ تھی اور مکمل تھی اس لیے آپ کے بعد فوراً کسی نبی کی بعثت کی ضرورت نہ تھی"

تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ فوراً بعد نبی ہوتے جس کی بقول میاں صاحب ضرورت نہ تھی یا مسیح موعود کے بعد نبی بنتے کیونکہ تیرہ سو سال تک کسی نبی کی ضرورت پیش نہ آئی تھی اس کا جواب

غالباً یہی دیا جائے گا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد نبی کی ضرورت نہ تھی اس لیے ابراہیم فوت ہو گئے۔ تو پھر یہ ماننے میں کیا مصیبت پیش آتی ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق نبی کی ضرورت نہ تھی۔ اس لیے فوت ہو گئے اور اگر اس حدیث سے امکان نبوت ہی نکلتا ہے تو وہ فوراً بعد ہونے کا امکان ہے مگر فوراً بعد کوئی نبی نہ ہوا اب یہ فیصلہ میاں صاحب خود کر لینگے کہ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو آنحضرت نے یہ کیوں فرمایا۔

یہ تو حدیث کی شہادت ہے۔ میاں صاحب صرف ایک مجروح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے سارے اقوال کو جن کی صحت سے وہ بھی انکار نہیں کر سکتے رد کرنا چاہتے ہیں غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے یا خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کے خلاف میاں صاحب کے ہاتھ میں ایک تنکے کے وزن کے برابر بھی شہادت نہیں مگر اس تنکے سے وہ اس پہاڑ کو اڑانا چاہتے ہیں۔ جس پر اجماع امت کی بنیاد ہے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی وہ معنی خاتم النبیین کے نہیں کئے گئے جو میاں صاحب کرتے ہیں۔ تو اگر ایک مجروح حدیث میاں صاحب نے بہت سی صحیح احادیث کے خلاف پیش بھی کر دی تو کیا اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ میاں صاحب حق بجانب ہیں وہ تو اس وقت حق بجانب ہوں گے جب چالیس نہ سہی چار نہ سہی ایک ہی حدیث اور حدیث نہ سہی ایک ہی قول کسی صحابی کا پیش کر دیں کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ شخص جس کے اتباع سے آئندہ لوگ نبی بن جایا کرینگے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ قیامت تک بھی کتابوں کی ورق گردانی کریں تو بھی ایک کمزور سے کمزور بلکہ موضوع حدیث تک بھی اپنے معنی کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے اور جب تک وہ پہلے ایسی حدیث پیش نہیں کرتے اس وقت تک ان کا اعلیٰ پایہ کی ایک دوسرے کی مؤید حدیثوں کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا یا ان کی طرف توجہ تک نہ کرنا دین میں رخنہ اندازی ہے پہلے آپ نے ساری نظر آنوں کو اس قدر تلاش میں لگائیں کہ ایک حدیث کہیں سے خاتم النبیین کے ان معنوں کو بیان کرنے والی نکال لاؤ جو انہوں نے ایجاد کئے ہیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں آئیں ورنہ اپنے ایمان کی فکر کریں کہ اپنی رائے کے اتباع میں وہ رسول خدا کے الفاظ کو کس طرح عمداً پیٹھ کے پیچھے پھینک رہے ہیں۔

"خاتم النبیین کے صحیح معنے"

اس ہیڈنگ کے تحت مختار مدعا علیہ نے اُن مستند و معتبر و مسلم علم لغات کے حوالے مغالطہ دے کر بیکار ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے جو اس امر میں نص قطعی تھی کہ اصل و حقیقی معنے خاتم کے خواہ بفتح التاء پڑھا جائے یا بالکسر آخر کے آتے ہیں اور خصوصیت سے اس لفظ خاتم النبیین میں تمام ماہرین فن لغت کا فیصلہ قطعی ہے کہ اس کے معنے یہاں زینت یا مہر کے نہیں بلکہ آخر الانبیاء کے ہیں اور ماہرین فن لغت کا فیصلہ معتبر ہو سکتا ہے نہ مختار مدعا علیہ کی رائے خود مرزا صاحب تصریح فرماتے ہیں کہ۔

"ہر ایک فن میں اس کے ماہر کی شہادت معتبر ہوتی ہے" (حاشیہ برکات الدعا صفحہ ۱۲)

ائمہ لغت کے فیصلہ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل آٹھ (۸) لغت کے حوالے پیش کئے گئے ہیں۔

(۱) قاموس (۲) منتہی الارب (۳) مجمع البحار (۴) منجد (۵) مفردات (۶) محیط القطر اور دیگر کتب مذکورہ گواہ نمبر ۱ کے سامنے ۸؍ مارچ سنہ ۳۲ء اور گواہ نمبر ۲ کے سامنے ۱۵ مارچ سنہ ۳۲ء میں پیش ہو چکی ہیں۔

البتہ مفردات امام راغب اصفہانی صرف گواہ نمبر ۲ کے سامنے ۲۲؍ مارچ کو پیش کی گئی اور اس کا یہ بھی اقرار موجود ہے کہ یہ صرف معانی قرآن کی لغت ہے۔

یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ اس جیسی کتاب مفردات قرآن اور اس کے لغات میں روئے زمین پر نہیں لکھی گئی۔

ان تمام کتب میں یہ نہیں کہ صرف خاتم یا خاتِم کے معنے بتا دئے ہوں بلکہ ترجمہ کے ساتھ عرب کا محاورہ بھی پیش کر رہا ہے جس شرط کے لحاظ سے تمام کتب لغت معتبر ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ سنہ ۳۲ء۔

"وہ شرط یہ کہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت کسی عرب کے کلام یا محاورہ سے استشہاد پیش کریں اور بطور سند پیش کریں۔"

اصل عبارت قاموس وغیرہ ملاحظہ ہوں سب میں خاتم القوم، خاتِم القوم وغیرہ کے محاورہ پیش کر کے آخر کے معنے بتائے ہیں۔

ان کے ساتھ دو ایسے حوالے بھی پیش ہیں جن کا مسلّم ہونا مرزا صاحب اور گواہ مدعا علیہ کو بھی مسلّم ہے جیسے لسان العرب و تاج العروس ملاحظہ ہو جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۶ مارچ سنہ ۳۲ء

"دو بڑی بڑی ڈکشنریاں لسان العرب و تاج العروس ہیں"

دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ یہ کتابیں جس طرح مشہور زیادہ ہیں اُسی طرح معتبر بھی ہیں کیونکہ یہ صحیح اور بڑی ہیں "مسلم علیہ" ناریخ ستمبر
مرزا صاحب مفن الرحمن ملک حاشیہ میں نہ صرف ان دونوں کتابوں کو معتبر بلکہ نہایت معتبر بتاتے ہیں۔
"لسان العرب اور تاج العروس جو لغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں"
پس ایسی مسلم و معتبر کتب کے حوالہ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں کہ اس میں تامل کیا جائے۔

(۱) لسان العرب میں خاتم کے معنے آخر کے لیے ہیں اور اس کے واسطے محاورہ عربی بھی پیش کیا ہے ملاحظہ ہو
ختام القوم وخاتمهم وخاتمهم آخرهم وخاتم النبيين اى آخرهم
قال وقد قراء خاتم (لسان العرب) یعنی خاتم القوم وخاتمهم وخاتمهم کا محاورہ پیش کر کے یہ بتایا کہ خاتم بالکسر یا بالفتح جب بھی قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہوگا۔ تو اس محاورہ کی رو سے اُسکے معنے آخر کے ہوں گے۔ اسی محاورہ کی رو سے خاتم النبیین کے معنے بھی آخری نبی کے بتائے کیونکہ یہاں بھی خواہ خاتم بالفتح ہو یا بالکسر جماعت کی جانب مضاف ہے۔

(۲) تاج العروس الخاتم آخر القوم، الخاتم وخاتم النبيين اى اخرهم
اس کے بعد گواہ مدعا علیہ یا اس کے مختار کا یہ کہنا کہ خاتم بفتح التاء کے اصل معنے عربی زبان میں مہر ہے یا انگوٹھی کے ہیں محض ادعا باطل ہے کیونکہ خاتم کے اصل معنے آخر کے بھی ہیں جیسا کہ لسان العرب اور تاج العروس کے حوالوں سے بھی ظاہر ہے۔

"خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ"

(۱) خاتم کے معنے میں مضاف و مفرد کا فرق ناقابل التفات ہے۔
(۲) مضاف کے معنے کے واسطے بھی مفرد کے معنے دیکھے جائینگے۔
(۳) گواہ مدعیہ نے ۱۹ راگست پر جواب جرح کہا کہ لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح التاء مہر کے معنی میں بھی ہے۔
(۴) آپ صلے اللہ علیہ وسلم مہر یا انگوٹھی نہیں بلکہ زینت و احاطہ وغیرہ وجہ شبہ ہے۔
(۵) اور کمال کے اظہار کے لیے لغت عرب اور دوسری زبانوں میں خاتم وخاتم کا لفظ بکثرت مستعمل ہے اور پھر یک ختم الولایۃ اور رسالہ مجمع القریض بخاتم الشعراء وفیات الاعیان سے پیش کیا ہے۔
(۶) وجہ شبہ مہر بمعنے تصدیق ہو۔

(۷) ختم خاتم کے معنے علامہ کے بھی ہیں۔ حوالہ مجمع البحار وغیرہ
اگرچہ اوپر کی تحقیقات کے بعد ان تاویلات کی طرف توجہ بیکار ہے پھر بھی مختصر جواب ترتیب وار درج ہے۔

(جواب ۱)

مضاف و مفرد کا فرق اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک مفرد کے متعدد حقیقی و مجازی معنے میں سے ایک کی تعیین ہو جائے۔ اسی تعیین کے واسطے لسان العرب وغیرہ میں محاورہ پیش کیا ہے۔ اور تمام محاورات کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہے کہ لفظ خاتم کے مفرد یا کسی وحدات یا شخص کی طرف منسوب ہو کر انگوٹھی کے معنے دیتا ہے۔ مگر قوم و جماعت کی طرف منسوب ہو کر حقیقۃً آخر کے معنے میں ہوتا ہے مجازاً خاتم المحدثین و خاتم المفسرین وغیرہ دوسرے معنے میں بھی مستعمل ہے۔

اور یہ بات کسی حوالہ کی محتاج نہیں کہ مجازی معنے وہاں معتبر ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنے متعذر ہوں مگر ظاہر ہے کہ حقیقی معنے متعذر نہیں بلکہ ماہرین لغت کا فیصلہ موجود ہے کہ یہی آخر کے معنے یہاں مراد ہیں جیسا کہ اوپر گزرا اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی تاویلات قابل التفات نہیں کیونکہ اس کا شمار ماہرین لغت میں نہیں۔ اور بقول مرزا صاحب ہر فن میں اس کے ماہر کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے۔ پس ائمہ لغت کے فیصلوں کے مقابل یہ تاویلات ہرگز قابل وقعت نہیں۔

(جواب ۲)

مضاف کے معنی کے واسطے بھی مفرد کے معنی دیکھے جائیں گے۔ یہ درست ہے۔ مگر متعدد معانی سے ایک کی تعیین اضافت وغیرہ کے قرینہ سے ہوگی جیسا کہ اوپر عرض کر چکا۔

(جواب نمبر ۳)

مختار مدعیہ نے یہ نہیں کہا کہ صرف مہر کے معنی ہیں۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ مہر کے بھی معنی ہیں۔ اور جب متعدد معانی ہوں۔ تو محاورات و قرائن سے تعیین مراد کریں گے۔ اور لسان العرب و تاج العروس وغیرہ میں محاورات و قرائن سے معانی کی تعیین کی گئی ہے کہ جب قوم یا جماعت کی طرف منسوب ہو تو حقیقی طور پر معنی آخری کے ہوتے ہیں۔

(جواب نمبر ۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر و انگوٹھی کے معنی میں حقیقۃً مختار مدعا علیہ بھی نہیں مانتا بلکہ زینت و اعاطہ وغیرہ کے معنی میں مجازاً لیتا ہے۔ اور جب تک حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں مجازی معنی کسی کے کلام

میں نہیں لیے جا سکتے ۔ چہ جائیکہ باری تعالےٰ کے کلام میں ۔ یہاں مہر و انگوٹھی و تصدیق و زینت وغیرہ کے مجازی معنی جو مختار مدعا علیہ لے رہا ہے کہ حدیث یا قول صحابہ میں نہیں بلکہ محض مفسرین کی ذاتی رائے ہے ۔ جیسا کہ گواہ مدعا علیہ ملا نے ۸/ مارچ ۳۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے ۔ کہ خاتم النبیین کے معنی جو زینت کے کئے ہیں ۔ اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا البتہ مفسرین کا قول میری نظر سے گزرا ہے ۔ خاتَم کے معنی خاتم النبیین میں مہر کے لینا صحابہ کی تفسیر سے مجھ تک نہیں پہنچے ۔ بلکہ مفسرین کے اقوال ہیں بخلاف آخر النبیین کے معنی خود سید الانبیاءؑ نے لیا ہے ۔

انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم و انا آخر الانبیاء و مسجدی آخر المساجد الانبیاء و انا آخر النبیین فی البعث والھم ما خلق وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکے ۔

بہر حال حقیقی معنے اور وہ معنے جو تمام ائمہ لغت نے لیے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی معنے لیے مختار مدعا علیہ کی تاویلات رکیکہ کو باطل کرنے کے لیے کافی ہیں ۔

(جواب نمبر ۵)

اظہار کمال کے واسطے خاتم کا لفظ یقیناً مجازاً استعمل ہوا ہے غیر زبانوں سے یہاں استدلال فضول ہے ۔ عربی کے بک تختم الولایۃ میں تو خاتم کا لفظ نہیں بلکہ تختم ہے اور شعر میں ضرور خاتم ہے مگر مجازی معنے میں مستعمل ہے اور ہماری گفتگو اصلی اور حقیقی معنے میں ہے لہذا اولاً تو یہ غیر متعلق ہے ۔ دوسرے شاہد کے طور پر وہ محاورہ پیش کیا جا سکتا ہے جو مسلم اہل زبان کا ہو یہ شعر شعراء جاہلی یا اسلامی جن کا کلام بطور سند کے پیش ہو سکتا ہے اُن میں سے کسی کا نہیں ۔ بلکہ ایک متاخر شاعر کا ہے ۔ جو مُولّدین محدثین میں سے ہے اور اُس کا قول حجت نہیں ہو سکتا ۔

اس کا ثبوت کہ یہ شاعر مولدین و محدثین میں سے ہے یہ کافی ہے کہ یہ شاعر جس بزرگ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے یعنے ابی تمام حبیب بن اوس طائی وہ خود مولدین محدثین میں سے ہے ۔ ان کا کلام ہی حجت و قابل استدلال نہیں ۔ چہ جائیکہ جو اُن کے بعد ہو ۔

(۱) ملاحظہ ہو حاشیہ بیضاوی شہاب خفاجی جن کا معتبر ہونا گواہ و مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہے (ملاحظہ ہو بحث لو عاش ابراھیم)

علامہ خفاجی شعراء کے طبقات جاہلی مخضرمی اسلامی مفصل لکھ کر فرماتے ہیں کہ المحدثون وھم من بعدھم کابی تمام والبحتری ومتاخرون لمن حدث بعدھم من شعراء الحجاز والعراق لا یستدل بشعر ھولاء یا لاتفاق ۔ (بیضاوی ۔ مجتبائی صد ۱۸۴)

یعنے محدثون اور وہ وہی شعراء ہیں جو طبقات مذکورہ کے بعد ہوئے ۔ جیسے ابی تمام حبیب بن اوس طائی

اور تجری اور متاخرین جوان کے بعد ہوئے شعراء حجاز وعراق سے ان کے اشعار بالاتفاق استدلال و سند میں پیش نہیں ہو سکتے۔

(۲) سید احمد ہاشمی نے تاریخ لغت پر ایک شہرہ آفاق تصنیف لکھی ہے جس کا نام جواہر الادب ہے ادبیات وانشاء العرب کی ہے جس میں جلد ثانی کے شروع میں سند اور زبان کے محاورے معتبر و غیر معتبر نقل کئے ہیں ملاحظہ ہو ص ۲۵۵ پھر ص ۲۷۳ طبقات الشعراء "کا مستقل ہیڈنگ قائم کیا ہے جس میں جاہلی اسلامی مخضرمی طبقات نقل کر کے چوتھے نمبر پر محدثین مولدین کا ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں وھم الذین نشاءوا من فساد العربیہ وا متزاج العرب بالعجم یعنے محدثین اور مولدین وہ ہیں کہ جنہوں نے زبان کے خراب اور عربی و عجمی زبان کے اختلاط کے زمانہ میں پرورش پائی ہے۔ پس وہ زمانہ جن میں زبان اور محاورات میں فساد ہو چلا ہو۔ اُس کے محاورات یا اُس طبقہ کے کلام کا کیا اعتبار نہ بطور شاہد کے پیش ہو سکتا ہے نہ سند بن سکتا ہے۔

(۳) علامہ حسن چلپی حاشیہ مطول ص ۴۴۳ پر۔

شعراء کے طبقات مفصل نقل کر کے محدثین و متاخرین کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ "ولا ستشھاد بکلامھم" کہ ان کے کلام سے کسی محاورہ کا استشہاد نہیں ہو سکتا۔

پس مختار مدعا علیہ کی تمام طول وطویل تاویلات و بحث کا صرف ایک یہ جواب ہے کہ نہ یہ شعر معتبر ہے نہ اس شاعر کے کلام سے استشہاد و استدلال کیا جا سکتا ہے۔ اور مختار مدعا علیہ و گواہان مدعا علیہ اس غیر مستند و غیر معتبر ناقابل استناد استشہاد شعر کے علاوہ کوئی بھی کسی معتبر و مستند جاہلی مخضرمی اسلامی شاعر کا حوالہ یا کوئی محاورہ عرب اپنی تائید میں نہیں لا سکے بخلاف اس کے گواہان مختار مدعا علیہ نے لغتہ کی مستند کتابوں اور مرزا صاحب کی مسلم و معتبر لغت لسان العرب و تاج العروس سے محاورہ عرب پیش کیا ہے۔ جس کا کوئی بھی جواب مختار مدعا علیہ کے پاس نہیں۔ ادھر اُدھر کی بے ربط چیزوں سے وقت گزاری کی ہے جس کے جواب کے ہم مکلف نہیں۔

جب کہ یہ ثابت ہو چکا کہ یہ شعر اس لائق ہی نہیں کہ اس سے کلام عرب پر کوئی سند یا دلیل لائی جا سکے تو اس کے متعلق تمام بحث بیکار ولا طائل ہے۔ اور اگر یہ لائق استشہاد بفرض محال ہوتا تو بھی یہ بجائے گواہان مدعا علیہ یا مختار مدعا علیہ کے مدعیہ اور اس کے گواہان و مختار کو مفید ہوتا۔ کیونکہ شاعر نے اس شعر میں خاتم الشعراء بمعنے آخر الشعراء مُراد لیا ہے گو ادعائی سہی جو ہمارا دعوی ہے مہر با کمال یا زینت وغیرہ کے معنی ہرگز مراد نہیں لیے۔ اس قرینہ اور شاہد اس کا اگلا شعر ہے جو باوجودیکہ اس سے متصل اور معنوی تعلق رکھتا ہے مختار مدعا علیہ نے ذکر نہ کیا تاکہ شاعر کی مراد واضح نہ ہو جائے۔ اگلا شعر ملاحظہ ہو ے ماتا معا فتجا ودانی حضرة وکذلک کانا قبل فی الاحیاء۔

خاتم النبیین کی طرح ہے اور آخر النبیین کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عربی اعجازی کلام میں جو مدعا علیہ اور اُس کے فریق کو بلا اختلاف مسلم ہے اس کے بعد کسی اور محاورہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں اب جیسا کہ تمام مسلم لغات و محاورات عرب سے خاتم بفتح التاء کے معنی اصلی و لغوی و حقیقی آخر کے پیش کر چکا اور مرزا صاحب کے اعجازی کلام سے اس کی تائید پیش کر دی تو اس کے مجازی استعمال اور اس کے لیے چار وجوہ جو شبہ پیش کی گئی ہیں ان کے جواب کی ضرورت ہی نہیں بہر تقریر بالا سے یہ بھی واضح ہو گیا۔ کہ ان دلائل و براہین قاطعہ اور مسلم و معتبر حوالوں کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ زبان عربی میں خاتم بفتح التاء کا لفظ آخر کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا الخ محض ادعا باطل اور دعویٰ بلا دلیل ناقابل التفات ہے۔

(خاتم کے معنی آخر کے)

قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ نے صرف ایک حوالہ لسان العرب اور منتہی الارب سے پیش کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ خاتم القوم آخرہم لیکن جیسا کہ ہم نے محاورات اقوالات و استعمالات پیش کئے ہیں، ایسے نہیں ہیں کیونکہ مصنف نے اسے کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا۔

(الجواب)

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے آٹھ حوالے پیش کئے ہیں جن میں دو لسان العرب اور تاج العروس کے وہ تھے جنہیں مرزا صاحب مسلم اور نہایت معتبر مان رہے ہیں جیسا کہ جرح سے حوالہ گزر چکا ہے۔ مگر مختار مدعا علیہ کو وہ صرف ایک حوالہ معلوم ہوتا ہے۔ باوجودیکہ لسان العرب اور منتہی الارب دو کتابوں کے نام خود ہی لے رہا ہے پھر یہ کہنا کہ جیسا کہ ہم نے محاورہ پیش کیا ہے ویسا نہیں یہ لغو ہے کیونکہ وہ تو محاورہ قابل استناد اور حجت ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ مفصل گزر چکا یہ کہنا کہ یہ محاورہ تو ہے مگر کسی ادیب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ محض لغو ہے ڈکشنریوں اور لغت کی مستند کتابوں میں جو بھی محاورات نقل کئے ہیں وہ سب معتبر و مسلم اہل زبان کے ہوتے ہیں۔

ہر محاورہ کے واسطے ادیب کا نام پیش نہیں کیا جاتا۔ لسان العرب اور قاموس اور تاج العروس میں صرف محاورات ہی محاورات مندرج ہیں۔ اور یہ التزام ہے کہ یہ تمام مسلم اہل زبان کے ہیں آج تک کسی نے ایک محاورہ پر کلام نہیں کیا ان کا صرف محاورہ نقل کرنا یا یقال و قولہم وغیرہ کہہ دینا اس کے مسلم اہل زبان کے محاورہ ہونے کا کفیل ہے نام بنام محاورہ کے ساتھ اُدبا و اہل زبان کے نام کی ضرورت نہیں نیز لغت کی ان مذکورہ کتب میں مولدین و محدثین کے کلام کے محاورہ کو نہیں لیا گیا یہاں تک اس پر کلام ہو سکے۔

ہاں جہاں کہیں غریب اور وحشی الفاظ کی بحث آتی ہے، وہاں بوقت ضرورت شعروں کے ساتھ شعراء کے نام بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

بہرحال ہم نے محاورات عرب پیش کر دیے جن کا مختار مدعا علیہ کے پاس کوئی جواب نہیں اور ایک دو نہیں بلکہ متعدد اور مختار مدعا علیہ ایک ہی معتبر محاورہ اپنے معانی کی تائید میں نہ لا سکا اور جب آخر کے معنی ثابت ہی ہو گئے تو لفظ آخر میں مندرجہ ذیل تاویلات کیں کہ

"لیکن بر تقدیر صحت میں کہتا ہوں کہ یہ حوالہ بھی فریق مخالف کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ محاورات عرب میں ایسے مقام پر آخر کے معنی آخری فرد کے نہیں ہوتے بلکہ اشرف اور افضل ہیں۔

(الجواب)

پہلے تو یہ مطالبہ تھا کہ خاتم کے آخر معنی بتاؤ۔ اور محاورہ پیش کرو۔ اور جب متعدد حوالے پیش کر دیے تو اب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ آخر کے معنی افضل کے ہیں۔ حالانکہ لغت میں تصریح ہے۔ کہ ومن کل شئ عاقبتہ واٰخرتہ ہر چیز کے انجام اور آخر کا یہ نام ہے کہ عدالت خود محاورات اہل کتب لغت سے ملاحظہ فرمائے۔ وہاں کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی اور حقیقی طور پر خاتم آخر کے معنی میں مستعمل ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک عجیب مضحکہ خیز تسلسل ہے پہلے تو خاتم کے معنی آخر دکھلانے پر زور تھا کہ کہیں لغت عرب میں آخر کے معنی میں نہیں آیا اور جب نہایت معتبر کتب لغت سے جنہیں مرزا صاحب بھی نہایت معتبر فرما رہے ہیں محاورات پیش کر دیئے اور آخر کے معنی ثابت ہو چکے تو اب لفظ آخر کی بحث شروع کر دی کہ اس کے معنی افضل کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تحقیق منظور نہیں بلکہ صرف طوالت مقصود ہے۔ پھر آخر کے معنی کی تحقیق کے لیے ایک حماسہ کا شعر پڑھ دیا ؎

شری ودی وشکری من بعید
لاخر غالب ابداً ربیع

پھر مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی سے اس کا ترجمہ نقل کیا کہ دو ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر اور بیٹھے ایسے شخص کے لیے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لیے عدیم المثل ہے خرید لیا۔"

اور نتیجہ یہ نکالا کہ محاورات عرب میں "خاتم القوم آخرہم" کے معنی بھی اشرف اور افضل کے ہوں گے

(الجواب)

عدالت عالیہ خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ یہ جواب کس قدر بے معنی و لغو ہے اس اعتبار سے دنیا میں کسی لفظ کے کوئی بھی حقیقی معنی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ لفظ کہیں نہ کہیں مجازی طور پر دوسرے مجازی معنی میں ضرور مستعمل ہو گا پس اسی کو اسکی شرح بتا کے انہیں معنی پر ڈھال لیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں آخر اپنی حقیقی معنی میں گو ادعائے سبھی

متضمن ہے مخصوص مختار مدعا علیہ کا ایک صفائی ہے جو ان کی طرف سے پیش کردہ ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب کا آخری فقرہ یا حصہ جو لیا گیا ہے وہ حق ماب میں آخری معنی ہمیشہ کے ہیں جو منقول ہے۔۔۔

پس جب کہ آخر بمعنی ہمیشہ کے ہے جو عدم انقطاع ہوا اور کبھی ان کے بعد ان کی نسل ختم ہو سکتی تو وہ آخری ہو۔ مدعی تحقیق آخری مذکور نقص و نفرت کے معنی میں یا البتہ شاعر نے ہجا خود کہا ہے اور اس شعر میں ہجو کرتا ہے جو بیان گزر چکا ہے

بہرحال لفظ خاتم کے دو مرحلہ ہے ہر اب تحقیقی طور پر آخر کے معنی ہی متضمن ہونا یوں صاف ثابت ہو چکا ہو اور نادر ات لگیں مخصوص خواہ اس سے موڑ رہیں۔ بلکہ ایسی محاورہ ہمارے خلاف پیش کر کے اپنے مقصد پر جو بیان ما معنی چسپاں کرتے جو کوئی حجت نہیں۔

خصوصی استدعا

عالی جناب حضور والا نے غور فرمایا ہوگا کہ گفتگو اس امر پر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے آخر ہیں آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس کے واسطے دنیا میں جس قدر تعبیرات ہو سکتی تھیں شریعت نے استعمال فرمائیں خاتم النبیین فرمایا لانبی بعدی فرمایا نحل کے ساتھ تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ قرار دیا یہ بھی واضح فرمایا کہ میرے بعد نبی نہیں بلکہ خلفاء ہوں گے و سیکون خلفاء انا آخر الانبیاء و آخرهم فی البعث آخر دار لك من الانبیاء کہ قوم کی دلالت آخری ہے ان آخر الانبیاء و مسجدی آخر مساجد الانبیاء یعنی آخری نبی اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں میں آخری مسجد لفظ آخری سے مکمل تصریح کر کے فرما دیا۔

آخر اس کے سوا اس مضمون کو ادا کرنے کے واسطے دنیا کی وہ کون سی تعبیر ہو سکتی ہے اور کس طرح آپ کا سب نبیوں سے آخری نبی ہونے کا مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے ان واضح اور روشن مستندات کے بعد بھی اگر کوئی تاویل ہے بلکہ نبی بن نہیں تو سمجھتا ہوں کہ کوئی وضاحت کے بعد کوئی ایک تاویل کا بھی جواب نہ دیا جائے تو بھی جہاں تک مسئلہ کا جہاں تک تعلق ہے بالکل واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی طرح کا نبی نہیں ہو سکتا ہے اور بیانات گواہان مدعیہ میں اس قدر حوالہ جات موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی قسم کی تاویل قابل التفات نہیں ہو سکتی کوئی بھی عرب کا محاورہ مذکورہ بالا مضمون کے ادا کرنے کا ایسا نہیں مل سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق نہ فرمایا ہو مگر کوئی انکار ہی کرنا چاہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

۔۔۔۔۔

پیش کر دی تو ہمیں ضرورت نہ تھی کہ ہر جزو کا ثبوت پیش کریں مگر محض اتمام حجت کے واسطے گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ ہر سہ امور کے معیار پر بھی بحمد اللہ ہمارے پیش کردہ معنے خاتم النبیین ضروریات دین میں سے ہیں تفصیلاً اصل بحث میں بیانات گواہان مدعیہ کے حوالہ سے ہم اپنے پیش کردہ معنے اولاً قرآن مجید سے پھر احادیث متواترہ مشہورہ سے پھر اجماع صحابہ واُمت محمدیہ سے پیش کر چکا ہوں جن کو بخوف طوالت مکرر نقل نہیں کرتا صرف حوالے اس امر کے پیش کرتا ہوں کہ ہماری طرف سے پیش کردہ معنے خاتم النبیین مختار مدعا علیہ کے ہر سہ معیار کے مطابق بھی ضروریات دین میں سے ہیں حوالہ ملاحظہ ہو ایک جامع حوالہ۔

(۱) کونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطقت بہ الکتاب وثبت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر

روح المعانی ج ۸ صفحہ ۹ گواہ مدعیہ ۳/۲۲

یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور آخری نبی ہونا قرآن مجید احادیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت سے ثابت ہے اس کے خلاف دعوی کرنیوالا کافر اور اگر مصر ہو تو اسلامی سلطنت میں قتل کیا جائے گا۔

عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ ہر سہ اصول قائم ہیں وہ مختار مدعا علیہ موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید بحث میں متعدد آیات مدلل ومفصل آچکیں نیز حوالہ ماسبق کافی ہے۔

(۲) احادیث متواترہ مشہورہ وبذالک وردا حادیث المتواترۃ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

(۳) اجماع صحابہ سے من حدیث جماعۃ من الصحابۃ (ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۴۹ گواہ مدعیہ عدد ۱۲/۱۳)

یعنے اس پر کہ معنے خاتم النبیین یہ ہیں کہ جس کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہ بن سکے احادیث متواترہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت سے آئی ہیں۔

نیز گواہ عدا کے بیان میں صدیق اکبر کے زمانہ میں اس پر اجماع ہونا بیان میں گزر چکا ہے۔ پس بحمد اللہ ہر پہلو سے اس مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا ثابت ہوگیا۔ اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ یہ معنے قرآن مجید واحادیث متواترہ واجماع صحابہ سے ثابت نہیں محض لغو ہے۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ بعض فرقہ اہل حدیث وغیرہ اس اجماع کو اجماع ہی نہیں کہتے الخ محض بیکار و لغو ہے۔ بعض اہل حدیث نہ سمجھیں تمام متقدمین وائمہ دین تو سمجھتے ہیں اور امام مالک وغیرہ کے قول کے متعلق بحث میں مفصل گزر چکا اینده بھی ان شاء اللہ بحث اجماع کے تحت میں آئے گا۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اجماع کے خلاف ایک حوالہ دیا ہے کہ ایک جماعت کا اتفاق ہے اجماع نہیں کہلاتا الخ

اولاً مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی غیر مقلد مسلم ہی نہیں نہ ائمہ کے مقابل ان کی ذاتی رائے قابل التفات ہے دوسرے اس مسئلہ متنازعہ اور معنے خاتم النبیین کے معاملے میں ایک جماعت کا اتفاق نہیں بلکہ تمام صحابہ اور تمام اُمت کا اجماع ہے جیسا کہ مختصراً ابھی عرض کر چکا۔ اور مفصلاً بحث میں گزر چکا۔ جس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔

اس مسئلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اختلاف نہیں رکھتے مرزا صاحب کی تردید کے سلسلہ میں اشاعۃ السنۃ کے ابھی پیش کردہ ۸ - ۹ - ۱۰ نمبر ملاحظہ ہوں۔

اور دین بزرگوں پر اس کی مخالفت کا الزام لگایا گیا تھا۔ اس کا محض مغالطہ اور بہتان صریح ہونا۔ بحث میں مدلل آ چکا۔ اور اپنی جگہ پر جواب الجواب میں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ مختصراً آئے گا۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ

"یہ معنی قطعاً ضروریات دینی سے نہیں ہو سکتے" محض دعوی بلا دلیل اور نا قابل التفات ہے اور بحمد اللہ ان معنی کا ضروریات دینی سے ہونا نہ صرف میرے پیش کردہ دلائل بلکہ ائمہ دین کی تصریحات سے مصرح ثابت ہے جس کی کوئی بھی تاویل نہیں ہو سکتی۔

نہ مختار مدعا علیہ سے کوئی تاویل بن سکی۔

کیا تاویل کی وجہ سے کوئی کافر ہو سکتا ہے

یہ وہی شہادت والا عنوان ہے جس کے ایک ایک حرف کا مدلل جواب بحث میں پیش کر چکا۔ اور عدالت کی یادداشت میں بھی موجود ہے پھر بھی اسے انہیں الفاظ میں دلائل سے مکرر دہرایا گیا۔

مجھے مکرر جواب کی حاجت نہیں صرف یہ گزارش کر دوں کہ یہ امر زیر نزاع بھی نہیں کہ "کیا تاویل سے کوئی کافر ہو سکتا ہے یا نہ" صرف تاویل پر بحث نہیں جس پر بلا وجہ طوالت دی۔ بلکہ بحث یہ ہے کہ ضروریات میں تاویل کرنے والا کیا کافر ہے۔ میں اس کے متعلق کہ ضروریات دینی میں تاویل سے کافر ہو جاتا ہے۔ متعدد حوالہ بحث میں شفاء شریف ردالمحتار، مسائرہ وغیرہ بیانات کے حوالہ سے پیش کر چکا۔ جن کا اعادہ نہیں کرتا۔ مفصل یہ بحث دیکھنا ہو تو کتاب "اکفار الملحدین فی ضروریات الدین" ملاحظہ فرمائیں جس کا موضوع ہی یہ ہے کہ ضروریات دینی میں تاویل ناجائز و کفر ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ عمومی رنگ میں یہاں متعلق نہیں بیان سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنے کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا۔ اس میں تاویل جائز ہے یا نہ اس پر مختار مدعا علیہ نے ایک بھی حوالہ پیش نہ کیا۔ اور چونکہ میں نے متعدد مصرح حوالہ بحث میں بیانات گواہان مدعیہ سے پیش کئے تھے ایک

نمونہ پیش ہے کہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجتمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ ھو المراد بہ دون تاویل وتخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعاً واجماعاً وسمعاً۔

(شفا شریف، قاضی عیاض ج ۴ ص ۱۷۱)

یعنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم نے خبر دی کہ میں ایسا خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور باری تعالےٰ سے اپنا خاتم النبیین اور تمام لوگوں کی طرف رسول بن کر بھیجے جانے کی خبر دی اور تمام امت نے بلا استثناء اجماع کر لیا کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہے، اور اس کا بھی ظاہر مفہوم (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا) بلا کسی تاویل و تخصیص کے مراد ہے پس (اس کے مخالف) ان تمام فرقوں کے کفر میں قطعاً اجماعاً وسمعاً ذرہ برابر شک نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے، اُن میں کس طرح کی بھی تاویل جائز نہیں لہذا اب تاویل کی عمومی بحث کے لایعنی سلسلہ میں جانیکی ضرورت نہیں مدعا بالکل واضح ہے۔ اور مفصل جواب ابتدائی بحث میں موجود ہے عدالت وہیں سے ملاحظہ فرمائے۔

(مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی)

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے تقریباً ۵ صفحے لکھے ہیں، اور الوصیت۔ حقیقت النبوۃ، الحکم، چشمہ معرفت لیکچر سیالکوٹ۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ اخبار عالم۔ چشمہ مسیحی۔ مواہب الرحمن۔ خطبہ الہامیہ۔ کشتی نوح۔ اربعین۔ تحفہ گولڑویہ۔ حقیقۃ الوحی۔ استفتاء۔ وغیرہ وغیرہ اکثر بدبد حوالے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے، کہ جہاں کہیں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد لی ہے، کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی نہیں آسکتا وہاں وہ نبی مراد ہیں جو مستقل صاحب شریعت ہو الخ

یہ محض مغالطہ دیا ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے تک مرزا صاحب کو اپنی نبوۃ کا پتہ ہی نہ تھا نبوۃ پر پردہ ہی پڑا تھا۔

ملاحظہ ہو حقیقت النبوۃ ص ۱۴۴ و ص ۱۴۵

در اور یہ اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان حکمتوں میں سے ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحم فرما کے اور ان کے ایمانوں

کو آہستہ آہستہ مضبوط کرنے کے لیے بعض باتوں کو رفتہ رفتہ ظاہر کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آپ کو یک لخت مسیح کی وفات اور اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا تو آپ کی جماعت کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔۔۔ اسی طرح آپ کو براہین کے زمانہ ہی میں نبی قرار دیا لیکن اس پر بھی ایک پردہ خفا ڈالے رکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پوشیدہ اس لیے رکھا تا کہ متلاشیان صداقت پر حد سے زیادہ بوجھ نہ پڑ جائے پھر دس سال بعد وفات مسیح کے مسئلہ پر سے پردہ اٹھایا لیکن مسئلہ نبوت پر ایک پردہ پڑا رہا تا کہ جماعت اپنے اندر ایک مضبوطی پیدا کرے حتیٰ کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں اس پردہ کو بھی اٹھا دیا اور حقیقت کھل گئی (حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۳، ص۱۲۵)۔

پس سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل تمام مسلمانوں کی طرح موافق قرآن و حدیث مرزا صاحب کا بھی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اس میں کوئی تخصیص و استثناء ہو سکتا ہے نہ امکان تخصیص ہے۔ بلکہ خود مرزا صاحب نے تصریح فرما دی ہے کہ اس میں کسی قسم کی تخصیص و استثناء نہیں۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح
للطالبین ولو جوزنا ظہور نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لجوزنا انفتاح باب النبوۃ بعد تغلیقہا
وھذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین وکیف یجیء نبی بعد رسولنا صلی اللہ علیہ وسلم وقد انقطع
الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین۔ (حمامۃ البشریٰ کلاں ص۲۰ خورد ص۳۴)

ترجمہ مرزا صاحب: ہمارے محمد کسی مرد کا باپ نہیں ہاں وہ اللہ کا رسول اور نبیوں کا خاتم ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اس محسن رب نے ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا اور آنحضرت نے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں تو لازم آتا ہے کہ وحی نبوت کے دروازہ کا انفتاح بھی بند ہونے کے بعد جائز خیال کریں اور یہ باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کیونکر آوے حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی نبوت منقطع ہو گئی ہے اور آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ (۲) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رح کو جو خط لکھا ہے اس میں یہ بھی ہے۔ ہر نبوت را بروشد اختتام (یعنی) آپ کے بعد ذکر دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ختم نبوت کا کمال تصریح کر دی ہے، اور پہلے بانے نبی کی تصدیق کرنا ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام (ازالہ اوہام

صفحہ ۱۲۶) (۴) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا (ازالہ کلاں صفحہ ۷۶۱)
(۵) اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۸) (۶)
ماکان اللہ ان یرسل نبیاً الخ خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے نبی خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا (آئینہ کمالات صفحہ)

عبارات مذکورہ بالا میں فقرات مندرجہ ذیل خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ہمارے نبی کا نام خاتم الانبیاء رکھا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔
(۲) آنحضرت نے تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی بھی نبی نہیں۔
(۳) اور آنحضرت کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز رکھیں الخ
(۴) اور آنحضرت کے بعد کوئی نبی کیونکر آئے الخ
(۵) ہر نبوت را بروے شد اختتام۔
(۶) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے۔
(۷) پرانے یا نئے نبی کی تفریق شرارت ہے لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔
(۸) قرآن کریم بعد خاتم الانبیاء کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔
(۹) خاتم الانبیاء کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا۔
(۱۰) خدا کوئی بھی نبی بعد ہمارے خاتم النبیین کے نہیں بھیجے گا۔

اب عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ بلا استثنا عموم اور نفی کی اور کوئی نبی اور ہر نبوت غرض جس قدر الفاظ عموم کے لفظ ہو سکتے ہیں سبھی موجود ہیں۔ اس پر بھی مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد صرف مستقل صاحب شریعت نبی نہیں۔ محض غلط اور بے معنی ہے۔ پھر جس پیرا یا ان مدعا علیہ کا ایمان تھا کہ خلیفہ دوم صاحب وہی ۱۹۱۴ء سے پہلے تک وہی مانتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا بحذف مختار مدعا علیہ کی یہ رکیک تاویل بالکل خلاف واقع اور ناقابل التفات ہے۔

(انقطاع نبوت پر دوسری پیش کردہ آیات کا صحیح مطلب)

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیۃ

خلاصہ جواب

(۱) اس آیت میں انقطاع نبوت کا ذکر نہیں۔ بلکہ اکمل دین و اتمام نعمت کا ہے۔

(۲) اکمال دین وانقطاع نبوت لازم وملزوم نہیں پہلے دین کی اشاعت کے لیے بھی نبی آتا ہے۔
(۳) اس سے صرف اتنا نکلتا ہے کہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں آئے گا۔
(۴) گواہان اور مختار مدعیہ خود حضرت عیسٰیؑ کے نبی ہونے کی حیثیت میں نزول کے قائل ہیں۔
(۵) اگر دین کا مکمل ہونا کسی نبی کے آنے کو مانع ہے تو اسرائیلی نبی دین کی ترویج کے لیے کیوں آئے گا۔

الجواب علی ترتیب السوال

(۱) اکمال دین اور اتمام نعمت سے مراد انقطاع نبوت ہی ہے کیونکہ یہاں نعمت سے نعمت نبوت ہی مراد ہے اس کی تائید میں قرآن وحدیث ودیگر اسلاف وعلماء کے اقوال سے بیان گواہ مدعیہ الف ونمبر ۱۲ میں مصرح موجود ہے جس پر ایک بھی اعتراض نہیں پڑتا۔ عدالت مسل سے ملاحظہ فرمائے۔
(۲) اکمال دین واتمام نعمت وانقطاع نبوت یقیناً لازم وملزوم ہیں جبھی تو جس پر یہ آیت اتاری اسی کو خاتم النبیین قرار دیا خود مختار مدعا علیہ کو اس کا اسی تحت میں اعتراف ہے لیکن آیت صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے تو آپ خاتم النبیین ہوئے کیونکہ آپ نے کوئی حکمت اور کوئی ہدایت اور کوئی علم اور کوئی سرا ایسا نہیں چھوڑا جس کی ضرورت ہو اور آپ نے نہ بتایا ہو۔
پہلا کوئی بھی دین کامل ومکمل نہ تھا کسی میں افراط کسی میں تفریط تھی بہر حال ناقص تھے اس لیے نبی آکر وحی الٰہی کی روشنی میں تبلیغ کرتا تھا۔ اور یہ دین کامل ومکمل ہے جس کے بعد بقول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحی منقطع ہے۔
(تم الدین وانقطع الوحی (بحوالہ سابق) یہی کوئی بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ ضرورت ہے۔ اشاعت وتبلیغ پہلے انبیاء کا کام تھا اور اب ہر عالم مسلمان بلغوا عنی ولو آیۃ ولو حدیث الخ اسی لیے اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیے گئے کہ جو کام بنی اسرائیل میں ترویج وتبلیغ دین انبیاء کرتے تھے وہ اس امت میں بوجہ ختم ہو جانے سلسلہ بعثت نبوت کے علماء ربانیین کریں گے جیسا کہ آج تیرہ سو سال تک تعامل رہا۔
(۳) اس سے ہرگز صاحب شریعت جدیدہ کا نہ آنا نہیں نکلتا خیر یہ تو مان لیا کہ انقطاع نبوت نکلتا ہے گو صاحب شریعت جدیدہ سہی۔ اب گزارش ہے کہ اصل بحث اور بیان گواہان مدعیہ میں عموم پر قرآن وحدیث واقوال سلف سے حوالہ گزر چکے۔ اس کے مقابل مختار مدعا علیہ کی بلا کسی قرینہ وثبوت کے محض ذاتی رائے کہ صاحب شریعت جدیدہ کا ہی سے انقطاع نکلتا ہے محض لغو وناقابل التفات ہے۔

سکتا۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسرے نبی آنے پر نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت موسیٰ تمام بنی نوع کے لیے نہ تھے نیز ان کی دعوت کا عموم نہیں تھا ان پر تکمیل دین واتمام نعمت ہی یوں نہ ہوا۔ انہیں خاتم النبیین بھی نہیں ٹھہرایا گیا بخلاف سیدالمرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے رہیں یہ قیاس مع الفارق محض لغو ہے۔ صرف عموم دعوت بنی اسرائیل کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ دوسرے امور مذکورہ بھی قابل لحاظ ہیں جیسی تو یہ آیات تا لبدا ہیں کی گئی ہیں نہ مستقلاً

(۴) خاتم النبیین نے خود ہی مستقل کی تخصیص کر دی حالانکہ خاتم النبیین کے معنے آخری نبی جسکے بعد کوئی بھی کسی طرح کا بھی ظلی و بروزی خواہ اس کے مدل ثابت ہو چکا پس بیشل ہونا صرف اس امر میں ہے کہ جیسے وہ نبی تشریعی تھے ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی تشریعی ہیں چنانچہ اس آیت انا ارسلنا الیکم الایۃ میں تمام ائمہ و مفسرین بلکہ گواہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شیخ عبدالوہاب وامام محی الدین ابن عربی نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ تفصیل کے واسطے ملاحظہ ہو شہادت گواہ مدعیہ عہ وغیرہ۔

(مختار مدعا علیہ کی چند آیات کے متعلق عاجزی)

اس کے بعد مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ عہ کے بیان سے (۱) سورۃ جاثیہ (۲) قل لئن اجتمعت الانس الآیۃ (۳) بالحق انزلناہ الآیۃ (۴) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الآیۃ (۵) آیۃ میثاق النبیین (۶) انا نحن نزلنا الذکر۔ یہ چھ آیات نقل کی ہیں مگر جواب کیا ہو سکتا تھا اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کسی آیت سے ایسی نبوت کا جس کے ہم قائل ہیں انقطاع ثابت نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

محض تاویلات رکیکہ بلا کسی دلیل کے پیش کی ہیں جن کے دیکھنے سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ مختار مدعا علیہ کے پاس کچھ بھی ضابطہ کا بھی ان کے متعلق جواب نہیں رہیں بجائے کسی تفصیلی کے جواب کے عدالت عالیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ان تاویلات کو بیان گواہ عدالت سے ملاکر ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں کوئی مطلب اپنی عقل ودماغ سے نہیں بیان کیا گیا بلکہ مدلل نقول پیش کی گئی ہیں اور ان تمام تاویلات کا سدباب کر دیا ہے۔

پھر آخر میں مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد روحانی میں سے ایک فرد کو حضور کی پیروی کی برکت سے اگر مقام نبوت حاصل ہو جائے تو اس میں کون گناہ لازم آتا ہے۔" محض لغو اور بیکار ہے گناہ کیا ساری دین کی عمارت ہی مسمار ہو جائے گی۔ اس میں قرآن پاک احادیث نبویہ تمام صحابہ کرام ائمہ دین کی مخالفت کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی تحقیر و توہین اور کفر عظیم ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ نمبر ۲ و ۳ و بحث مختار مدعیہ۔
بحمد اللہ گواہ مدعیہ کی پیش کردہ تمام آیات و نقل لاجواب ہیں اور اپنے الفاظ میں ان کا مطلب واضح ہے نہ گواہان بلکہ مختار مدعا علیہ جواب نہ دے سکا۔ عدالت جب بیانات کا مقابلہ و ملاحظہ فرمائیگی تو اصل حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیات کا جواب الجواب ختم ہوا۔

(پیش کردہ احادیث کا صحیح مطلب)

خلاصہ قول مختار مدعا علیہ۔

(۱) گواہان مدعا علیہ نے ان کے جوابات دیئے تھے مگر مختار مدعیہ نے اس سے سکوت کر کے صحیح تسلیم کر لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

(۲) مختار مدعیہ کا دعویٰ تو ستر کا تھا مگر صرف تیرہ احادیث پیش کی ہیں۔

(۳) ان تیرہ میں بھی بعض ضعیف ہیں۔

(الجواب)

(۱) جو قابل التفات جواب تھا اس کا ایسا فیصلہ کن جواب الجواب دیا گیا تھا کہ اس کے بعد امید نہ تھی کہ مختار مدعا علیہ اس کا نام بھی لیتا مگر تعجب ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ سکوت اختیار کیا اور صحیح تسلیم کر لیا۔ یہ ضرور ہے کہ تمام اعتراضات کا صرف ایک جامع جواب دیا تھا کیونکہ جوابات گواہان مدعا علیہ کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ لا نبی بعدی یا لا نبوۃ بعدی وغیرہ میں نبوت تشریعی و مستقلہ وغیرہ کی نفی ہے اور لافتی الا علی فلا کسریٰ بعدہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وغیرہ سے کرتے ہیں۔ مگر چونکہ انہوں نے مرزا صاحب کی تصانیف کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تخصیص کو شرارت اور گستاخی بتاتے ہیں۔ اور لا نبی بعدی میں نفی عموم کے معنی ہی لیتے ہیں اور اس کے واسطے تمام اصطلاحات تقریباً سترہ سطروں پیش کی تھیں۔ اس کے بعد یہ گزارش کی تھی کہ اس جواب کے بعد جناب مختار مدعا علیہ ان جوابات کا کبھی نام بھی نہ لیں گے کیونکہ یہ ایک اجمالی جواب کافی ہے۔ اور اگر پھر بھی وہ تاویلات کرینگے تو مرزا جی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی تشفی کے لائق مفصل ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ بھی پیش کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں بحث ابتدائی میں پیش کر چکا ہوں لہٰذا یہ کہنا کہ سکوت اختیار کر کے صحیح تسلیم کر لیا محض جھوٹ اور افتراء خالص ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس جواب کا نام نہ لیں حالانکہ یہ جواب مرزا صاحب کے الفاظ

میں ہے یہ تو زیادہ قابل وقعت اور قابل لحاظ ہونا چاہیئے تھا۔

(۳) دو درجن احادیث اس سلسلہ میں ہونے کا قول کثرت احادیث ہونے کے سلسلہ میں بحوالہ گواہ مدعیہ ۳ پیش کیا گیا تھا۔ یہ کہ دو درجن احادیث پیش کی گئیں عدالت ملاحظہ فرمائے اصل بحث کے وقت گواہ مذکور کے اصل الفاظ پیش کئے تھے۔ ۲۴ کی بجائے اور صرف تیرہ پیش کر کے تیرہ بتانا بالکل صحیح نہیں ہاں شاید اس سے مغالطہ لگ گیا ہو کہ احادیث پیش شدہ کو میں نے مطلق حکم نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ اور تفسیر خاتم النبیین کی علیحدہ اور جن میں آخرالانبیاء یا آخرالنبیین کی تصریح ہے وہ علیحدہ ہیڈنگ کے تحت جمع کی تھیں۔ اور کل اس سلسلہ کی بیانات گواہان مدعیہ اور جرح سے (۲۶) نقل کی تھیں میں صرف ان کا حوالہ بلا نقل دیتا ہوں۔

احادیث (۳) بروایت ابی ہریرہؓ (بخاری ومسلم وابوداود وترمذی) از بیان گ مدعیہ ص الف وص ۱ وص ۲ وص ۳ وص ۴

حدیث (۱) بروایت ابی حازم (بخاری ومسلم) بحوالہ گ مدعیہ ص الف وص ۱ وص ۲ وص ۳

حدیث (۱) بروایت سعد ابن وقاص (بخاری مسلم مشکوٰۃ مرقات) بحوالہ گ ص ۳ وص ۴ وص الف

حدیث (۲) بروایت انس ابن مالک (بخاری ومسلم وابن کثیر) بحوالہ ص الف وص ۲

حدیث (۱) بروایت جبیر ابن مطعم (مسلم شریف ج ۲) بحوالہ گ مدعیہ ص الف

حدیث (۱) بروایت عبداللہ ابن مسعود (طبرانی شریف) بحوالہ گ مدعیہ ص ۳

حدیث (۲) بروایت عائشہ صدیقہؓ (کنزالعمال) بحوالہ گ مدعیہ ص الف وجرح گ مدعیہ ص ۱ وص ۲

حدیث (۱) بروایت ابی امامہؓ (ابن ماجہ) بحوالہ گ الف وجرح گواہان مدعا علیہ۔

احادیث (۳) بروایت مختلف صحابہ (بخاری ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وکنز) بحوالہ گ مدعیہ ص الف وص ۱ وص ۲ وص ۳ وجرح گواہان مدعا علیہ۔

یہ کل (۲۶) میں جو مفصل پیش کر چکا مگر مختار مدعا علیہ کو چونکہ (۲۰) کا جواب کچھ نہ کچھ دینا ہے اس لیے اس نے تیرہ بتائیں اور بعض ضعیف بھی کہا حالانکہ ضعف ثابت نہ کر سکا اس کے علاوہ بھی بیانات گواہان مدعیہ میں احادیث ہیں جن میں بعض کا مضمون مکرر تھا مگر احادیث جدا جدا ہیں اس لیے بخوف طوالت بحث میں نہ دہرایا گیا تھا۔

پہلی حدیث کا جواب

قال لعلی انت منی بمنزلۃ الی قولہ لا نبی بعدی۔

(خلاصہ جواب)

(۱) بعد کے معنے غیر حاضری کے ہیں یعنی متصل غزوہ تبوک ہیں جا نیکے بعد زمانہ میں کوئی نبی نہیں یا تو نبی نہیں۔
(۲) اگر بعدی کے معنی میری موت کے بعد کے لیے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں رہے گا نہ تشبیہ درست ہوگی کیونکہ ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پا گئے تھے۔

(جواب الجواب)

(۱) اس میں شبہ نہیں کہ کبھی بعد کے معنی بعد غیر متصل کے بھی آتے ہیں اور آیات پیش کردہ میں وہی ہیں مگر اس حدیث لا نبی بعدی میں وہ معنی مراد نہیں کیونکہ یہاں اس تخصیص کا کوئی قرینہ نہیں اور حضرت علی کا گو جزئیہ منقول ہے مگر یہ قول لا نبی بعدی، بمنزلہ ضابطہ کلیہ کے ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ضابطہ کلیہ نہ صرف اس جگہ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد جگہ استعمال فرمایا ہے۔ مثلاً انا خاتم النبیین لا نبی بعدی وسیکون خلفاء وغیرہ جہاں کسی قسم کی بعدیت متصلہ کے ساتھ تخصیص ناممکن ہے۔ نیز بعض روایات میں لا نبی بعدی کے ساتھ وسیکون خلفاء بھی موجود ہے یہ قطعی دلیل ہے کہ بعدی کے معنی بعدیت متصلہ کے نہیں بلکہ مرنے کے بعد کے ہیں۔ اور بعدیت متصلہ سے مقید کرنے میں عموم نفی سے جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ ایام الصلح ص۱۴۶ پر مرزا صاحب بھی فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔ عدالت خود اس حدیث کو بیانات شہادت سے کہ اس تاویل سے مقابلہ فرمائے۔

(۲) لا نبی بعدی میں بعدی کے معنی بعد موت کے لینے ہی متعین ہیں جس پر دوسری روایت میں وسیکون خلفاء کا قرینہ واضحہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح خلافت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہی کے ہوگی اب یہ امر کہ دونوں جملوں کا تعلق و تشبیہ درست نہ ہوگی یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ میں شارکت تامہ تمام اجزاء میں نہیں ہوا کرتی بلکہ صرف وجہ شبہ میں ہوتی ہے وہ موجود ہے کہ جیسے کوہ طور پر جاتے وقت ہارون کو خلیفہ چھوڑا تھا میں تمہیں چھوڑتا ہوں تشبیہ صرف مطلق خلافت میں ہے۔ پس ہر دو جملوں کا تعلق اور تشبیہ بدستور قائم ہے۔ البتہ اس تشبیہ سے اس شبہ کا احتمال تھا کہ کوئی تشبیہ تام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی نہ سمجھنے لگے یا وہ خود نبی نہ سمجھیں۔ قال الا انہ لست نبیا۔ نبی یا قاعدہ کلیہ لا نبی بعدی سے کہ دفع فرما دیا۔ کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی ہونا و بننا نہیں اس لیے صرف خلیفہ تو ہوگا نبی ہونا ممکن نہیں۔ عدالت اصل بیان سے ملاحظہ فرمائے اس شبہ کا شائبہ تک نہیں۔ اگرچہ اس کے اخیر میں مدعا علیہ نے اپنے بیان کا حوالہ دیا ہے مگر وہاں اس سے زائد کوئی بات نہیں سوائے ترجیح

اشلہ یا نطویل عبارت کے (علماء نے لانبی بعدی کے کیا معنی کیے ہیں۔

۱۲- مختصر حوالجات مختار مدعا علیہ

(۱) اقتراب الساعۃ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی۔

(۲) قول ملا علی قاری بحوالہ اشاعت لاشراط الساعۃ للسید شریف برزنجی۔

(۳) دوسرے حوالوں کے واسطے بیان کا حوالہ دیا گیا ہے۔

الجواب:

(۱) اقتراب الساعۃ وراں کے مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب ہمارے مسلم نہیں جیساکہ مفصل اوپر گزر چکا ہے نیز گواہان مدعیہ نے جرح میں صاف کر دیا ہے۔

نیز یہ ان کی ذاتی رائے ہے جس پر کوئی سند نہیں بلکہ صریح احادیث کے خلاف ہے جو حجت مسلم ہے پس ہم ان دونوں کے جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر عدالت غور فرمائیے تو ان دونوں کا جواب ہماری طرف سے پیش ہو چکا اسی طرح صاحب تکملہ مجمع البحار کو دارالانبی میں شبہ ہوا ہے بھی بعینہٖ یہی مطلب ہے ... اور تقریباً انہیں الفاظ میں ادا فرمایا ہے اور اس کا جواب بعینہٖ اس کا جواب ہے تکملہ کی ناقص عبارت نقل کرنے سے یہ شبہ پیدا ہو گیا ورنہ ہرگز نہ ہوتا یوں ہی اقتراب الساعۃ اور اشاعۃ کی عبارت اوپر سے ملاحظہ فرمائیں مطلب بالکل واضح ہے یہاں صرف نزول عیسےٰ ؑ کی بحث ہے، جس پر مختلف اعتراضات وارد ہوتے ہیں جنہیں رفع کیا ہے۔ اور حدیث لا وحی بعدی کو سنداً مجروح قرار دیا اور صاحب تکملہ نے حیثیت سے ایک اور حدیث نقل کی جس کے الفاظ یہ تھے مغیث

فی حدیث عیسٰی ابنہ یقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویزید فی الحلال یعنی عیسٰے نازل ہو کر قتل خنزیر اور کسر صلیب فرمائینگے اور حلال میں زیادتی فرمائینگے اب خیال تھا کہ حلال میں زیادتی تو جدید شریعت ہو گی۔ اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ مراد یزید فی حلال نفسہ بان تیزوج ویولد لہ وکان لم تیزوج قبل رفع الی السماء فزاد بعد الھبوط فی الحلال فحینئذٍ یومن کل احدٍ من اھل الکتاب للیتقین بانہ بشر یعنی حلال میں زیادتی سے کوئی نئی حلت کا ایجاد نہیں بلکہ اپنے اعمال میں حلال یعنی نکاح کا اضافہ فرمائینگے اس طور پر شادی کریں گے اور اولاد ہو گی۔ کیونکہ قبل رفع الی السماء شادی نہ کی تھی اب زمین پر اترنے کے بعد شادی فرمائیں گے جس سے اہل کتاب ان کی بشریت کا یقین کر کے ان پر ایمان لائیں گے (جو پہلے خدا سمجھتے یا مخالف تھے)

پھر اسی نزول عیسےٰ پر قول حضرت عائشہ ؓ محمول فرمایا ہے۔ اس کے بعد یہ لفظ ہے کہ

وھٰھنا لاینافی حدیث لا نبی بعدی کہ یہ حدیث لا نبی بعدی کے منافی نہ ہو کیونکہ اس نے زیادتی صلوات تو شادی کرنا مراد ہے اور لا نبی بعدی کا مراد کسی نبی کا نہ آنا ہے جو شریعت محمدی کے لیے ہو یہاں تو اس کے منافی عمل کیا۔ پس وہ نبی شریعت بلکہ حال باشرع المحمدی ہے عزلت تو واس خیانت کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں لانبی مراد ہ ہے۔ اور مرزا و مدعا علیہ نے لانبی کا لفظ کاٹ کر کے صرف ارادہ۔ لو سے عبارت لی۔ تاکہ اصل سے ربط نہ معلوم ہو سکے پس اس قسم کے قطع و برید کے حوالہ جات قابل التفات ہی نہیں۔ لہٰذا در اصل وہ عبارت اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں نیز وہ تو صرف نزول عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ہے اور جو اس کا قائل نہیں ان سے کہنا اس کا فضول ہے اسی جگہ نبی تشریعی کی اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ الخ اور لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ سے بھی ہرگز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب کی تحقیق سے بھی منافی ہے۔ جیسا کہ اصل بحث میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ ان کے نزدیک بھی لا نبی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص کرنا شرارت ہے۔ ایام الصلح ص۱۴۶۔

پھر یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اگر مثلاً مذکورہ بالا جیسی دو چند مثالوں میں نفی کمال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس سے یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ ورد لا نبی بعدی میں بھی نفی کمال ہی مراد ہے کیا کسی ایک حدیث یا قول یا محاورہ میں نفی کمال مراد ہو جانا اس امر کو مستلزم ہے کہ سب جگہ یہی معنی چلائے جائیں۔ اور اگر یہ عام ضابطہ کلیہ ہو گیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ یا اللہ لا الٰہ الا ھو یا لا ریب فیہ پر نفی کمال نہ لی جائے کیونکہ جب یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہو تو ایک بت پرست ہندو کہہ سکتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میں بھی نفی کمال ہے یعنی کامل معبود سوائے اللہ کے کوئی نہیں۔ اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارع معبود ہو سکتے ہیں۔ اور یہی تمام بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔ یوں ہی کوئی قرآن کا منکر کہہ سکتا ہے کہ لا ریب فیہ میں بھی نفی کمال ہے۔ یعنی کامل ریب اور شک قرآن میں نہیں اگرچہ بعض قسم ریب اور شک کے موجود ہے۔ اگر کسی دلیل سے اس مخالف بت پرست کو نفی کمال مراد لینے سے روکا جا سکتا ہے۔ تو وہی دلیل ہماری جانب سے بھی ورد لا نبی بعدی میں نفی کمال مراد ہونے پر تصور فرما لیویں۔ پس جب کہ تمام قرآن و حدیث و اقوال سلف حتیٰ کہ مرزا صاحب کے ایام الصلح ص۱۴۶ کی تصریح سے ثابت ہو گیا کہ لا نبی بعدی میں نفی عموم کی ہے اور تخصیص شرارت اور گستاخی ہے۔ پس یہ تاویلات یقیناً بلکہ مسلم طور سے ناقابل التفات ہیں۔

ایک مغالطہ کا جواب

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ۔ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ

اصولی تمہید

(۱) عقائد میں تعلیمات کتاب اللہ والرسول یا بقول گواہ مدعا علیہ وحی مرزا صاحب ہی معتبر ہے اور کچھ معتبر نہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا ۲۸/مارچ ۳۲ء لہذا نہ باب عقائد میں ان اقوال کے لانے کی ضرورت اور نہ جواب کی حاجت۔

(۲) شریعت کے خلاف جو شیخ کی عبارت نظر آتی ہے وہ ان کی نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے لاحق کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو یواقیت مٹ وجمیع ما عارض من کلامہ ظاهر الشریعۃ و علیہ الجمھور فھو مدسوس علیہ الخ حضرت شیخ کا وہ قول جو ظاہر الشریعت اور جمہور کے مسلک کے خلاف ہے وہ ان کا نہیں بلکہ مدسوس اور خارج سے اضافہ ہے۔ یوں ہی دوسرے مسلم بزرگوار مجدد الف ثانی رح مکتوبات جلد ۳ دفتر اول ص۱۱۲ میں تصریح فرماتے ہیں بوجہ خوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔

از عجائب کار یا راست شیخ محی الدین ابن عربی۔ رسالہ بشارت الکرم اس سے ناواقف کو مطالعہ سے بچانے کے لیے شامی ج ۳ ص۲۹۲ سے پیش کیا گیا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ نے خود وصیت فرمائی ہے کہ نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا کہ ہماری کتب ہر شخص کو دیکھنا ٹھیک نہیں جس کا غلط مطلب کے لیے مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔

(اصل جواب الجواب)

ہر شخص اور ہر فن کی ایک اصطلاح خاص ہوتی ہے لکل ان یصطلح بھی مسلم ہے اور کسی کے اصطلاح کے خلاف مطلب لینا ہرگز درست نہیں۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مٹ ۲۹/مارچ ۳۲ء نیز دانیت مسلم فریقین ص۸ ملاحظہ ہو۔ ولا یجوز الانکار علی القدم معرفتہ مصطلحم فی الفاظھم اذا رأینا بعد ذلک فی کلامھم مخالفا للشریعۃ

یعنی صوفیاکرام پر اعتراض جب تک ان کے خصوصی الفاظ کی اصطلاح سے واقف نہ ہو جائیں جائز نہیں البتہ واقفیت اصطلاح کے بعد بھی اگر ظاہر شریعت کے خلاف ہے تو اسے پھینک دیں گے اور قبول نہ کریں گے اور گواہان مدعا علیہ کا خود اقرار ہے کہ فصوص الحکم و فتوحات بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا اور اصطلاح صوفیہ میں کوئی کتاب نہیں پڑھی ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مٹ ۲۸/مارچ ۳۲ء پس انہیں ان عبارت

میں مغالطہ لگنا کوئی تعجب کی بات نہیں چونکہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ کی اصطلاحات پر مستقل تصانیف ہیں منجملہ ان کے کبریت احمر فی علوم الشیخ الاکبر بھی ہے جس میں ان کی اصطلاحات نبوت و رسالت کے متعلق یوں ہے کہ اعلم ان النبوۃ ھی الاخبار عن شیٔ سارئۃ فی کل موجود عند اھل الکشف والوجود لکنہ لا یطلق علی احد منھم اسم نبی ولا رسول الا علی الملئکۃ الذین ھم رسل فقط ——— ——— ——— ترجمہ یعنی شیخ کی اصطلاحات میں لفظ نبوت کے معنی کسی چیز کی خبر دینا اللہ یہ نبوت تمام موجودات میں صوفیاء کرام کے نزدیک موجود و ساری ہے مگر اسم نبی رسول اللہ سوا اس کے کسی پر نہ بولا جائے گا جس کو اصطلاح شرع میں نبی و رسول کہتے ہیں ہاں ملائکہ بھی بوجہ رسالۃ فیما بینہ تعالیٰ و بین الانبیاء رسول کہلاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں نبوت کے معنی مطلق خبر دینے کے کس قدر عام حیوانات کے اندر بھی مانتے ہیں نیز اس کے مقابل تشریع بھی شریعت کی اصطلاح مراد لیتے ہیں حضرت شیخ رحمۃ اللہ کے نزدیک رسالت بمعنے تبلیغ مستعمل ہے ملاحظہ ہو فتوحات ج ۱ باب ۲۸۔ اور ولایت نبوت کے مقابل برابر فتوحات فصوص الحکم میں مستعمل ہے۔ البتہ لفظ رسول و نبی صرف اصطلاح شریعت کے نبی کو کہتے ہیں۔ یہی معنی تشریع کے ہیں کہ شرعی اصطلاح کا نبی و رسول نہ یہ کہ صاحب شریعت جدیدہ۔ ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ بحوالہ بیانات، وھذا کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی دون الولی والوحی التشریع ولا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول کہ یہ کل مردان خدا اولیاء اللہ میں موجود ہے اور وہ وحی جو سوا ولی کے نبی کے ساتھ مختص ہے وحی التشریعی یعنی اصطلاحی وحی نبوت ہے۔ اور جو نبی و رسول ہے وہی مشرع ہے۔ ملاحظہ فرماویں کہ تشریع یا شرعی وہی اصطلاحی نبی رسول کو قرار دیا ہے جو اولیاء اللہ کے مقابل ہے نہ بمعنی صاحب شریعت جدیدہ پس جہاں کہیں لفظ تشریع یا مشرع یا اس کے ہم معنی حضرت شیخ کی اصطلاح میں مستعمل ہے اس سے اصطلاح شرع کا نبی مراد ہے نہ لغوی نبوت جو حیوانات تک میں مانتے ہیں۔

اب اس اصطلاح کے معلوم ہو جانے کے بعد پیش کردہ عبارات کا مطلب بالکل واضح ہے کوئی اس کے حل کرنے میں دشواری نہیں۔

مزید براں مختار مدعا علیہ وگواہان مدعا علیہ اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی عبارت قطع و برید کر کے نہ پیش کرتے تو اس قدر مغالطہ کبھی نہ لگتا صرف اس خیانت نقل سے یہ مغالطہ پیدا ہوا اور اس واسطے اس پیش کردہ فقرہ انما ارتفعت نبوۃ التشریع کا ابتدائی لفظ وھذا معنی کو کاٹ کر پیش کیا گیا تاکہ کوئی اس کا ماقبل سے ربط نہ سمجھ لے جس سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مسلک

اس معاملہ میں معلوم اور واضح ہو جائے اصل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اول ما بدئ به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا فکان لا یری رؤیا الا خرجت مثل فلق الصبح وهی التی ابقی اللہ علی المسلمین وهی من اجزاء النبوۃ فما ارتفعت النبوۃ بالکلیۃ ولهذا قلنا انما ارتفعت النبوۃ التشریع فهذا معنی لا نبی بعدہ۔ یعنی وحی کی ابتدا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی تو وہ رؤیا تھی پس آپ کوئی رؤیا (خواب) نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح ہوتا تھا اور یہی صرف سچے خواب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے باقی رکھا ہے اور یہ جزو نبوت سے ہیں اس لئے نبوت بالکلی نہیں اٹھائی گئی اور اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ نبوت تشریعی اس کے علاوہ جو شریعت کی اصطلاح والی اٹھائی گئی اور یہی معنی لا نبی بعدی کے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے یہاں شیخ اکبر نے اجماعی مذہب کو اپنا مذہب قرار دیا ہے کہ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ رؤیا ہے اور اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے اور پھر آگے لکھا ہے۔

فاسم النبی زال بعد رسول اللہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے نبی کا نام زائل ہو گیا یعنی اور کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا اسی سلسلہ میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ مع ہذا

الا یطلق اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ یعنی نبوت اور نبی کے نام کا اطلاق سوائے مشرع یعنی صاحب شریعت نبی کے اور کسی پر نہیں ہوتا۔

پس اصطلاح شریعت میں وہ ایسے لوگوں کو اولیاء ہی کہتے ہیں اور نبی کا نام ان پر جائز نہیں سمجھتے اور پھر شیخ اکبر اس سے بھی زیادہ وضاحت سے لکھتے ہیں وحدہ کلمۃ ... یعنی یہ سب کچھ نبی کا نام اللہ کے ان بندوں میں پایا جاتا ہے جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اور وہ چیز جس سے نبی کو خاص کیا جاتا ہے اور ولی سے ممتاز کیا جاتا ہے وہ شرعی اصطلاح کی نبوت ہے پس سوائے نبی کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا اور سوائے رسول کے کوئی شارع نہیں ہو سکتا۔

پس ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے شیخ اکبر شارع اور نبی کو ایک قرار دیتے ہیں اور تشریع نبوت کے مقابل پر ولایت کا ذکر کر کے تصریح فرما رہے ہیں کہ ولایت کے علاوہ ہر قسم کی نبوت نبوت تشریعی ہی ہے فتا رحمۃ اللہ علیہ نے نفس مطلب برآری کے لئے ان کے اقوال میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور جن اقوال میں سے وہ قول ان کا صاف ہوتا تھا اور ان کے اصل مذہب پر روشنی پڑتی تھی اسے کاٹ دیا حضرت شیخ اکبر کے اس قسم کے بہت سے اقوال موجود ہیں جو جرح میں آ چکے ہیں مگر اس وقت طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کرتے وہیں سے مفصل ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو مخصوص اس عبارت سے متعلق ہیں ان کا صرف ذیل پر اکتفا کرتے ہیں

بطور حوالہ کے درج کرتا ہوں۔

(۱) فهم ورثة الانبياء ..... تا..... لا يكون مشرعًا (بحوالہ فتوحات)

(۲) من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة الخ (بحوالہ فتوحات)

(۳) وهذه نبوة سارية فى الحيوان الخ (بحوالہ فتوحات)

(۴) وكذلك تنقطع فى الآخرة بعد دخول الجنة والنار نبوة التشريع لا نبوة العامة

(۵) ولذا كان يقول له ..... تا بين جنبه (یواقیت)

(۶) وادعاء نبوة فقد انقطعت الخ

کے ہر قسم کی (ظلی و بروزی مستقل وغیرہ مستقل) کا دعویٰ منقطع

ہو چکا۔

(اس مسئلہ کے متعلق شیخ اکبر رح کا آخری مصرح اور قطعی فیصلہ)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سب سے آخری تصنیف فصوص الحکم میں تصریح فرماتے ہیں کہ

اعلم ان الولاية ..... تا ولسنته (فصوص الحکم مع تاویل الحکم صفحہ ۲۲۴ و ۲۲۳) و جرح گواہ مدعا

علیہ ۱۴/۲۹ مارچ ۱۹۳۲ء)

اس حوالہ میں مشرع اور شرع ہر دو قسموں کے نبی کی تصریحاً نفی موجود ہے یعنی نہ ذاتی نبی بن سکتا ہے نہ غیر

نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت بلکہ یہاں تک شیخ کے کلام میں تصریح موجود ہے کہ صرف اوامر

و نواہی کا دعویٰ بھی بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گویا اصطلاح شرع کی نبوت کا دعویٰ ہے ان سواء وافق

شرعنا او خالف خواہ ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف اور مستقل ہو یا غیر مستقل فان كان مكلفًا

ضربنا عنقه والا ضربنا عنه صفحًا کہ اگر وہ مجنون نہیں تو اس کی گردن ماری جائے گی ورنہ اس سے اعراض

کیا جائے گا یہ حوالہ بیانات اور جرح میں یواقیت جلد ۲ مبحث ۳۵ صفحہ ۳۹ پر موجود ہے مفصل حوالہ جات ۲۹/۱۴ مارچ

کی جرح گواہ مدعا علیہ میں سے ملاحظہ فرمائی جاوے اس کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کو قطع

و برید کر کے ان کی طرف کسی عبارت کو منسوب کر کے یہ مطلب لینا کہ ان کے نزدیک امتی نبی آ سکتا ہے

اور صرف مستقل صاحب شریعت نبی کا آنا بند ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ ہو صریح ظلم اور بہتان عظیم

ہے۔

دوسری حدیث

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء الخ

خلاصہ تاویلات مختار مدعاعلیہ

(۱) بنی اسرائیل میں سیاسی وغیرہ سیاسی نبی ہوتے تھے حضرت موسیٰ نے جس سیاست کو شروع کیا اسے ناتمام چھوڑ کر وفات پا گئے آپ نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد سیاست کے لیے نبی کی ضرورت نہیں بلکہ خلفاء یہ کام انجام دینگے اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا۔

(۲) بحوالہ بیان تاویل بعدیت متصلہ۔

(الجواب)

(۱) اس پہلے جواب کا مدار صرف یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں کہ امتی نبی نہ آئے گا حالانکہ اس میں وانہ لا نبی بعدی موجود ہے جس میں باتفاق علماء ہر قسم امتی وغیر امتی ظلی و بروزی نبی بننے کی نفی ہے اور لا نفی جنس نفی عموم ہی کے لیے حقیقتاً استعمال ہوتا ہے مرزا صاحب نے بھی لا نبی بعدی میں نفی عام مانا ہے ایام الصلح ص۱۴۶ پس یہ تاویل محض بے سود ہے اور نہ صرف علماء وائمہ واسلاف بلکہ مرزا صاحب کی تصریح کے بھی خلاف ہے۔

(۲) اس بیان کا بلا وجہ حوالہ دیا اس میں بعدیت متصلہ بلا کسی قرینہ کے مراد لیا ہے اس کا جواب اوپر گزر چکا ہے کہ یہاں ہرگز بعدیت متصلہ نہیں ورنہ ضابطہ کلیہ نہ رہے گا اور عموم نفی باطل ہو جائے گی نیز و سیکون خلفاء خود بتا رہا ہے کہ یہ متصلہ نہیں تمام زمانہ بعد مراد ہے تفصیل کے واسطے اصل حدیث مع تشریح بیان گواہ مدعیہ مدالف و مد و مد ملاحظہ فرمائی جاوے۔

(تیسری حدیث ختم بی النبوۃ کا جواب)

خلاصہ تاویلات مختار مدعاعلیہ

اگر ختم کے معنی بھی لیے جائیں تو الف ولام تخصیص یا عہد کے لیے ہوگا یعنی جو بالاستقلال نبی تھے آپ کے فیض سے نبی بننے کی نفی نہیں۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے تفہیمات الٰہیہ میں یہ معنی کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے شارع بنائے۔

الجواب

(۱) اصل الف و لام تخصیص عہد کے واسطے نہیں بلکہ حقیقۃ جنس کے واسطے آتا ہے خصوصاً جب کہ مصادر پر داخل ہو لہٰذا یہاں کسی طرح تخصیص جائز نہیں نہ کسی شارح حدیث نے اس کی تخصیص کی۔ یہ محض مختار مدعا علیہ کی ذاتی رائے ہے تمام شراح حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص ہر قسم کی نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اکثر حوالے بیانات بسلسلہ ختم نبوت گزر چکے ہیں اس کے خلاف معنی قرآن پاک اور صریح و صحیح احادیث کے بالکل معارض ہوں گے لہٰذا وہ کسی طرح قبول نہیں ہو سکتے۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب رح نے ہرگز یہ مراد نہیں لیا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی مرضی کا ترجمہ کر دیا وہاں لفظ یہ ہیں۔ کہ ای لا یوجد من یامرہ اللہ سبحانہ بالتشریع علی الناس جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے امر فرمائے لوگوں پر شریعت بیان فرمانیکا۔ تشریع کے معنے لغت عرب میں صرف شریعت بیان ہی کرنے کے ہیں، نہ شارع بنانے کے ملاحظہ ہو منتہی الارب۔

پس حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کا مطلب بالکل واضح ہے اس کا تو احتمال ہی نہ تھا کہ کوئی صاحب شریعت نبی آئے غیر صاحب شریعت جس کا کام صرف شریعت بیان کرنا ہو وہ بھی نبی نہیں آسکتا یہ حوالہ تو صریح ہمارے موافق مؤید ہے صرف مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی یا اپنی اصطلاح میں غلط ترجمہ کر کے مطلب مختل کر دیا تھا ورنہ مطلب بالکل واضح ہے۔

اور اگر بالفرض یہی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے معنی شارع بنانے کے ہیں بھی ایک مغالطہ یہ رہ جاتا ہے کہ من کا لفظ عام تھا اس کے معنی یوں کرنا کہ ایسا کوئی نبی نہ ہوگا محض اپنی ایجاد ہے۔ ترجمہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ نہ پایا جائے گا وہ شخص جس کو خدا شارع بننے کا حکم کرے یا شارع یعنی نبی بنائے اور یہی ہم کہتے ہیں باقی شارع نبی کا مرادف ہونا علاوہ جدیہی ہونے کے فتوحات مکیہ سے بحث وحی میں پیش کر چکا ہوں کہ لا یشرع الا النبی ولا یشرع الا الرسول خاصۃ (فتوحات مکیہ بحوالہ سابق) یعنی شارع نبی غیر مستقل اور شارع رسول یعنی نبی مستقل ہوتا ہے پس شارع بمعنی نبی ہوا مستقل صاحب شریعۃ ہو یا غیر مستقل۔

کیونکہ نبی کو بھی شارع بتایا اور رسول کو بھی اور فتوحات میں تصریح ہے کہ نبی بلا شریعت جدیدہ والے کو اور رسول صاحب شریعت جدیدہ کو کہتے ہیں (فتوحات بحوالہ گذشتہ)

لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کی عبارت بالکل مسلمانوں کے مطابق ہے کہیں مختار مدعا علیہ کی تائید کا شبہ تک نہیں اپنی طرف سے اس نے لفظ نبی اضافہ کر کے شبہ میں ڈالا تھا۔

(چوتھی حدیث انا العاقب الخ)

اس کے جواب میں صرف لا نبی بعدی کو مدرج اور راوی کا اضافہ بتایا ہے اور میں نے جو ترمذی سے پیش کیا تھا اسے بحوالہ حاشیہ بخاری فتح الباری لفظا مدرج او ادراج سے رد کرنا چاہا ہے حالانکہ یہ صرف مغالطہ ہے لا نبی بعدہ ضرور راوی کا ہے اور وہ مسلم ج ۲ صفحہ ۲۶۱ یا ترمذی کی ایک روایت میں ہے اور ترمذی صفحہ ۱۱۱ ج ۲ پر جو الفاظ میں نے پیش کیا ہے کہ قال انا العاقب وانا العاقب الذی لیس بعدی نبی کہ میں عاقب ہوں اور خود ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عاقب کی تفسیر فرماتے ہیں کہ عاقب کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی نہیں لہذا میں عاقب یعنی بالکل پچھلا نبی ہوں۔ اس کو کسی نے مدرج نہ بتایا بلکہ خود امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ ہذا حدیث حسن صحیح یعنی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

پس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد بخاری کے حاشیہ سے نقل کر کے اور تفسیر بتانا متکلم کی تصریح کے خلاف ہے۔ دوسرے وہاں صفحہ ۵۰۱ بخاری ج ۲ کے حاشیہ پر قسطلانی نے لغوی معنے اس کے نقل کیے ہیں۔ اسے تفسیر اور مراد متکلم قرار نہیں دیا۔ حتی کہ اس تفسیر سے متعارض ہے۔ اور آج تک کوئی بھی ترجمہ اور تفسیر میں تعارض نہ سمجھا گو الفاظ میں فرق ہو۔

پانچویں حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

اس کا جواب دیا کہ بہر حال نبوت کا ایک جزو مبشرات تو باقی ہے لیکن نبوت باقی رہی اور اس کی تائید مولانا محمد حسن کی کتاب کواکب دریہ صفحہ ۱۴۸ سے پیش کی ہے۔

اس کے جواب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر بقائے نبوۃ سے صرف اچھی خوابیں مکاشفات مراد لیتے ہیں تو اس میں کسے اختلاف ہے۔ مگر میں اوپر بحوالہ فتوحات وغیرہ قسمت پیش کر چکا ہوں۔ اس پر لفظ نبی اور رسول کا اطلاق یا دعوے نبوۃ کسی قسم کا جائز نہیں۔

کواکب دریہ باوجود غیر مسلم ہونے کے ہمارے خلاف نہیں اس پیش کردہ عبارت کا آخری حصہ ملاحظہ فرما دیں ہو وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی دوسری نبوت معنی خبر دادن ہے اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ جس میں رویا ہے باقی ہے (کواکب دری صفحہ ۱۴۸)

نبوۃ تشریعی کو بند اور نبوۃ لغوی بمعنی خبر دادن جس میں مبشرات ہیں۔ باقی بتاتے ہیں۔ اس میں کس کے خلاف ہے نبوۃ حقیقی تو باقی نہیں۔

چھٹی حدیث: انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم ومسجدی آخر المساجد

ایسی روایت ہے ابن ماجہ اس کے دو راوی ہوں کو تقریباً ایک صفحہ میں مجروح کرنے کی سعی کی ہے۔ حالانکہ کسی ایک دو کے کلام کرنے سے راوی مجروح نہیں ہو سکتا۔ ائمہ جرح و تعدیل کا آخری فیصلہ اُن کی صحت کا ہے۔ اور جو روایات ابن ماجہ کی مجروح ہیں۔ اس میں اسے شمار نہیں کرتے مزید برآں روایت ابن ماجہ کے علاوہ آخر الانبیاء یا آخرھم کی اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً۔

(۱) انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (مسلم شریف بحوالہ گواہ مدعیہ ۲۸)

(۲) جعلتک آخر النبیین (کنز العمال گ ۲۸ مدعیہ)

(۳) آخرھم فی البعث (کنز العمال گ الف مدعیہ) وغیرہ۔

ان میں پہلی تو حدیث صحیح مسلم کی ہے جو بخاری کے ہم پلہ صحیحہ میں شمار ہے دوسری دونوں کنز العمال کی سند صحیح ہی ہیں ہم نے آخر المساجد کی شرح اسی کنز العمال کی دوسری روایت انا آخر الانبیاء ومسجدی آخر مساجد الانبیاء سے پیش کر دیا تھا کہ یہی روایت میں راوی نے اختصار سے کام لیا ورنہ صحیح روایت یہ ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد نبیوں کی بنا کردہ مساجد سے آخری ہے۔ نہ وہ نبی آ سکتا ہے نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی

یہ تمام احادیث لاجواب ہیں۔ بحث مخصوص ابن ماجہ کی حدیث ابن ماجہ کو لے کر جرح نقل کی۔ اس سے یہ کچھ باقی صحاح احادیث پر اثر نہیں پڑ سکتا۔

ساتویں حدیث

مثلی و مثل الانبیاء من قبلی الخ

اس کا کچھ بھی جواب نہ بن آیا۔ اور یہ کہکر ٹال دیا کہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو دو امر۔

(۱) جیسے پہلے نبی آئے تھے ایسے نہ آئیں گے۔

(۲) یہ کہ پہلے نبیوں سے اب کوئی باقی نہیں

حالانکہ یہ تخصیص محض تاویل ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی قرینہ تخصیص نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام قصر نبوت کی اپنی آپ کو آخری اینٹ۔ اور خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ وہ نبوت جس میں صاحب شریعت وغیر صاحب شریعت تشریعی وغیر تشریعی دونوں شامل ہیں اس کی آخری اینٹ کے بعد کوئی بھی گنجائش نہیں۔ اصل استدلال انا سددت اللبنۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اینٹ قصر نبوت کی ہونے سے ہے جو بحالہ باقی ہے فتح الباری ص۲۰ پر بھی اس کی تائید ہے کہ آپ

نے انبیاء و نبوۃ اور ان کے بعث وارشاد کو اس قول سے تشبیہ دی۔ وہاں کہیں بھی مستقل و غیر مستقل کی تفصیل نہیں۔ اور محض ایک ٹکڑہ نقل کر کے مغالطہ کی سعی کی گئی ہے اور اصل یہ ہے کہ یہ حدیث اس قدر قطعی اور صریح ہے کہ کوئی بھی تاویل ناممکن ہے۔ اصل حدیث مع توضیح و تشریحی بیان گواہ مدعیہ رسالت ورلد و صلا و صتا سے ملاحظہ فرما لی جاوے۔

آٹھویں حدیث۔ لوکان بعدی نبی لکان عمر

کیونکہ اس سے انسداد نبوۃ پر خود مرزا صاحب نے استدلال کیا تھا اور وہی پیش کیا گیا تھا جوابی بحث میں کچھ جواب نہ ہو سکا اور یہ کہہ کر ٹالا۔ اس سے مرزا صاحب کی مراد وہی نبوت ہے جو مستقل طور پر براہ راست ہے اور تفصیل کے لیے بیان کا حوالہ دیا۔ حالانکہ نہ بیان کوئی جواب ہو سکا ہے۔ اور نہ وہاں اصل حدیث مع تشریح و توضیح بیان گواہ مدعیہ صلا والف سے ملاحظہ ہو۔

نویں حدیث سیکون فی اُمتی

اس کے جواب کے لیے بیان کا حوالہ دیا مگر اس کا جواب الجواب مطلق بالتفصیل محدود جالوں اور تقریباً من الثلثین کے الفاظ سے دیا جا چکا ہے کہ تعداد نہیں۔ بلکہ تقریباً اور اندازاً یا شوکت مدعیان کا ذب کا ذکر ہے اب اس جوابی بحث میں اس میں لے کر بات اور قابل غور ہے اس سے یہ نیا اضافہ کیا کہ تیس کا عدد معین فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی سچا ضرور ہوگا۔ یہ تاویل محض ناقابل قبول ہے جب کہ اس تعداد سے زائد اور تقریباً من الثلثین وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں کہ اسی تعداد میں محدود نہیں یہ صرف اندازہ یا باشوکت مدعیان کا ذب کے لیے ہے۔ جیسا کہ اصل شہادتوں میں حوالوں سے گزر چکا اور گواہان مدعیہ نے جرح میں اس پر کافی روشنی ڈال دی ہے۔

اس کی تائید میں اکمال الاکمال سے ایک نہایت ضعیف حدیث بھی بحوالہ طبری نقل کی ہے جو محدثین کے نزدیک حدیث ہی نہیں۔ ورہم اُسے اگر صحیح بھی مان لیں اور جرح و تعدیل میں نہ الجھیں تو بھی معنے کے لحاظ سے مدعا علیہ کے مفید مدعا نہیں ہے۔ کیونکہ الا من شاء اللہ سے صرف نزول عیسٰی ابن مریم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنٰی کیا جائے۔ وہ بحیثیت ایک مجدد اُمتی ہوں گے بحیثیت نبی نہ ہوں گے گو ان میں صفت نبوت و رسالت سابقہ باقی ہو مفصل اوپر گزر چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر مرزا صاحب کی براہین حصہ پنجم ص۲۳۰ و ص۲۳۱ سے اس حدیث کے متعلق نقل کرنا محض بے سود ہے وہ کیا مجہ ہے جس کو دعوی نبوت بلکہ اس سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے کیونکہ اس کا سن تالیف اپریل ۱۹۰۵ء ہے جب کہ تمام قرآن واحادیث کے معنے بدل کر تحریف کر چکے تھے۔

اپنے دعوی کے مطابق ۱۳ احادیث پیش کی ہیں جن میں کل ۹ احادیث کی تاویل پیش کی جن کی حقیقت اوپر پیش کر چکا ہوں۔ ہم ان میں سے کئی لاجواب رہیں اور چونکہ پیش کردہ احادیث کل ۲۶ ہیں لہذا بقیہ ۱۲ بھی لاجواب ہیں۔ پس سترہ احادیث تو ایسی لاجواب ہیں کہ جن کے جواب کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا۔ فللہ الحمد

۱۳

اجماع کی بحث

مستدعا علیہ کی جوابی تحریر کا خلاصہ

(۱) ان معنے پر صحابہ کا اجماع ہوا ان کے بعد ثابت ہے۔

(۲) ہم نے علماء کے اقوال سے اس کے خلاف ثابت کیا۔

(۳) ایسے مسائل جو فہم واجتہاد سے تعلق رکھتے ہوں ان کے متعلق تمام امت کے اجماع کا دعوی بلا دلیل ہے

(۴) سوائے اجماع صحابہ کے باقی کو انکار کفر نہیں۔

(۵) مخالفت فیہ القرآن سے اجماع ثابت نہیں ہوتا۔

(۶) گواہ مدعیہ نمبر۱ نے ۲۹ اگست کو اصول منتہیہ اجماع صحابہ کے منکر کو کافر اور ما بعد کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے۔

(۷) کتاب الاباضہ میں اجتمعت الامۃ علی ان اللہ عزوجل رفع عیسی الی السماء

ہی پھر بھی امام مالک نے ان کی وفات کی تصریح فرمائی ہے اور گواہ مدعیہ ص۳ ۲۹ اگست کی جرح میں ان کے خلاف کوئی قول نہ پیش کر سکا۔ اسی طرح اور بھی اکابر نے عیسیٰ کی وفات کو تسلیم کیا ہے۔

(۸) امام رازی کے قول کا جواب فواتح الرحموت سے دیا گیا تھا اور انہی پیش کردہ کتاب کے حاشیہ میں رازی کے قول کی تائید موجود ہے۔

(۹) مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی کا ذکر نہیں کیا۔

(الجواب)

(۱) محض خلط ہے میں صحابہ اور تمام امت کا اجماع پیش کر چکا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ میں تک اجماع

اُمت جہاں شفا، قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ و صفحہ ۲۹۲ بحوالہ گواہ ۳ لا تنسخ اخبرنا اجماعاً اسمعیٰ
نیز بحوالہ روح المعانی جز ۸ صفحہ ۲۱ مما نطقت بہ الکتاب الخ ذخیرہ وغیرہ

(۲) ہرگز کسی ایک عالم کے قول سے اس کے خلاف ثابت نہ کرسکے بلکہ قطع دریدہ اور اول و آخر و درمیان میں جہاں نہیں تراش کرکے غلط ترجمہ کرکے خلاف تصریح اور مراد متکلم پھر حوالے پیش کئے تھے، جن کا مدلل جواب اور خیانتوں پر تنبیہ پیش ہو چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) یہ مسئلہ فہم واجتہاد سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ عقائد اور ضروریات دین سے ہے اس مسئلے کے انکار و اقرار پر کفر و اسلام کا دارومدار ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ کے حوالہ گواہان مدعیہ کے بیان میں اپنی جگہ پر گزر چکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) یہ بھی غلط ہے بلکہ اس کے سوا بھی اگر کسی منصوص شے پر اجماع ہو تو وہ بھی قطعی ہوتا ہے جس کے منکر کا وہی حکم ہے یہ بھی بحوالہ نورالانوار صفحہ ۲۱۱ حکمہ فی الاصل الخ اور صفحہ ۲۲۰ کونہ من الصحابہ او عترۃ لا یشترط الخ اصل بحث میں بسلسلہ اجماع گزر چکا کسی اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۵) لا یختلف فیہ اثنان باوجودیکہ اجماع کے الفاظ میں سے علماء کو مسلم ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی اس میں اختلاف نہیں رکھتا لیکن ہم نے تو اسے مدار نہیں ٹھہرایا، بلکہ تصریح "اجتمعت الامۃ" کی کہ تمام امت صحابہ سے آج تک اجماع ہے۔ بحوالہ شفاء، روح المعانی، وابن کثیر وغیرہ نقل کیا اس لفظ ولا یختلف فیہ اثنان میں تاویل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔ صریح لفظ وعلیہ الاجماع واجتمعت الامۃ میں تو کسی قسم کی تاویل ہی ناممکن ہے۔ اور نقل بھی ائمہ دین کی ہے۔

(۶) گواہ مدعیہ مسئلے جن بعد والے اجماع کے منکر کو فاسق و مبتدع بتایا ہے وہ وہی اجماع ہے جو غیر منصوص شئ پر ہو نیز اس مسئلہ متنازعہ میں تو صحابہ کرام اور تمام ائمہ و امت کا اجماع ہے لہٰذا یہ بحث ہی فضول ہے۔

(۷) کتاب الابانہ سے حوالہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھانے کے متعلق تمام امت (صحابہ وائمہ مسلمین) کا اجماع ہے اس کی تردید میں جو امام مالک رح کا قول نقل کیا وہ محض غلط ہے امام مالک ہرگز وفات کے قائل نہیں اسی جگہ اکمال میں ابن رشد سے منقول ہے یعنی بوجہ خروجہ من عالم الارض الی عالم السماء (اکمال صفحہ ۲۶۵) یعنے اس لفظ سے مراد یہ ہے کہ وہ عالم ارض سے عالم سماء کی طرف منتقل ہو گئے۔ وفات ہرگز مراد نہیں۔ یہ کہنا کہ گواہ مدعیہ جرح میں اس کے خلاف نہ پیش کرسکا محض افتراء ہے اسی وقت حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہی اکمال لے کر اور ایک ورق الٹ کر صفحہ ۲۶۶ صفحہ ۲۶۵ سے تصریح امام مالک رح حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے نزول کی پیش فرما دی تھی۔ اور اسی عقیدہ کے حوالے سے

اول و آخر ملاحظہ ہو۔ وفی التعقیبۃ قال مالک بین الناس ۔۔۔ تا لاھل الارض ۔۔۔ (صفحہ ۲۶۶)
ایضاً و قد تقدم ۔۔۔ تا فاذا عیسٰی قد نزل (صفحہ ۲۶۸) عدالت صفحہ مذکور سے ملاحظہ فرمائیے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرماتے تاکہ غلط بیانی معلوم ہو جائے۔ یہ کہنا کہ اس طرح اور بھی اکابر نے وفات مسیح تسلیم کیا ہے۔ محض غلط ہے۔ کسی ایک نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ صرف فتح و بریلوی و الہام سے موضوع بحث نہیں۔ ورنہ تمام حوالجات موجود ہیں (ملاحظہ ہو تلخیص الجبیر صفحہ ۳۱۹ اور فتح البیان جز ۱ صفحہ ۲۴۳ اور بحر المحیط جز ۲ صفحہ ۴۷۳ نہر الماد جز ۲ صفحہ ۴۷۳ و جبیر صفحہ ۳۸ ۔
اور مختار رضا علیہ اور گویا بان مدینہ کے مسلم بزرگ امام شعرانی کی الیواقیت جز ۱ صفحہ ۱۴۷ جس میں مفصل تمام صحابہ وائمہ و مسلمین سے تصریح ہے کہ عیسٰی علیہ السلام تنومند آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کوئی ایک مسلمان بھی خلاف نہیں۔

۱۰۔ امام رازی کا قول جہاں مسلم الثبوت میں نقل ہے۔ وہیں علامہ بحر العلوم نے اس کی تردید نقل فرما دی ہے کہ وہ صحیح نہیں بلکہ غلط نسبت ہے۔ اس پر مختار رضا علیہ کا یہ کہنا کہ اس کے حاشیہ میں تائید قول امام رازی موجود ہے محض غلط اور ناقابل التفات ہے۔ مطالبہ کیا۔ پیش نہ کر سکے۔ مطبع دریافت کیا۔ بتا نہ سکے۔ صرف یہ کہتے رہے کہ جو کتاب مختار علیہ نے پیش کی تھی۔ اسی کے حاشیہ میں ہے۔ حالانکہ بار بار کہا گیا کہ وہ مصری تھی۔ اس پر کوئی حاشیہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی یہی کہتے رہے۔ اور حوالہ نہ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی فرضی اور غیر معتبر بات ہے۔

۱۹ یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے شہادت القرآن میں تواتر معنوی ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی غلط ہے۔ عدالت خود شہادت قرآن از صفحہ ۲ تا صفحہ ۵ ملاحظہ فرماوے۔ خصوصاً فقرات ذیل۔
"تواتر بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے" ۔۔
"اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے" ۔۔
"ان کی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو در حقیقت جنوں اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے" ۔ اور یہ بلکہ حدیث نزول عیسٰی کے تواتر معنوی کے متعلق ہے۔ عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(۱۴)

(مسیلمہ کذاب وغیرہ کے قتال کی وجہ)

(۱۵)

(اسلامی بادشاہوں کے فیصلے)

(۱۶)

(مسیلمہ کذاب نے کس قسم کی نبوت کا دعویٰ کیا)

اس کا کوئی بھی جواب سوائے حوالہ شہادت گواہ مدعا علیہا کے نہ پیش کر سکا ہم بھی اس کے متعلق گواہان مدعیہ اور بحث مختار مدعیہ کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ طوالت اور تکرار نہ ہو نیز ملاحظہ ہو جرح گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ مدعیہ ۲ گواہ مدعیہ ۲ کی جرح سے ایک فقرہ نقل کیا کہ اس نے احکام میں تغیر و تبدل کیا تھا۔ حالانکہ وہ تغیر اس قسم کا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ یہ بھی نو بہی تصریح ہے۔ اصل کل جواب ملاحظہ فرما لیا جائے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ کہ وہ مستقل نبوت کا دعویدار نہیں تھا۔ بلکہ اتباع میں اس اذان میں اشهد ان محمد رسول اللہ ہی کہلواتا تھا۔ نیز ملاحظہ جرح گواہ مدعا علیہا ۱ ۹/مارچ ۳۳ء و ۲ ۲۸/مارچ ۳۳ء

(۱۷)

(علماء نے کس قسم کی نبوت کو بند سمجھا ہے۔)

خلاصہ تاویلات۔

(۱) مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں جو حجت نہیں۔ مفسرین تو کجا رہے صحابہ رض کا فہم بھی حجت نہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔

(۲) پھر تقلید کے خلاف کچھ حوالہ عقد الجید سے نقل کئے ہیں۔

(۳) آخر میں یہ کہ اگر مفسرین کے اقوال کا ثمرہ دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو بیان مدعا علیہ ۱۔

(الجواب)

اصل جواب اور بحث سے گریز کر کے غیر متعلق باتیں اٹھا دیں ہیں بوجہ خوف طوالت کے مفصل جواب اس وقت پیش کرنا نہیں چاہتا۔ اجمالاً مرتب جواب نہایت ہی اختصار سے عرض ہے۔

(۱) میں نے صرف مفسرین ہی کے اقوال نقل نہیں کئے۔ بلکہ صحابہ کرام رض اور ائمہ دین متکلمین اور فقہاء کے مفصل اقوال و تحقیقات درج کی ہیں جن کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ اصل میری بحث اور بیانات گواہان مدعیہ سے عدالت خود ملاحظہ فرمالے نیز اکثر مفسرین کے وہ حوالے نقل کئے ہیں کہ جن کی صحت میں کسی کو بھی کلام نہیں خصوصاً ابن جریر طبری جنہیں مرزا صاحب نے بھی رئیس المفسرین مانا ہے۔ اور ابن کثیر جن کے حوالے مرزا صاحب نے بھی بڑے وثوق سے دئے ہیں۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۸ اور جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۸/مارچ ۳۳ء جس کا مفصل حوالہ ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مرزا صاحب خود اس تاویل کے خلاف تصریح فرما رہے ہیں

(۲) ایسے بڑے بڑے علماء اور ارباب بصیرت توفی کے معنی آسمان پر اٹھانا بیان کر رہے ہیں تو پھر کسی کی کیا

حقیقت و سرایہ ہے کہ اس تفسیر کو نزول مسیح کے (ادر بعین صلا شہ مختصا)

مجواں لفاسیر کو نہ مانے وہ ورحقیقت اس بات کا قائل ہے کہ گویا ائمہ مفسرین نے نادانی سے ایسی تفسیر کی نعوذ باللہ منہ (اربعین صلا سہ ملخصا)

باقی یہ کہنا کہ صحابہ سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں اگرچہ پچھلے مباحث اور بیانات میں صاف ظاہر ہو چکا ہے۔ زیادہ وضاحت درست نہیں پھر بھی بر تقدیر تسلیم گزارش ہے کہ دینی امور خصوصاً ایمانیات وعقائد میں کسی ایک شخص نے بھی صحابہ کرام کو غلطی پر نہ کہا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اختلاف بھی اختلاف صحابی رضی عنہ سے رحمت فرمایا اور ہر صحابی کے ہدایت پر ہونے کی تصریح اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم کلہم علی ھدی سے فرما دی ۔ پس اس مسئلہ نبوۃ و ختم نبوت میں ان کی تحقیقات کے متعلق خضر صاحب کردہ بالکل قرآن پاک واحادیث صحیحہ صریح کے موافق ہے۔ نیز سب کا اجماع بھی ہے۔ ایک شخص کی رائے بھی نہیں کہ کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا مسئلہ تقلید کو راہ کا سوال یہاں بے محل ہے۔ نہ مسئلہ تقلید زیر نزاع ہے ورنہ اصل حوالجات پیش کردہ کی تشریح ودیگر حوالجات پیش کرتا۔ یہاں تو اس قدر گزارش ہے کہ وہ تقلید بلا دلیل قرآن واحادیث واجماع کے صریح خلاف کے متعلق ہے۔ جو جاہلانہ تقلید ہے۔ جس کی مذمت علماء نے کی ہے۔ اور یہاں تقلید محمود کا ذکر ہے جو ان مسائل کے متعلق ہے جو قرآن پاک واحادیث وائمہ ہدای واجماع صحابہ وسلمین کے سر مو خلاف نہیں اس لئے رد کا بھی جواب ہو گیا۔

(مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی)

(اگر مفسرین کے اقوال کا نمونہ دیکھنا منظور ہو تو ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ جو بیان عدالت میں داخل ہوا ہے اس میں اقوال کا نمونہ داخل نہیں۔ سب کاٹ دیا گیا ہے۔ پھر بھی گواہ مدعا علیہ نے یہاں غلط بیانی کی۔ اور مطالعہ کے لئے بیان کا حوالہ دیدیا۔ لیکن متعدد جگہ غیر داخل شدہ بحث کا حوالہ دیا ہے۔ جو ریکارڈ مثل پر نہیں مگر مطبوعہ کاپی میں ہے۔

(پہلا حوالہ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۲۹)

(اس کا کچھ بھی جواب نہ ہو سکا۔ ایک تاویل کر کے صرف یہ کہہ دیا کہ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک بعد انبیاء کی آمد ممتنع ہے جو مسیلمہ و اسود عنسی کی طرح ہوں۔ جو جھوٹے یا فاسق یا فاجر وغیرہ ہوں اور پھر مرزا صاحب کی صداقت پر بحث شروع کی۔

(جس پر یہ عدالتی نوٹ موجود ہے کہ مگر اس حوالہ سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا جو مختار بیان کرتا ہے مرزا صاحب کی صداقت کا سوال چونکہ مقدمہ زیر بحث میں نہیں لایا گیا۔ اس لیے یہ حوالہ خارج از بحث کیا جاتا ہے۔

بس ہمیں بھی اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں عدالت خود اس ابن کثیر کے حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ نمبر ۲

ومٹا وصٹ میں ملاحظہ فرمانے کوئی بھی اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اور ضمناً کسی ایک مثال کے دینے سے وہ مسئلہ اسی میں منحصر نہیں ہو جاتا ۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی صداقت کے متعلق اشاعۃ السنۃ ج ۷ ص۱ سے براہین کا ریویو نقل کیا ہے اس کے جواب کے واسطے بھی اشاعۃ السنۃ سے پیش کردہ مولوی محمد حسین صاحب کا خط مرزا صاحب کے نام ملاحظہ فرما لیا جاوے ۔

دوسرا حوالہ

روح المعانی ج ۷ ص۶۵ وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

خلاصہ تاویل ۔

(۱) ضمیر کا مرجع یا خاتم النبیین ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پس اس کے معنی یہ ہوں گے جو ایسی نبوۃ کا دعویٰ کرے جس کی وجہ سے وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرکے وہ کافر ہوگا ۔

(الجواب)

عدالت خود اس حوالہ کو گواہ مدعیہ نمبر الف ومٹا ومٹا ومٹا کے بیان سے ملاحظہ فرمالے اولاً خاتم النبیین کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ہر قسم کے نبیوں کے آخری نبی بعد اس کے اس معنی سے خاتم النبیین ہونا کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ کی تصریحات اور اجماع امت کے موافق بن کر حکم لگایا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہوگا ۔

اور اگر اصرار کرے تو قتل کیا جاوے گا ۔ مرجع ضمیر خاتم النبیین یعنی مذکور رہے ۔ نہ صرف لفظ خاتم النبیین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر قسم کے دعویٰ نبوت سے انکار خاتم النبیین کے منافی ہے کسی قسم کی تخصیص نہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ۔

تیسرا حوالہ

شرح شفاء ملا علی قاری ج ۲ ص۵۱۸ وص۵۱۹

خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ ۔

(۱) اس میں مسیلمہ اسود عنسی اور قبائل یہود کی مثالیں ہیں پس مستقل اور حقیقی نبوت ناسخ شریعت کے

دعویٰ کا کفر ہونا مراد ہوگا۔

(۲) اخیر عبارت میں بھولا ہے کہ اگر اس سے حقیقی مراد لیں ورنہ مجازی نبوت کفر کا موجب نہیں ہوتی۔
(۳) مرزا صاحب مجازی کے مدعی ہیں جیسا کہ ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵ اور انجام آتھم ص۲۸،۲۷ اور سراج منیر ص۳ دیکھ ہے نیز بیان گواہ مدعا علیہ ۲۔

(الجواب)

(۱) یہ تخصیص تاویل محض بے محل ہے عدالت خود اس حوالہ کو بیان گواہ مدعیہ ۲ و ۳ سے ملاحظہ فرمائے کسی قسم کی تخصیص کا احتمال ہی نہیں وہاں تو حکم مطلق دعویدار نبوت کے واسطے ہے خواہ صاحب شریعت ہو یا نہ کسی ایک مثال سے وہ قاعدہ کلیہ اس جزئی میں منحصر نہیں ہو جاتا۔
(۲) ہم بھی کہتے ہیں کہ مجازی نبوت یعنی بشرات وغیرہ جس میں کوئی کسی قسم کا دعویٰ نبوت نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من حفظ القرآن فقد ادرج النبوۃ بین جنبیہ
جس نے حفظ قرآن کیا اس نے نبوت اپنے سینے میں بھر لی یا لغوی معنی نبوۃ کے یعنی خبر دادن جیسے شیخ اکبر نے حیوانات میں بھی مانا ہے کہ وہی سادیہ فی الحیوانات اسے کوئی بھی کفر نہیں کہتا۔
(۳) باقی مرزا صاحب کی مختلف عبارات کو ۱۹۰۱ء کی کوئی کسی اور سن کی جو مختلف پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ وہ مجازی نبوۃ کے مدعی ہیں حالانکہ ان کے حقیقی ادعاء نبوۃ پر گواہ مدعیہ عدالت نے بہت سے حوالے اور گواہ مدعیہ ۳ نے مختلف واضح تصریحات پیش کر دی ہیں۔ ان متعارض عبارات اور اختلاف کا فیصلہ ہم مرزا صاحب کے خلیفہ دوم جناب مرزا محمود صاحب پر رکھتے ہیں۔ جن پر گواہان مدعا علیہ کا ایمان ہے۔

(فیصلہ مرزا محمود صاحب خلیفہ دوم)

"پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں"۔ حقیقۃ النبوۃ ص۱۷۴ نیز ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص۱۸۲،۲۶۲ و ص۲۴۷ ملاحظہ فرمائیں کس صفائی سے وہ مجازی کی نفی اور حقیقی کی تصریح فرما رہے ہیں البتہ محمد علی صاحب ایم اے اس کے خلاف ہیں جو انہیں مسلم نہیں اور اسی وجہ سے ان کے ساتھ اصولی اختلاف بتاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مختار مدعا علیہ نے صرف تین حوالوں (۱) ابن کثیر (۲) روح المعانی (۳) شرح شفا وغیرہ میں کچھ تاویل کی جن کا حال اوپر معلوم ہو چکا باقی اس سلسلہ کے مندرجہ ذیل حوالے بالکل لاجواب رہے تذکرہ تک نہ کیا۔

(۱) ابن جریر طبری (۲) ابن کثیر ج۳ (۳) ابن کثیر ج۴ (۴) تفسیر کبیر ج۶ (۵) بیضاوی شریف (۶) ابی السعود (۷) شفاء قاضی عیاض ج۲ صفحہ ۲۱ (۸) شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲ (۹) شرح عقائد (۱۰) مواہب لدنیہ (۱۱) صبح الاعشیٰ (۱۲) عقیدہ طحاوی (۱۳) غنیۃ الطالبین (۱۴) تاریخ الخلفاء (۱۵) کتاب الفصل (۱۶) نسیم الریاض (۱۷) الصارم المسلول۔ (۱۸) ملل والنحل (۱۹) یواقیت مبحث ۴۵ (۲۰) انسان کامل ج۱ صفحہ ۶۹ (۲۱) اشباہ والنظائر (۲۲) شرح حموی لاشباہ (۲۳) عالمگیری (۲۴) بحر الرائق (۲۵) ردالمحتار ملاحظہ ہوں بیانات گواہان مدعیہ۔

یہ پیش کردہ حوالے لاجواب ہیں جن میں ابن جریر مسلم فریقین رئیس المفسرین اور یواقیت و بحر الرائق مسلم فریقین کتاب ہے نیز غنیۃ الطالبین بھی مسلم بزرگ کی ہے۔

(نوٹ)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحذیر الناس کا حوالہ کئی مرتبہ بحث میں مختلف رنگ و کیف کہیں تطویل اور کہیں اختصار سے لایا گیا ہے مفصل جواب توحسام الحرمین اور دیوبندیوں و بریلویوں کی بحث کے سلسلہ میں آئے گا یہاں مختصراً یہ گزارش کر دوں کہ یہ مولانا پر محض افتراء ہے مختلف مقامات سے عبارت مرتب فقرہ کاٹ کے یہ کفریہ بنایا گیا ہے ورنہ ختم نبوت زمانی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی ہو اس حوالے کے آگے پیچھے موجود ہے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔

اسی پیش کردہ صفحہ کی عبارت بنائے خاتمیت سے تا ۔۔۔ ہو جاتی

سو اگر اطلاق ۔۔۔۔ تا ۔۔۔۔ جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر کافر ہوگا صفحہ اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی ۔ جرح گواہان مدعیہ میں اس کی تصریح موجود ہے ۔

مصنف نے خود اپنی شرح اس کتاب کی کی ہے لکھتے ہیں۔

دو اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اسے کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ عجیبہ صفحہ ۱۰۳ گلزار ابراہیم مراد آباد)

گواہ مدعا علیہ نے ۸/مارچ ۳۲ء کی جرح میں تسلیم کیا ہے کہ مخالف کے قول سے اگر صحیح ہو تائید ہو سکتی ہے اور پھر یہ مندرجہ ذیل تائید بھی جرح میں کوٹ کر دی گئی ہے ۔

تائید از محمد علی صاحب ایم اے جرح گواہ مدعا علیہ ۸/مارچ ۔

چھٹی شہادت مولوی محمد قاسم نانوتوی کی ہے ۔۔۔ تا ۔۔۔ نہ مانتے تھے ۔ (آخری نبی صفحہ ۲۹ تا ۳۰)

نتیجہ یہ نکالا ہے کہ وہ ایسے شخص کے متعلق یہ کہنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا

قائل نہیں بدرجہ درجہ کی حق پوشی ہے ——— تا ——— یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ مانتے تھے (دستخط) ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۔۔ مارچ ۔۔ اور تعجب یہ ہے کہ یہ رسالہ کل ۴۴ صفحات کا ہے اور اس پر اعتراض وہ شخص ثقلیع ویر بدیر کر کے پیش کر رہا ہے جس نے کل تحذیر الناس نہیں پڑھی۔ بلکہ اقتباس حصہ پڑھا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۔۔ مارچ ۔۔

اب نتیجہ عدالت خود اخذ فرمائے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا۔

(۱۸)

(علماء کے نزدیک رسول و نبی کی تعریف)

اس سلسلہ میں علماء کے پیش کردہ معانی میں مغالطہ دینے کی سعی کی ہے اور کچھ ثقلیع ویر بدیر بھی یہاں کوئی خاص ایسی چیز نہیں پیش کی جو اس کا جواب ہو شرح نقشہ اکبر وغیرہ سے یہ تعریف بیانات گواہ مدعیہ میں مفصل موجود ہے جس کے بعد کوئی بھی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی بخوف طوالت مکرر حوالہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

(۱۹)

(ظلی و بروزی)

اس سلسلہ میں صرف گواہ مدعا علیہ کے بیان کا حوالہ دیا ہے میں بھی گواہ مدعیہ ۔۔ و ۔۔ کے حوالہ پر قناعت کرتا ہوں جہاں پوری مکمل بحث ہے جس میں کوئی بھی تاویل نہیں چھوڑی۔ اس پر کسی اضافہ کی ضرورت ہے۔

پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہ العزیز ارشادات فریدی حصہ دوم کے دو حوالہ صفحہ ۔۔ تا ۔۔ نقل کیے ہیں۔ مگر یہ برادر بعض خبر نہیں کہ مرزا صاحب قائل ہیں یہ عدالت خود بیانات گواہان مدعیہ مرزا صاحب کی عبارت سے اس کا مقابلہ فرمائے بلکہ وہ رنگ ہمہ اوست وحدۃ الوجود میں ہے جس کے مرزا صاحب قائل نہیں نیز ظل اللہ وغیرہ جواب جرح گواہان مدعیہ میں موجود ہے۔

(۲۰)

(کیا مرزا صاحب تناسخ کے بھی قائل تھے)

یہ بحث میں نہ آیا تھا اور عدالت نے اسے خارج بھی کرا دیا تھا لہٰذا اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۲۱)

(کیا مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا)

(وکیل مدعا علیہ) نے مختلف حوالوں سے اس کے خلاف مرزا صاحب کا مسلک ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ مگر کسی تصریح کے بعد مبہم عبارات اس پر پردہ نہیں ڈال سکتیں نیز چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہی

(۳) چونکہ اس زمانہ میں موجبات جہاد نہ ہوں گے اس لیے قطعاً جہاد کو حرام قرار دیا اعجاز احمدی کا حوالہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی تردید پر محمول کریا حقیقت المہدی تحفہ گولڑویہ کو وقت گزرنے پر محمول کیا۔
(۴) ہم نہیں کہتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔
(۵) جہاد سیفی کی حقیقت اور وقت وجوب قرآن وحدیث سے بتایا ہے۔

(مرتب تفصیلی جواب)

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ حکم نہیں کہ مسیح موعود آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا بلکہ جہاد بالسیف اور قتال کو قیامت تک باقی رکھا ہے۔ اور آخر مقاتل جہاد بالسیف کرنے والا مسیح موعود کو قرار دیا ہے جو دجال سے قتال بالسیف کرینگے۔ وہ احادیث جن میں قیامت تک جہاد کے باقی رہنے کا حکم ہے۔
(۱) الجہاد ماض الی یوم القیامۃ (بخاری مشکوٰۃ) جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔
(۲) من یبرح ھذا الدین قائما یقاتل علیہ عصابۃ من المسلمین حتی تقوم الساعۃ مسلم مشکوٰۃ شریف ص۳۲۳ ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور ایک مسلمانوں کی جماعت اس دین کے لیے (قتال) یعنی جہاد بالسیف کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔
ملاحظہ فرمائیں لفظ قتال کی تصریح ہے جہاد کا بھی لفظ نہیں کہ جہاد بالنفس وغیرہ کی تاویل کارگر ہو۔

(وہ حوالہ جس میں مسیح کے قتال کرنیکی تصریح ہے)

(۱) لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین علی من ناوٴھم حتی یقاتل اخرھم المسیح الدجال۔ (ابوداؤد مشکوٰۃ ص۲۹۵) ایک گروہ میری امت کا ہمیشہ دینی لڑائیاں کرتا اور حق پر قائم رہے گا اور تمام مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ آخری شخص یعنی مسیح موعود دجال سے (قتال) دینی لڑائی کرے گا۔
یہاں بھی لفظ قتال ہے جس میں تاویل ناممکن ہے۔

(۲) عن ابی ھریرۃؓ ... فیقاتل الناس علی الاسلام تا فیصلی علیہ المسلمین۔ (ابوداؤد)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور وہ تم میں اترینگے جب ان کو دیکھو تو پہچان لو قدان کا درمیانہ ہو گا رنگ سرخ سفید اور لباس زردی مائل گویا ان کے سر سے باوجود تر نہ کرنیکے پانی ٹپکتا ہو گا۔

وہ اسلام کے لیے لوگوں سے لڑینگے کسرِ صلیب اور قتل خنزیر کرینگے اور جزیہ نہ قبول کرینگے ان کے زمانہ میں خدا تمام مذاہب کو محو کر دے گا وہ دجال کو ہلاک کرینگے اور خصوصیت سے "یقاتل علی الاسلام" لوگوں سے دینی لڑائی کرینگے قول غور ہے اور خاتمہ مدعا علیہ کی کذب بیانی کی صاف تردید ہے کہ" حدیثوں میں ہے کہ مسیح موعود دینی لڑائیوں کا خاتمہ کرینگے۔

البتہ جب دنیا میں صرف اسلام رہ جائیگا کوئی اور ملت نہ ہوگی تو ضرور جہاد نہ ہوگا کیونکہ وہ لوگ موجود نہیں جن پر جہاد کیا جاسکے۔

ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ مسیح آتے ہی دینی جنگوں کا خاتمہ کر دینگے۔

(۲) مسلمانوں کے عقیدہ پر جو اعتراض کیا ہے چونکہ اس کا ثبوت احادیث سے ہو چکا اب جواب ترکی بترکی نہیں دیتا عدالت خود ان کی سخت کلامی پر غور فرمالے۔

(۳) موجبات جہاد کفار اور امام کا ہونا نیز قدرت ہے کفار تو موجود ہی ہیں امام ہونے کے مرزا صاحب خود ہی مدعی ہیں باقی رہی قدرت وہ کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی نہ ہونے پر حکم پر عمل نہ ہو سکنا اور چیز ہے مگر نہ ہوتے پر حکم ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور کہا کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص۱۱) پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا (اربعین نمبر۴ ص۱۵ حاشیہ) ان میں کھلا ہوا ایک نیا حکم خلاف شرع منتشر اور کرتا ہے جو بالاتفاق کفر ہے پھر ۵۳ و ۵۴ میں یہ کہنا کہ مولوی محمد حسین کی تردید کے لیے یا وقت گزرنے پر محمول ہے۔

اور ہم نہیں سمجھتے کہ حکم جہاد بالسیف قرآن میں نہیں یا تھا اور اب منسوخ ہوگیا مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تصریحات کے بعد بالکل ناقابل التفات ہے۔

(۱) بل صارت ہذہ الامر کشریعۃ نسخت تا در تقیم مقام ہذا تمام حجت بالدلائل واتضح اتہ نہجی جہاد بالسیف کا حکم شریعت منسوخہ اور طریقہ متبدلہ کی طرح ہو گیا۔

اب جنگ و محاربہ کی حاجت نہیں اس کے قائم مقام دلائل واضح اور دعاوی کا براہین صحیحہ سے ثابت کرنا قرار دیا گیا۔ (حقیقۃ المہدی ص۲۵)

ملاحظہ فرمائیں کہ کس وضاحت سے حکم جہاد سیفی ہمیشہ کے لیے منسوخ کر کے دلائل کو ان کے قائم مقام کر رہے ہیں اور لطف یہ کہ لفظ بھی "نسخت" "منسوخ ہونے" کا استعمال فرمایا ہے۔ اس سے تو صراحتہً مدعی صاحب شریعت جدیدہ ناسخ شریعت محمدیہ ہو گئے۔

(حقیقت المہدی ص۱۹)

(۲) دیکھیں ایک حکم ہے کہ آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے الخ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد) نئے حکم لانے کی کیسی صاف تصریح ہے یہ نہیں کہ شریعت میں کوئی حکم ہے جسے سناتا ہوں۔

(۳) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا (اربعین ۴ ص ۱۵ حاشیہ) مختار مدعا علیہ تو اس کی علت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی وغیرہ بتاتا ہے مگر خود مرزا صاحب اس کی غرض صرف اعانت گورنمنٹ برطانیہ اور اس کی خوشنودی قرار دیتے ہیں

ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل

(۱) یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹایا جائے الخ (اعجاز احمدی ص ۳۰)

(۲) اور جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک ...... تاہم اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی۔

(کتاب البریہ ص ۷)

ملاحظہ ہو جہادی خیالات روکنے کی اشاعت اور خصوصاً ممالک اسلام میں اس کی غرض مرزا صاحب صرف گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے تاویل کرے۔ مرزا صاحب نے تمام تاویلات کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے۔ بخوف طوالت اسے طول نہیں دیتا۔

(۷) جہاد کی تین قسمیں جہاد اکبر۔ جہاد کبیر۔ جہاد اصغر کرنا اور پھر حدیث الکلمۃ حق عند سلطان جائر الجہاد الاکبر مشکوٰۃ کے حوالہ سے پڑھنا جو کہ ان الفاظ میں ثابت ہی نہیں اور ایک ضعیف حدیث روح المعانی ج ۶ ص ۱۲ سے لانا اور پھر رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر والی حدیث بلا کسی حوالہ کے لے آنا حالانکہ حدیث سے معمولی سا تعلق رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس کا موضوع ہونا تقریباً شہرت کی حد کو پہنچ چکا ہے۔

پھر کسی شخص کے واسطے بعض حالات مخصوصہ میں جب کہ اس کے واسطے جہاد فرض عین نہ تھا۔ بلکہ کفایہ تھا اس پر فرض عین یعنی خدمت والدین کو ترجیح دینے سے غلط تقسیم جو مختار مدعا علیہ نے قائم کر کے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی چوٹی قرار دیں وذروۃ سنامہ الجہاد (مسلم) کم درجہ کا بتایا ہے اور ایک مکی آیت سے جو حکم جہاد بالسیف سے پہلے نازل ہوئی اور آیت سیف نے ان سب کا حکم ختم کر کے

جو نیا حکم قیامت تک کے واسطے قائم کیا ہے اوسے چھپانے کی سعی کرنا اسلام کے اصول پر ایک ایسا زبردست حملہ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ احادیث صحاح کا اس کے متعلق ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد۔ قرآن پاک اور احادیث صحیحہ میں اس جہاد بالسیف سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت وریاضت ایسی کیا اس کے قریب بھی قرار نہ دی گئی اور ایمان کا مدار ہی اسے قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ اللہ کے راستہ میں دینی لڑائی کرتا ہوا قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں الخ (بخاری ومسلم)

نیز فرمایا کہ الجنۃ تحت ظلال السیوف جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ یہ حدیث حضرت ابی موسیٰ اشعری نے جب بیان فرمائی کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ فوراً ایک معمولی ہیئت کا آدمی اٹھا اور پوچھا کہ انت سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے انہوں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی تلوار اٹھائی اور میان کو توڑ کر لوگوں کو آخری سلام کیا اور اسی راہ سے جہاد کر کے جنت جا پہونچا۔ (مسلم شریف) میں احادیث کے طویل ذخیرہ کو چھوڑ کر قرآن پاک کی روشنی میں جو مختار مدعا علیہ کے نزدیک احادیث صحیحہ متواترہ پر بھی راجح ہے اس مسئلہ کو واضح کرتا ہوں۔

قرآن پاک اور جہاد بالسیف

جہاد فی سبیل اللہ بہت سی زبانیں تو اس کے ذکر ہی سے گنگ ہیں۔ شیاطین الانس کا خوف ان کے رگ وپے میں اس درجہ اثر کئے ہوئے ہے کہ وہاں اللہ کے خوف کے لیے جگہ نہیں۔ یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ اور جنہیں ابھی پڑھنے کی طاقت حاصل ہے وہ اسے جہاد بالنفس پر محمول کرتے ہیں اور رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر کی غلط اور موضوع حدیث سے ان کا نفس خادع تمسک کا اہتمام کرتا ہے گویا ابلیس نے ان علماء سوء کو اپنے اعمال شیطانی کے لیے ایک آلہ بنا لیا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کام لیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ

ان اللہ یحب الذین یقاتلون	بے شک خدا ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے
فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص	جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ
(سورۃ صف)	ایک دیوار ہیں جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔

تاریخ اسلام میں سب سے پہلے جن لوگوں سے تمام تعلقات دردناک منقطع کیے گئے وہ تین جلیل القدر صحابہ تھے جو کاہلی کی بنا پر جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے۔

وعلى الثلثة الذين خلفوا حتى اذا ضاقت عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم انفسهم وظنوا ان لا ملجاء من الله ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب الرحيم۔

اور ان تین پر بھی جو بانتظار امر خداوندی ملتوی رکھے گئے تھے یہاں تک جب زمین باوجود فراخی ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آ گئے اور سمجھ گئے کہ خدا کی گرفت سے اس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ آئندہ کے لیے توبہ کئے رہیں بے شک اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

جو لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں ان کی نسبت فرمایا کہ صرف یہی مصیبتوں اور تکلیفوں کا نشانہ نہیں گے بلکہ ان کی وجہ سے تمام قوم مبتلائے آلام ہوگی۔

واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب۔

اور اس بلاء سے ڈرتے رہو جو خاص کر انہیں لوگوں پر نازل نہیں ہوگی جنہوں نے تم میں سے سرتابی کی ہے بلکہ سب اس کی زد میں آجاؤ گے اور جانتے رہو کہ اللہ کی مار بہت بری ہے۔

جس طرح ہر شخص اپنی انفرادی زندگی کے بقاء و قیام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے ٹھیک اسی طرح قرآن حکیم نے تمام مسلمانوں پر حیات اجتماعی کے قائم و دائم رکھنے کے لیے جہاد کو الزم اللوازم قرار دیا۔

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم

اور سپاہیانہ قوت اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے لیے سازوسامان مہیا کئے رہو کہ ایسا کر لینے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھو گے۔

پھر قوت کے اعمال ممہد میں سب سے اشرف واعلیٰ مقام اسے نوازش کیا گیا۔

یاایها النبی حرض المومنین علی القتال

اے نبی مسلمانوں کو جنگ و قتال کرنے کے لیے ابھارو۔

عالم الغیب والسرائر کو اس امر کی اطلاع تھی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی تمام تر زندگی بطالت و بدعملی اور عیش و نامرادی کی تعمیر ہوگی جہاد فی سبیل اللہ سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے تراشیں گے نفس خادع کے فریب میں مبتلا ہو جائینگے اور قتال فی سبیل الحق والحریۃ ترک کر دینگے اس لیے سورۃ توبہ میں ان کے ایک ایک عذر لنگ

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا
لعلمت انک بالعباد تلعب

فضیل رو پڑے اور کہا ابو عبد الرحمن سچ کہتا ہے۔

(ج) دنیاوی مرغوبیں ماں باپ کی محبت رشتہ داروں کی خبر گیری مساکین و غرباء کی اعانت اور زمین و جائیداد کی حفاظت ان میں سے ایک چیز بھی جنگ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

قل ان کان اباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومسٰکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره والله لا یهدی القوم الفسقین (پارہ - ۱۰)

کہدو اگر تمہارے باپ بیٹے بھائی بیویاں کنبہ دار مال جو تم نے کمائے ہیں سوداگری جس کے مندا پڑنے کا تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جن کو تمہارا جی چاہتا ہے اللہ اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو صبر کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے لا موجود کرے اور اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا جو سرتابی کریں۔

(د) قلت تعداد و فقدان اسباب اور ضعف ظاہری کی بنا پر جہاد کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

لقد نصرکم الله فی مواطن کثیرة ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین

اللہ بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور حنین کے دن جب کہ تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام بھی نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے لگی تم پر تنگی کرنے پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے

(ہ) تاجرانہ تعلقات اور ملازمت کے روابط کی بنا پر کسی قوم سے جنگ کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا اور یہ خیال نہ ہو کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمدنی کے تمام ذرائع مسدود ہو جائیں گے۔

یایها الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هٰذا (پارہ ۱۰)

مسلمانو مشرک تو گندے ہیں تو اس برس کے بعد حرمت والی مسجد کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں اور اگر ان کے ساتھ لین دین بند ہو جانے سے تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

پس ان تمام آیات نے واضح کر دیا کہ جب تک آنکھوں میں بصارت ہے کان سن سکتے ہیں۔ ناک سونگھ سکتی ہے زبان میں قوت گویائی ہاتھوں میں پکڑنے کی طاقت اور پاؤں میں چلنے کی قابلیت ہے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جہاد کی تیاری کرے تمام مجنوں اور جاہلوں پر اس کی شیفتگی و دلدادگی غالب ہے اسی کا سودا سر میں ہو اور اسی کی زنجیر پاؤں میں ہو کہ یہی احب الاعمال الی اللہ ہے یہی سنام الاسلام ہے یہی عصارہ ایمان اور معتبر عبادت ہے۔

وجاهدوا في الله حق جهاده هو اجتباكم وما جعل عليكم في الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين من قبل وفي هذا ليكون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس فاقيموا الصلوة واتوا الزكوة واعتصموا بالله هو مولاكم فنعم المولى ونعم النصير۔

(پارہ - ۱۷)

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو تمام انبیاء کی قوموں سے برگزیدگی اور امتیاز کے لیے چن لیا پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جس میں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ بھی نہیں ملت تمہارے وارث اعلیٰ خلیل اللہ کی ہے اور اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے گزشتہ زمانوں میں بھی اور اس میں بھی تاکہ رسول تمہارے پر اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے شاہد ہو پس اللہ تعالیٰ کے رشتہ کو مضبوط پکڑو جان و مال دونوں کو اس کی عبادت میں لٹا دو وہی تمہارا آقا اور مالک ہے اور پھر جس کا خدا مالک ہو اس کا کیا اچھا مالک ہے اور کیا قوی مددگار ہے۔

احادیث نے اس کی اہمیت کو اور زیادہ کھول کر بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

والذي نفس محمد بيده لوددت ان اقتل في سبيل الله ثم احيى ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل ثم احيى ثم اقتل

خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کر دوبارہ زندہ ہو جاؤں پھر شہادت کا درجہ حاصل کر کے زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو کر زندہ ہوں پھر قتل کیا جاؤں۔

دوسری حدیث میں ہے۔

رباط يوم في سبيل الله خير من الدنيا وما عليها۔

ایک دن اللہ کے راستہ میں چوکیداری کرنی بہتر ہے دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے۔

جس شخص نے جہاد کا ایک لمحہ کے لیے بھی ارادہ نہ کیا ہو اور اسی حالت میں مرگیا ہو اس کی نسبت فرمایا کہ وہ منافق کی موت مرا ہے۔

ومن مات ولم یغزوا ولم یحدث بہ نفسہ مات علی شعبۃ من نفاق — جو شخص مرگیا نہ تو اس نے اپنی زندگی میں کبھی جہاد کیا اور نہ اس کے کرنے کا ارادہ ہی دل میں پیدا ہوا وہ نفاق کی موت مرا۔

ایک موقعہ پر یوں ارشاد ہوا۔

ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف — جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ کے نیچے ہیں۔

پھر اس کی کوئی بھی حد قائم نہ فرمائی۔

وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للّٰہ — اون سے برابر مذہبی جنگ جاری رکھو جب تک فتنوں کا استیصال اور تمام دین اللہ کے واسطے نہ ہو جائے۔ الجہاد ماض الی یوم القیامۃ قیامت تک جہاد باقی رہنے والی چیز ہے اور آخری مذہبی لڑائی مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگی شرائط کے کسی وقت فقدان کی وجہ سے بالفعل اس پر عمل نہ ہونا اور چیز ہے مگر جہاد کے (خیانۃً باللہ) بقول مرزا صاحب خراب مسئلہ کو گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کے واسطے قربان کرنا اور صرف — سچی خیرخواہی گورنمنٹ کے واسطے اعلان کرنا کہ میں ایک حکم خدا سے لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ اب سے دینی لڑائیوں کا خاتمہ ہے باری تعالیٰ سے کھلی ہوئی بغاوت کا اعلان ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت تک باقی رکھیں اس کا خاتمہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے کہ کہے اب یہ حکم جہاد شریعت منسوخ ہو گیا قرآن پاک کی قطعی آیات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اب چودھویں صدی کے ایک شخص کے حکم سے منسوخ قرار پائیں۔ اس سے زائد کوئی کفر ہی ناممکن ہے کسی عذر سے کسی حکم پر کسی زمانہ میں عمل نہ ہو سکنا اور امر ہے اور اس سے انکار کر کے اوسے ختم یا منسوخ کر دینا اور چیز ہے عمل نہ کرنا کفر نہیں مگر بدلنا انکار و منسوخ کرنا صریح کفر ہے جس کے بعد ایمان ممکن ہی نہیں۔

(جہاد بالسیف کب واجب ہوتا ہے)

اس سلسلہ میں مکی زندگی اور کچھ منسوخ آیات اور بعض صحابہ کے اقوال سے جو اس کی نمانہ جنگی سے متعلق تھے۔ غلط نتائج اخذ کیے ہیں اور جہاد کو صرف دفاعی قرار دیا ہے حالانکہ جہاد کی دونوں قسمیں قرآن پاک

واحادیث میں صراحت موجود ہیں مدافعانہ بھی اور جارحانہ بھی ایک قسم کو منسوخ قرار دے دینا بھی دین میں کمی کرتا ہے تفصیل کا موقع نہیں کہ تمام شرائط اور ان کی نوعیت پر روشنی ڈالی جائے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جب شرائط نہ ہوں تو بالفعل ضروری نہیں مگر اس کی ہمیشہ کے لیے منسوخی و خاتمہ کا اعلان کیونکر درست ہو سکتا ہے کیا کسی شخص پر یا جماعت پر بوجہ عدم استطاعت حج فرض نہ ہونے سے تمام دنیا کے واسطے مسئلہ حج کے خاتمہ کا اعلان و حکم کیا جا سکتا ہے پھر اگر ہندوستان میں مجبوری تھی تو اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کا اعلان بلاد عرب و شام اسلامی ممالک میں انہیں جہاد سے روکنے کے واسطے رسائل کثیرہ کی اشاعت کی کیا غرض تھی مختار مدعا علیہ کوئی بھی تاویل کرے مرزا صاحب کتاب البریہ میں صراحت اعلان فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی غرض ممالک اسلامیہ میں اس کے روکنے اور خاتمہ کے اعلان کے سوائے خوشنودی و رضا جوئی خیر خواہی گورنمنٹ برطانیہ کی ہرگز نہ تھی (ملخصاً)

(بزرگان دین پر بہتان عظیم)

پھر حضرت مولانا اسماعیل شہید رح اور ان کے پیر حضرت سید احمد بریلوی رح پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کا مذہب بھی مرزا صاحب کی طرح تھا۔

ماشاءاللہ اُن کا رسالہ جہادیہ و حیات طیبہ ملاحظہ ہو۔

اور سوانح احمدیہ سے ان کا ایک خطبہ بلکہ ایک دو فقرات نقل کئے ہیں۔ عدالت خود اسے ملاحظہ فرمائے۔ نقل عبارت میں طول ہوگا۔ کہ کیسا کھلا ہوا بہتان عظیم ہے اس میں تو سراسر اس کے خلاف ہے وہ جب سکھوں سے جہاد کرنے کے واسطے نکلے تو اعلان فرما دیا کہ کسی اسلامی بادشاہ یا موجودہ سلطنت سے ہمارا نزاع نہیں صرف سکھوں سے اس وقت جہاد کرنا ہے۔

اس میں یہ ہے کہ وہ خود جہاد بالسیف میں مصروف ہیں تو جہاد کے مسئلہ کو خراب اور اس کے ہمیشہ کے لیے خاتمہ اور منسوخی کا کیونکر اعلان فرما سکتے ہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے کیا۔ البتہ ایک وقت میں تمام دنیا سے جہاد نہ کیا۔ اس سلسلہ میں بلا وجہ گورنمنٹ برطانیہ کے محامد اور اس کا سایہ رحمت ہونا بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اور باوجودیکہ بحث کے وقت احتجاج کے ساتھ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ میں ایک لسٹ اس کے مظالم اور مداخلت فی الدین کو پیش کروں گا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پاک پر کیسے اور کس قدر عظیم الشان حملے کئے ہیں۔ مگر چونکہ عدالت کی اجازت اس قسم کے غیر متعلق امور کے تذکرہ کی نہیں اس لیے احترام عدالت کے لحاظ سے ترک کرتا ہوں۔

بہرحال اس مسئلہ جہاد کے خاتمہ کرتے ہی مرزا صاحب نے خود دین میں کمی زیادتی کی اور اس کا جواب تا قیامت ناممکن ہے۔ عدالت خود ہمارے پیش کردہ حوالہ جات گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں سے ملاحظہ فرمائے۔

تیسری وجہ تکفیر (دعویٰ نبوت)

اس سلسلہ میں مدعیہ کی جانب سے کوئی بھی ثبوت اس ہیڈنگ کے تحت پیش نہیں کرنا ہے کیونکہ وضاحت مسئلہ ختم نبوت قرآن پاک احادیث نبویہ صحیحہ اقوال صحابہ، نیز آئمہ سلف صالحین سے کثیر التعداد حوالے اور تقریباً (۵۰) سے زائد بالکل لاجواب جن کا جواب ہی مذکورہ نکلنا نہ آیا گذر چکے ہیں جن کا اعادہ نہیں کرتا اور ان سے صراحتہً ثابت ہوگیا کہ کسی قسم کا ظلی۔ بروزی نبوت کا دعویٰ بعد خاتم النبیین اور آخر الانبیاء با جماع امت کفر اور قطعی کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اس سلسلہ میں وہی شہادت کی پیش کردہ آیات اسی طرز استدلال سے اور وہی کچھ معتبر اور غیر معتبر احادیث الفاظ و معنی میں تحریف و تاویل کر کے دہرا دیں جن کا غیر متعلق اور مبحث سے بے ربط اور موضوع سے دور اشارۃً و کنایۃً بھی مثبت مدعا نہ ہونا اصل بحث میں ثابت کر چکا ہوں اب گو کچھ زائد کہنے کی ضرورت نہیں تاہم ان کی جوابی بحث کی روشنی میں نہایت اختصار سے گذارش کرتا ہوں۔

(قرآن مجید سے امکان نبوت پر دلائل)

بحوالہ بیان گواہ مدعا علیہ ۱ (۱) یابنی آدم الخ (۲) الله یصطفی الخ (۳) اذکروا نعمة الله ... ظهر الفساد الخ (۵) صراط الذین انعمت علیهم ... بحوالہ گواہ مدعا علیہ ۲ (۶) واذ ابتلی ابراهیم (۷) آیة میثاق (۸) ومن یطع الله والرسول (۹) ما کان الله لیذر (۱۰) ... هدینا (۱۱) آیت استخلاف (۱۲) وسیق الذین کفروا الی جهنم زمرا

ان سب کا مدلل جواب اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں اور عدالت نے اس پر نوٹ بھی قائم فرمائے تھے۔ ان میں سے صرف چند آیات نمبر (۱) و (۲) و (۵) و (۶) و (۸) و ان کا جواب بحث میں مذکور کیا۔ اور پوری چھ یعنی نصف ورجن کے جواب کا ذکر تک نہ کیا اور ان کا جواب صحیح تسلیم کر لیا۔ لہٰذا اب اس سلسلہ میں صرف چھ آیات ان کے پاس ہیں جن کے جواب کو جوابی بحث میں لائے اور میرے جواب میں مغالطہ کی سعی کی ہے جس کی حقیقت پر مرتب و مفصل مگر نہایت ہی اختصار سے روشنی

ٹوالا ہے۔

(مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ)

(۱) اس آیت میں خطاب حضرت آدم ؑ کے وقت کے بنی آدم کو ہونا جن کے واسطے مختار مدعیہ نے ابن جریر کی روایت پیش کی ہے سیاق وسباق کے خلاف ہے۔
(۲) سیاق وسباق سے وہی ثابت ہوتا ہے جو گواہان مدعیہ نے کیا ہے۔
(۳) اس سے پہلی آیتہ یابنی آدم خذوا زینتکم ہے جس کا شان نزول کفار مکہ ہیں۔
(۴) اور بعد کی بھی آیات ہمارے معنوں کو موئید ہیں۔ قال ادخلوا فی الخ
(۵) یہ کہنا غلط ہے کہ گواہان مدعا علیہ نے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا بلکہ حوالہ اتقان کا موجود ہے۔
(۶) روایتہ ابن جریر میں آدم اور ذریتہ دونوں کا ذکر ہے اور آیتہ میں صرف بنی آدم کا۔
(۷) قرآن میں حکایتہ عن الماضی کا اشارہ تک نہیں۔
(۸) عبدالرحمٰن بن زیاد اور بیاج ضعیف ہیں جو روایت ابن جریر میں ہیں۔
(۹) اقوال تابعین ومفسرین حجتہ نہیں بحوالہ اتقان ابن خلدون۔
(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کیوں کہا۔
(۱۱) یابنی آدم یا ایہاالناس کے فرق کا جواب۔
(۱۲) ہدیتہ الشیعتہ۔
(۱۳) نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں۔
(۱۴) اماکی بحث۔

(الجواب)

(۱) ہرگز سیاق وسباق اس کے خلاف نہیں ہیں نے اولاً اس کے عموم خطاب کو سیاق وسیاق اور اسلوب قرآن سے اصل بحث میں ثابت کیا ہے اور قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ ہر جگہ یا بنی آدم سے اولاد آدم مراد ہوتی ہے جیسا کہ اصل الفاظ کا مدعا ہے اور جب بھی کہیں تخصیص پیدا ہوتی ہے وہ مجازاً خارجی قرائن یا شان نزول وغیرہ کے لحاظ سے ورنہ اصل الفاظ کی وضع ہی عموم کے واسطے ہے ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ
(۲) یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ جیسا کہ ماقبل سے مستفاد ہوتا ہے اور آگے آرہا ہے۔

(۳) اس پہلی آیت میں یا بنی آدم خذوا زینتکم الخ میں خطاب عام اولاد کو ہے اور تخصیص خارج سے شان نزول کی مدد سے جو پیش کی ہے وہ اصل عموم الفاظ کو باطل نہیں کرتی کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ خصوصی مورد کا۔ تعجب ہے کہ دوسرا شان نزول پیش کرے تو اسی ضابطہ سے مختار مدعا علیہ اسے مسترد کر دیتا ہے اور اپنے لیے اسی سے دلیل لاتا ہے مفصل ابتدائی بحث میں پیش کر چکا ہوں پس معلوم ہوا کہ اس آیت میں یا بنی آدم الخ سے عامہ اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ یا زمانہ محمدیہ کے لوگوں کے مراد ہیں البتہ حکم اس قسم کا ہے کہ ختم نہیں ہوا اب تک اس امت میں موجود ہے پس یہ ماسبق کی آیت خلاف ہمارے مدعا کے نہ ہوئی بلکہ اسی کو مؤید رہی۔

(۴) مابعد ایک آیت بھی مختار مدعا علیہ کے معنے کی مؤید نہیں بلکہ تائید کا اشارہ تک نہیں دراصل مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ معنی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کیونکہ پیش کردہ آیت میں ازل کا ذکر تھا اور اس میں ابد و آخرۃ یا قیامت و وقت دخول جنت کا۔ وہ حکایۃ حال ماضیہ تھی یہ حکایۃ حال آئندہ دوسرے سیاق و سباق کی فکر مختار مدعا علیہ کو فضول ہے جب کہ وہ خود اقراری ہے کہ حوا اور حضرت آدم کا واقعہ ضمنی طور پر درمیان میں آیا ہے۔"

معلوم ہوا کہ اس میں ضمنا جملے معترضہ بھی ہیں جن کا ماقبل و مابعد سیاق و سباق سے حل کرنا اسی کے قول کے مطابق نہیں ہو سکتا ورنہ میں نے تو اس کا حل مختصر یہاں اور مفصل بحث میں پیش کر دیا ہے نیز گواہان مدعیہ نے بجواب جرح بھی اسے ایک حد تک صاف کر دیا ہے۔

(۵) یقینا یہ کہنا صحیح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے اس پر کوئی بھی دلیل پیش نہیں کی اور ہمارے اس قول کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غلط بیانی ہے کہ اس نے آیت متنازعہ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا بلکہ ماقبل کی آیت خذوا زینتکم الآیۃ کے متعلق اتقان کا حوالہ پیش کیا تھا اور اسی پچھلی آیت کے تحت سے ایک ضابطہ عام نقل کیا تھا مگر اس کا غیر متعلق ہونا اچھی طرح ابتدائی بحث میں واضح کر چکا ہوں اور واقعہ صرف اس قدر ہے کہ ایک عام قاعدہ کی اتقان میں ایک مثال دی ہے یہ ہرگز نہیں کہ اس آیۃ متنازعہ میں یا جہاں بھی یہ لفظ آئے یہی مطلب ہوتا ہے ملاحظہ ہو اتقان ص

(۶) جس طرح روایۃ ابن جریر میں حضرت آدم اور اس کی ذریت دونوں کا ذکر ہے یوں ہی آیت میں اولاد آدم مع آدم کے مراد ہیں اور ایسا قرآن پاک میں جابجا ہے اعملوا آل داؤد شکرا الخ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب الخ یہاں آل داؤد میں داؤد اور آل فرعون میں فرعون بالاتفاق شامل ہے اسی طرح اس متنازعہ آیت میں بھی بنی آدم کے ساتھ آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں اور یہ خاص اس کلام بلاغت

نظامِ اسلوب ادا ہے جسے کشاف و بیضاوی ، اور اعجاز القرآن میں مفصل بیان کیا ہے یہاں موقع تفصیل کا نہیں کہ عرض کیا جائے ۔

(۱) قرآن میں حکایۃً حال ماضی کا اشارہ کیا تصریح موجود ہے ۔ کیونکہ یہ آیت گویا قدرے تفصیل ہے

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔

کی اور یہ بہر حال سلسلہ ہدایت و آتیان رسل شروع ہونے سے پہلے کی خبر ہونا چاہئے ورنہ رسول آچکنے کے بعد اس کا کہنا ہی محض عبث و فضول ہوگا ۔

جسے ذرہ بھی قرآن دانی سے مناسبت ہے وہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ سلسلہ ارسال رسل و انزال کتب سے قبل کی یہ باری تعالیٰ کی اولاد آدم کو وصیت ہے اس سے انہیں آدم ؑ کے قصہ اور ان کے جنت سے خروج کے متصل بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ بھی اوسی ازل کا واقعہ ہے اور یہ کل بطور حکایت حال ماضیہ بیان ہوا ہے ۔ اور ایسی مثالیں حکایۃ حال ماضیہ کی قرآن پاک میں متعدد موجود ہیں ۔

(۸) مختار مدعیہ کی پیش کردہ روایت ابن جریر کے دونوں راوی عبد الرحمٰن ابن زیاد اور حیات ہرگز ضعیف نہیں نہ ان کے ضعف کا فیصلہ ہے صرف ایک قول ان کے متعلق بلا سبب وعلت بیان کئے ضرور منقول ہے مگر اس قسم کی جرح اصولاً ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل صفحہ ۔ القول الاول انہ یقبل التعدیل من غیر ذکر سببہ ......

"واما الجرح فانہ لا یقبل الا مفسرا مبیناً سبب الجرح" یعنی پہلا قول یہ ہے کہ کسی کی تعدیل و توثیق تو بلا اظہار سبب ہو سکتی ہے مگر کسی پر جرح قبول نہیں ہو سکتی ۔ جب تک اوس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے ۔

ابن صلاح نے اپنے مقدمہ میں اسی قول کو ائمہ اور حفاظ و ناقدین ماہرین حدیث بخاری و مسلم وغیرہ کا مذہب قرار دیا ہے اور حافظ زین الدین عراقی نے اسی قول کو صحیح اور مشہور فرمایا ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ ۔

"وقد اکتفی ابن الصلاح فی مقدمتہ علی القول الاول من ھذہ الاقوال وقال ذکر الخطیب الحافظ انہ مذھب الائمۃ من حفاظ الحدیث ونقادہ مثل البخاری ومسلم

"وقال الزین العراقی فی الشرح الالفیۃ فی القول الاول انہ صحیح المشھور"

پس اس قسم کی جرح مبہم ہرگز ہمارے راویوں کی بتصریح ماہرین فن جرح مجروح نہیں کر سکتی مزید براں

اسی میزان الاعتدال میں دونوں راویوں کی کافی توثیق موجود ہے۔ جسے مختار مدعا علیہ نے ظاہر نہ کیا ملاحظہ ہو۔ حافظ شمس الدین ذہبی اس عبدالرحمن ابن زیاد کو قاضی افریقہ اور عبد صالح فرماتے ہیں۔ امام بخاری اسے قوی فرماتے ہیں ابوداؤد امام احمد بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی حدیث حجت ہے۔ یہی ابن قطان جن سے مختار مدعا علیہ نے یہ غیر ثابت شدہ قول کے ان کے متعلق نقل کیا۔ صحیح اُن سے وہ ہے جو امام بخاری کے استاد امام اسحاق ابن راہویہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ ابن سعید قطان سے سنا کہ عبدالرحمن ابن زیاد ثقہ (معتبر) ہے اور ضعیف نہیں۔ وقال اسحاق ابن راہویہ سمعت یحییٰ بن سعید یقول عبدالرحمن ابن زیاد ثقہ (میزان الاعتدال طبع ہند ج ۲ ص ۹۳)

باقی رہا حیاج ابن بسطام خراسانی - یہ تابعی ہیں حضرت انس کو دیکھنے کی بھی روایت کی ہے۔ امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھنے کے لائق ہیں۔ سعید ابن بنا فرماتے ہیں میں نے ہیاج سے زاہد کوئی نصیح نہیں دیکھا اور بغداد انہوں نے درس حدیث دیا۔ جس میں ایک لاکھ آدمی مجمع ہو گئے اور احادیث اُن کی لکھیں۔ مالک ابن سلیمان فرماتے ہیں کہ ہیاج ابن بسطام اعلم الناس بہت ہی بڑا عالم بہت بڑا کوبار بڑا فقیہ بڑا شجاع بڑا سخی ورحیم تھا (ملاحظہ ہو۔ میزان الاعتدال طبع ہند ج دوم ص ۵۵۵)

اس کی زیادہ اور توثیق اور کیا چاہئے۔ یحییٰ ابن سعید القطان اس کے معاملہ میں متردد ہیں۔ ایک مرتبہ اُسے ضعیف کہہ گئے اور ایک مرتبہ لیس بشئی کہہ دیا۔ یعنی قال مرۃ لیس بشئی جس کو مختار مدعا علیہ نے غلطی سے مرۃ کو مترہ کوئی نام سمجھ کر یہ ترجمہ کر دیا کہ مترہ نے کہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ کہ مترہ کسی کا نام نہیں وہاں مرۃ کا لفظ ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ انہیں یحییٰ نے کبھی یہ کہا کہ لیس بشئی۔ غرض ان کے تردد سے راوی میں ضعف پیدا نہیں ہوتا جب کہ ایسی تقویت و توثیق موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۵۵۵)

لہٰذا ابن جریر کی سند بالکل صحیح بے غبار ہے۔

نیز جس تابعی سے یہ روایت ہے۔ یعنی ابی لیار سلمی وہ بالاتفاق ثقہ نہایت معتبر ہے۔ جیسا کہ کتب رجال میں مذکور ہے۔

(۹) اب تابعین کے متعلق کسی بحث کی ضرورت نہیں۔ جب کہ وہ تابعی جن سے ہم نے نقل کیا ہے مراد ابی لیار سلمی معتبر ہے۔ صرف یہ گذارش کر دوں کہ مختار مدعا علیہ نے فتح البیان ص ۔ بو شعبہ کا حوالہ نقل کیا ہے وہ محض غلط ہے وہاں کوئی موجود نہیں۔ نہ اُس کے آگے پیچھے ہے۔ بلکہ تابعین کی ان کے طبقات کے لحاظ سے توثیق موجود ہے۔

تغیروں کے متعلق جو اتقان کا حوالہ نقل کیا ہے اس میں شرمناک خیانت ہے۔ حوالہ کے قبل لفظ قال و کو حذف کر دیا اور آخر سے وفیہ نظر کو حذف کر دیا۔ یہ دوسرے کا قول نقل کر کے تردید فرما رہے ہیں۔

اور سوائے بعض مخصوص تفاسیر کے مستند معتبر خصوصاً ابن جریر وغیرہ کی اسی اتقان میں شد و مد کے ساتھ توثیق ہے۔ اور خصوصیت سے اس ابن جریر کو نہایت ہی معتبر فرما رہے ہیں اور ائمہ دین سے نقول پیش کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو اتقان طبقات المفسرین ج۲ ص۱۸۹)۔ باقی رہا حوالہ ابن خلدون اُس میں بھی خیانت ہے۔ جو اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں۔ بیان میں اس کے الفاظ یہ دیئے ہیں ''و تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث و السمین'' یہ الفاظ ہر دو بیانوں حتےٰ کہ مطبوعہ کاپی میں قول ابن خلدون کہہ کے موجود ہیں۔ حالانکہ متعدد ایڈیشن بحث میں پیش کر کے دکھا چکا ہوں۔ کہ یہ کہیں نہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ (لا ان کتبھم واقوالھم تشتمل) اس کے متعلق گزارش ہے۔ کہ ابن خلدون مفسر اور مذہبی امام نہیں۔ بلکہ مورخ ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸ مارچ اور یہ ہے مسلم کہ ہر فن میں اُسی کے ماہر کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ جیسے کہ گذر چکا ہے۔ پھر مفسرین نے رطب و یابس اقوال تردید کے واسطے نقل کیے ہیں تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں اُن کی تائید نہیں کرتے۔ اور اس سے اس کتاب کا پایۂ یقین خراب و مخدوش نہیں ہوتا ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۸ مارچ ۱۹۳۳ء اس کی ایک مثال ابتدائی بحث میں تفسیر خازن جلد ۲ ص۲۱۵ تحت آیت لقد ہمت الخ سے پیش کی ہے علاوہ ازیں کے ابن خلدون کی یہ رائے صرف قصص و حکایات میں ہے احکام و اعمال و عقائد خود اس سے مستثنیٰ کرتے ہیں ملاحظہ ہو مقدمہ ابن خلدون ص۳۸۳ یعنی پیش کردہ حوالے کا آخری حصہ جسے گواہان مدعا علیہ نے دانستہ نقل نہ کیا۔

(۱۰) مرزا صاحب نے ابن جریر کو رئیس المفسرین کسی تقلید میں نہیں کہا بلکہ خود اپنی تحقیق ہے اور حوالے فتح البیان جلد ۱ ص۲ کا حوالہ مغالطہ ہے وہاں رئیس المفسرین کا ٹھیک لفظ نہیں ہاں بڑے بڑے ائمہ سے اس کی توثیق منقول ہے قال النووی اجمعت الامۃ انہ لم یصنف مثل تفسیر الطبری "امام نووی فرماتے ہیں کہ امت کا اجماع ہے کہ تفسیر ابن جریر کے مثال کوئی بھی تفسیر تصنیف نہ ہوئی۔ ابی حامد اسفرائنی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ملک چین تک صرف تفسیر ابن جریر کے حصول کے واسطے سفر کرے تو کم ہے (فتح البیان جلد ۱ ص۱)

پس اس سے تو اور ہماری تائید ہوئی کیونکہ ہمارا حوالہ اسی مسلم و معتبر کتاب کا ہے جس کو امت نے معتبر و قابل مانا ہے اور جس کے متعلق مرزا صاحب بھی رئیس المفسرین لکھتے ہیں اور اس کے قول سے دلیل لاتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ پہلے قرآن سے مرزا صاحب نے حل کر کے تائید پیش کی ہے ہم نے بھی پہلے الفاظ قرآنی اور سیاق و سباق سے پیش کر کے یہ نقلی تائید پیش کی ہے لہٰذا یہ بالاتفاق قبول ہونی چاہئے۔

(۱۱) یا بنی آدم سے اصل یہی ہے کہ عام اولاد آدم بلا تخصیص امت محمدیہ اور یا ایھا الذین امنوا سے صرف

مومنین امت اور یاایہا الذین کفروا سے کفار مکہ اور خطاب ہیں یاایہا الناس آیات اسے اصل بحث میں قرآنی امثلہ سے واضح کر چکا ہوں عدالت خود مقابلہ فرمائے کہ اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا صرف الفاظ بدلائے ہیں۔

(۱۲) بدیہ الشیعہ کا حوالہ جو ڈبل اصول پر غیر مسلم اور جدید بہت تیر وہاں اس آیت کا اس تخصیص میں انحصار کا کوئی بھی ذکر نہیں عدالت خود اصل حوالہ ملاحظہ فرمائے۔

(۱۳) بیان نسخ اخبار کا کوئی معاملہ نہیں نسخ کی بحث بے جا اور یہ بیہاں جھگڑا بیجا دے یہاں تو صرف اس قدر ہے کہ اولاد آدم سے خدا نے رسول بھیجنے کا روز ازل وعدہ فرمایا تھا۔ رسول بھیج کر وہ وعدہ پورا فرما دیا۔ اگر رسول نہ بھیجتا تو خلاف وعدہ خلاف ہوتا۔

اس میں یہ وعدہ ہی نہ تھا کہ قیامت تک آتے رہینگے۔ یہاں تک خاتم النبیین کو نسخ بنانا پڑے۔ وہ وعدہ علیحدہ پورا ہو گیا اور یہ حکم علیحدہ ختم نبوۃ اور انسداد سلسلہ نبوت وباب نبوۃ علیحدہ رہا۔ نسخ سے کوئی علاقہ ہی نہیں اگر وہاں استمرار کا تذکرہ ہوتا تو ضرور یہ نسخ کہلاتا۔

(۱۴) لفظ اما کی بحث بلا وجہ چھیڑی۔ یہ صرف اس لیے ہے کہ اما جب کسی مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس سے صرف استقبال مراد ہوتا ہے استمرار کے واسطے نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس آیت سے صرف بنی آدم سے ازل میں رسول آئندہ بھیجنے کا وعدہ نکلا۔ ہمیشہ قیامت تک بھیجتے رہنے کا ثابت نہ ہوا۔ اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری غیر متعلق نفظی بحث چھیڑ دی۔

بحمد اللہ ثابت ہو چکا کہ اس آیت کے متعلق جو تاویلات مجھ پر مدعا علیہ نے میری بحث پر کی ہیں ان میں کوئی قوت نہ تھی۔ اور اصل بحث کے اعتراضات استدلال پر لاجواب ہی رہے۔

(نوٹ) یہ بھی واضح رہے کہ میں نے اپنے دعوی پر روح المعانی ج ۲ ص ۹۱ کا حوالہ پیش کیا ہے۔ کہ اس جگہ بنی آدم سے تمام انسان مراد ہیں۔ امت محمدیہ کی تخصیص نہیں اور یہ لاجواب رہا۔

(دوسری آیت)

انی جاعلک للناس اماما۔

اس سے استدلال ہی بے ربط تھا جسے آج تک کوئی بھی سلف وخلف سے نہ سمجھا۔ یہ کسی جواب ہی کے قابل نہ تھا اور جو کچھ کہ اصل بحث میں اس پر کر چکا ہوں وہ کافی سے زائد ہے۔ اب مختصراً دو چار لفظ جواب الجواب کے سلسلہ میں عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ تاویل مختار مدعا علیہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسل میں نبی بنانے کا وعدہ کیا ہے کہ یہ وعدہ اس وقت تک پورا ہوتا رہیگا۔ جب تک ظالم نہ ہوں۔ پس بالسبب کہ ظالم ہوتو یا نبوۃ کا امکان۔

(۲) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ ذریۃ کا لفظ عربی زبان نہیں صرف جسمانی نسل پر بولا جاتا ہے غلط ہے۔ لغتہ عرب کا حوالہ چھوڑکر ہدایۃ الشیعہ صت۳ دیکھو۔

(۳) مرزا صاحب بلا ریب ابراہیمی نسل سے ہیں استفتاء صلا)

(جواب الجواب)

جواب ہو نہ سکا صرف ٹالنا چاہا ہے۔

(۱) ابراہیمی نسل سے وعدہ بصیغہ اسم فاعل کے تھا جو استقبال کے معنیٰ میں ہے وہ پورا ہوا۔ اس میں کہیں استمرار کا پتہ نہیں کہ ہمیشہ پورا ہوتا رہے گا جب تک وہ ظالم نہ ہو جائیں۔ یہ استمرار کے معنی صرف مختار مدعا علیہ کے طبع زاد ہیں جس پر کوئی ایک حوالہ نہیں اور استقبال کے معنی آج تک سلف و خلف لیتے چلے آئے ہیں اب نہ آل ابراہیم کو ظالم ماننا پڑتا ہے نہ اجراء نبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کا کفریہ عقیدہ لازم آتا ہے اور اگر مختار مدعا علیہ کے طرز پر استمرار ہو تو ساڑھے تیرہ سو سال تک آل ابراہیم کو عیاذاً باللہ ظالم ماننا پڑے گا جس میں تمام متقین رونما ہووے مگر نبی نہ بنائے گئے حالانکہ ابراہیمی نسل میں اب تک کس قدر صحابہ ائمہ قطب ابدال غوث صلحا ئے امت گزرے۔ یہ محض لغو تاویل ہے اسلاف تیاس کے خلاف تصریحیں کی ہیں غرض استمراری معنے محض تفسیر بالرائے ہے جو حرام قطعی ہے۔

(۲) یقیناً ذریۃ کا لفظ عربی زبان میں صرف جسمانی ذریۃ پر بولا جاتا ہے۔ اور انسان کی نسل و فرزندان پر اطلاق پاتا ہے۔ لغت کی معتبر کتب اس تصریح سے پر ہیں۔ قرآن و احادیث و محاورات عرب میں سینکڑوں حوالے موجود ہیں مختار مدعا علیہ باوجود اس قدر اس معاملہ میں تعلی کے عربی لٹریچر سے ایک بھی مسلم و غیر مسلم حوالہ نہ پیش کر سکا اور اپنے عجز کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کہ یہاں پر لغت عرب کے حوالے چھوڑتا ہوں۔ بانی مدرسہ دیوبند کی ہدیۃ الشیعہ پیش کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ ہدیۃ الشیعہ اردو کی کتاب ہے۔ اردو محاورات میں مجازاً ذریۃ نہ معلوم کس قدر مستعمل ہوتا ہے۔ عربی لغت میں عربی کا ایک بھی محاورہ نہ مل سکا۔ اور میرا دعویٰ بحمد اللہ لاجواب رہا۔ مفصل اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۴) مرزا صاحب کا حق فارس یا اولاد فاطمہؓ سے ہونا کوئی علم الانساب کے اصول پر نہیں بلکہ ان کا کشفی و الہامی ہے جو کسی پر حجت نہیں۔ ہاں اون کے نسب نامہ میں ہے کہ وہ مغل ہیں مگر مرزا صاحب اوسکی تردید فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے پر دری بھیجی کہ میری آبا و اقوام ترکیہ میں سے نہیں۔ (استفتا ص)

پس اب نسب نامہ کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں جب کہ اب تک مغل فارس یا بنی فاطمہؓ ہونا ہی ثابت نہ ہوا اور سب کا سب خلاف نسب نامہ مشہور کشفی رہا۔ اور اصل نسب نامہ کو مرزا صاحب کے الہام اور وحی الٰہی نے بزعم اون کے غلط ثابت کر دیا۔

انساب کی کتاب سے مرزا صاحب کا قابل اعتماد ابراہیمی نسل ہونا ثابت نہیں۔ باقی اصل میں اس کی بحث میں ضرورت ہی نہیں۔ جب کہ نہ اس آیت کا یہ مطلب ہے نہ کسی نبی کے آنے کا امکان ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکا۔ بہر حال عدالت خود ملاحظہ فرمائے گی کہ ہماری بحث کا کوئی بھی جواب نہ ہوا۔

خلاصہ تاویلات

(تیسری آیت اللہ یصطفی الخ)

(۱) یصطفی میں حال اور استقبال دونوں مراد لینے پر جو مختار مدعیہ نے اعتراض کیا ہے اس کے لیے منجد اور جرح گواہ مدعیہ ملا کا حوالہ پیش ہے۔

(۲) مشترک کے دونوں معنی یکدم لے سکتے ہیں جیسا کہ رایت عینہ میں لیتے ہیں۔

(۳) چونکہ اس آیت میں یہ صیغہ خدا کے واسطے مستعمل ہے لہذا استمرار ہی کے معنی موزوں ہوں گے۔

(الجواب)

(۱) میرا اعتراض دونوں حال و استقبال کے معنی یکدم حقیقۃً مراد لینے پر تھا اور بتایا تھا کہ اسے اصطلاح میں عموم مشترک کہتے ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اس کے واسطے لاعموم لہ ای المشترک کہ عموم مشترک نہیں ہو سکتا۔ نور الانوار ص جرح گواہ مدعا علیہ ملا ار مارچ ۱۹۳۲ء) سے پیش کیا تھا جو بالکل لاجواب رہا۔

البتہ منجد اور گواہ مدعیہ ملا کی جرح سے پیش کیا کہ مضارع وہ فعل ہے کہ حال و استقبال دونوں پر دلالت کرے مگر میرا اعتراض مضارع کے اس معنی یا دلالت پر نہیں بلکہ حقیقۃً ایک ہی استعمال میں بطور عموم مشترک مراد ہونے پر ہے اور وہ بحمد اللہ لاجواب ہے۔ اوس کا کوئی جواب نہیں۔ مفصل اصل بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) روایت جینہ اپنی طرف سے مثال گرہ کو میرا پیش کردہ حوالہ نورالانوار صفحہ ۴۲ عموم مشترک کا نہیں توڑ سکتے
بہرحال ایک ہی معنی مراد لیے جا سکتے ہیں جیسا کہ بحث میں بیان کر چکا۔

(۳) مضارع میں استمراری معنی حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہیں اور یہاں کوئی قرینہ صارفہ مجبور نہیں کرتا کہ خواہ مخواہ مضمون بنانے کے واسطے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی لیے جائیں۔ بلکہ اس کے نہ مراد ہونے پر تو اٹھ چکا ہوں پیش کر چکا اور بندہ کی طرف نسبت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ استمرار مراد ہو بلکہ حال یا استقبال ہی مراد ہوتا ہے۔ تمام قرآن پاک میں سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ اور مختار مدعا علیہ کے ادعاء کی ایک بھی نہیں مل سکتی۔ میں نے خازن ج ۵ صفحہ ۔ سے اس کا شان نزول پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یہاں اجراء نبوت وغیرہ کا کوئی بھی تذکرہ نہیں صرف اہل مکہ کے اس اعتراض کا جواب دینا ہے کہ اللہ نے بشر جو ہم جیسا تمہارا رسول کیسے بنالیا۔ جواب مرحمت فرمایا گیا کہ اللہ یصطفی من الملائکۃ الخ کہ یہ کسی نہیں کہ کوئی معیار ہو بلکہ اللہ کے نظر انتخاب پر موقوف ہے جسے چاہے برگزیدہ کرے وہ ملائکہ کو بھی رسالت کے واسطے چنتا ہے۔ اور لوگوں سے بھی۔ چنانچہ چنا اور پھر جب چاہا یہ سلسلہ خاتم النبیین سے بند فرما دیا کوئی محل اعتراض نہیں اس کا کوئی بھی جواب نہ ہو سکا۔ اور اصل اعتراض لاجواب ہی رہا۔

(چوتھی آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم)

اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا اور محض یہ تاویل کی کہ۔

(۱) ایام الصلح سے جو اس آیت کے جواب میں تائید پیش کی گئی وہ گواہان مدعا علیہ کے معنی کے متضاد نہیں کیونکہ اس میں اور نبوت کا انکار ہے اور گواہان مدعا علیہ اور قسم کی ثابت کرتے ہیں۔

(۲) کشتی نوح میں ایام الصلح کے خلاف مضمون ہے۔

(۳) جو ترجمہ آیت پیش کیا ہے اس دعا کے مفہوم سے مطابق ہے جو اس آیت میں ہے۔

(الجواب)

(۱) ایام الصلح میں مطلقاً انکار ہے اور یہ کتاب اس زمانہ کی ہے جب کہ دعویٰ نبوت کا وہم و گمان بھی مرزا صاحب کو نہ تھا بلکہ نبوت پر پردہ پڑا تھا کیونکہ اس کا سنہ تالیف یکم جنوری ۱۸۹۹ء ہے عدالت خود ایام الصلح کی عبارت سے میرے جواب کا مقابلہ فرمالے تفصیل اصل بحث میں ہے۔

(۲) کشتی نوح ۵/اکتوبر ۱۹۰۲ء کی دعوی نبوۃ اور نبوۃ سے پردہ اٹھنے کے بعد کی ہے لہذا اس سے اس کا تعلق نہیں اس وقت تو تمام آیات واحادیث میں تحریفات کر چکے تھے۔

(۳) آیت اھدنا الصراط المستقیم کا یہ ترجمہ کہ "ہمیں ان لوگوں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا" محض تحریف اور غلط ہے اور یہ کہنا کہ بلا اس معنی کے یہ دعا نہ ہوگی یہ بھی غلط ہے دعا ماننے پر بھی صحیح معنی یہ ہوں گے "ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا" اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مختار مدعا علیہ یا اس کے گواہان اپنی مطلب برآری کے واسطے کس قدر غلط تاویلات اور ترجمہ میں تحریف کر لیتے ہیں اور اپنے زعم کے مطابق اپنے کو نبی بنانے کی روزانہ دعا کرتے اور سکھاتے ہیں۔

باقی جو اصل جوابات اس آیت کے بحث میں دیئے تھے ان کا نام تک نہ لیا اور وہ لاجواب ہی ہے۔

خلاصہ تاویل

(پانچویں آیت ومن یطع اللہ والرسول الخ)

(۱) مختار مدعا علیہ نے معیت سے نبی ہونا مراد لیتے پر بخاری سے قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت وصال مع الذین انعمت علیھم اور حدیث التاجر الصدوق یحشر مع الانبیاء پیش کی اور اگر خود سے دیکھی جائیں تو ہمارے موافق ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ مراد کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں۔

(۳) توفنا مع الابرار اور فاکتبنا مع الشاہدین وغیرہ میں مع بمعنی من ہے کہ ہمیں ان کے زمرے سے کر دے۔

(۴) خدا کی معیت کی آیاتوں کو اس پر قیاس کرنا درست نہیں۔

(الجواب)

(۱) اس استعمال سے صرف میں نے یہ بتایا ہے کہ اگر نبی بننا مراد ہوتا تو اسے بطور تحصیل حاصل استعمال نہ فرماتے نیز اسی اصول پر ہر تاجر صدوق نبی بن جاتا یا بن سکتا حالانکہ یہ مراد نہیں تفصیل اصل بحث سے ملاحظہ ہو اس سے لاجواب ہو کر ادھر ادھر ٹلانا شروع کر دیا۔

(۲) یہ کہنا کہ اس آیت سے یہ مراد لینا کہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہ ہوں گے الخ کوئی عقل مند انسان ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اس کا جواب عدالت کے امتیاز خصوصی پر چھوڑتا ہوں اور صرف یہ گذارش کرتا

یوں کہ آج تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام ائمہ و بزرگان دین سلف و خلف تو یہی معنی کرتے چلے آئے۔
اب مختار مدعا علیہا نہیں جو چاہت کہے اور جو چاہے سمجھے رہیں نے تو اس کا شان نزول اور صحابہ سے
روایت مرزا صاحب کے رئیس المفسرین ابن جریر جلد ۲۲ صلا و ج ا صفحہ ۵۹ سے پیش کر دی تھی ۔ جسے لاجواب
سمجھ کر جواب میں ذکر تک نہ کیا ۔ اصل بحث ملاحظہ ہو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی مراد سمجھا ۔ بخاری
۲۴ صفحہ ۹۲ اصل بحث ملاحظہ ہو ان دریوں کا وجود دوسری آیت سے پیش کیا تھا اس کا بھی کچھ جواب نہ دیا
بہر حال یہ بھی لاجواب رہا ۔
(۳) ان امثلہ میں مع بمعنی مجازاً مراد ہونے سے یہ کب لازم آیا کہ ہر جگہ یہی مراد ہو ۔ چنانچہ جن لوگوں نے
ان امثلہ میں یہ معنی لیے ہیں وہ بھی آیات متنازعہ سے یہ مراد نہیں لیتے ۔
(۴) خدا کی معیت پر قیاس نہیں کرتا بلکہ ان امثلہ سے اگر مع کے واسطے یہ قاعدہ کلیہ بنایا جائے جیسا کہ گویا ان
مدعا علیہ نے بنا لیا ہے تو ان کے زعم باطل پر ہر انسان کا خدا بننا یا خدا بننے کی دعا کرنا لازم آئے گا ۔ جواب
نہ ہو سکا مغالطہ کی سعی کی ۔ باقی اصل جو جواب تھا اس کا ذکر تک نہ کیا ۔ اس آیت میں مع سے معیت یعنی
رفاقت مراد ہے اور اس کا ثبوت اسی آیۃ کا آخری حصہ صریح موجود ہے کہ وحسن اولٓئک رفیقا
یہ انبیاء و صدیقین و صلحاء اچھے رفیق ہیں اس سے نص قرآن اس استدلال کا تمام ہو جاتا ہے اس کا
جوابی بحث میں اشارہ تک نہیں عدالت تو اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے معلوم ہوا کہ یہ جواب بالکل
لاجواب ہے کوئی تاویل بھی ممکن نہیں ۔

(چھٹی آیت استخلاف)

خلاصہ تاویلات

(۱) اس سلسلہ میں جو بحث مختار مدعیہ نے کی ہے وہ قابل التفات ہے ۔
(۲) گواہ مدعا علیہ نے خلافت روحانی اور جسمانی دونوں پر چسپاں کی ہے ۔ بخلاف مختار مدعا علیہ کے ۔
(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا عموم الفاظ قرآنی کو باطل کرتا ہے اور چند امثلہ
(۴) جسمانی بادشاہت تو غیر مومنین اور غیر مسلماء کو بھی مل جاتی ہے ۔
(۵) تفسیر کبیر کے دو حوالے ۔

الجواب

دراصل اس بحث کا کچھ بھی جواب نہیں عدالت اصل بحث کو اس سے مقابلہ فرمائے ۔

(۱) الحمدللہ کہ جواب کے قابل التفات نہ ہوتے تو مختار مدعا علیہ نے اعتراف کرلیا۔

(۲) یہ غلط ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی خلافت سے روحانی اور جسمانی کے دونو مراد لی ہیں۔ البتہ روحانی سے نبی ہونا نہیں بلکہ وراثت علوم نبوبیہ ہونا مراد لیا ہے۔ جیسا کہ بیٹا باپ کا خلیفہ یا مرید پیر کا ہوتا ہے۔ نیز سلطنت ظاہری ولیمکننهم فی الارض سے مراد لیا ہے۔ اور اس پر صریح صریح قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ جن کا کوئی جواب نہ ہو سکا اصل بحث سے ملاحظہ ہو۔

(۳) صرف صحابہ میں منحصر کرنا بھی عموم الفاظ کو باطل نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہاں عموم نہیں بلکہ متکلم نے خود ہی تخصیص فرمادی ہے اور تمام امت ائمہ سلف وخلف آج تک اسے صحابہ کرام کے فضائل وخصوصیات سے شمار کرتی رہی ہے۔

(۴) صرف جسمانی یا دشاہت نہیں بلکہ روحانی اور وراثت علمی بھی ہمراہ ہے اب کوئی اعتراض نہ رہا۔

(۵) تفسیر کبیر کے دونوں حوالے یہاں سے غیر متعلق ہیں اور یہاں انہیں نکالنے سے تفسیر بالآیات جو میں نے پیش کی ہے۔ بالکل باطل ہو جائے گی نیز امام رازی نے بھی اس آیت کو اسی معنی اور صحابہ کرام پر محمول کیا ہے۔ نیز کسی مطلب کے صریح آیات اور احادیث سے متعین ہونے کے بعد اس کے خلاف کسی کا قول معتبر نہ ہونا مسلمہ فریقین متفقہ مسئلہ ہے پس یہ قطعاً پیش ہی نہیں ہو سکے بہرحال اس کے قابل التفات ہونے کا اعتراف ہے اور تاویل جو کی ہے وہ ظاہر ہے جو کچھ بھی ہے۔ عدالت خود ہی اصل بحث سامنے رکھ کر ملاحظہ فرماتے۔

باقی آیات کا جواب لاجواب رہا۔

(احادیث سے امکان نبوت کا ثبوت)

میں نے اس کا تفصیلاً ایک ایک حدیث کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا تھا اور حدیث نواس بن سمعان جس میں نبی اللہ کا لفظ ہے اس کی تفصیل ازالہ صفحہ سے اور نبی اللہ سے مجازاً نبی ہونا مدارج منیر صفحہ پیش کیا تھا جس سے اجراء نبوت کوئی لازم نہیں آتا اب یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ منشا نہیں بلکہ ...ہے عدالت خود اصل سے ملاحظہ فرمالے مطلب واضح ہے۔

حدیث محدث وان میں بخاری شریف کے اندر تصریح ہے من غیران یکونو انبیاء الخ کہ محدث نبی نہ ہوں گے لہٰذا اس سے بھی اجراء نبوت نہ ثابت ہوا۔ ابوبکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبی (کنز العمال) اور تو کنز العمال

ہے صحیح یہ ہونیکے افضل الناس باوجود۔ ہوں گے نہ نبی کہ اولیا بھی ہے انبیا ملکوت ن ز میں
اور ایسے بلند بت کی درات ملیں گے۔
مرزا مظہر جان جاناں رح کی مدح میں کہا گیا ہے کوئی آج اس کے برابر نہیں۔
وہ سب کچھ ہے الا پیغمبر نہیں باقی کے واسطے بیان گواہ مدعا علیہ کا حوالہ دیا ہے میں بھی اپنی اصل بحث
کے حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔
بحمد اللہ ایک دلیل سے بھی اجرائے نبوت ثابت نہ ہو سکا۔ فللہ الحمد
ختم نبوت و دعویٰ نبوت کا مسئلہ ختم ہوا۔

تیسری وجہ تکفیر کا اثبات وجواب الجواب

انکار حشر اجساد و نفخ صور

گواہان مدعیہ نے بیان کیا تھا۔ کہ مرزا صاحب حشر اجساد اور نفخ صور کے منکر ہیں حالانکہ بیسیوں آیات اور احادیث کثیرہ سے یہ بات قطعاً ثابت اور امت کا مسلم عقیدہ ہے جس کا جواب مدعا علیہ نے یہ دیا ہے کہ مرزا صاحب ہرگز ان امور کے منکر نہیں۔ اور مختلف حوالجات ان امور کے متعلق پیش کیے ہیں کہ مرزا صاحب ان امور کو پیش کرتے۔ اور مانتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان مدعا علیہ کے بیان ذ بحث سے یہ بات تو ثابت ہو گئی۔ کہ فی الواقع حشر اجساد اور نفخ صور کا انکار کرنے والا قرآن اسلام کا مکذب اور مخالف اور کافر ہے۔ لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مرزا صاحب ان امور کے منکر ہیں۔ بلکہ وہ مرزا صاحب کو ان امور کا معتقد اور معترف جانتا ہے لہٰذا اس وجہ کی بنا پر کافر و مرتد نہیں ہیں۔

مختار مدعیہ کی طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے۔ کہ گو مرزا صاحب نے بعض مقامات میں ان امور کا اقرار کیا ہے۔ لیکن وہ اقرار محض لفظی اور زبانی ہے۔ اور بیان انکار ہے۔ وہ نہایت بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کے بعد اقرار کی حیثیت محض لفظی زبانی ہے نہ حقیقی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں

اذا جآءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انہم ساء ما کانوا یعملون۔ (سورۃ المنافقون پ۲۸) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاخر وما ہم بمومنین یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون فی قلوبہم مرض۔ الآیہ

ماحصل ان آیات مبارکہ کا یہ ہے۔ کہ کسی شخص کا اقرار جب کہ اس کی حالت قطعی طور پر یا اس کا قول یقیناً انکار پر دلالت کرتا ہو۔ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ پس مرزا صاحب نے جب کہ وہ باتیں نہایت بسط اور تفصیل سے لکھ دیں جن سے لازمی اور ضروری طور پر حشر اجساد کا انکار یعنی قبروں سے مردوں کا میدان محشر میں جانا غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو اب ان کے اقرار اسی قسم کے ہوں گے۔ جیسے کہ منافقین کے ادعا اسلام و رسالت و ایمان ہیں جو محض بے سود ہونے کی وجہ سے کالعدم قرار دیے گئے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی محولہ بالا آیات اور ان کی مثل اور آیات سے ظاہر ہے۔

تفصیل و توضیح

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے ۔ کہ مرزا صاحب نے یہ اعتقاد پیدا و ایجاد کیا ہے ۔ کہ انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں پہنچ جاتا ہے ۔ خواہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جنت و جہنم ہو ۔ جیسے اعلیٰ درجے کے لوگ صدیق شہید نبیاء جو سارے وجود اور قویٰ کے ساتھ داخل جنت ہو جاتے ہیں ۔ اور ان کے مقابل بڑے بڑے کافر جہنم میں سارے وجود اور قویٰ سے داخل جہنم ہو جاتے ہیں ۔ یا محض اس کے لیے جنت و دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھول دی جائے جیسا عام مومنین کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے ۔ یا ان کے مقابل عام کفار کے لیے دوزخ کی جانب سے جیسا کہ مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ کی اس عبارت سے ظاہر ہے ۔ جس کو گواہ نمبر ۱ نے اپنے بیان میں پیش کیا تھا ۔

نیز مرزا صاحب کی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ میں ہے ۔ وقد علمت ان اهل الجنة والسعير يدخلون مقاميهما بعد موتهم من غير مكث ولا ينتظرون القيامة وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات فقد قامت قيامته ۔

یعنی تجھے ابھی معلوم ہو چکا ہے ۔ کہ اہل جنت و دوزخ اپنے مرنے کے بعد بلا تاخیر اپنی اپنی جگہ میں داخل ہو جاتے ہیں ۔ اور وہ قیامت کو دیکھیں گے بھی نہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ جو مر گیا ۔ اس کی قیامت ہو گئی (۲) جو لوگ سارے وجود اور تمام قوتوں کے ساتھ جنت یا جہنم میں سر دست نہیں جاتے ۔ وہ بھی یوم الحشر در یوم الحساب سے پہلے پہلے ترقی کرتے کرتے ادنیٰ درجے سے اعلیٰ درجہ میں آ جاتے ہیں ۔ اور صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ بہشت میں ہی داخل ہو جاتے ہیں ۔ ملاحظہ ہو گواہ نمبر ۱ کی محولہ عبارت ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تقطیع خورد کے بعد کی عبارت " ہاں جب اس درجے سے ترقی کرتا ہے ۔ تو ادنیٰ سے اعلیٰ میں آ جاتا ہے اس ترقی کی ایک یہ بھی صورت ہے (۳) اگر یہاں تک نوبت پہنچی ہے ۔ کہ شہیدوں ۔ اور صدیقوں کی طرح سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ وہ بہشت میں بھی داخل ہو جاتا ہے " (ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ و ۳۶۱) اور صفحہ ۳۶۳ میں ہے " اب ہماری اس تقریر سے بخوبی ثابت ہو گیا ۔ کہ بہشت میں داخل ہونے کے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں ۔ کہ تقریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے ۔ اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا "

صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۲ میں اس بات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے ۔ جو ایک ذرہ بھر ایمان کامل والے انسان کو یوم الحساب سے پہلے صدیقوں اور شہیدوں کی طرح سارے وجود اور قویٰ کے ساتھ بہشت میں داخل کر دیتے ہیں ۔ ان کتاب ازالہ اوہام میں تو ادنیٰ مومنوں کے لیے بتدریج یوم الحساب سے پہلے داخل بہشت ہونا مانا گیا ہے ۔ لیکن حمامۃ البشریٰ صفحہ ۵۵ کی محولہ بالا عبارت میں بلا تاخیر اہل جنت اور اہل دوزخ کا اپنے مقام پر پہنچ جانا تسلیم کیا ہے ۔ جو بظاہر تدریج کے مخالف ہے ۔

لیکن ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ بھی بیان نہیں کیا۔ کہ اہل دوزخ کی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ
کی طرف ترقی کیونکر ہوتی ہے۔ لیکن یہ معمولی بات ہے۔ جس طرح ادنیٰ مومن کی ترقی کے اسباب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کی
ترقی الی اقصیٰ مراتب جہنم کے اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔

بہر حال مرزا صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ کوئی بہشتی یا کوئی دوزخی بہشت یا دوزخ سے نکالا نہیں جاتا۔ خواہ
[illegible] ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۰ ازالہ اوہام اب
حاصل کلام یہ ہے۔ (ص) تو ادنیٰ درجے اعلیٰ درجہ میں آجائیں گے۔ مگر اب تب کہ تمام لوگ یوم الحساب سے پہلے
اپنے ساتھ وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ بہشت میں ہوں گے۔ یہ ... ہیں۔ در حقیقت عقیدہ مرزا صاحب کوئی آدمی بہشت
اور دوزخ سے نکالا نہیں جا سکتا۔ تو اس سے لازمی اور ضروری طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ حشر اجساد باطل ہے۔ یعنی مردے
قبروں سے اٹھ کر میدان حساب میں جسمانی طور پر جائیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ میدان
حساب میں روحانی طور پر لوگ جائیں گے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹ بسلسلہ عبارت محولہ کو اہ تیرا مدعا ملے۔
ترقی کی مثال سے سمجھ لینا چاہیئے۔ (ص) اسی طرح روحانی طور پر بہشتی میدان حساب میں بھی ہوں گے۔ اور بہشت
میں بھی ہوں گے۔ انتہیٰ

مرزا صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ حشر روحانی کی تصریح کی ہو۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قیامت کے دن حضور
رب العالمین میں جسمانی طور پر حاضر ہونے کو یا بالفاظ دیگر حشر جسمانی کو بیہودہ خیال قرار دیا۔ اور تمام امت کو بیہودگی
سرشت قرار دیا جو آج تک حشر جسمانی کی معتقد چلی آتی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰ و ۳۵۱ ملاحظہ ہو۔ اور قیامت
کے دن حضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا۔ (ص) گویا بہشتی لوگوں کو نئے سرے سے جہنم
میں داخل کرے گی۔ انتہیٰ)۔

مرزا صاحب نے اسی مقام پر یہ تصریح کر دی ہے۔ کہ یوم الحساب میں بھی جنتی جنت میں ہی ہوں گے۔ اور دوزخی
دوزخ میں۔ صرف بہشتیوں پر رحم الٰہی کی تجلی ہوگی۔ اور دوزخیوں پر قہر الٰہی کی تجلی ہوگی۔ اور اس طرح پر جنت والوں کو
جنت نئے رنگ میں دکھلایا جائے گا۔ اور دوزخیوں کو دوزخ نئی شکل میں۔ اور یوم الحساب کے بعد جنت و دوزخ میں
داخل ہونے کی یہی حقیقت ہے۔ اسی طرح حمامۃ البشریٰ صفحہ [illegible] میں ہے۔ فیمثّل اللہ الجنۃ فی اعین
اھلھا بصورۃ ما رأوھا قبلھا [illegible] کما وعد فی کتاب للمسلمین فیکون
لھم ذٰلک الیوم یوم المسرۃ العظمیٰ والسعادۃ الکبریٰ فیدخلون فیھا
فرحین آمنین۔

وکذٰلک تمثل جہنم فی اعین اھلھا فی صورۃ یفجعھم رؤیتھا۔

جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن ہم حکم کریں گے کہ فرعون کو اشد العذاب میں ڈالو۔

(۳) یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیۃ اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ جو نفس خدا کی طرف تسلی پا گیا ہو اُسے دیگر بندگان الٰہی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس طرح نیک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔

(۴) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ۔ قال یالیت قومی یعلمون اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں تو جنت کو دیکھا اور اس میں اکثر ضعیف تھے۔

(۶) شہداء کے متعلق قرآن میں وارد ہے کہ ان کو مردے مت کہو بلکہ احیاء عند ربہم یرزقون بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں۔ پھر کتاب الفصل ج ۳ صفحہ ۱۴۴ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن حزم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص کے طور پر بیان کیا ہے کہ شہداء کے ارواح جنت میں ہیں۔ اور اسی طرح انبیاء کے ارواح بھی بلا شک جنت میں ہیں یہ تھیں وہ مشکلات جن کی بنا پر مرزا صاحب نے سینکڑوں آیات اور احادیث سے ثابت شدہ عقائد حشر اجساد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اور یوم الحساب کے احوال واہوال اور واقعات بعث حشر وزن اعمال وغیرہ کا انکار کر دیا اور مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ ان آیات واحادیث کے درمیان اور اپنے عقیدہ قبروں سے مردوں کے اٹھنے کے درمیان تطبیق کر کے دکھاؤ گویا مختار صاحب کے نزدیک ان میں تطبیق محال ہے اسی لیے انہوں نے مردوں کے قبروں سے اٹھنے کا انکار کر دیا ہے جس کا دوسرا نام حشر اجساد ہے یا بعث من فی القبور مختار مدعا علیہ نے اپنی مجبوری ظاہر کر دی جس نے ان کو حشر اجساد کا منکر بنایا ہے اور اضطراری طور پر وہ بات انہوں نے مان لی جو ہم منوانا چاہتے تھے اور وہ بڑے اصرار سے انکار کر رہے تھے۔ مرزا جی کی کتابوں میں اور مختار مدعا علیہ نے جواب اور بحث میں آیات واحادیث مذکورہ کی دستاویز سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو انسان مرتا ہے وہ فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور مختار مدعا علیہ نے ان آیات اور عقیدہ حشر اجساد یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھانے کے درمیان تطبیق کا مطالبہ کیا ہے جس کو ہم بفضلہ وتوفیقہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان آیات واحادیث بلکہ کسی آیت و کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے بلکہ دخول جنت یا جہنم بعث حشر وزن اعمال حساب کتاب کے بعد ہوگا البتہ دار دنیا اور یوم البعث کے درمیان فی زمانہ میں جس کا نام برزخ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" من ورآءہم برزخ الی یوم یبعثون" حسب مراتب ثواب یا عذاب ہوتا ہے قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے اور احادیث میں اس کی بہت تصریح اور تفصیل آئی ہے نیک انسان جنت کی خوشی ہوا روح وریحان وغیرہ سے متمتع ہوتا ہے اور جنت کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ بد انسان

دوزخ وغیرہ سے تکلیف پاتا ہے اور دوزخ کی طرف سے اس کے لیے کھڑکی کھول دی جاتی ہے ماسوا اس کے احادیث میں بہت تفصیل ہے۔ شہداء کے لیے زیادہ خصوصیت سے مذکور ہوا کہ ان کی ارواح جنت میں جا کر متمتع ہوتی ہیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس دار دنیا میں ہوتے ہوئے بھی سیر جنت سے مانع نہ تھا بلکہ واقع ہیں جیسا کہ احادیث میں مصرح ہے لیکن ان امور میں کس طرح قیاس وگمان کو دخل نہیں جو نصوص سے ثابت ہوا اس کا ماننا ضروری ہے، یہ بھی ایک ہے القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر النیران لیکن یہ باغ اور آگ کا گڑھا محض برزخی اور عارضی ہے جو یوم البعث والحشر پر ختم ہو جائے گا نہ وہ جنت جو یوم الحساب کے بعد عطا ہو گا جس سے کوئی نکالا نہ جائے گا جس کا نام دار السلام بھی ہے جس میں ادنیٰ آدمی کو زمین وآسمان کی وسعت کے مطابق حصہ دیا جائے گا جس کے بعد اندوہ ورنج کا نام نہ رہے گا جس کی نسبت حدیث قدسی میں ہے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر اور نہ وہ جہنم ہے جس میں سے اہل کبائر مومن نکالے جائیں گے اور کفار لا یقضی علیهم فیموتوا ولا یخفف عنهم من عذابها کے ماتحت وہیں رہیں گے۔

(والتفصیل کثیرة فی القرآن والاحادیث الحدیث)

اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ مختار مدعا علیہ نے آیت نمبرا پیش کی ہے کہ "نوح علیہ السلام کے مخالف غرق کیے گئے اور انہیں آگ میں داخل کر دیا" اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اسلامی عقیدہ رلعث من فی القبور اور حشر اجساد کے مخالف ہو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نار سے جہنم سمجھ لیا ہے۔ اور عام کو بلاوجہ خاص قرار دے کر اپنا دلی شوق پورا کر لیا ہے اور خواہ مخواہ قرآن کریم میں تعارض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ سعی بالکل بے سود ہے کیونکہ نار کا لفظ نار آخرت اور جہنم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ نار دنیا اور نار برزخ سب کو شامل ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس سے نار آخرت اور جہنم مراد لے کر حشر اجساد کے قطعی اور محکم عقیدہ سے اس کو ٹکرایا جائے کیوں نہ اس سے مراد نار برزخ اور عذاب قبر لیا جائے اور اگر بالفرض نار آخرت اور جہنم بھی مراد لیا جائے تو بھی توجیہ ممکن ہو سکتی ہے اور حشر اجساد سے قطعاً کوئی زحمت نہیں ہوتی کیونکہ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع قطعی اور یقینی ہو عموماً قرآن کریم بصیغہ ماضی بیان کر دیتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے اس قسم کے محاورات سے کسی کو ان کا انکار نہیں ہو گا اور نہ ہی مختار مدعا علیہ ان کا انکار کر سکتے ہیں تاہم مزید تسلی واطمینان کے لیے کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں

فوقاهم الله شر ذلك اليوم ولقاهم نضرة وسرورا و

جزاهم بما صبروا جنة وحريرا الاية

اس جگہ تین صیغہ ماضی کے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے امور مستقبلہ کو جو یوم الآخرۃ میں پیش کرنے والے ہیں یقینی اور قطعی الوقوع ہونے کی وجہ سے بصیغہ ماضی ذکر فرمایا ہے اسی طرح ان سے اگلی آیات ہیں، وحلوا اساور من فضة وسقاهم ربهم شرابا طهورا ـــــــــــــ میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے ان آیات میں اللہ

دوسرا اشکال اور اس کا حل

آیت جس کو منکرین عذاب نے اسلام کے نقلی عقیدے کے خلاف پیش کر کے اس کی تطبیق کا مطالبہ کیا ہے وہ یہ ہے جو عذاب فرعون اور فرعونیوں کے متعلق سورۂ مومن میں ہے النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔

اس کے قبل ہے فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون یعنی مومن آل فرعون کو تو اللہ تعالیٰ نے ان کے برے منصوبوں سے بچا لیا اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا غرق کئے گئے پھر صبح لگے اور پچھلے پہر آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (تو کہا جائے گا) کہ آل فرعون کو سخت عذاب (یعنی جہنم) میں داخل کر دو۔

علماء نے اس آیت سے عذاب قبر ثابت کیا ہے جو بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہاں کے مختلف اوقات میں مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر ہے ایک غرق ہونے کے بعد قیامت تک اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونے کا جو نسبتاً اخف عذاب ہے دوسرا قیامت کے بعد اشد عذاب میں داخل ہونے کا جس سے مراد دخول جہنم ہے۔
اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہونا عذاب قبر ہے جو قیامت سے پہلے ہے اس کی نسبت بخاری مسلم ترمذی میں بھی حدیثیں موجود ہیں جو آل فرعون کے علاوہ اس کی عمومیت پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب اثبات القبر میں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مر جاتا ہے تو اگلے پچھلے پہر ٹھکانا اس کو دکھایا جاتا ہے اگر جنتی ہے تو جنت سے اور اگر دوزخی ہو تو دوزخ سے اور اسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اٹھائے۔
مشکوٰۃ کے اسی باب کی دوسری فصل میں ترمذی کی ایک حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس کا ماحصل مطلب یہ ہے کہ دو فرشتے منکر و نکیر نامی قبر میں سوال کرتے ہیں اس کے بعد صحیح جواب دینے والے مومن کی قبر فراخ کر دی جاتی ہے اس میں روشنی کی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تو نوشاہ کی طرح راحت سے سو جا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ (قیامت کے دن) اس کو اٹھاوے اور اس کے برخلاف کافر کو عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اٹھا کھڑا کرے۔
یہ حدیثیں اور آیت مذکور بالاتفاق عذاب کی مثبت ہیں ان سے یہ بھی ثابت ہوا عذاب قبر کے بعد یوم البعث ہوگا جس کی تفصیل روایات و احادیث میں آئی ہے سورہ یسین میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون یعنی قرنا پھونکا جائے گا تو مردے قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے

سورۂ قمر میں یخرجون من الاجداث کانہم جراد منتشر ۔ قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا وہ پراگندہ ٹڈی دل ہیں اس مضمون کی بہت آیتیں قرآن کریم میں ہیں جن کا ماحصل یہی ہے کہ نفخ صور کے بعد مردے قبروں سے نکل کر میدان عدالت رب العالمین میں حاضر ہوں گے اور مجموعہ بالا آیات اور حدیثوں سے یہ بات قطعاً ثابت ہو گئی کہ عذاب قبر یا برزخ عذاب ہو اشد العذاب آخرت کے مقابلہ بالکل خفیف ہے اور اسی طرح ثواب ختم ہو کر یوم البعث ہو گا اور مردے قبروں سے نکل کر حاضر عدالت رب العالمین ہوں گے ۔

الغرض یہ آیت سراسر ہمارے مذہب کی مثبت ہے اور مرزا صاحب کے عقیدہ کفریہ اور انکار حشر اجساد کی بیخکنی کر رہی ہے مرزا صاحب کا تو یہ مذہب تھا کہ ہر انسان مرنے کے بعد فوراً جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے پھر اس سے نکل نہیں سکتا بڑے سرکش کافر اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ داخل جہنم ہو جاتے ہیں لیکن اس آیت سے ثابت کر دیا کہ سب سے بڑا کافر فرعون اور فرعونی بھی قیامت کے دن داخل جہنم اور اشد العذاب ہوں گے برزخ میں صرف اگلے پچھلے پہر آگ پر پیش ہوتے ہیں یعنی عذاب القبر میں مبتلا ہیں اور جب احادیث محولہ بالا اور دیگر آیات کو جن کا ذکر محض نمونہ و مثال کے طور کیا گیا ہے اس آیت سے ملا کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو بشرطیکہ انسان بالکل انصاف ایمان سے خالی نہ ہو قطعاً و یقیناً سمجھ لے گا کہ عذاب قبر و برزخ کے بعد حشر اجساد بالکل حق اور عین الحق ہے اور مرزا کا مذہب قطعاً باطل ہے ۔

باوجود ایسی کھلی صاف اور واضح نص کے مختار مدعا علیہ کا اس کو اپنے موافق اور ہمارے مخالف سمجھ کر تطبیق کے لیے تیاری کرنا سخت حیرت انگیز ہے لیکن ہم ان کو ایک طرح سے معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا کام محض یہ ہے کہ جو کچھ مرزا صاحب کہہ گئے ہیں وہی کہے چلے جائیں خواہ وہ بداہتہً باطل ہو اور علمی خودداری اس کے کہنے سے صراحتہً روکتی ہو ۔

(۳) تیسری آیت

یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔
(سورۃ فجر پ ۳۰)

اس آیت میں حشر اجساد اور بعث من القبور کے خلاف اور متعارض کوئی لفظ نہیں ہے مختار مدعا علیہ کو مرزا صاحب کی تقلید کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے کہ ہر نفس مطمئنہ کو مرنے کے وقت یہ حکم دیا جاتا کہ فوراً بلا توقف جنت میں داخل ہو جا اور جنت سے نکلنا محال لہٰذا حشر و بعث اجساد محال لیکن اول تو اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ یہ حکم دخول جنت بوقت موت دیا جاتا ہے بلکہ سیاق آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیامت کو ہو گا اور اگر اس کو بھی بالفرض

مان لیا جائے کہ یہ حکم بوقت موت ہی ہے تو یہ کیونکر ثابت ہوا کہ اس سے مراد وہی جنت ہے جس میں دخول بعد الحساب ہوگا اور جس سے نکلنا محال ہے ممکن ہے کہ اس سے بحکم حدیث مصطفویہ علی اللہ علیہ وسلم القبر روضۃ من ریاض الجنۃ۔ روضہ یعنی جنت قبر ہی مراد ہے۔ اس صورت میں بھی یہ آیت حشر و بعث اجساد کے مخالف نہیں ہو سکتی کیونکہ اس جنت سے ضرور ضرور قیامت کے دن نکلنا پڑے گا۔ اور اگر بالکل ہی ارخاء عنان کر کے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ وہی جنت مراد ہے جس سے کوئی نہ نکلے گا جس میں دخول کے بعد بعث و حشر اجساد ناممکن ہے تو جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ فی الفور بلا تراخی و مہلت داخل ہونے کا حکم ہے تب تک اسلامی قطعی عقیدہ بعث و حشر اجساد سے یہ آیت متعارض نہیں ہو سکتی اور آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو اس امر کو قطعاً ثابت کرے لہٰذا اس صورت میں بھی ممکن ہے کہ یہ محض اذن اور بشارت دخول جنت ہے اور جنت میں داخل ہونے کا تحقق اور وقوع اپنے وقت اور حشر اور حشر و بعث و حساب کے بعد ہوگا۔

غرض اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے اسی آیت کو عقیدہ بعث و حشر کے خلاف اس کو پیش کرنا جس کو نصوص محکمہ قرآن و حدیث قطعاً و یقیناً ثابت کر رہی ہیں نفس امارہ کی پیروی ہے۔ ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ حکم دخول جنت قیامت کو ہوگا اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر ہے کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا وجیء یومئذ بجھنم یومئذ یتذکر الانسان وانی لہ الذکری یقول یلیتنی قدمت لحیاتی یہ سب قیامت کا ذکر ہے اس کے بعد عذاب کفر کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد

یعنی اس دن یعنی قیامت کے دن میں عذاب کافر کے بعد اسی سلسلہ میں حسب اسلوب اللہ تعالیٰ جو مومن اور کفار کا بالمقابل ذکر کرتا ہے قرآن حکیم نے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا اور اس کو دخول جنت اور عباد اللہ الصالحین کی شمولیت کا حکم دیا گیا پس یہ بھی قیامت کے دن سے ہی متعلق ہے اب معاملہ بالکل صاف ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے مخالف اور معارض نہیں۔

چوتھی آیت

مختار مدعا علیہ نے چوتھی آیت یہ پیش کی ہے اور کہا ہے اور اسی طرح ایک مومن کو بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون۔ اسے کہا گیا کہ تو جنت میں داخل ہو جا۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو اس سے پہلے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی میں مذکور ہوا علاوہ بریں جس شخص کا اس آیت میں ذکر ہے اگر وہ شہید ہے تو شہداء با لخصوص باذن دخول جنت ہوتے ہیں لیکن امر دخول

جنت بشارت و اکرام اور اذن کے لیے ہے نیز ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ امور مابعد الموت میں قیاس و گمان سے کوئی بات ثابت نہیں کی جا سکتی جس قدر نص سے ثابت ہے اتنا مسلّم لیکن زیادتی ناقابل تسلیم ہے بس اس سے یہ خیال کر لینا کہ ہر شخص بلا توقف جنت میں چلا جاتا ہے قطعاً نادرست ہے۔

نیز شہداء کا داخل جنت ہونا یوم الحساب کے بعد داخل ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا البتہ ان کو جنت میں سیر و تفریح کا اذن حاصل ہے اور یوم الحساب کے بعد وراثت اور سکونت ہو گی۔ تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون اور سورۃ حج میں ہے والذین ھاجروا فی سبیل اللہ ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنھم اللہ رزقاً حسناً و ان اللہ لھو خیر الرازقین لیدخلنھم مدخلا یرضونہ و ان اللہ لعلیم حلیم۔
اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے مہاجرین شہید شدہ لوگوں کو یا جو اپنی موت سے بغیر قتل کے مر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ مقام یعنی جنت میں زمانہ مستقبل میں داخل فرمائے گا نہ کہ ان کو داخل کر دیا ہے ماضی کا صیغہ نہیں ہے بلکہ قطعاً صیغہ استقبال ہے۔ شہداء اور انبیاء سب کے سب میدان حساب میں بعث و حشر کے بعد حاضر ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات والارض ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربھا وجیء بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق (زمر) الآیات ما حصل یہ ہے کہ نفخہ ثانیہ کے بعد انبیاء اور شہداء بھی قضاء رب العالمین کے لیے پیش کیے جائیں گے پھر فیصلہ الٰہی کے بعد دوزخی دوزخ کی طرف اور جنتی جنت کی طرف چلے جائیں گے جیسا کہ ان سے بعد کی آیات میں مذکور ہے۔ غرض بعث و حشر ایک ایسی ضروری اور لابدی چیز ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہوگا معلوم نہیں کہ ایسی صاف اور قطعی چیز کے انکار کے لیے کیوں حیلے تراشے کیے جاتے ہیں۔ قرآن کریم نے جس صفائی اور تفصیل سے اس مسئلہ کو بیان کیا اس میں کسی شک و تاویل کی گنجائش نہیں۔ اس ضمن میں اس کا جواب بھی ہو گیا جو مختار رضا علیہ نے شہداء کے متعلق بیان کیا ہے غرض یہ امور بھی کسی طرح اسلامی مسلّم عقیدہ کے مزاحم اور متعارض نہیں ہو سکتے۔

یہ جواب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ اس شخص کو شہید مانا جائے لیکن قرآن کریم سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا۔ قرآن کریم سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بحالت حیات ہی اس کو دخول جنت کا حکم دے دیا گیا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

انی آمنت بربکم فاسمعون قیل ادخل الجنۃ۔

یعنی اس شخص نے اپنی قوم کو وعظ و نصیحت کی رسولوں کا اتباع کرو اور شرک سے بیزاری کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں اپنے رب پر ایمان لاتا ہوں

تو اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا یہاں سے تو اس شخص کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور بحالت زندگی ہی اس کو بشارت اور اکرام کے طور پر کہا گیا اور دخول جنت کا حکم سنا دیا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت زندہ جنت میں چلا جا بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ اپنے وقت پر جنت میں چلے جانا تیرے جنتی ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اسی طرح سورہ مرسلات میں مکذبین کو حکم دیا گیا۔ انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون۔ یعنی جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس کی طرف چلو حالانکہ مکذبین کے ساتھ فوت شدہ کی کوئی قید نہیں بلکہ المر نخلقکم من ماء مھین۔ وغیرہ کے خطاب سے جو ما قبل میں ہے ان کا زندہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ امور مستقبلہ کو جن کا وقوع اس کے علم میں قطعی ہوتا ہے وقوع شدہ کی طرح بیان فرما دیتا ہے اور ان کا حکم فی الحال دے دیتا ہے اگرچہ انکا وقوع مابعد میں اپنے وقت معین پر ہونے والا ہو۔

نمبر ۵ کا جواب :-

(۱) اسی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اس علم قطعی کی بنا پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا امور مستقبلہ ان کو بصورت وقوع دکھائے گئے ان مستقبلات کو ایسے الفاظ میں بیان فرما دیتے تھے جو وقوع پر دلالت کرتے ہیں اور ان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں گویا واقع ہو چکی ہیں لیکن دراصل ایسا سمجھنے والا صریح غلطی کرتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ نے کی ہے مختار مذکور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت کو دیکھا تو اس میں اکثر ضعیف تھے لہٰذا اس سے اس نے یہ سمجھ لیا کہ مرنے والے فوراً جنت اور جہنم میں پہنچ گئے اب حشر و بعث کیونکر ممکن ہے لیکن مرنے والے تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زندوں کو بھی جنت میں دیکھا ہے حالانکہ وہ اس دنیا میں موجود تھے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰ باب مناقب عثمانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبل ثبیر سے فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں یعنی حضرات عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ان کو شہید فرمایا حالانکہ وہ برسوں زندہ رہکر شہید ہوئے۔

(۲) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ ابوبکرؓ فی الجنۃ و عمرؓ فی الجنۃ و عثمانؓ فی الجنۃ و علیؓ فی الجنۃ و طلحۃ فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ عبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ و سعد بن ابی وقاص فی الجنۃ و سعید بن زید فی الجنۃ و ابو عبیدہ بن الجراح فی الجنۃ یعنی آنحضرت نے ان دس بزرگوں کی نسبت فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جائیں گے بلکہ جملہ اسمیہ کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۵ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا جس نے زمین پر شہید کو چلتا پھرتا دیکھنا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(۴) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ میرے کانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا کہ آپ فرماتے تھے طلحہ اور زبیر جنت میں دونوں پڑوسی ہیں اس میں کوئی صیغہ استقبال کا نہیں بلکہ امر مستقبل کو بصورت وقوع بیان فرمایا۔

(۵) مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں نے جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آواز سنی۔

(۶) مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۰ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو جنت دکھایا گیا تو ابوطلحہ کی عورت کو دیکھا اور اپنے آگے آہٹ سنی تو ناگاہ بلال موجود تھا۔

ان احادیث سے جو بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا جنت میں ہونا بیان کیا جو ہنوز زندہ تھے نیز ان لوگوں کو جو زندہ تھے جنت میں ان کی آہٹ سنی ان کو دیکھا۔

اس سے مختار مدعا علیہ کے اس استدلال کا جواب ہو گیا جو اس نے آنحضرت کے جنت و نار کو دیکھنے اور اس کہنے سے کہ دوزخ میں اکثر عورتیں تھیں اور جنت میں اکثر ضعیف لوگ تھے، سے کیا تھا کہ انسان مرکر فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور اس حدیث کو اسلامی عقیدہ بعث و حشر اجساد کے متعارض سمجھ کر ہم سے تطبیق کا متحدیانہ مطالبہ کیا تھا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی طرف سے اس عقیدہ کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا تھا کہ انہوں نے قرآن کریم اور احادیث میں ان مسائل کے متعلق جو تعارض پایا جاتا تھا اور ملحدین اس پر معترض ہوتے تھے اس تعارض کو دور کرنے کے لیے یہ وجہ تطبیق پیدا کی ہے گویا یہ ایک خالص اسلامی خدمت ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر بہت بھاری احسان ہے لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اور اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں جو الحاد کا دروازہ کھولا ہے وہ محض خود غرضی اور نفس امارہ کی پیروی کے لیے کھولا ہے ورنہ نہ کوئی ملحدین کا اعتراض نہ تعارض جیسا کہ ہمارے بیان سے ثابت ہو چکا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جب مجدد و وحی الٰہی اور مامور من اللہ ہونے کے مختلف دعاوی کیے تو اس وقت منجملہ ان دعاوی کے یہ دعویٰ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مسیح ابن مریم بنا دیا ہے چنانچہ آپ کا الہام ہے کہ انا جعلناک المسیح ابن مریم ۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں بوجہ مناسبت روحانی کے مسیح ابن مریم ہوں اور مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۵۰۵ وحاشیہ ۳۶۱ پر اس بات کا صاف اقرار ہے مرزا صاحب بارہ سال تک اس عقیدہ پر رہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس عقیدہ سے نہ روکا اور نہ اس غلطی پر متنبہ کیا بارہ سال گذرنے پر بقول مرزا صاحب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے وکان امر اللہ مفعولا یہ اردو عربی کا مجموعہ الہام ازالہ اوہام میں ہے۔

اب مرزا صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے دلائل وحجج از روئے قرآن سے پیش کرنے شروع کر دیئے اور جب بزعم خود وفات مسیح علیہ السلام ثابت کر چکے تو ایک شبہ دل میں گذرا کہ اگر کسی نے یہ کہدیا کہ مسیح علیہ السلام فوت شدہ ہی مان لیے جائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عزیر علیہ السلام کی طرح زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں بھیج دے اس ناکہ بندی کے لیے مرزا صاحب نے یہ عقیدہ اختراع کیا کہ انسان مرکر فی الفور جنت یا جہنم میں چلا جاتا ہے اور وہاں سے نکلنا محال ہے لہٰذا حضرت عیسیٰ دوبارہ نہیں آسکتے یہ ہے علت غائی اس عقیدہ کے اختراع کی نہ ملحدین کا جواب اور تطبیق جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے بیان کیا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی کا ارتکاب کیا اور آیۂ کریمہ ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا الآیۃ کا اپنے آپ کو مصداق بنایا۔

مرزا صاحب کے اس اختراعی اور ملحدانہ عقیدہ کی علت غائی جو ہم نے بیان کی ہے اسی مضمون کے سیاق میں موجود ہے جس کا مختار مدعا علیہ نے بیان و بحث میں حوالہ دیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۸ و ۳۴۹ پر لکھتے ہیں "اب ظاہر ہے کہ جب مسیح فوت ہو چکا تو اب وہ موت کے بعد آ نہیں سکتا" پھر اسی صفحہ ۳۴۹ پر لکھتے ہیں "ماسوا اس کے مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی[1] جنت میں داخل ہو چکی ہے کیونکر وہ اس غم کدہ میں آجائیں" پھر صفحہ ۳۵۱ و ۳۵۲ پر لکھتے ہیں "سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راست باز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما ہم منہا بمخرجین ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے"

ان حوالجات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ اس خبیث عقیدہ کے ایجاد کی علت غائی خود غرضی اور اپنے غلط دعویٰ مسیحیت کی حفاظت اور بزعم خود حضرت مسیح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوبارہ آمد کا ابطال ہے نہ ملحدین کے اعتراضات کا جواب اور نہ رفع تعارض آیات و احادیث اب ایک بات قابل غور باقی ہے کہ ممکن ہے یہ عقیدہ مرزا صاحب نے غلطی سے اختیار کیا ہو جس سے بعث و حشر و نشر میزان حساب وغیرہ اور ان کی ان تفاصیل کا جن سے کتاب اللہ اور کتب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مملو و مشحون ہیں اور جن پر مستقل ابواب محدثین نے قائم کر کے ہر ایک باب میں بہت بڑا ذخیرہ احادیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور اہل اسلام کا سلف سے خلف تک مسلسل عقیدہ چلا آتا ہے انکار لازم آتا ہے اور مرزا صاحب کو اس لزوم اور خرابی کا علم نہ ہوا اور اس فساد عظیم کی طرف توجہ منعطف نہ ہوئی ہو اور یہ کفر عمداً نہ کیا گیا ہو ایسی حالت میں معذور قرار دے کر ان کی تضلیل و تکفیر سے غض کیا جائے تو بہتر ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ سمجھ کر جان بوجھ کر عمداً محض خود غرضی سے کیا ہے اور نہ اس قسم کا اختراع جس سے منقولات

اسلامیہ قطعیہ میں انقلاب عظیم اور انکار لازم آتا ہو قابل عفو و اغماض نہیں ہو سکتا ہے خصوصاً جس حالت میں مرزا صاحب ہیں کہ باوجود متنبہ ہونے کے اسی عقیدہ پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو طرح طرح کے مغالطوں سے ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے انتہائی استکبار سے سینکڑوں آیات و احادیث سے جو امور قطعاً و یقیناً ثابت ہیں ان سب کو ٹھکراتے ہیں مرزا صاحب کو اپنے اختراعی عقیدہ کی سب خرابیاں معلوم ہیں لیکن وہ خود غرضی اور اتباع ہویٰ اور تکبر کی وجہ سے معتقدات اسلامیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے اور اپنی ہٹ دھرمی اور انکار پر بدستور قائم رہتے ہیں بلکہ اس ملحدانہ عقیدہ کے اثبات میں اپنے جد و جہد و سعی کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے چنانچہ مرزا صاحب ازالہ اوہام بعض صفحہ ۳۵۱ ر ۳۵۲ پر ایک سوال کے لکھتے ہیں

"سوال مسیح کے دوبارہ آنے کے ابطال میں جو یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسیح کا فوت ہونا ثابت ہے اور ہر ایک مومن راستباز مرنے کے بعد بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور ہر ایک جو بہشت میں داخل ہو جاتا ہے وہ بر طبق آیت وما هم منها بمخرجين ۔ ہمیشہ رہنے کا بہشت میں حق رکھتا ہے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ قصہ صحیح نہ ہو جو عزیر نبی کی نسبت قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ سو برس تک مرا رہا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا وجہ یہ کہ برطبق قاعدہ مفروضہ بالا زندہ ہونے سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ بہشت سے خارج کیا گیا ایسا ہی اس آیت کو ظاہر پر حمل کرنے سے مردوں کا قبروں سے جی اٹھنا اور میدان حساب میں رب العالمین کے حضور میں آنا یہ سب باتیں اس آیت کے ایسے معنے کرنے سے کہ راستباز انسان مرنے کے بعد بہشت میں بلا توقف داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس میں سے کبھی نہیں نکلتا باطل ہو جاتے ہیں اور مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے"

اس سوال سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کو اپنے عقیدہ مخترعہ کے تمام مفاسد معلوم تھے کہ اس سے مسلمات عقیدہ اسلام میں ایک سخت انقلاب پیدا ہو جاتا ہے جس کی تفصیل کسی قدر بیان ہوئی کہ سینکڑوں آیات و احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے لیکن مرزا صاحب اپنے عقیدہ سے تائب نہیں ہوتے رجوع نہیں کرتے اور اپنی حقیر غرض کی خاطر نہایت بے پروائی سے معتقدات و مسلمات اسلام کو ٹھکراتے ہوئے بزبان حال یہ شعر پڑھ دیتے ہیں

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب جھوٹ ہے وہ فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

اس سوال کے جواب میں مرزا صاحب نے اسی ملحدانہ عقیدہ پر اصرار کیا اور انہیں آیات اور احادیث کو پیش کیا جو مختار مدعا علیہ نے اپنے بیان اور بحث میں پیش کی ہیں جن کا جواب بقدر ضرورت ہم دے چکے ہیں اور مرزا

اسلام سے خارج ہیں اور تاویلات رکیکہ باطلہ جو سراسر تحریف ہیں ان کو اس کفر سے بچا نہیں دے سکتیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب عملی طور پر صاف صاف انکار کرتے ہیں اور قرآن شریف کی تکذیب کرتے ہیں اور اپنی زبان حال سے بھی کہتے ہیں۔

ہم تو مانیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور فضول حدیث اور قرآن

(العیاذ باللہ)

نفخ صور

مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ وہ نفخ صور کے منکر ہیں اور قرآن میں جو نفخ صور کا ذکر ہے اس سے مسیح موعود مراد لیتے ہیں مختار مدعا علیہ نے جواب میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے نفخ صور کا انکار نہیں کیا بلکہ معنی متعارف اہل اسلام وہ نفخ صور کے قائل ہیں اور اس پر دو حوالے شہادۃ القرآن سے پیش کئے ایک تو یہ حوالہ ہے جس میں مرزا صاحب نے سورۃ زمر کی آیت ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا ما شاء اللہ (قرآن میں من شاء اللہ ہے ما شاء اللہ نہیں) ثم نفخ فیہ اخری فاذا ہم قیام ینظرون کے ماتحت نفخ صور کی دو قسمیں نفخ اضلال و نفخ ہدایت قرار دی ہیں اس جگہ مرزا صاحب نے دو باتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ یہ آیتیں ذوی الوجوہ ہیں دوسرے یہ کہ مسیح موعود کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے۔ مختار مدعا علیہ کی یہ غرض ہے کہ مرزا صاحب نے جو ان آیتوں کو ذوی الوجوہ قرار دے کر دونوں عالم سے متعلق کیا ہے تو اس میں نفخ صور معنی متعارف کا جس سے قیامت واقع ہوگی اقرار ہو گیا تو گویا نفخ صور سے ایک ہی کلام میں بیک وقت دو معنی مراد ہوئے حقیقی نفخ صور اور مجازی نفخ صور یعنی مسیح موعود لیکن یہ بات عربیت کے رو سے ممنوع ہے کہ ایک کلام سے بیک وقت حقیقی اور مجازی معنی معاً مراد لیے جائیں نیز مرزا صاحب کا ذوی الوجوہ کہنا بھی ذوی الوجوہ ہے اسی کتاب شہادۃ القرآن کے صفحہ ۱۶ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً مرزا صاحب کی یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کا ایک حصہ تو اس عالم سے متعلق ہے جس میں نفخ صور کا ذکر ہے اور اس سے مراد مسیح موعود ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ مرزا صاحب نے اسی جگہ کہا ہے کہ مسیح موعود کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے یہاں علی العموم کلام الٰہی میں نفخ صور کو مسیح موعود کے لیے استعارہ قرار دیا گیا ہے یہ نہیں کہا کہ فلاں آیت میں استعارہ اور فلاں میں حقیقی معنی نفخ صور مزید براں یہ کہ نفخ صور کی صرف دو قسمیں اسی مقام پہ بیان کی ہیں۔

(۱) نفخ اضلال۔

(۲) اور نفخ ہدایت نفخ صور متعارف اسلامی کا نام نہیں لیا اگر مرزا صاحب اس کے قائل ہوتے تو لازم تھا کہ جب

انہوں نے نفخ صور سے مراد نفخ اضلال اور نفخ ہدیت کی تفصیل کی تھی جو اس عالم سے متعلق ہے تو نفخ صور جو اس عالم سے متعلق تھا اس کا بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے ذوی الوجوہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان کا بعض حصہ نفخ صور وغیرہ کا تو اس عالم سے تعلق رکھتا ہے اور بعض دوسرا آخرت سے کیونکہ وہ کسی طور پر اس عالم پر منطبق نہیں ہو سکتا وہ حصہ یہ ہے و وضع الکتاب وجیئ بالنبیین و الشہدآء وقضی بینھم بالحق و وفیت کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون وسیق الذین کفروا الی جہنم الآیات (زمر)

چنانچہ یہی بات مرزا صاحب نے حاشیہ صفحہ ۱۶ میں آیت ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا وعرضنا جہنم یومئذ للکافرین عرضا الذین کانت اعینھم فی غطآء عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا ۔ کے متعلق لکھی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۱۶ شہادۃ القرآن" ان آیات میں کسی کم تجربہ آدمی کو یہ شبہ گذرا الی ۔۔ بلکہ قیامت کو ہوگا۔"

دوسرا حوالہ مرزا صاحب کو نفخ صور کا قائل ثابت کرنے کیلئے شہادت القرآن صفحہ ۳۰ سے پیش کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے" کیونکہ نفخ صور جسمانی احیاء اور اماتت تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی احیاء اور اماتت بھی نفخ صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے" مختار مدعا علیہ نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ مرزا صاحب نے جسمانی احیاء و اماتت کو نفخ صور کے ذریعہ سے چونکہ مان لیا ہے لہٰذا نفخ صور بمعنی متعارف اسلام کا اقرار ہو گیا لیکن اس میں بھی اس امر کی کوئی تصریح نہیں کی گئی کہ احیاء اور اماتت اخروی بھی نفخ صور سے ہوگی احیاء و اماتت جسمانی تو دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا بحث تو آخری احیاء اماتت میں ہے جس کی کوئی تصریح مرزا صاحب سے نہیں منقول ہوئی برخلاف اس کے انکار منصوص ہے اسی صفحہ پر چند سطر اس سے پہلے لکھتے ہیں " نفخ صور سے مراد قیامت نہیں ہے " اور عبارت محولہ مختار مدعا علیہ سے اگلی سطر میں لکھتے ہیں" اور جیسا قرآن میں نفخ سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے" اس طرح صفحہ ۲۵ میں ہے " بارہویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا جس کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے" ان حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود یا مجدد ہی مراد لیتے ہیں لیکن نفخ صور کے معنی متعارف کی کسی جگہ تصریح نہیں کرتے۔

مختار مدعا علیہ نے تسلیم کیا ہے کہ ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا ۔ الآیات میں مرزا صاحب نے مسیح موعود مراد لیا ہے ۔ اور تسلیم کر لیا ہے کہ بلحاظ سیاق وسباق یہ قیامت کا واقعہ نہیں ہے لیکن ہم نے مذکورہ بالا حوالوں سے دکھا دیا ہے کہ مرزا صاحب علی العموم نفخ صور سے جو قرآن میں آیا ہے مسیح موعود بتلاتے ہیں اس آیت میں تو وہ بھی مان گئے کہ قیامت کا نفخ صور مراد نہیں وجہ یہ بیان کی کہ سیاق وسباق قیامت مراد لینے سے مانع ہے مگر یہ سراسر غلط ہے بلکہ سیاق آیت نفخ صور اخروی کو متعین کر رہا ہے ملاحظہ ہو ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا وعرضنا جہنم یومئذ للکافرین عرضا الذین کانت اعینھم فی غطآء۔

عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعا ۔ یعنی صور پھونکا جائے گا اور ہم لوگوں کو اکٹھا کریں گے اور اس دن (ذلک قریبا پھونک کر اکٹھا کرنے کے دن) جہنم کو کافروں کے سامنے کریں گے الخ پس یہ نص قطعی ہے کہ اس جگہ نفخ صور سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے نہ مسیح موعود وغیرہ۔

توہین انبیاء

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بتمام

مرزا صاحب کی تعلی اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ ان کی نظر میں ہر انسان دنیا کا ان کو اپنے سے نیچے نظر آتا ہے تفاخر ذاتی کے کلمات ان سے ایسے صادر ہوتے ہیں کہ انبیاء اولی العزم پر اپنے آپ کو برتر قرار دیتے ہیں شوخی اور گستاخی اس قدر ہے کہ انبیاء کی توہین کو مستلزم ہے ۔ یہ اشعار جو مختار مدعیہ کی طرف سے بیانوں اور بحث میں پیش کئے گئے اگر ان کو نادیل و تخصیص سے الگ کر کے خالی الذہن ہو کر عام نظر سے دیکھا جائے تو ایک منصف انسان یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب انبیاء علیہم السلام سے اپنے آپ کو برتر ثابت کرتے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین اور استخفاف ہو رہا ہے مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے اس شعر کا یہ مطلب بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب ہر ایک نبی کے جام کے حصول کے مدعی ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں تو گویا مرزا صاحب تمام کمالات انبیاء علیہم السلام کے جامع ہوئے اس سے تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوئی ۔

مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی کو اپنی معرفت کا جام پلایا بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی پلایا اس میں نہ افضلیت کا ادعا ہے نہ دوسرے انبیاء کی توہین و تخفیف اگر ان کو ادعا فضیلت ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ ۔

ع
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے

یعنی میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں بلکہ یوں کہتے کہ میں ان سے بہت بڑھا ہوا ہوں نیز یہ بھی دیکھئے کہ ۔

ع
وارث مصطفیٰ شدم بیقین
شدہ رنگین برنگ یار حسین

اور اسی نظم میں یہ کیوں فرماتے ۔

ع
لیک آئینہ ام ز رب غنی
از پئے صورت مہ مدنی

شعر کا مطلب شعر کے الفاظ کے عموم کو ملحوظ رکھ کر دیکھنا چاہیے دوسرے شعر جو مختار احمد صاحب عینیہ نے بیان کیے ہیں وہ شعر کی شرح نہیں ہیں اور کسی تخصیص کا کوئی حق حاصل نہیں ہے لہٰذا اگر ان کو اس کی شرح بھی قرار دیا جائے تو بھی ان کا فائدہ نہیں اصل شعر کا مفہوم کیا ہے۔

اس شعر میں الفاظ - آنچہ - ہر نبی - اور جام - تمام توجہ طلب ہیں یہ سب الفاظ عموم اور استغراق پر دلالت کرتے ہیں جام سے کیا مراد ہے ظاہر ہے کہ اس سے مراد انعامات حق سبحانہٗ ہیں آنچہ کا لفظ عام ہے اور ہر نبی تمام انبیاء کو شامل تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کسی نبی کو بخشا وہ سب مجھ کو بھی بخشے آدم علیہ السلام کو عرفان و نبوت کا انعام دیا نوح علیہ السلام کو جو کچھ بخشا وہ بھی مجھے بخشا ابراہیم کو مزید برآں خلت کا انعام بخشا وہ بھی مجھے دیا گیا موسیٰ علیہ السلام پر نبوت تشریعی کا اور کلیم اللہ ہونے کا انعام ملا تو وہ مجھے ملا علیٰ ہذا القیاس تمام انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت تشریعی ابدی ناسخ جمیع شرائع سابقہ اور ختم نبوت کا انعام بخشا گیا وہ بھی سب مجھ کو دیا گیا ان کمالات اور انعامات کے ماسوا مرزا صاحب کو کچھ ذاتی کمالات اور انعامات بھی عطا کیے گئے جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی نبی کو نصیب ہوئے جیسا کہ مختار احمد صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۲ و ۸۳ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ہزار معجزات کے سامان دیے گئے اور مرزا صاحب کو وہ بھی حاصل ہو گئے تو مرزا صاحب چونکہ بقول خود جامع جمیع کمالات انبیاء اور اپنے کمالات خاصہ کے بھی جامع ہیں لہٰذا وہ بحکم قاعدہ الکل اعظم من الجزء سب سے افضل برتر اور اعلیٰ ہوئے یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس شعر کے ؎

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

ہر رسول کا لفظ تمام رسولوں کو شامل ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں داخل ہیں مرزا صاحب کا پیراہن اتنا وسیع ہے کہ تمام رسول اس کے اندر سما جاتے ہیں اور وہ سب کو چھپا لیتے ہیں ظاہر ہے کہ جو بلحاظ محیط ہو وہ ہر لحاظ سے بڑا ہو گا اور یہی معنی ہیں مرزا صاحب کے اس الہام کے کہ آسمان سے بہت تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا مختار احمد صاحب عینیہ تاویل کرتے ہیں کہ یہاں اولیاء امت کے تخت مراد ہیں لیکن مختار احمد صاحب نے مرزا صاحب کی اس تاویل سے سخت توہین کی ہے کیونکہ انہوں نے مرزا صاحب کو مقام نبوت سے گرا دیا اور مقام ولایت میں ان کے لیے تخت بچھایا اگر وہ نبی ہیں تو ان کا تخت مقام نبوت میں ہوگا اور سب سے اونچا اور اگر وہ نبی نہیں ہیں دعویٰ نبوت باطل اور افتراء ہے تو مقام ولایت میں بھی جگہ نہیں مل سکتی پھر منتہائے مقام لعین میں ان کا تخت بچھایا جائے گا اور سب سے اونچا۔

مختار احمد صاحب کے پیش کردہ اشعار میں تمام انبیاء کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ ہے اور -

ــــہ لیک آئینہ ام زرب غنی
از پئے صورت مہ مدنی

میں آنحضرت صلی اللہ سے برابری کا ادعا ہے اس کی تفصیل آئندہ آئے گی ان شاء اللہ تعالی۔

ــــہ آدمم نیز احمد مختار   در برم جامہ ہمہ ابرار

اس شعر میں انبیاء کا اول و آخر بیان کرکے تمام انبیاء کے صفات و کمالات کا مجموعہ ہونے کا نعرہ لگایا گیا ہے۔
جامہ ہمہ ابرار سے ظاہر کے کپڑے تو مراد نہیں ہو سکتے صفات و کمالات ہی مراد ہوں گے گویا مرزا صاحب تمام
انبیاء کے کمالات کو بغل میں دبائے پھرتے ہیں اسی طرح جس طرح صد حسین رضی اللہ عنہ گریبان میں۔

ــــہ کربلا ئیست سیر ہر آنم   صد حسین است در گریبانم

الغرض یہ شعر بھی تقریباً انہیں اشعار سابقہ کی طرح ہے اور اس پر وہی کلام ہے جو ان پر تھا۔

ــــہ زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

کے جواب کی نسبت مختار مدعا علیہ نے بیان گواہ نمبر ا کا حوالہ دیا ہے خلاصہ جواب جو بیان میں ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے ہر نبی اس وجہ سے زندہ ہو گیا کہ اس الحاد و دہریت کے زمانہ میں اکثر لوگوں نے انبیاء کی نبوتوں کا انکار کر دیا تھا اور انبیاء کو مکار فریبی اور دعویٰ میں جھوٹا جانتے تھے اور جو لوگ انبیاء کی وحی اور نبوت کے قائل تھے ان سے استہزاء اور ہنسی کرتے تھے اس لیے اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود کے ذریعہ پھر وحی کا ثبوت دیا اور بتا دیا کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اسی طرح پہلے انبیاء بھی صادق تھے پس مرزا صاحب کا سچا ہونا گویا ان تمام انبیاء کا صادق ہونا ہے گواہ نے کہا ہے کہ اس شعر میں مرزا صاحب نے اس لطیف مضمون کو ادا کیا ہے۔

لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ حسب زعم مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کا یہ لطیف مضمون واقعہ کے مطابق ہے یا مخالف؟ برعکس کیا مرزا صاحب کی نبوت کے دلائل و نشانات ایسے ہیں جن سے نبوت کا وقار جو کھویا جا چکا تھا از سر نو قائم ہو جائے کیا منکرین نبوت انبیاء اور مستہزئین مرزا صاحب کے معجزات کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے کیا دہریت الحاد اور لامذہبی دنیا میں سے اٹھ گئی ہے کیا مرزا صاحب کی نبوت کی روشنی نے منکرین کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے اور معاملہ بالکل برعکس ہے اور تمام مفاسد مذکورہ آگے سے بہت بڑھ گئے ہیں الحاد و دہریت اور لامذہبی کی وبا عام پھیل گئی جو یورپ سے بڑھ کر ہندوستان میں مذہب پر حملہ آور ہو رہی ہے اسی طرح دیگر ممالک میں دن بدن

پہلے مصرعہ کے معنی تو صاف ہیں ہر ایک فرد انسانی نسل انسانی کے باغ میں اضافہ کر کے تکمیل کر رہا ہے لیکن دوسرے مصرعہ کا مطلب صاف نہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب کے آنے سے وہ باغ بجملہ برگ و بار مکمل ہو گیا کیا اب کوئی انسان پیدا نہ ہوگا اور نسل انسانی منقطع ہو گئی اور آپ آخری انسان ہیں یہ بات تو بداہتہً باطل ہے لہٰذا اس کی تخصیص ضروری ٹھہری تاکہ مطلب شعر کا بن سکے اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب باغ انسانی کی خاص قسم کے مکمل اور آخری درخت ہیں جو اشرف اور اعلیٰ قسم ہے اور چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں لہٰذا وہ قسم بھی متعین ہو گئی اب اس شعر کے وہ معنی ہوئے جو صحیح حدیث میں قصر نبوت کی مثال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں ختمت بی الانبیاء و ختم بالنبیون میرے ساتھ عمارت ختم ہو گئی اور نبی میرے ساتھ ختم ہو گئے لیکن مرزا صاحب کے نزدیک یہ حدیث غلط کیونکہ مرزا صاحب کے دعا کے مطابق باغ نبوت کے آخری درخت اور مکمل مرزا صاحب ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی ظاہر ہے کہ افضلیت اس آخریت کے لوازم میں سے ہے جو آخر ہوگا وہ افضل بھی ضرور ہوگا اس طرح پر مرزا صاحب بزعم خود افضل النبیین اور خاتم النبیین بنے۔ العیاذ باللہ

شعر

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

مدعا علیہ کے مختار صاحب کہتے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنا مقام بیان کیا ہے کہ میں بروزی طور مسیح موسیٰ اور محمد و احمد ہوں کسی نبی کی توہین نہیں ہے اس کا جواب ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔ آدم نیز احمد مختار الخ کا جواب بھی اوپر ہو چکا ہے۔ نیز میں کبھی آدم کبھی موسیٰ الخ کا جواب بھی ضمناً آ گیا۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خصلت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام اور اپنا محمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا۔"

اس کے بعد ملاحظہ ہو: جواب محضر میں ہے کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا جو آج سے چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔

اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مرزا صاحب وہ حقیقی محمد نہیں جو آج سے بقول مختار مدعا علیہ چودہ سو برس قبل تشریف لائے تھے اور وہ محض بروزی اور نام نہاد محمد تھے تو اس غرض کے لئے یہ جو نظیر اور وہ عادی ہے دلیل لئے تھے وہ باطل ہو گئے کیونکہ مرزا صاحب کا الگ وجود ہوا اور ختم نبوت ٹوٹ گئی کیونکہ یہ مہر تو ٹوٹنے سے اسی صورت میں محفوظ رہ سکتی ہے کہ کوئی غیر نبی نہ ہو اور محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی صورت میں ممکن اور متصور ہے کہ مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں عینیت اور اتحاد ہو اور دوئی کا شائبہ نہ رہ جائے تو بہر حال یہ مہر ٹوٹ جائے گی یا عینیت محض ہو گی یا مرزا صاحب نبی نہ ہوں گے۔ اور یہ دونوں باتیں نا ممکن اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک محال ہیں وہ تو اس کے مذہب کے نزدیک محال یعنی کسی عینیت کا اس کو انکار۔

لیکن اب ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مذہب کو بیان کرنے میں دیانت کو ملحوظ نہیں رکھا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعاوی عینیت سے جو نبوت و کفر کا استحالہ لازم ہوتا ہے اس کے خطرات کو وہ برداشت نہیں کر سکے اور ان کے جواب سے سبکدوش ہونا درحقیقت ناممکن ہے اور بغیر اثبات عینیت دونوں چیزیں یعنی مرزا صاحب کی نبوت اور حفاظت مہر نبوت ممکن نہیں اسی لئے مرزا صاحب نے اثبات عینیت کے لئے جو درحقیقت بداہت عقلی اور شرعی سے باطل ہے بڑے بڑے فضول دعاوی کئے ہیں اور کفر پر کفر کا ارتکاب کرتے چلے گئے ہیں جن کو مختار مدعا علیہ نے بھی انکار کر کے ملیا میٹ کر دیا ہے۔

مرزا صاحب کی تصریحات عینیت

(۱) کیونکہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں (...) مجھے آنحضرت کا ہی وجود قرار دیا ہے۔

(تقطیع کلاں ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

(۲) اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں . . . . کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا نہ اور کوئی یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے نبوت کا

یہ الزام لگاتا ہے بردعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(بحوالہ صدر)

یہ اقتباسات بالا صرف ایک غلطی کے ازالہ کے ہیں اب دو ایک اقتباس خطبہ الہامیہ کے ملاحظہ ہوں۔

(۱) وانزل علی فیض ھذا الرسول فاتمہ واکملہ وجذب الی لطفہ وجودہ حتی صار وجودی وجودہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ومن فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس رسول کریم کا فیض مجھ پر نازل فرمایا پس اس کو پورا پورا اور کامل بنایا اور میری طرف اس نبی کریم کے لطف اور جود کو یہاں تک کھینچا کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا پس جو میری جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ سیدی خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہو گیا پس جو شخص مجھ میں مصطفےٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے (سطر اخیر سو الفاظ پس سے مرزا صاحب کا اپنا ترجمہ ہے مرزا صاحب نے پس کی جگہ اور لکھا ہے لہٰذا اور ہی سمجھا جائے۔

اقتباسات مذکورہ بالا سے واضح ہے کہ مرزا صاحب اپنے وجود کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیتے ہیں غلام احمد جو مورد بروز ہے وہ بحکم نفی ہیں اور معدوم ہے "میرا نفس درمیان نہیں بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے" غلام احمد بحیثیت غلام احمد نہ رسول ہے نہ نبی لیکن غلام احمد چونکہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیا اور جامع جمیع کمالات محمدیہ معہ نام اور روحانیت اور منصب نبوت کے ہے اس حیثیت سے وہ نبی اللہ اور رسول اللہ ہے لہٰذا محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہی نہ کسی اور کے پاس اگر محمد قدنی محمد مدنی نہ ہوتا کوئی اور الگ انسان ہوتا تو مہر خاتم النبیین کی ٹوٹ جاتی جس کا ٹوٹنا ناممکن ہے ملاحظہ ہو اقتباس ۱ لیکن یہاں تو یہ معاملہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آکر اپنی نبوت اور جملہ کمالات کا اظہار کیا ہے لہٰذا مہر خاتم النبیین بھی محفوظ رہی اور محمد قدنی نبی بھی ہو گئے کیونکہ وہ محمد مدنی ہی ہیں نہ کوئی اور الگ انسان۔ (نعوذ باللہ من ذلک سبحانہ ھذا بہتان عظیم)

میں نے کسی قدر ترجمانی مرزا صاحب کے خیال کی کر دی اگر بوجہ عدم گنجائش وقت پوری نہیں کر سکا لیکن اس سے ظاہر ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ نے کس قدر اختصار سے کام لیا اور یہ کہہ دیا کہ مرزا صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ مجھے بروزی طور پر محمد و احمد کا نام دیا گیا ہے اور مرزا صاحب کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استادی و شاگردی کی ہے لیکن اقتباسات بالا سے ظاہر ہو گیا کہ یہ سراسر خیانت اور کتمان واقعہ ہے۔

مرزا صاحب کی سیرت و سوانح عمری دنیا کے سامنے ہے آپ کے افعال و معاملات معتقدات معجزات آپ کی
کتابوں سے عیاں ہیں۔ آنجناب نے کنجروں کا مال لے کر کھایا اور اس کو حلال بتایا۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام
ان تمام امور کے باوجود آپ محمد مصطفیٰ ہیں اور آپ کے خلق و محاسن تمام اور تمام کمالات کے جامع۔ فالی اللہ
المشتکی اگر کوئی سیاہ فام بدصورت کریہہ المنظر حبشی یہ کہنے لگے کہ میں حسن یوسفی رکھتا ہوں اور میں اور یوسف علیہ السلام
حسن میں برابر ہیں تو آپ بھی اتنی توہین بلحاظ حسن کے یوسف علیہ السلام کی نہیں ہوگی جتنی اس حسن مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی
قادیان سے کی گئی ہے تیراب ہم صبر کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ کر گذارش کرتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو یہ معاملہ بغور
دیکھنا چاہیے۔

وما انتفاع اخی الدنیا بناظره ‏ ‏ اذا استوت عنده الانوار والظلم

یعنی کسی انسان کو نور اور اندھیرے تب یکساں نظر آئیں تو اس کو آنکھ سے کیا فائدہ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمسری اور عینیت کی بحث تھی ابھی مرزا صاحب
کے ادعاء کی دو منزلیں باقی ہیں جو اس مضمون "سید الانبیاء اور مرزا صاحب" کے متعلق ہیں لیکن قبل اس کے
کہ میں ان کو ذکر میں لاؤں ایک ضروری تبصرہ ان اقتباسات کا بیان کرتا ہوں جس کو اس مقدمہ سے زیادہ تعلق ہے
یعنی مسئلہ ختم نبوت اور آیت خاتم النبیین کی تفسیر مرزا صاحب نے ان اقتباسات میں جو "ایک غلطی کے ازالہ" سے پیش
کیے ہیں متعدد جگہ یہ تسلیم کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہی کوئی الگ انسان
دعویٰ نبوت کرے تو مہر نبوت ٹوٹ جاتی۔ اقتباس نمبر ۵ میں زیادہ واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر خاتم النبیین
کی مہر لگ چکی ہے اس کا ٹوٹنا ناممکن ہے نہ ٹوٹنے کی صرف یہ صورت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی
طور پر تشریف لا کر اپنی نبوت کا اظہار کریں۔ ان اقتباسات کے ماسوا اس اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں اور بھی
کئی جگہ یہ مضمون ہے کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹنی محال ہے جس سے واضح اور صریح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ خاتم النبیین
کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس سے ختم نبوت اور
اجرائے نبوت کی بحث کا تو فیصلہ ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بروزی طور پر خود تشریف لا کر اپنی نبوت کا اظہار فرماویں جیسا کہ
بزعم مرزا صاحب قادیان میں تشریف لا کر آپ نے اپنی نبوت کا اظہار فرمایا ہے تو مہر نہیں ٹوٹتی یہ ایک الگ بحث
ہے جس کے مرزا صاحب مدعی ہیں اور ہمیں اس کا اسی طرح انکار ہے جیسا کہ مسئلہ تثلیث نصاریٰ اور تناسخ ہنود کا یہ
مسئلہ عقلاً و شرعاً باطل ہے اور تثلیث کے گورکھ دھندے سے کسی طرح کم نہیں ہماری طرف سے اس کا یہی جواب ہے
ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتموها انتم وآباؤکم ما انزل الله بها من سلطان ان نحن نم

مرزا صاحب کے نظریہ کا ماحصل یہ ہے کہ یہ عبارتیں بالکل واضح اور صاف ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوتیں جب آپ پانچویں ہزار میں مکہ کے اندر مبعوث ہوئے اجمالی اور ابتدائی تھیں کامل نہ تھیں بلکہ روحانیت کی پہلی قسم تھا گویا اس وقت آپ کی روحانیت ہلال یعنی پہلی رات کے چاند کی مانند تھی لیکن جب آنحضرت چھٹے ہزار کے آخر میں مسیح موعود یعنی مرزا صاحب کے وجود میں قادیان کے اندر مبعوث ہوئے تو آپ کی روحانیت نہایت زبردست قوی اور اعلیٰ درجہ کے کمال پر پہنچ گئی جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ جو ان کا انکار کرے وہ نص قرآن کا منکر ہے جس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور بزعم مرزا صاحب محمد قادیانی میں جس کو اہل دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ہلال اور بدر کی نسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہلال ہیں اور مرزا غلام احمد بدر یعنی چودھویں رات کا چاند۔ (تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً)

اسی مضمون کو مرزا صاحب کے ایک مشہور حواری نے جس کا نام قاضی اکمل ہے اپنی ایک رباعی میں اس طرح پر نظم کر دیا ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ناپاک حملہ

یہاں تک تو مرزا صاحب کی ان شوخیوں کا ذکر تھا جو مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمسری اور حیثیت پھر بعد ازاں اپنی برتری اور افضلیت کے دعوے کرکے کی تھیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی نسبت یہ گستاخی کی تھی کہ معاذ اللہ آپ کی روحانیت کامل نہ تھی اور آیہ کریمہ وانک لعلی خلق عظیم اور اسی قسم کی دوسری آیات قرآنیہ کی تکذیب کی تھی لیکن بحکم آیہ کریمہ ثم کان عاقبۃ الذین اساؤا السوای ان کذبوا بآیات اللہ (یعنی پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے (ایسی) برائیاں کی تھیں یہ ہوا کہ انہوں نے آیات الہیہ کی تکذیب کی) ان گستاخیوں اور شوخیوں نے مرزا صاحب کو تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم تک پہنچا دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں بلکہ اصول موضوعہ میں سے مانتے ہیں کہ اہل اللہ اصفیٰ وحی پانے والوں پر جب خدا کا کلام فصیح ولذیذ نازل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نور ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو

۔ (وحی الٰہی کی شناخت)

حقیقۃ الوحی باب سوم صفحہ ۱۵ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے (الی) کدورتوں سے پاک ہوتا ہے۔

اس سے زیادہ وضاحت اس مسئلہ کو جو وحی الٰہی کا بنیادی اصول اور امتیازی نشان و معیار ہے کیا بیان کیا جائے۔

(۲) مرزا صاحب نے اپنی کتاب نزول المسیح میں برکات بیان کیا ہے نزول المسیح صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں "کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں .... (الی) .... اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور معجزہ نہ دیا جائے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہو بجائے خود معجزہ قرار دیتا ہے"۔

(۳) خاص اپنی وحی کی شان میں مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں ملاحظہ صفحہ ۸۸ نزول المسیح "اس سے زیادہ کوئی بیہودگی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں ہے میں اسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں"۔

(۴) صفحہ ۸۹ پر فرماتے ہیں "مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں کہ جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے اس کے ساتھ ظن اور شک کی تاریکی ہرگز نہیں رہتی کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے"۔

(۵) صفحہ ۱۱۴ اور ۱۱۵ پر فرماتے ہیں "اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی کئی نشانیاں ہیں (۱) اول یہ کہ الٰہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اس کے ساتھ دلائل ظاہر نہ ہوں بڑے زور اور جوش سے تبلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کر دیا جائے یا ایک بجلی اس پر پڑنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ الہام شیطانی ہے یا حدیث النفس ہے یا شکی ہے یا ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے"۔

یہ تو ہیں وحی الٰہی اور مورد وحی الٰہی کی شناخت کا طریقہ اور اس کی علامتیں کہ وہ مورد وحی کے نزدیک بوجہ اس نور اور قوت اور جوش اور الٰہی برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی قوت وغیرہ امور کے جو خدا کے کلام مع وحی کے ساتھ اترتے ہیں اس کا کلام خدا اور وحی الٰہی ہونا ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا ہمارے نزدیک یہ بات بدیہی ہے کہ ہم کانوں سے سنتے آنکھ سے دیکھتے اور زبان سے بولتے ہیں صاحب وحی کے نزدیک اس میں شک کرنا کفر ہے اس کی روح ہر دم بولتی ہے کہ یہ خدا کا کلام یقینی بغیر کسی شک و شبہ کے ہے اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جائے یا اس پر بجلی بھی گرنے لگے تو بھی وہ اس کو ظنی یا شکی حدیث النفس یا الہام شیطانی نہیں کہہ سکتا۔

اگر چہ الہام شیطانی اور حدیث النفس کی شناخت کا طریقہ اس مذکورہ بالا کلام مرزا صاحب سے خود نکل آتا ہے کہ جہاں یہ علامات موجود نہ ہوں اور ملہم اور مورد وحی کو شبہ یا شک یا تردد اس کلام کی نسبت پیدا ہو گیا

ہو تو وہ وحی شیطانی ہو گی لیکن اس استنباط کی بجائے مرزا صاحب کی تصریح ان کی عبارت میں پیش کر دینا زیادہ موزون ہے۔

(شیطانی الہام) اسی آخری حوالہ منقولہ کے صفحہ ۳۱ کے اوپر متصل لکھتے ہیں۔

"اس جگہ یہ نکتہ خوب توجہ سے یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جو الہامات ایسے کمزور اور ضعیف الاثر ہوں جو ملہم پر مشتبہ رہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہیں یا شیطان کی طرف سے وہ درحقیقت شیطان کی طرف سے ہی ہوتے ہیں اور گمراہ ہے وہ شخص جو ان پر بھروسا کرتا ہے اور بدبخت ہے وہ شخص جو اس خطرناک ابتلا میں ماخوذ ہے کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے۔"

(۴) پھر صفحہ ۸۶ کے مذکورہ بالا حوالہ کے اوپر کی تین سطروں میں تحریر فرماتے ہیں جو اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شائد یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہو گی یا حدیث النفس ہو گی کیونکہ (الی) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے " (یعنی حوالہ ۲ جو صفحہ ۸۶ نزول المسیح کا اوپر منقول ہوا تمام اس کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔

مرزا صاحب نے ان منقولہ بالا عبارتوں میں الہام شیطانی اور وحی الٰہی میں جو امتیاز قائم کیا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں بالکل صاف اور واضح ہے لیکن باوجود ان اصول موضوعہ اور مسلمہ کے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین کی شان عالی میں جو گستاخی کی ہے اس کو بحالت مجبوری بادل ناخواستہ سو مرتبہ العیاذ باللہ کہتے ہوئے پیش کرتا ہوں نقل کفر کفر نباشد چنانچہ مرزا صاحب تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت اندیشہ بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔"

جس واقعہ کی طرف مرزا صاحب نے اشارہ کیا ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس میں سورہ اقراء کی یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم۔ یہ سب سے پہلا حصہ قرآن ہے جو نازل ہوا (علی الصحیح) اب مرزا صاحب کی اس تحریر کے رو سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کریم کی ان پہلی پانچ آیتوں کو مرزا صاحب کے مسلمہ مذکورہ معیار کے ساتھ اگر دیکھا جائے تو نتیجہ صاف ہے اور ناگفتہ بہ مرزا صاحب نے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مورد الہام شیطانی اور قرآن کریم کو الہام شیطان قرار دیا اس کے بعد تمام قرآن کریم کا بھی یہی حکم ہوگا اور یہ بالکل ظاہر ہے

کہ جب صاحب قرآن ہی معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ٹھہرے تو قرآن کی نہ صرف یہ پانچ چھ آیتیں بلکہ کل کا کل الہام شیطانی
ہے اب ایک اور بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب مرزا صاحب نے نہایت صفائی اور پوری تفصیل کے ساتھ وحی الٰہی اور شیطانی
وحی میں مابہ الامتیاز بیان کر دیے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیوں ایسی عبارت تحریر کی جس کا صاف
اور کھلا نتیجہ یہ ہے کہ معاذ اللہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی قطعی طور پر تکذیب ہوتی ہے شاید
واقعات کی مجبوری ہو تو اس کا جواب یہی ہے جس کی طرف ہم اس مضمون کے ابتدا میں اشارہ کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب
ان شوخیوں اور گستاخیوں نے مرزا صاحب کو کھینچ کر اس مقام پر لا کھڑا کیا جس کا ذکر اجمالاً و مثالاً اوپر گذر چکا ہے
ورنہ اس واقعہ میں جو خشیت علی نفسی سے مرزا صاحب نے بیان کیا ہرگز شک یا شیطانی مکر کا کوئی لفظ نہیں ہے مرزا
نے محض تکلف اور تحریف اور افترا سے یہ معنی گھڑے اور بحکم آیہ کریمہ قل من کان فی الضلالة فلیمدد له الرحمٰن
مدّا۔ و بحکم نولّه ما تولّی ونصله جهنم ثم کان عاقبة الذین اساءوا السوای ان کذبوا بآیات اللّٰه۔
ارتکاب کفر عظیم کی سزا پائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے فرمایا وہ دو سبب سے تھا ایک
تو دفعتاً اور اچانک جبرئیل کا بڑی رعب دار صورت میں آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین دفعہ انتہائی مشقت کی
حد تک بھینچنا اور دبانا جس سے آپ کو انتہائی دقت پہنچی یہاں تک کہ وجہ جاڑا لگنے کے گھر جا کر فرمایا زملونی زملونی
دوسرے عظیم الشان بار نبوت کی وجہ سے دل میں فکر پیدا ہو کہ واللہ اعلم قوم کی طرف سے کیا کیا سلوک پیش آئیں گے
ایک طرف بشری ضعف جبلت اور کمزوریوں کا احساس غرض ان مجموعہ امور سے اگر خشیت علی نفسی فرما دیا تو یہ کوئی
نئی بات نہ تھی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو عین رب العالمین کے حضور اچانک عصا کو سانپ کی صورت میں دیکھ کر بھاگ
نکلے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور نہ ڈر تو امن والوں سے ہے فلما راٰها تهتز كأنها جان
ولّی مدبرا ولم یعقب یا موسیٰ اقبل ولا تخف انک من الآمنین۔ پھر موسیٰ علیہ السلام
نے دوسرا عذر پیش کیا رب انی قتلت منهم نفسا فاخاف ان یقتلون۔ (سورہ قصص) اے پروردگار میں
نے ان کا ایک آدمی (قبطی) مار دیا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ
صاف زبان ہے اس کو میرا مددگار رسول بنا دے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ میری تکذیب کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی جیسا کہ اسی مقام پر مذکور ہے الغرض ابتداءً اندیشہ انبیاء علیہم السلام کو بتقاضائے
بشریت زیادہ ہوا کرتا ہے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس امر کی کافی توضیح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی
انہی اسباب کی بنا پر اندیشہ کا اظہار فرمایا نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ نے جبرئیل کو شیطان اور آیات قرآن کو شیطانی الہام
اور مکر خیال کیا ہو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نعمت یقین و ایمان حاصل نہ تھی تو پھر اور کس کو ہوگی حاشا کہ اللہ تعالیٰ

(۱) اس انکار کے بعد خود مانتا ہے کہ جو ختمیت مرزا صاحب کو حاصل ہے وہ بلحاظ وراثت کے ہے۔
(۲) مرزا صاحب کی بعثت بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔
(۳) مرزا صاحب کو جو ختمیت حاصل وہ ختمیت ولایت نہ ختمیت نبوت۔
(۴) مرزا صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے حاصل ہوئی ہے۔

خیر ختمیت وراثت سے حاصل ہوا اتباع سے ہو یا بروز سے ہو دیکھنا یہ کہ وہ ختمیت نبوت ہے یا ولایت اور حقیقی ہے یا مجازی اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ختمیت نبوت کے ہے اور حقیقی ہے تو مختار مدعیہ کا الزام صحیح ہوگا افتراء اور بہتان نہ ہوگا اور مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی خاتم النبیین کرنا ثابت ہو جائے گا اس صورت میں مرزا صاحب کا کفر و الحاد مختار مدعا علیہ کو ماننا پڑے گا کیونکہ اس نے محض انکار کیا ہے یہ نہیں کہا کہ یہ کفر نہیں جس سے معلوم ہوگیا کہ وہ بھی اس کو کفر اور الحاد جانتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو خاتم الاولیاء اور خاتم الخلفاء بھی کہتے ہیں لیکن یہ خاتم الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تو خاتم الخلفاء سلسلہ بنی اسرائیل کہا ہے لیکن وہ اس سلسلہ کے خاتم الانبیاء بھی ہیں مرزا صاحب نے خود ان کو انبیاء بنی اسرائیل کا خاتم کہا ہے غرض اس جگہ خلافت اور نبوت میں تضاد نہیں ہے بلکہ تقریباً مترادف ہیں آخر مرزا صاحب کا دعوےٰ بھی تو نبوت کا ہے اور خلیفہ ہونے کا بھی پس خاتم الاولیاء یا خاتم الخلفاء کہنے سے خاتم الانبیاء ہونے کی نفی نہیں ہو جاتی۔

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الانبیاء کہا ہے خواہ بروزی طور پر ہو۔ ملاحظہ ہو ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵ "کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں"

اب رہی یہ بات کہ ختمیت حقیقیہ کا بھی دعویٰ کیا ہے یا نہیں؟ تو اب ہم اسی عبارت کو دیکھتے ہیں جس عبارت کو مختار مدعا علیہ اور مختار مدعیہ نے پیش کیا ہے مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت بھی صحیح ہے "وقد ختمت النبوۃ علی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لیکن مدعیہ کے مختار کو کچھ مضر نہیں اس نے کب اس کا انکار کیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کی تصریح نہیں مختار مدعیہ کی پیش کردہ عبارت میں جو مرزا صاحب کے متعلق ہے اور اس سطر کے ایک سطر چھوڑ کر بعد ہے ختمیت حقیقیہ کا لفظ موجود ہے۔ "فان الختمیۃ الحقیقیۃ کانت مقدرۃ فی الالف السادس الذی ھو یوم سادس من ایام الرحمٰن لیشابہ ابا البشر من کان ھو خاتم نوع الانسان" یعنی پس ختمیت حقیقیہ چھٹے ہزار میں (یعنی عہد مرزا صاحب) کے لیے مقدر تھی جو ایام رحمٰن کا چھٹا دن ہے تاکہ ابو البشر آدم علیہ السلام کے ساتھ وہ شخص جو نوع

انسان کا خاتم ہے (یعنی مرزا صاحب) مشابہ ہو جائے۔
پس اب معاملہ بالکل صاف ہے مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ختم نبوت کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ حقیقتہ کی صفت بیان نہیں کی لیکن اپنے آپ کو خاتم الانبیا کہتے ہیں اور بالمقابل اپنی ختمیت کو ختمیت حقیقتہ کے ساتھ موصوف کیا اور یہی مختار مدعیہ کا دعوی تھا کہ حقیقی کے بالمقابل چونکہ مجازی ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت مجازی ہوئی اور یہ کفر والحاد ہے۔

" مختار مدعا علیہ نے ایک یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ نیز آپ نے اپنی بعثت کو بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے "

یہ درست ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی بعثت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قرار دیا ہے اور اپنے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قرار دیا ہے اور تمام کمالات محمدیہ معہ نبوت اور ختم نبوت کے حصول کا اپنے لیے دعوی کیا ہے باوجودیکہ یہ تمام دعاوی باطل اور سراسر کفر ہیں لیکن تاہم مرزا صاحب کے خیال کی بناء پر اس کو مسلم رکھتے ہوئے اگر مرزا صاحب اپنے لیے مقابلۃً کوئی زائد فضیلت بھی ثابت کریں تو فاضل اور مفضول کے مفہوم اضافی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فاضل کی افضلیت مفضول کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس صورت میں فاضلیت اور مفضولیت کا مفہوم ہی باطل ہو جاتا ہے جس طرح مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ڈھائی ہزار برس کے بعد عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر جنم لیا" آئینہ کمالات صفحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح علیہ السلام کا ظہور قرار دیا ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات خاصہ سید المرسلین خاتم النبیین وغیرہ حضرت ابراہیم اور حضرت مسیح علیہما السلام کے کمالات کہلائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے افضل نہ ہوں گے اگر آپ افضل ہیں تو بعینہ اسی طرح مرزا صاحب نے بھی اپنی افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت کی ہے جو محال اور سراسر محال ہے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف خاتم النبیین ماننا اور اپنے آپ کو ختمیت حقیقیہ کا مصداق قرار دینا یا بالفاظ دیگر حقیقی خاتم النبیین بالمقابل ٹھہرانا صاف توہین اور کفر ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کی علانیہ توہین

مرزا صاحب کی ان شوخیوں اور گستاخیوں نے جن کا ذکر کسی قدر اوپر گذر چکا ہے دشمنان اسلام کو اس قدر دلیر کر دیا ہے کہ جب وہ مرزا صاحب کے معتقدات دعاوی مرزا صاحب کے اخلاقی نمونہ اور معجزات کو ان کی کتابوں میں اور ان کے مشن کی تحریروں کو پڑھتے ہیں اور ان کو سراسر حیلہ بازی چالاکی وروغ گوئی مکاری معاملات اور اخلاق کی کمزوری کا واقعات کی روشنی میں قطعی ثبوت ملتا ہے اور ساتھ ہی مرزا صاحب کے ان دعاوی

کو دیکھتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء کے بروز اور ان کی صفات کاملہ کے مظہر اور جامع ہیں تمام نبوتوں کی مہر ثبت اور تکمیل پر دستخط کرنے آئے ہیں۔ آپ محمدی آئینہ میں اور بروز محمد اور مظہر روحانیت محمدیہ بلکہ وہ روحانیت جو اصلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلال کی طرح بالکل کمزور اور ادنیٰ حالت میں تھی اس بروز یعنی مرزا صاحب کی ذات میں بدر بن کر پوری آب و تاب سے جلوہ گر اور تاباں ہوئی ہے اور وہ مرزا صاحب کے اس شعر کو پڑھتے ہیں۔

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

تو وہ اسلامی تصنیفات مصنفات تاریخ و سیرت کو چھوڑ چھاڑ کر مرزا صاحب کے احوال مقالات مصنفات اور مشن کی تحریروں کو اسلام قرار دے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سیرت مقدسہ معجزات اور خلق عظیم کو اور آپ کی نبوت اور جملہ انبیاء کی شان اور نبوت کو مرزا صاحب کی شان اور نبوت پر قیاس کرکے اسی حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مرزا صاحب کی نبوت کو انہوں نے بالکل قریب سے دیکھا ہے۔ اگرچہ بعض دشمن اسلام پہلے بھی محض تعصب کی وجہ سے اسلام پر معترض ہوتے رہے لیکن ان کو جواب دندان شکن بآسانی دیے جاتے مگر اب اسلام کے دشمنوں کو مرزا صاحب اور ان کے مشن کی تحریری اور عملی حالات سے بہت بڑی طاقت اور دلیری ہو گئی ہے۔ بتلائیے اگر نبوت انبیاء سابقین خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور معجزات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اخلاق قدسیہ اور سوانح زندگی کا معیار مرزا صاحب کی نبوت سوانح حیات اور معجزات کو قرار دیا جائے تو دشمنان اسلام کو مسلمان مرتد کرانے کے قابل ہو سکتے ہیں مثلاً اگر کوئی دشمن یہ اعتراض کرے کہ مرزا صاحب نے جو تمام الانبیاء کے بروز ہیں اور ان کو زندہ کرنے والے کنجروں کا مال بھی لے کر کھایا ہے اور آئینہ کمالات کے اخیر میں اس قسم کے مالوں کو حلال اور جائز ثابت کرنے کے لیے شریعت اسلامی میں ایک نئے حکم کا اضافہ فرمایا ہے کہ نافرمان آدمی کا مال و جان اس کے ملک سے نکل کر مالک حقیقی کے قبضہ میں آجاتا ہے اور مالک حقیقی کو اختیار ہے کہ اس کو دے لے یا ہلاک کر دے یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری نازل فرماوے اصل عبارت آئینہ کمالات کی ملاحظہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور مال اسی کی ملک ہے پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بلاتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی قہری فرماوے بات ایک ہی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۱)

اب اگر کوئی دشمن اسلام یہ اعتراض کرے کہ قرآن کا تو یہ حکم ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ

یعنی اے رسولو پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک کام کرو تو معلوم ہوا کہ چونکہ مرزا صاحب نے جو تمام انبیاء کا بروز ہیں اور ان کی شان نقدس کو زندہ کرنے والے کنجروں کی اجرت زنا وغیرہ کی کمائی کھائی ہے لہذا وہ بھی پاکیزہ اور حلال طیب ہے اور تمام رسول اس قسم کی پاکیزہ چیزیں کھایا کرتے تھے نیز یہ معلوم بھی ہو گیا کہ زنا بھی حلال ہے۔
(معاذ اللہ)

نیز یہ معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کی شریعت میں ہندوستان کے اندر تمام ان مسلمانوں کا جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے اور ایسا ہی دیگر نافرمان اقوام ہندوؤں عیسائیوں سکھوں وغیرہ کا قتل کر دینا اور ان کے مالوں کا لوٹ لینا سب جائز ہے جیسا کہ مجوزہ بالا مرزائی قانون کا صاف منشا اور مفہوم ہے اور خدانخواستہ مرزائیوں کو اگر قدرت حاصل ہو جائے تو ایسی دستاویز سے اس حکم پر وہ عامل ہوں گے۔

مرزا صاحب کی شریعت کے یہ جدید احکام ہیں اسلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جب مرزا صاحب کو تمام انبیاء کا بروز اور بروزی محمد و خاتم الانبیاء مان لیا جائے تو کسی کے سامنے آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتے۔

مرزا صاحب کے تشریعی نبی ہونے کا یہ یقین ثبوت ہے اور یہ دعویٰ سراسر غلط ہے جو زبانی وہ کرتے ہیں کہ ہم شریعت جدیدہ کے مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو کافر سمجھتے ہیں تو اب وہ خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہو گئے۔

حوالہ مذکورہ بالا کیلئے کمالات اسلام کی ضروری تشریح بھی لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر ہمارا ذکر کردہ مدعا واضح نہیں ہو سکتا کیونکہ کنجروں دنجروں کو تو اس عبارت محولہ میں کوئی نام نہیں ہے لہذا اس کا شان نزول بیان کرنا ضروری ہے۔

مرزا صاحب کی عبارت محولہ بالا مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں ہے جس کو مرزا صاحب "قولہ" اور "اقول" کے عنوان قائم کر کے بیان کر رہے ہیں "قولہ" سے مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کا اور "اقول" سے مرزا صاحب کا قول مراد ہے۔ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ میں مرزا صاحب کی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کے متعلق پچاس سوالات درج کئے ہیں جو دوسرے نمبر میں جا کر ختم ہوئے ہیں ان میں چند سوالوں کے جواب مرزا صاحب نے دیے ہیں۔

عبارت محولہ بالا مولانا موصوف کے آٹھویں سوال درج کا جواب ہے جو اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۵ کے صفحہ ۲۶ پر بدیں عبارت ہے۔

سوال ہشتم:

ایسا شخص اگر اکثر جھوٹ بھی بولتا ہو۔ لوگوں کے مال ناجائز ذریعہ سے مارتا ہو۔ ناجائز مال اجرت زنا وغیرہ کام میں

لاتا ہو ظلم ایذا رسانی بے رحمی بد خلقی بدگوئی پر مصر ہو تو پھر بھی وہ اگر اس کی کوئی پیشگوئی سچی نکل آوے اس سچی پیشگوئی میں ملہم ولی محدث و مجدد اور خدا کا مخاطب ہو سکتا ہے "

اس کی مزید توضیح سوال نمبر میں صفحہ ۳ پر ہے مولانا موصوف مرزا صاحب سے سوال کرتے ہیں در سوال ہشتم و چہارم میاں الہ دیا سے کن حیلہ سے آپ نے اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت دو سو روپیہ یا کم و بیش منگوایا (۲) اور وہ کیا روپیہ تھا (۳) اور زیادہ کس کام میں آپ نے صرف کیا "

یہ الہ دیا کنجر تھا جس نے توبہ کی تھی اس کا پہلا مال جو حرام کمائی اجرت زنا وغیرہ سے تھا مرزا صاحب نے منگوایا اور استعمال فرمایا ان سوالات سے پہلے نمبر ۱۲ جلد ۱۳ میں مولانا موصوف میر ناصر نواب صاحب خسر مرزا صاحب کی مثنوی درحالات مکاری اہل زمانہ مندرجہ نمبر مذکور کے حاشیہ پر کر چکے ہیں جس میں انہوں نے جعلی پیروں خصوصاً مرزا صاحب کے حالات کا کسی قدر نقشہ کھینچا ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ۔

بدمعاش اب نیک از حد بن گئے — بوسیلم آج احمد بن گئے
جیسے دوراں بنے دجال ہیں — ہر طرف مارے انہوں کے جال ہیں

اسی مثنوی میں کچھ اوپر یہ شعر ہیں ۔

قرض سے اک دفعہ ہو جائے نجات — گو ملے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو — رنڈیوں کا مال ہو یا بھانڈوں کا ہو

اس دوسرے مصرعہ کی تشریح مولانا موصوف نے حاشیہ پر یہ کی ہے "جیسا کہ الہ دیا نامی تائب مرحوم کا روپیہ جو اسی قسم سے تھا کادیانی نے منگایا "

غرض سوال ہشتم کا منشاء یہ ہے کہ مرزا صاحب نے الہ دیا کنجر انبالوی سے جس نے توبہ کی تھی اجرت زنا کی کمائی کا سابقہ روپیہ اپنے ملازم فتح خاں کی معرفت منگوایا اور استعمال فرمایا ۔

مرزا صاحب نے اسی سوال ہشتم کو قولہ کے عنوان سے نقل کر کے اول لکھ کر اس کا جواب دیا ہے اور اس کو عبارت محولہ بالا سے جائز ثابت کر کے نئی شریعت کی تعمیر کی ہے ۔

مرزا صاحب نے اس سوال کو نقل کرنے میں عجیب چالاکی کی ہے تین چار سطر کی عبارت میں سے اول و آخر کو نقل کر کے بیچ میں سے چھوڑ گئے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی کتاب پڑھنے والے کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ مرزا صاحب پر اجرت زنا کا حرام مال کھانے کا الزام لگایا گیا ہے اور جب تک کسی کو اشاعۃ السنہ کے اصل حوالے معلوم نہ ہوں مرزا صاحب کا یہ فعل شنیع مخفی ہے لیکن دراصل یہ بڑی خیانت اور پہلے درجہ کی بزدلی ہے ۔

خیر اب تو سوال بھی واضح ہو گیا اور جواب بھی واضح مرزا صاحب نے اس خبیث اور حرام مال اجرت زنا کھانے سے

قطعاً باطل ہے۔

(۳) یہی امام عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر صفحہ ۶۳ جلد ۲ پر شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کا قول فتوحات کے باب الثالث والستین سے نقل فرماتے ہیں اعلم انہ لیس فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من هو افضل من ابی بکرؓ غیر عیسی علیہ السلام وذلک انہ اذا نزل بین یدی الساعۃ لا یحکم الا بشرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیکون لہ یوم القیمۃ حشران حشرۃ فی زمرۃ الرسل بلواء الرسالۃ وحشر فی زمرۃ الاولیاء بلواء الولایۃ۔ یعنی اس امت میں عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ جب قیامت سے پہلے نازل ہوں گے تو شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی چیز پر عمل نہ کریں گے پس قیامت کو ان کے دو حشر ہوں گے ایک لواء رسالت کے ساتھ رسولوں کے زمرہ میں اور دوسرا حشر لواء ولایت کے ساتھ زمرہ اولیا میں۔

ہمارا مقصود اس سے واضح ہے حاجت تشریح نہیں شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کے اور کئی حوالے ہیں یہ بس کن یہی کافی ہیں۔

(۴) اب مرزا صاحب کی سنیئے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ پر آیت و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب الآیۃ کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا اس پر سب نے اقرار کیا (ملخصاً) اس سے ثابت ہوا کہ تمام رسول آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔

(۵) مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۶ پر لکھتے ہیں۔ وما اختلف اثنان من علماء هذه الامۃ فی ان الفضائل الظنیۃ التی توجد فی هذه الامۃ قد تفوق بعض الفضائل التی توجد فی الانبیاء بالاصالۃ ولذلک قیل ان الانبیاء السابقین کانوا ینظرون الی هذه الامۃ بعین الغبطۃ وتمنی اکثرهم ان یکونوا منهم فلو لم یکن فی هذه الامۃ شیء من الفضائل التی لم توجد فی انبیاء بنی اسرائیل فمن أین نواریهم ان یجعلهم من هذه الامۃ۔

یعنی بالاتفاق علماء امت کی رو سے ہے کہ اس امت میں بعض ظلی فضائل ایسے جو انبیاء بنی اسرائیل کے فضائل پر فوقیت رکھتے ہیں اسی لیے کہا گیا ہے کہ پہلے انبیاء اس امت کو غبطہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اکثر انبیاء نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ اس امت سے ہوتے پس اگر اس امت میں کچھ ایسے فضائل نہ ہوتے جو انبیاء بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیوں یہ سوال کیا کہ ان کو اس امت میں سے کر دے۔

یہ عبارت واضح ہے اگر امتی کا یہ مفہوم ہوتا کہ وہ بغیر اتباع قرآن و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گمراہ اور بے دین

اور ناقص محض ہو تو انبیاء بنی اسرائیل سابقین نے باوجود نبوت و رسالت کیا اپنے آپ کو گمراہ اور بے دین اور ناقص ثابت کرنے کے لیے یہ دعا کی تھی؟

اور حسب اقرار و تسلیم مرزا صاحب انبیاء نے جب کہ اپنے پروردگار سے یہ دعا کی ہے کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عالم ظاہر میں امت بنا دے نیز تاکہ وہ میثاق انبیاء اور نصرت کا عہد اس دنیا میں ظاہر ہو تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ عام انبیاء کی دعا کو مسترد فرما دے لہذا اس مجیب الدعوات نے اپنی حکمت کے ماتحت اس کی یہ صورت اختیار فرمائی کہ ان سب کی طرف سے ایک ایسے نبی کو نمائندہ قرار دے کر جیسا کہ وہ مشہور تھا امتی اور مومن اور ناصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے مزید اختصاص تھے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و انا اولی الناس بعیسی ابن مریم لعن یکن بینی و بینہ نبی و ا نہ تا ز نخ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی میں سب سے قریب تر لوگوں سے ہوں عیسے ابن مریم کے ساتھ الحدیث اس حدیث کی تشریح مع اثبات اختصاص آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۳ پر ہے۔

ماسوا اس کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسب تصریح مرزا صاحب بیٹا ہونے کی نسبت بھی ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ کے صفحہ ۱۸۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے "سو حضرت مسیح نے ان نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لیے ان سے پہلے آئے تمثیل طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے اور اپنے لیے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا ہے جو بیٹے کے مارے جانے کے بعد آئے گا جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اس بیٹے کا باپ مجازی ہے پھر اس حاشیہ کے حاشیہ پر صفحہ ۱۸۶ میں لکھتے ہیں "بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی یہ قول غالباً اسی مناسبت بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے سبب عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی۔ منہ"

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امتی ہونا تو درکنار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حسب تصریح مجازی بیٹا ہونا بھی ثابت ہے۔ لہذا امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہ نے بیان کیا ہے قطعاً باطل ہے۔

۱۶۔ اب قرآن شریف ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد فصلنا لہم القول لعلہم یتذکرون الذین

آتیناھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون و اذا یتلی علیھم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرھم مرتین بما صبروا الآیۃ ۔

یعنی ہم نے پے درپے ان کے لیے اپنے کلام کو اتارا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے ان لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے دوہرا اجر دیا جائے گا الخ۔
اب بتلایئے وہ مومنین اہل کتاب جو قرآن کریم پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور امتی بنے کیا وہ اس سے پہلے گمراہ بے دین اور ناقص تھے یا وہ مسلمین مومنین تھے اور امتی بن کر دوہرے اجر کے مستحق بنے۔

(ے) احادیث صحیح میں آیا ہے ان کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ تین شخصوں کو دوہرا اجر ملے گا۔

(۱) وہ شخص جس نے کسی اپنی لونڈی کی تربیت کی اور عمدہ ادب سکھایا پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

(۲) وہ مومن اہل کتاب جو اپنی کتاب پر ایمان لایا (بعدہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

(۳) وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کی خیر خواہی کی۔

دلائل و شواہد مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ امتی کا وہ مفہوم جو مختار مدعا علیہا اور مرزا صاحب نے بیان کیا ہے غلط اور باطل اور اتباع ہوائی اور خود غرضی پر مبنی ہے لہٰذا وجہ فرق جو مابین مرزا صاحب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام درباره توہین و ہتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی گئی تھی باطل ہو گئی اور مختار مدعا علیہا کا الزام توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مرزا صاحب پر مسلمہ کفر تھا قائم اور بدستور رہا۔

قول مختار مدعا علیہا یہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ تسمیۃ الشیئ بما یئول الیہ کی قسم سے ہے جس طرح انگور کو شراب سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس لیے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا ہے یہ قول مختار مدعا علیہا کے اعتراض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ انگور کو شراب کہنا مجاز ہے جس کا قرینہ موجود ہے کیونکہ عصر یعنی نچوڑنا انگور کی صفت ہے نہ شراب کی برخلاف مرزا صاحب کے اس قول کے کہ وہاں کوئی قرینہ معنی مجازی کا موجود نہیں ہے بلکہ شرک کو عظیم کہہ کر حقیقت کو اور محکم کیا گیا ہے اسی طرح مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں اس کو مخلوق پرستی کا ستون کہہ کر ارادہ مجاز کے خلاف گویا ایک زبردست دلیل قائم کر دی ہے۔

والاستفتاء صفحہ ۳۹ پر لکھتے ہیں واللہ ان یجتمع حیاۃ ھذا الذی و حیاۃ دین مریم بقیہ قسم

ہے اللہ تعالیٰ کی دین اسلام کی زندگی اور ابن مریم کی زندگی ہرگز جمع نہ ہوں گی۔ دیکھئے کس تاکید شدید اور قسم کے ساتھ حیات مسیح علیہ السلام کو دین اسلام کی موت قرار دیا گیا ہے۔

اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۲۲۷ پر لکھتے ہیں کہ "افسوس کہ اسلام بت پرستی سے بہت دور تھا لیکن آخر کار اسلام میں بت پرستی کے رنگ میں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا"

غرض مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ سے عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کو ذکر کیا ہے شرک عظیم جو نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ مخلوق پرستی کا ستون۔ اسلام کی نقیض یا اسلام کی موت۔ بت پرستی وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہاں تسمیۃ الشئی بما یؤول الیہ۔ کی تاویل کارگر نہیں ہو سکتی باقی رہا مختار مدعا علیہ کا حضرت گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ اور حدیث مسلم سے استشہاد اور ان پر قیاس بالکل غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے تارک ملتہ اور بت کو سجدہ کرنیوالے کو مشرک کہا ہے اور ریاکار یا اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قسم کھانے والے کو فاسق اور گناہگار کہا ہے گو ان افعال کو بھی شرک کہا گیا ہے لیکن قابل تاویل شرک دون شرک کی قسم سے لیکن مرزا صاحب نے شرک عظیم مخلوق پرستی بت پرستی نقیض اسلام کے اوصاف سے عقیدہ حیات مسیح کو متصف قرار دیا ہے لہٰذا اس کا مرتکب بقول مرزا صاحب وحسب فتویٰ گنگوہی قدس اللہ سرہ مشرک بت پرست ہوگا۔ دوسری قسم ادنیٰ شرک کا مرتکب اور فاسق وگنہگار۔

اسی طرح حدیث مسلم بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ میں ترک صلوٰۃ کو شرک وکفر نہیں کہا گیا بلکہ درمیانی حد کہا گیا ہے پس یہاں تو منجر الی الشرک کی تاویل کی بھی حاجت نہ رہی۔ اس تاویل کی تب ضرورت ہوتی جب ترک صلوٰۃ کو شرک کہا جاتا۔

مختار مدعا علیہ کا یہ قول کہ لاکھوں مسلمان اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کی وجہ سے عیسائی ہو گئے تھے اس بناء پر مرزا صاحب نے اس کو شرک قرار دیا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کیا ان لاکھوں عیسائی ہونیوالوں نے اپنے ارتداد کی یہ وجہ بیان کی ہے ہرگز نہیں یہ لوگ جو عیسائی ہوئے ہیں بعض تو اصول مقدسہ اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے اور اکثر اور غلبہ خواہشات اور حظوظ نفسانیہ کے استیفاء اور حقیقتہ الدنیا کی خاطر عیسائی ہوئے ہیں بلکہ پہلی قسم کے تو بالکل اقل قلیل اور الشاذ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں۔

اس عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کے اسلام میں موجود ہوتے ہوئے لاکھوں عیسائی اسلام میں داخل ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور کئی بدنصیب اسلام کو ترک کر کے مرتد ہو جاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی مرزائیت کو ترک کر کے عیسائی ہوئے خصوصاً صاحب کرام آتھم کی نسبت مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی جیسا کہ مرزا صاحب نے بھی دبی زبان کیا سے انوار الاسلام میں تسلیم کر لیا ہے کیا ان کے عیسائی ہونے کا باعث حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ تھا؟

پس عقیدہ مذکورہ کو شرک عظیم قرار دینے کی جو وجہ گھڑی گئی ہے محض بہانہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مرزا صاحب نے اس عقیدہ کو بت پرستی اور شرک عظیم قرار دے کر تمام امت کی عامۃً وخاصۃً توہین کی ہے نہ علماء اس توہین کی زد سے بچ سکتے ہیں نہ اولیاء نہ مجددین و محدثین نہ تابعین نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور نہ ذات گرامی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مرزا صاحب نے نہ صرف توہین کی ہے بلکہ سب کو مشرک قرار دے کر ایسے کفر کا ارتکاب کیا ہے جس کو اگر بغائر نظر دیکھا جائے تو رونگٹے بدن پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس وقت حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل وغیرہ سے بحث نہیں ہے لیکن جہاں تک مسئلہ مذکورہ کا تعلق ہے یہ ثابت کرنا ہمارے ذمہ لازم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام امت کا مذہب یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور قیامت کے قریب دنیا میں آکر دجال کو قتل کریں گے۔

مرزا صاحب کا بھی بزعم خود ملہم ہونے کے بعد اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف کے صحیح معنی پڑھ لینے کے باوجود بارہ سال کے لمبے عرصہ تک یہی عقیدہ تھا اس عرصہ میں آپ نے اپنی اس کتاب میں جو براہین آپ نے تصنیف فرمائی تھی قرآن شریف اور اپنے الہام سے اس مسئلہ کو ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی نسبت یہ دعوےٰ کیا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور حضرت مسیح علیہ السلام پیش گوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے ملاحظہ ہو حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ تحت الہام و آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ۔ (الی) اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔

نیز ملاحظہ ہو حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ تحت آیت والہام عسیٰ ربکم ان یرحمکم و ان عدتم عدنا و جعلنا جھنم للکافرین حصیرا ۔ (الی) یعنی اتمام اور احسان سے اتمام حجت کرتا ہے۔

مرزا صاحب کو یہ مسلم ہے بلکہ ان کی تصریح ہے کہ میں بارہ سال تک بعد الہام اسی عقیدہ پر تھا چنانچہ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں "پھر میں تقریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گذر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔

پس جب اس بارہ میں انتہا تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ فاصدع بما تؤمر یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول

کر لوگوں کو سنادے اور بہت سے نشان مجھے دیے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھادیا گیا تب میں نے لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دیا۔"

مختار مدعا علیہ نے اسی مضمون کو اپنے جواب بحث میں باختصار بیان کیا ہے اور آخر میں کہا ہے کہ مرزا صاحب نے اس رسمی عقیدہ کے بعد جس پر وہ تھے جب خدا تعالیٰ نے جب ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ظاہر کر دیا تو آپ نے لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا اعلان کر دیا اور قرآن و حدیث سے ان کی وفات کے مسئلہ کو عالم تشریح کر دیا مختار مدعا علیہ کا اور مرزا صاحب کا یہ بیان کہ مرزا صاحب مسلمانوں کے رسمی عقیدہ پر تھے سرتاپا غلط ہے بلکہ مرزا صاحب محض رسمی اور تقلیدی عقیدہ پر نہ تھے بلکہ مرزا صاحب نے قرآن اور اپنے الہام کی روشنی میں اس عقیدہ کو اختیار کر رکھا تھا جیسا کہ براہین احمدیہ کے منقولہ بالا حوالوں صفحہ ۴۹۸ ر ۴۹۹ اور صفحہ ۵۰۵ سے ظاہر اور عیاں ہے۔

یہ بھی طرفہ تماشا ہے کہ بارہ برس تک تو قرآن و حدیث سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرتے رہے اور معنی قرآن بھی اس وقت اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے صحیح صحیح تھے اللہ تعالیٰ نے ہی قرآن کریم کی تیس آیتوں میں سے کسی آیت کے معنی میں یہ نہ فرمایا کہ اس آیت سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت ہے اور نہ مرزا صاحب کو براہین احمدیہ میں حیات مسیح علیہ السلام کے اقرار کے بعد متنبہ کیا کہ یہ غلط ہے اور حق وفات مسیح کا عقیدہ ہے جب بارہ برس گزر گئے تو خدا تعالیٰ نے پے در پے متواتر الہام اس مضمون کے شروع کر دیے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں مرزا صاحب بھی پہلی بار تو ان الہاموں سے بہت گھبرا گئے ہوں گے کیونکہ پہلا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام کا بھی مرزا صاحب کے ابتدائی الہام الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین ۔ کی بنا پر اللہ میاں کا تعلیم کردہ تھا کیونکہ اس الہام کا ترجمہ براہین احمدیہ میں بھی مندرج ہے اور یہی ہو سکتا ہے کہ رحمٰن نے انہیں قرآن مجید کے صحیح معنی پڑھا دیے ہوں۔ اور حیات مسیح کا عقیدہ قرآن اور الہام سے ہی ثابت کیا گیا تھا اس لیے معاذاللہ اللہ تعالیٰ کی اس تناقض بیانی سے تردد کا ہونا اور گھبراہٹ لازمی تھی ایسی صورت میں ایک دو یا پانچ سات بار کے الہام سے مرزا صاحب کو وفات مسیح علیہ السلام کا یقین کیونکر آسکتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو یہ تدارک کرنا پڑا کہ مرزا صاحب کو متواتر پے در پے بکثرت الہام کئے جو ایک بڑے مینہ سے مشابہ تھے اور وحی الٰہی بارش انتہا تک پہنچ گئی اور ماسوا اس کے اور بہت سے نشان دیے گئے اور یقین کو مرزا صاحب کے دل میں روز کی طرح بٹھا دیا گیا تو مرزا صاحب بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے۔

کثرت الہامات کا ذکر جو وفات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں مرزا صاحب کو ہوئے عبارت محولہ اعجاز احمدی کے علاوہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۱۳ پر بدیں الفاظ مرزا صاحب نے کیا ہے واللہ ما قلت قولا فی وفات

المسیح وعدم نزوله وقیام مقامه الا بعد الالہام المتواتر المتتابع النازل کالوابل و بعد مکاشفات صریحة بینة منیرة تکشف الغطاء ... یعنی قسم ہے اللہ کی کہ میں نے مسیح کی وفات اور دوبارہ آنے اور میرے اُن کا قائم مقام ہونے کا عقیدہ اختیار نہیں کیا مگر ایسے الہاموں کے بعد جو متواتر پے در پے اور ایک بڑی بارش کی طرح مجھ پر اترنے والے تھے اور ایسے مکاشفات کے بعد جو صریح اور بالکل صاف اور صبح صادق کی طرح روشن تھے "۔

اسی طرح حقیقۃ الوحی وغیرہ کتابوں میں بھی حوالے ہیں لیکن یہ دو حوالے ہی کافی ہیں ۔

حوالجات مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ مرزا صاحب کو الہامات نے تعلیم کیا ہے نہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت اور مختار مدعا علیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب نے اس کو قرآن و حدیث سے ام نشرح کر دیا صاف جھوٹ اور قرآن کریم اور حدیث پر سراسر بہتان ہے اگر یہ مسئلہ قرآن کریم اور احادیث سے الم نشرح ہوتا تو درست کو جاننے دو مرزا صاحب کیوں قرآن کریم اور احادیث اور اپنے الہامات سے حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے اور بارہ سال کے عرصہ دراز تک اس پر قائم رہتے قرآن کریم اور الہامات کا ذکر اور ان سے حیات مسیح علیہ السلام کا اثبات تو بحوالہ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹ و صفحہ ۵۰۵ و پر گذر چکا ہے ، احادیث سے اثبات کا ذکر جو مرزا صاحب نے کیا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آئے گا ۔

(بحوالہ ازالہ اوہام و توضیح المرام و شہادت القرآن :

اس کے بعد جب مرزا صاحب کے خیالات نے پلٹا کھایا اور وفات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ کسی علیم کے الہام نے آپ کو تعلیم کیا تو اس وقت مرزا صاحب نے قرآن کریم کو اپنے خیالات کے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا اور بحکم یحرفون الکلم عن مواضعہ قرآن کریم کی تیس آیتوں سے وفات مسیح علیہ السلام کے ثبوت کا دعویٰ کر دیا پس ایک حق پرست ایماندار کے لیے تو مرزا صاحب کی یہ کارروائی سراسر باطل ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت کہ مرزا صاحب قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو محض آلہ کار براری سمجھ کر استعمال کرتے ہیں جوں جوں مرزا صاحب کے خیالات پلٹے جاتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ ہی قرآن اور حدیث کے معنی بھی پلٹے جاتے ہیں ۔ اور مختار مدعا علیہ اس کو قرآن اور حدیث سے ام نشرح کرنا سمجھتا ہے جو ایک مضحکہ خیز خیال اور سراسر غلطی ہے اور مرزا صاحب کے قرآن پر ایمان نہ ہونے کا ایک بیّن ثبوت ۔

یہاں تک تو مرزا صاحب کے رسمی عقیدہ نہ ہونے کا ذکر تھا اب یہ ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تمام امت حیات مسیح علیہ السلام کی معتقد چلی آئی ہے اور وہ بفتویٰ مرزا صاحب سب کے سب مشرک ٹھہرے معاذ اللہ میں اس وقت اسلامی کتب تفاسیر احادیث وغیرہ سے حوالے پیش کرنا اور دلائل عقیدہ حیات بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت کروں گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اسی عقیدہ کے معتقد تھے ۔

(۱) مرزا صاحب اپنی کتاب توضیح مرام کے آغاز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں جس کے مماثل براہین احمدیہ میں لکھا تھا:-
"مسلمانوں اور عیسائیوں کا کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ خیال ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اسی عنصری وجود سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور پھر وہ کسی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے" میں اس خیال کا غلط ہونا اپنے اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں اور نیز یہ بھی بیان کر چکا ہوں کہ اس نزول سے مراد درحقیقت مسیح بن مریم کا نزول نہیں بلکہ استعارہ کے طور پر ایک مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے جس کا مصداق حسب اعلام و الہام الٰہی یہی عاجز ہے:

(۲) اور اسی کتاب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں: اب پہلے ہم صفائی بیان کے لیے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کے رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے انہیں کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔

(۳) افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوتہ اندیش لوگوں نے کس قدر بڑی غلطی کھائی جس کی وجہ سے وہ حدیثوں کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ تو سچ ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی فعلی کے سلسلہ سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یقین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا لیکن دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑہا مخلوقات ابتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے قائم اور محافظ چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیونکر کہا جائے ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہود ہو گیا اور اپنے اصل مبدا تک اس کے آثار اور انوار نظر آ گئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآمد کو اول درجہ کے یقینیات میں سے یقین کرے پھر جب کہ ائمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد راستگو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی ان پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف ائمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو و بس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتدا سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور ائمہ حدیث امام [

بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لیے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیح مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا۔

علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نعوذ باللہ یہ افتراء ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس پر آمادہ کیا تھا۔

(شہادت القرآن صفحہ ۸ و ۹)

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) مسلمانوں کا عقیدہ حیات عیسے علیہ السلام اور بعینہ ان کے نزول کا ہے نہ کسی مثیل مسیح کا جس کو اب مرزائی اصطلاح میں مسیح موعود سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) یہ عقیدہ آنحضرت کے اقوال مقدسہ یعنی احادیث نبویہ سے پیدا ہوا ہے۔

(۳) یہ عقیدہ ابتداء سے مسلمانوں کے رگ وریشہ میں داخل چلا آیا ہے اور تعامل اعتقادی کے طور پر سلسلہ بہ سلسلہ اپنے اصل مبدء تک اس کے آثار اور انوار نظر آرہے ہیں۔

(۴) جو امور سلسلہ اسناد کے ساتھ سلسلہ تعامل اعتقادی یا عملی سے ثابت ہو جائیں وہ اوّل درجہ کے یقینیات ہوتے ہیں ان پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔

(۵) مرزا صاحب اس عقیدہ کو اب الہام اور اعلام الٰہی سے غلط جانتے تھے۔

(۶) پہلے مرزا صاحب بھی اس کو احادیث کی بناء پر صحیح مانتے تھے اور اسی عقیدہ کے معتقد تھے۔

نتیجہ نمبر ۶ اگرچہ حوالجات سابقہ سے ثابت ہو رہا ہے لیکن مزید توضیح کے لیے ایک حوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۸ تقطیع خورد سے نقل کیا جاتا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"اور یہ عقیدہ جو براہین احمدیہ میں درج ہے صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔"

اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح رسمی نہ تھا بلکہ احادیث نبویہ کی پیروی کا نتیجہ تھا اور پہلے ہم ثابت کر آئے ہیں کہ براہین میں اسی عقیدہ کو مرزا صاحب نے اپنے الہام اور قرآن سے ثابت کیا ہے پس مرزا صاحب کا یہ عقیدہ قرآن حدیث اور اپنے الہام کی بناء پر تھا۔

اس حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کی اصل حقیقت کا انکشاف صرف مرزا صاحب پر ہوا

ہے اور وہ بھی ان کے دعویٰ الہام کے بارہ برس بعد لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور تمام امت کا اعتقاد بزعم مرزا صاحب اصل حقیقت کے خلاف تھا یعنی حیات مسیح علیہ السلام کا اور انہیں کے بعینہٖ نازل ہونے کا نہ کسی مثیل کا اور اسی بنا پر مرزا صاحب نے اسی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۹۱ پر لکھدیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم وغیرہ وغیرہ کی اصل حقیقت نہ کھلی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں (معنیً)

اس طرح مرزا صاحب نزول مسیح کی اصل حقیقت مرزا صاحب پر منکشف ہونے اور ان سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر مخفی رہنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے ظاہر کرے اور مخفی کرے اس کے ہر ایک فعل میں مصلحتیں حکمتیں اور امتحان ہوتے ہیں لیکن اکثر آدمی اس بات کو جانتے نہیں وہ شریعت کے ظاہر اور چھلکے کو تو جانتے ہیں اور اس کے مغز سے غافل ہیں اور جب ان پر سر حقیقت ظاہر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھیں اس کو حقارت سے دیکھتی ہیں اور بدگمانی کرکے کافر ہوتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ ساری امت کس طرح خطا اور غلطی پر متفق اور ہم خیال ہوگئی اور ہم کیونکر یہ سمجھ لیں کہ وہ سب غلطی پر تھے اور تم حق پر ہو۔ ان پر افسوس ہو یہ کیوں اس بات کو نہیں جانتے مانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بات پر غالب ہے جب وہ کسی بات کو چھپانے کا ارادہ کرے تو سمجھنے والے اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کے معنیٰ کو قرآن میں پڑھ کر غافل رہتے ہیں۔

کیا وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین انبیاء سے بعض باتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ اس اخفاء کی وجہ سے امتحان کئے جاتے ہیں اور کسی امت کا حق نہیں ہے کہ اپنے فہم میں انبیاء پر بڑھ جائے ....

تم خدا کے امتحان سے کیوں نہیں ڈرتے کہیں نزول مسیح کی پیشگوئی تمہارے لیے فتنہ ہی نہ ہو" یہ ترجمہ ہے مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۵۳ ، ۵۵۴ یحفی ما یشاء و یبدی و فی کل فعلہ مصالح و حکم و ابتلاء (الی) ولعل نبأ نزول المسیح یکون فتنۃ لکم۔

عبارت محولہ میں مرزا صاحب نے یہ ظاہر کیا ہے کہ نزول مسیح علیہ السلام کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے ایک فتنہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا اور ساری امت اس کی اصل حقیقت کے سمجھنے میں غلطی پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ مقربین انبیاء پر بھی بعض باتوں کی حقیقت کو مخفی رکھتا ہے تو امت اپنے فہم اور سمجھ میں نبی سے کیونکر بڑھ سکتی ہے۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۵۵۲ ، ۵۵۳ پر لکھتے ہیں فتضرعت فی حضرۃ اللہ تعالیٰ وطرحت بین یدیہ متمنیاً لکشف سر النزول وکشف حقیقۃ الدجال (الی) فاخبرنی ربی ان النزول روحانی لا جسمانی۔

یعنی میں نے خدا کے حضور میں تضرع کیا اور نزول مسیح کا ستر اور حقیقت دجال کے انکشاف کی آرزو میں خدا کے سامنے میں نے اپنے آپ کو گرا دیا تاکہ مجھے علم الیقین اور عین الیقین حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کی عنایت میری تعلیم اور تفہیم کی طرف متوجہ ہوئی

توہین مسیح علیہ السلام

(پیشگوئیاں)

قول مختار مدعا علیہ اس جگہ مرزا صاحب کو ان لوگوں کا جواب منظور ہے جو انبیاء میں اجتہادی غلطی کو نہیں مانتے اور عیسائیوں کی تردید بھی ہے مرزا صاحب حضرت عیسٰے کی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں نہ کہ باطل ملخصاً۔

الجواب

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام اور اعجاز احمدی میں جن کے حوالجات مذکور ہو چکے ہیں حضرت عیسٰی کی پیشگوئیوں کو صاف صاف طور پر جھوٹی کہا ہے اور انتہائی تحقیر اور استخفاف سے ان کو بطور طعن بیان کیا ہے اور اگرچہ اجتہاد کی غلطی کے الفاظ بھی کہے جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کی تکذیب بھی اس زور شور سے اور صفائی سے کرتے ہیں جو ان کو اجتہادی غلطی کے حدود میں رہنے نہیں دیتی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن ضعیف اور کمزور پیرایہ میں اور ابطال نبوت کے دلائل بڑے زبردست اسلوب اور پر شوکت الفاظ میں بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اجتہادی غلطی کا بہانہ اور اقرار نبوت استہزاء اور تمسخر ہے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام تقطیع خورد صفحہ ۸ ”اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو! تم پر افسوس (دالی) لغزشیں پیش آگئیں۔“

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں علماء اسلام اور صوفیاء کرام مرزا صاحب کے مخاطب ہیں نہ عیسائی بقول مرزا صاحب علماء اسلام نے مطالبہ کیا کہ اگر تم مسیح ہو تو معجزات مسیح دکھاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں احیاء روحانی کے لیے یہ عاجز آیا اور اس کا ظہور ہوگا۔

(۲) دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔

کیا تالاب کا قصہ بھی معجزات کی رونق کو دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔

کیا یہ بھی کچھ پیشگوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے مری پڑے گی لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے اور اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشگوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں انہوں نے یہودا اسکریوطی کو بہشت کے بارہ تختوں میں سے ایک تخت دیا تھا جس سے وہ آخر محروم رہ گیا اور پطرس کو نہ صرف تخت بلکہ آسمان کی کنجیاں بھی دے

دی تھیں اور بہشت کے دروازے کسی پر بند ہونے یا کھلنے اسی کے اختیار میں رکھے تھے مگر پطرس جس آخری کلمے کے ساتھ مسیح سے الوداع ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے مسیح کے روبرو مسیح پر لعنت بھیج کر اور قسم کھا کر کہا کہ میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ اور بھی بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو صحیح نہیں نکلیں"

عبارت مسطور بالا سے دو باتیں صاف ثابت ہیں۔

(۱) اول یہ کہ مرزا صاحب کے نزدیک یہ مطاعن عیسویہ جو اوپر بیان ہوئے ثابت اور امور واقعیہ ہیں اور مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئیاں نہایت حقیر ورکیک تھیں اور ان کے معجزات سے بھی زیادہ ابتر تھیں معہذا وہ اکثر جھوٹ ثابت ہوئیں۔

(۲) مرزا صاحب کی غرض ان مطاعن مذکورہ کے ذکر سے ان مسلمانوں کو جواب دینا ہے بقول مرزا صاحب جو مرزا صاحب سے مسیح علیہ السلام کی طرح معجزہ نمائی کا مطالبہ کرتے تھے نہ عیسائیوں کو الزام دینا۔ پیشگوئیوں کی مزید کیفیت اعجاز احمدی ص۳ پر اپنی پیشگوئیوں کی نسبت بیان کرتے ہیں ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی بلکہ تمام پیشگوئیاں صفائی سے پوری ہو گئیں .... یہ تو میری پیشگوئیوں کی واقعی حقیقت ہے مگر جو اس یہودی فاضل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں بلکہ وہ ایسے سخت ہیں کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا اور اگر مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں میں سے ان اعتراضات کا جواب دے سکتے تو ہم ایک سو روپیہ نقد بطور انعام اس کے حوالہ کریں گے خدا کیلئے کر پیشگوئیوں کا یہ حال اس سے تو ہمیں بھی تعجب ہے ایسی پیشگوئیوں پر تو نسخ بھی جاری نہیں ہو سکتا تا یہ خیال کیا جائے کہ وہ منسوخ ہو گئی۔

صفحہ ۱۳ اعجاز احمدی "اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا"

اور صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر لکھتے ہیں "غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں جو ہم کسی طرح ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں ہو سکتی ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے"

ان حوالجات سے مفصلہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں ایک بھی جھوٹی نہیں ہوئی

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر یہودی فاضل کے واقعی ایسے سخت اعتراض ہیں جن کا جواب نہ مرزا صاحب دے سکتے ہیں نہ کوئی اور علماء اسلام میں سے نہ کوئی عیسائی۔

(۳) مرزا صاحب ان اٹل اور لاجواب اعتراضوں کا جواب دینے والے کو سو روپیہ انعام دیں گے ساتھ ہی اس کے یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ اپنی پیشگوئیوں کی نسبت آپ نے یہ تحدی کی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشگوئیوں کو جھوٹا ثابت کرے تو خدا کی قسم ہر پیشگوئی پر سو روپیہ انعام دوں گا ملاحظہ ہو صفحہ ۳۳ اعجاز احمدی اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہ بھی کہا تھا دالی ثبوت جانے ذمہ ہوگا۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابطال نبوت پر کئی دلیلیں موجود ہیں۔

(۶) ہم ان کو نبی صرف اس وجہ سے مانتے ہیں کہ قرآن نے نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دیا ہے۔

(۷) ان مقامات محولہ بالا میں بھی مسلمان مخاطب ہیں اگر کسی جگہ عیسائی کا ذکر ہے تو تبعاً ہے اور محض ضمنی طور پر۔

عبارت صفحہ ۵ پر جو مرزا صاحب نے اس فاضل یہودی کے اعتراضات کو لاجواب قرار دیا ہے یہ وہی اعتراضات ہیں جن کو صفحہ ۴ پر مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے یعنی تخت داؤد بہشت کے متعلق یہود ارکر یوحنا اور پطرس وغیرہ کی پیشگوئیاں جس کا مختار مدعا علیہ نے جواب الجحث میں حوالہ دیا ہے اور صفحہ ۱۳ پر انہیں اعتراضات یہود کے بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت سے ابطال پر کئی دلائل قائم ہیں اسی طرح صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر انہیں اعتراضات کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر ماتم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتا۔

اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب کے عندیہ اور عقیدہ میں فاضل یہودی کی بیان کردہ پیشگوئیاں درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی صورت میں قطعاً اور یقیناً کی تھیں اور صاف اور صریح طور پر جھوٹی نکلیں اور ان کا جواب محال اور ناممکن ہے۔

ازالہ اوہام کی عبارت سے بھی جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے یہ بات صاف ہو گئی تھی کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور انہی حالات کی بناء پر مرزا صاحب نے کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی دلیلیں موجود ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ مرزا صاحب نے اصولاً اس بات کو مانا ہے کہ ممکن نہیں کہ نبیوں کی

پیشگوئیاں باطل ہو جائیں جیساکہ مختار مدعیہ نے بحوالہ کشتی نوح صفحہ ۵ کہا تھا لہٰذا ان حالات کی موجودگی میں اجتہادی غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کیونکہ حسب تصریح مرزا صاحب جب کہ خود مرزا صاحب اور دیگر انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک جب کہ اجتہادی غلطی کر سکتے ہیں تو حضرت مسیحؑ کی اجتہادی غلطی پر مرزا صاحب نے اس قدر طعن و تشنیع کیوں کی اور فاضل یہودی یا شریر یہودی کی ہمنوائی اختیار کر کے اس کو لاجواب اور لاینحل عقدہ اور دلائل ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کیوں قرار دیا۔ حالانکہ کسی اور نبی کی اجتہادی غلطی پر اس قدر سنگین الزام نہیں لگائے بلکہ اس کو انبیاء کے حق میں جائز اور ایک معمولی امر قرار دیا گیا ہے۔

پس اسی اصول سے اس شریر یا فاضل یہودی کو جواب دیا جا سکتا ہے کہ اول تو اسلام اور قرآن کے رو سے تمام محرفین اور کذابین کے حوالوں اور کتابوں کا کوئی اعتبار ہی نہیں مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کی محولہ عبارت صفحہ ۲۵ میں خود لکھتے ہیں "جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں۔"

دوم یہ کہ اگر کوئی بات اس قسم کی بفرض محال و تسلیم ہو گی تو ایسی پیشگوئی ہو گی جو محتمل الوجوہ اور قابل تاویل ہو گی یا بدرجہ غایت غلطی اجتہاد لیکن مرزا صاحب کے حوالجات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی عیسوی پیشگوئیوں میں موجود نہیں نہ اجتہادی غلطی کی گنجائش نہ تاویل کی صورت اور نہ واقعات بیان کردہ یہودمیں کذب اور جھوٹ کا شائبہ مرزا صاحب ان واقعات کو صحیح اور صحیح جان کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو ایسا صاف اور صریح اور قطعی طور پر جھوٹا لکھتے ہیں کہ ان کی توجیہہ نہ مرزا صاحب سے ہو سکتی ہے نہ روئے زمین پر کسی اور شخص سے اور مرزا صاحب کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ابطال پر کئی ادلہ قطعیہ موجود ہیں اور اثبات نبوت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا مرزا صاحب کا بعض مواضع پر نہایت کمزور اسلوب اور دھیمی آواز میں اجتہادی غلطی کہنا محض حیلہ فریبی اور تمسخر و استہزاء ہے چنانچہ وہ عبارتیں جو مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۲۵ / ۲۶ سے نقل کی ہیں نیز صفحہ ۳۴ کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اجتہادی غلطی کا عذر بھی کرتے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت میں خلل نہیں آتا اور ساتھ ساتھ طنز اور نبوت پر جرح و قدح بھی کرتے جاتے ہیں اور حوالجات سابقہ میں تو ابطال نبوت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا سامان اکٹھا کر دیا ہے۔

قول مختار مدعا علیہ کہ۔

مرزا صاحب کا قرآن کریم کے سہارے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرنا ان کی توہین اور ہتک نہیں ہے اس کو توہین سمجھنا مختار مدعیہ کا انوکھی طرز کا استدلال ہے وغیرہ کا جواب یہ ہے کہ مختار مدعیہ کا یہ منشاء نہ ہے نہ ہو سکتا ہے کیونکہ تمام انبیاء سابقین کی نبوت پر ایمان لانے کا قرآن مجید نے ہی ہم کو حکم دیا ہے اور صرف اتنی بات کسی نبی کی توہین کا موجب نہیں ہو سکتی۔

ہاں البتہ جس مخصوص انداز سے مرزا صاحب نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کو قرآن سے مانا ہے وہ نہ صرف ان کی توہین کا موجب ہے بلکہ قرآن کریم پر بھی ایک کھلا کھلا طعن ہے جس سے ایک مخالف اسلام اور قرآن نہایت آسانی سے مصر اور ہو سکتا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی دو جگہ پر جہاں مرزا صاحب نے اس مضمون کو بیان کیا ہے وہ عبارتیں ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں ان کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کی نسبت مرزا صاحب نے وہاں دو متضاد باتیں جمع کر دی ہیں۔

(۱) ابطال نبوت مسیح کے دلائل کا اقرار۔

(۲) قرآن مجید کا نبیوں کے دفتر میں ان کا نام لکھ دینا

اس صورت میں مرزا صاحب کو جو مشکل درپیش ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے قرآن کریم کا صاف انکار بھی مشکل جس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا، دوسرے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے بالمقابل نبوت پر دلائل لاجواب بھی موجود۔ حکم قہر درویش بجان درویش چار و ناچار نبوت عیسٰی کا اقرار کر دیا لیکن نبوت کو باطل کرنے والے دلائل کا ذکر و اقرار بھی بالمقابل ساتھ ہی ساتھ کر رہے ہیں بہرحال اس حالت کذائی میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین بلکہ انکار نبوت مصرح ہے اور اقرار اتخذوا ایمانہم جنۃ الایۃ کا مصداق۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بقول مرزا صاحب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کے ابطال و بطلان پر ایک نہ دو کئی دلیلیں موجود ہیں تو اس حقیقت نفس الامری کے برخلاف قرآن کریم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام نبیوں کے دفتر میں کیوں لکھ دیا اس سے تو قرآن مجید کی صحت و تعریف کا کوئی اعتبار نہ رہا اور مان لینا ہو گا کہ قرآن مجید تو آئینہ حقائق تھا لیکن یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کو جن کی نبوت کے ابطال اور بطلان پر کئی ایک دلائل اور اقوی موجود ہیں ان کو بھی ایک اولی العزم نبی اور برگزیدہ رسول صاحب کتاب قرار دیتا ہے اندریں صورت اس کی کسی بات کا بھی اعتبار نہ رہا اور نہ وہ کتاب اللہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ معاذ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔

غالباً اسی خیال سے مرزا صاحب نے صفحہ ۱۳ و ۱۴ اعجاز احمدی پر اظہار افسوس کیا ہے اور لکھا ہے کہ غرض قرآن شریف نے حضرت مسیح کو سچا قرار دیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کی پیشگوئیوں پر یہود کے سخت اعتراض ہیں کسی طرح ہم ان کو دفع نہیں کر سکتے صرف قرآن کے سہارے سے ہم نے مان لیا ہے اور بجز اس کے ان کی نبوت پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں عیسائی تو ان کی نبوت کو رد کرتے ہیں مگر یہ اس نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ کسی کے آگے یہ کہنے ماننے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے اور صفحہ ۱۴ پر ہے کہ اور یہود تو حضرت عیسٰی کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر

اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسٰی نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں اور یہ احسان قرآن کا ان پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا۔"

اوپر ثابت کیا جا چکا ہے کہ جو یہود کے اعتراض ہیں وہی مرزا صاحب کے اعتراض ہیں اور مرزا صاحب کا نظریہ در عقیدہ اس امر میں ان کے موافق و مطابق ہے اور اسی خیال سے مرزا صاحب نبوت عیسویہ کے بطلان پر دلائل موجود ہونے کے باوجود قرآن مجید کے ان کی نبوت منوانے پر افسوس کر رہے ہیں۔ پس ہمارا پیش کردہ سوال مذکورہ بالا مرزا صاحب کے خیال پر درحقیقت بس کی نسبت بقول مرزا صاحب یہ کہنا صحیح ہے کہ آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے اور غالباً مرزا صاحب کے کلام میں اسی عقدہ کی طرف اشارہ ہے۔ لفظ حصور و قصہ عطر وغیرہ ہے مختار مدعیہ نے دافع البلاء کی عبارت کی بناء پر جو اعتراض مرزا صاحب پر قائم کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی توہین کی ہے

(۱) اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے بہت کچھ طویل تحریر لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ عیسائیوں کے مسلمات کی بنا پر کہا ہے نہ یہ کہ وہ ان کا اپنا عقیدہ تھا یعنی کسی فاحشہ عورت کی ناپاک کمائی کے عطر کو مسیح علیہ السلام کا استعمال کرنا یا اپنے ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھونا یا کسی بے تعلق جوان عورت کا مسیح کی خدمت کرنا یہ باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کے مسلمات سے ہیں نہ کہ مرزا صاحب کا یہ عندیہ اور عقیدہ ہے اور یہ عیسائیوں کو الزام دینے کی خاطر سے بیان ہوئی ہیں جیسا کہ لفظ "نہیں سنا گیا" اور بعد میں "بنایا گیا" سے مفہوم ہوتا ہے۔

(۲) مختار مدعا علیہ کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم میں ان باتوں کا نشان نہیں پایا جاتا۔

(۳) مسلمان بھی اس الزام میں ملحوظ ہیں جو بغیر اکل و شرب ان کو زندہ مانتے ہیں اور بقول مرزا صاحب ان کے مخالف خدا کے مخالف نام کے مسلمان ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ وہ الزام جو مختار مدعیہ نے قائم کیا تھا کہ مرزا صاحب کا ان قصوں کو اور شراب پینے کو اس امر کا باعث قرار دینا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی کا قرآن میں حصور نام نہ رکھا اور حضرت یحیٰی کا نام حصور رکھا ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب اور خدا کے نزدیک درحقیقت حضرت عیسٰی علیہ السلام میں یہ عیب موجود تھے) ان جوابوں سے رفع نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہو بحث مختار مدعیہ و بیان گواہان مدعیہ ص۲۲ ۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت مسیح کی شراب نوشی کا جو جواب دیا ہے کہ ان کی شریعت میں حلال تھی وہ بھی سست ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ درحقیقت ان کی شان کی نسبت یہ عیب اور قدح کی چیز تھی جو حصور کی صفت کے منافی تھی۔

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے جو یہ کہا تھا کہ یہ واقعات اور قصے محض یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں نہ مرزا صاحب کے نزدیک اور اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں اس کی نسبت جزا گزارش ہے کہ بے شک اسلامی تعلیم میں عصمت انبیاء کا عقیدہ مسلم ہے اور ایسے فواحشات سراسر منافی عصمت لہٰذا یہ بالکل صحیح ہے کہ اسلامی تعلیم میں ان کا کوئی نشان نہیں یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ اور عقیدہ نہیں ہے۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جیسا کہ مختار مدعیہ کی بحث اور گواہان مدعیہ کے بیانات سے ثابت ہے اور دفع التباس کی عبارت میں جو تکلف اور تاویل مختار مدعا علیہ نے کی ہے وہ کسی طرح صحیح نہیں اور نہ جواب مختار مدعیہ۔

اس کے ماسوا مختار مدعا علیہ نے جو کہ تریاق القلوب صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ کے حاشیہ در حاشیہ سے اپنے جوابات کی تائید و تقویت کے لیے پیش کیا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ عیوب و فواحش درحقیقت مسیح علیہ السلام میں موجود تھے اور مرزا صاحب کا یہی عقیدہ ہے۔ اور مختار مدعا علیہ کا یہ قول غلط اور جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ نہیں محض عیسائیوں اور یہودیوں کے معتقدات ہیں بلکہ اس میں تو مرزا صاحب نے غضب ڈھایا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ فواحش و عیوب مسیح علیہ السلام میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور حکمت سے تھے ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ کی عبارت منقولہ مختار مدعا علیہ ہر ایک رسول یا نبی یا محدث یا مامور من اللہ جو دنیا میں آتا ہے (الی بحرہ) اور اسی بنا پر حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا الخ۔

اس حوالہ میں مرزا صاحب نے صرف حضرت مسیح کے لیے بلکہ ہر ایک نبی اور رسول اور مامور من اللہ کے لیے اصولی طور پر یہ فلسفہ قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے فواحش اور فسق و فجور کاموں کے ارتکاب کی تعلیم دیتا ہے جس سے شریر آدمی ان پر الزام لگا سکیں (معاذ اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون)

مرزا صاحب کا یہ فلسفہ اسلامی فلسفہ اور قرآن کریم کی صاف تکذیب ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے قل ان اللّٰہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللّٰہ ما لا تعلمون نیز فرماتا ہے وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر نیز فرماتا ہے قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن یعنی کہہ دو اللہ بے حیائیوں کا حکم نہیں کرتا کیا تم اللہ پر ان باتوں کا افترا کرتے ہو جو تم جانتے ہی نہیں یہی باقی آیت کا مفہوم ہے لیکن مرزا صاحب نے ان آیات قرآنیہ کے صریح خلاف اللہ تعالیٰ کو صریح فواحش کی تعلیم دینے والا قرار دیا اور اس کو عادت اللہ قرار دیا اور وہ ان لوگوں کے حق میں جن کو تمام دنیا کے لیے عملی نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر یہ بات بھی سمجھ سے باہر ہے کہ جب بقول مرزا صاحب یہ فواحش کا ارتکاب انبیاء سے سرزد ہو تو ان پر الزام لگانے والے شریر اور خبیث کیونکر ہوئے لیکن اس معمہ کو بھی ان شاء اللہ ہم حل کر دیں گے۔

اب ہم اپنے بیان مذکورہ بالا کی مزید توضیح اور توثیق اور مرزا صاحب کے اس عقیدہ نظریہ کو منصرح کرنے کے لیے

اس جگہ عیسائیوں اور دیگر فرق کی فتح کا اس جگہ اقرار کر کے ہتھیار ڈال دیئے اور یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا کہ ایسے افعال شنیعہ کا انبیاء اور اولیاء سے سرزد ہونا بحکم الٰہی ہوا ہی کرتا ہے گویا اعتراضات مسلم اور جواب وہ جس کو کوئی معقول انسان یکھ وقعت نہ دے سکتا ہو کیونکہ وہ قرآن کریم اور اسلام بلکہ تمام ادیان و شرائع سماویہ کو درہم برہم کرنے والا اور ان کا مخالف اور مکذب ہے۔

بہر حال مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کے قصہ کو تسلیم کر لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کے عطر وغیرہ کو استعمال فرماتے تھے اور جوان حسین نامحرم عورتوں کے اعضاء سے اپنے اعضاء ملایا کرتے تھے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی دروغگوئی عہد شکنی اور حرام خوری کا مرتکب قرار دیا ہے کیونکہ ان واقعات کو تسلیم کر لیا ہے اور ان کے نتائج مذکورہ بالا کو خود ہی بیان کیا ہے اور جو جواب دیا ہے وہ سراسر نامعقول اور منزلہ صفر کے ہے لہٰذا مرزا صاحب توہین عیسیٰ علیہ السلام توہین موسیٰ علیہ السلام کے بالخصوص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین (ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) اور تمام انبیاء اور اولیاء کی توہین کے بالعموم مرتکب ہوئے اور وہ اصول وضع کئے جس سے قرآن کریم اور اسلام کی تکذیب اور تخریب اور تمام ادیان حقہ کا فضول اور لغو ہونا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس عظیم الشان کفر کا اندازہ قیاس سے باہر ہے جو کئی کفروں پر مشتمل ہے اور جس سے تعطل شرائع اور الحاد کے تمام دروازے کھل گئے۔

اب ہم حسب وعدہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ آخر مرزا صاحب کو اس عقیدہ ناشدنی اور کفر کی کیا ضرورت پیش آئی جس کو انہوں نے اس صورت میں پیش کیا جس سے تمام کارخانہ شریعت ہی درہم برہم ہوا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسے فواحش اور کبائر کا ارتکاب انبیاء سے ظہور پذیر ہونا سنۃ اللہ میں داخل مانا جائے تو امتوں کا کیا حال۔

گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سب کچھ خود غرضی سے کیا اور کہا ہے ورنہ در حقیقت انبیاء ایسے فواحش سے مبرا اور معصوم ہیں۔ مرزا صاحب کی خود غرضی کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب باوجود دعائے مسیحیت مہدویت صدیقیت نبوت وغیرہ مقامات عالیہ کے جن سے بزرگی کی بلندی متصور نہیں چونکہ ایسے امور قطعاً سرزد ہوئے اس لیے مرزا صاحب سے یہ تو نہ ہو سکا کہ وہ ان سے اپنا بری ہونا ثابت کرتے ہاں یہ اصول وضع کیا کہ تمام انبیاء سے ایسے امور کا باذن الٰہی سرزد ہونا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ایسے امور بہت ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو اس اصول کی وضع پر مضطر اور مجبور کر دیا لیکن نمونۃً و مثالاً ہم صرف دو موٹی باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے انبالہ کے ایک شخص سے زنا وغیرہ کی حرام کمائی کا روپیہ منگوا کر استعمال کیا جس کا ثبوت اشاعۃ السنۃ جلد ۱۵ نمبر ۱ اور ۲ سے اور اس کے جواب سے جو مرزا صاحب نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ میں دیا ہے مفصل اوپر گذر چکا ہے مرزا صاحب نے اس روپیہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا بلکہ ایک نیا قانون وضع کر کے اپنے تشریعی نبی ہونے کے دعوی کا عملی ثبوت پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نافرمان آدمی کا جان ومال خواہ وہ حربی نہ ہو رسولوں کے لیے مباح ہے اس خطرناک اور مخالف اسلام قانون کی تفصیل بھی کس قدر اوپر گذر چکی ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ مرزا صاحب نے برخلاف واقعہ یہ بیان کیا تھا کہ براہین احمدیہ تین سو جزو یعنی ۴۸۰۰ چار ہزار آٹھ سو صفحہ تک میں نے تالیف کر لی ہے اور تین سو مضبوط عقلی دلائل سے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ کی نبوت کی حقیقت ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب مشتمل ہے ایک مقدمہ اور ایک اشتہار اور چار فصل اور ایک خاتمہ پر لیکن مرزا صاحب کا یہ بیان محض جھوٹ تھا جس سے مسلمانوں کو فریب دے کر روپیہ جمع کرنا منظور تھا اور کتاب صرف تین سو جزو کے بجائے پینتیس ۳۵ یا سینتیس ۳۷ جزو مع اشتہار وغیرہ تھی جس میں تین فصل اور خاتمہ بھی نادار دہے اور بجائے تین سو دلائل حقیت کے تمہیدات اور الہامات اور پہلی دلیل پر ہی کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مختار مدعا علیہ نے مولانا رحمت اللہ صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی کسی پادری کے جواب میں اسی قسم کی عبارت لکھی ہے جیسی واقع الیلاد کی ہے کسی پادری نے اپنے رسالہ میں اس آیت سے تمسک کر کے حضرت یحییٰ کی فضیلت ثابت کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تھا اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس کو عیسائیوں کے ان مسلمات کی بناء پر وہ طعن انہیں پر لوٹا دیا پس اسی طرح مرزا صاحب نے کیا ورنہ نہ مولانا رحمت اللہ صاحب ان بیہودہ قصوں کی صداقت کے معتقد نہ مرزا صاحب۔

جواباً گذارش ہے کہ مختار مدعا علیہ کی یہ مماثلت اور عذر سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے مولانا رحمت اللہ صاحب نے جو کچھ فرمایا وہ الزاماً فرمایا جیسا کہ ان کی عبارت محولہ سے ظاہر ہے نہ قرآن مجید سے تمسک اور استشہاد کر کے اور نہ وہ ان ناپاک قصوں کے معتقد جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا اقرار ہے نیز وہ عیسائی کا طعن کرنے کے بعد بتقاضائے غیرت اور ضرورت فرما رہے ہیں۔ اور یہاں مرزا صاحب کے اندر یہ تینوں باتیں مفقود ہیں لہٰذا یہ قیاس مختار مدعا علیہ کا سراسر غلط ہے۔

مختار مدعا علیہ نے بہت سی عبارتیں مرزا صاحب کو بری ثابت کرنے کے لیے ان کی کتابوں سے نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ۔

(۱) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب نے ان کی کوئی توہین نہیں کی۔

(٣) ان کے حق میں جو طعن مرزا صاحب سے کئے ہیں وہ الزامی ہیں نہ ان کا اپنا عقیدہ ۔

(٤) مرزا صاحب نے کسی فرضی یسوع کو گالیاں دی ہیں اور ضرورتاً مناظرین ایسا کیا کرتے ہیں اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بھی یہ طریق بعض جگہ پر اختیار فرمایا ہے پہلی تین باتوں کا جواب تو اس جواب الجواب تحت مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ نمبر ۲ و ۳ کے بیانات میں کافی ہو چکا ہے ۔ اسی طرح ۴ کا جواب بھی بحوالہ صدر آچکا ہے لیکن اس کی مزید توضیح کے لیے گذارش ہے کہ مرزا صاحب نے اگرچہ کئی مواضع میں یہ عذر بیان کیا ہے لیکن ان کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض مسلمانوں کو دھوکا دے کر خاموش کرنے کا سامان ہے ۔ ورنہ جو بدزبانی اور طعن و تشنیع ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۴ سے ۷ تک یسوع کے نام سے کی گئی اور جن واقعات کو اسباب اور دلائل بدزبانی قرار دیا گیا ہے اکثر وہی واقعات دوسری جگہ پر مسیح اور عیسےٰ وغیرہ ناموں کی طرف منسوب کئے ہیں مثلاً پیشگوئیاں حاشیہ صفحہ ۴ ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع جو پیشگوئیاں ہیں جن کی تذلیل اور توہین کر کے ان کو نادان اسرائیلی شریر اور مکار وغیرہ نے پایا گیا ہے وہی بعینہٖ ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ میں مسیح کے نام بیان ہوئی ہیں اور ان کو بہتر قرار دیا ہے اور غلط کہا ہے بلکہ ازالہ میں اور زیادہ ہیں ۔ اور اعجاز احمدی میں بھی ان زائد کا ذکر ہے جیسا کہ اوپر جواب الجواب میں مفصل مذکور ہو چکا ہے وہاں فرضی یسوع کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مسیح یا عیسےٰ علیہ السلام کا ذکر ہے ۔

معجزات کا ذکر جو یسوع کے نام سے ضمیمہ کے حاشیہ صفحہ ۶ و ۷ پر ہے کہ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا ۔ تالاب کی مٹی کا معجزہ تھا نہ یسوع کا ۔ یسوع کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کچھ نہ تھا یہی مضمون انکار مسیح کے نام سے صفحہ ۶ و ۷ ازالہ اوہام میں موجود ہے نیز حاشیہ صفحہ ۳۲۱ میں اس کراماتی تالاب کا ذکر موجود اور اسی ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۳۲۲ تک اٹھائیس صفحہ پر معجزات مسیح کو عمل الترب مسمریزم لہو و لعب مکر و شعبدہ بازی قرار دیا گیا جس کا عشر عشیر بھی ضمیمہ انجام آتھم میں بنام یسوع نہیں ہوا ۔

کنجریوں سے میلان صحبت حرام کمائی کا عطر جو حاشیہ ضمیمہ صفحہ ۷ بیان ہوا اس سے کہیں زیادہ صاف دافع البلاء کے آخری صفحہ اور آئینہ کمالات اسلام اور تریاق القلوب کا حاشیہ صفحہ ۱۳۴ و ۱۲۷ پر ہے بنام مسیح ہے جس کو مرزا صاحب نے محقق اور صحیح مانا ہے پس مرزا صاحب اور مختار مدعا علیہ کا یسوع کو فرضی کہنے کا افسانہ لغو اور فرضی ہے اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے ۔

رہ گئی یہ بات کہ مرزا صاحب نے کسی مناظرانہ ضرورت کے ماتحت یہ بدزبانی کی ہے تو یہ بھی بالکل غلط ہے مختار مدعیہ نے تریاق القلوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدزبانی گورنمنٹ کے مصالح ملکی کی غرض سے وقوع میں آئی ہے یہ بے شک مرزا صاحب کے کلام کا مفہوم ہے اسی طرح ہم نے اس جواب میں مرزا صاحب کے ان مطاعن اور فواحش کی علت غائی واضح طور پر بیان کر دی ہے جو مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کئے ہیں یعنی

فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کا استعمال کرنا اور جوان حسین اور نامحرم عورتوں سے اختلاط اپنے اعضاء کو ملوانا۔
والعیاذ باللہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کی توہین، استخفاف اور انتہائی بدزبانی کا باعث جو مرزا صاحب سے ضمیمہ انجام آتھم میں سرزد ہوئی ہے کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ پادری عبداللہ آتھم جب صاف طور پر جھوٹی نکلی جس پر مرزا صاحب نے بڑے زور و شور سے تحدی کر کے دنیا کو اس کا منتظر بنا رکھا تھا اور اس کی بصورت جھوٹی ہونے کے اپنے لیے بڑی بڑی شرطیں اور سزائیں تجویز کی ہوئی تھیں کہ مجھ کو روسیاہ کیا جائے گلے میں رسہ ڈالا جاوے اور تمام بدکاروں اور شیطانوں سے زیادہ بدکار اور لعنتی سمجھا جائے تو اس پر ہر مذہب و ملت کے عوام و خواص نے اور خصوصاً مسلمانوں اور عیسائیوں نے اشتہاروں، اخباروں، رسالوں، نظموں وغیرہ سے مرزا صاحب کی بہت کچھ توضیح کی اور ملامت اور تکذیب کی چاروں طرف سے بوچھاڑیں مرزا صاحب پر پڑیں جس پر مرزا صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور عیسائیوں کو خصوصاً اور سب و شتم کو کمال تک پہنچایا اسی تقریب سے مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بدزبانی کی جو حوالہ جات کو اہل و عبرت فرقان میں بحوالہ ضمیمہ درج ہو کر پیش ہوئی ہیں۔ انجام آتھم اور ضمیمہ انجام آتھم جو مرزا صاحب کی کتابیں ہیں ان کا نام ہی بتا رہا ہے اس بیان کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اس بدزبانی کا باعث آتھم صاحب کی پیشگوئی ہے۔

اس کے علاوہ اس کی مزید تصدیق ضمیمہ انجام آتھم کے حاشیہ میں موجود ہے کس زور سے بدزبانی کی گئی ہے ملاحظہ ہو شروع حاشیہ صفحہ ۳ مرزا صاحب لکھتے ہیں "ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح پور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے پھر اپنی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے جس میں وہ پھر اپنی بے شرمی سے کام لے کر یہ ذکر بھی درمیان لاتا ہے کہ آتھم کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔"

اس کے بعد اپنی تحریروں کے حوالے دے کر لکھتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ بعد ازاں انتہا تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کئی صفحات تک سب و شتم کرتے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۴ کا حاشیہ تا صفحہ ۹۔

اور حاشیہ صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں "سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی ردی مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر تو ایمان لاویں اور آتھم کی پیشگوئی کی نسبت جو صاف اور صریح طور پر پوری ہو گئی بے شک انہیں شک ہو" اور اسی صفحہ پر لکھتے ہیں "یہ مردہ پرست لوگ کیسے جاہل اور خبیث طینت ہیں کہ سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے فتح مسیح کو یاد رکھنا چاہیے کہ آتھم تمام پادریوں کا منہ کالا کر کے قبر میں داخل ہو چکا ہے اب کالک کا ٹیکا عیسائیوں کی پیشانی سے دور نہیں ہو سکتا۔"

نوٹ:-
مسٹر آتھم مرزا صاحب کی میعاد پیشگوئی (جو پندرہ ماہ تھی) تک نہیں مرے تھے۔

ان حوالجات اور بیان سابق سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ مرزا صاحب نے جو بدزبانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ضمیمہ انجام میں کی ہے وہ محض نفسانی جوش اور اپنے ذاتی انتقام لینے کے لیے مرزا صاحب نے کی نہ کسی اسلامی حمایت کی خاطر اور صحیح نیت سے البتہ مختار احمد صاحب علیہ نے جو اسی صفحہ سے مرزا صاحب کا جو حوالہ پیش کیا جس میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یسوع مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دی ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور مزید یہ محض مرزا صاحب کے کہنے سے قابل تسلیم ہے کیونکہ مرزا صاحب عموماً اپنی اغراض نفسانیہ پر پردہ ڈالنے کیلئے اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتصار کا بہانہ کر دیا کرتے ہیں چنانچہ مسٹر عبداللہ آتھم کی پیشگوئی مذکورہ بالا میں بھی آپ نے وطیرہ اختیار کیا تھا کہ پیش گوئی تو محض اپنے آپ کو معجزاتی ثابت کرنے کے لیے کی گئی تھی لیکن جب وہ جھوٹی ہو گئی تو میعاد گذرنے کے بعد کہدیا کہ چونکہ مسٹر آتھم نے اپنی گستاخی سے توبہ کر لی تھی جو درحقیقت پیش گوئی کی بنا تھی اس لیے موت کا عذاب بھی اس سے ٹل گیا اور ایک قصہ گھڑ لیا کہ مسٹر آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایک مکروہ سخت لفظ کا استعمال اپنی کسی کتاب میں کیا تھا اور میں نے اس کو عین پیش گوئی کے وقت کہدیا تھا کہ تمہاری موت کی پیش گوئی کی بناء پر یہ لفظ ہے تو اس نے اسی مجمع میں دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر زبان منہ سے نکالی اور کہا کہ میں نے یہ لفظ ہرگز نہیں لکھا ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر پیشگوئی کی بنا وہ خبیث لفظ ہوتا تو مرزا صاحب پندرہ ماہ تک بلکہ بعد میں بھی عرصہ دراز تک یہ کیوں لکھتے رہے کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا اور جب آتھم میعاد مذکور میں نہ مرا بلکہ تقریباً دو سال بعد میں مرا تو مرزا صاحب کے لیے نہایت سہل بات تھی کہ مرزا صاحب یہ جواب دے کر تمام تکلیفوں اور تکلفات سے مخلصی حاصل کر لیتے کہ پیشگوئی کی بناء فلاں خبیث لفظ تھا جو آتھم نے کہا تھا اور ایام پیشگوئی میں ہی اس نے اس سے رجوع کر لیا تھا لہٰذا پیشگوئی غلط نہ ہوئی بلکہ شرط رجوع کے ماتحت سچی نکلی - پس یہ باتیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ افسانہ بطور حیلہ گھڑ لیا تھا پھر اس پر مزید لطف یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب آتھم نے اسی وقت یہ صاف کہدیا کہ میں نے یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہرگز نہیں لکھے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ مجھ پر افتراء کر رہے ہیں اور لطف پر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس تکذیب کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہ کر اپنے افتراء اور کذب بیانی کی تصدیق کر دی۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کے لیے عیسائیوں پر افتراء کر دیا کرتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گالی دی ہے وہ کہا ہے لہٰذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ یسوع مسیح نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کوئی گالی دی تھی قابل اعتبار نہیں اور اصل وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو زبان درازی مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں کی محض نفسانی سے کی ہے اور انتقام ذاتی ہی اس سے

مقصود و مطلوب ہے۔

معجزات عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب جو مرزا صاحب سے سرزد ہوئی ہے اس کا باعث بھی اغراض ذاتیہ ہیں نہ تائید اسلام جس کا بیان کسی قدر اوپر گذر چکا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ جب اہل اسلام کی طرف سے مرزا صاحب سے مطالبہ کیا گیا کہ تم جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو مسیح علیہ السلام کے سے معجزات تو دکھلاؤ جس کے جواب میں مرزا صاحب نے وہ جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح سے کوئی معجزہ ظہور میں نہیں آیا ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۷ و حاشیہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ سے ۳۲۲ تک اور مسیح کے پاس صرف عمل الترب مسمریزم شعبدہ بازی اور مکر و فریب وغیرہ ہی تھا۔

مرزا صاحب نے انکار معجزات مسیح علیہ السلام کا اور ان کی تحقیر اور استہزاء کا ایک یہ بھی جواب دیا ہے جس کو ہم حمامۃ البشریٰ مطبوعہ صفحہ ۷۷ سنہ ۱۳۱۱ھ سے سامنے لاتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں "ومن اعتراضاتهم انهم قالوا ان هذا الرجل يحقر معجزات المسيح ويستهزئ بها ويقول انها ليست بشيء ولو اردت لاري مثلها بل اكبر منها ولكني اكره ولا اتوجه اليها كالشائقين اما الجواب فاعلم يا اخي ان المعجزة ليس من فعل العباد بل من افعال الله تعالى فما كان لرجل ان يقول اني افعل كذا وكذا باختياري وارادتي وما يفعل انسان باختياره وارادته وتدبيره فهو فعل من افعال الانسان ولا نسميه معجزة بل هو مكيدة او سحر فافهم يا اخي زادك الله رشدا۔"

یعنی ان مسلمانوں کے اعتراضوں میں سے مجھ پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ کہتے ہیں کہ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کی تحقیر کرتا ہے اور ان سے استہزاء کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس طرح کے بلکہ اس سے بڑے بڑے معجزات بھی دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں ناپسند کرتا ہوں اور شائقین کی طرح ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ انسانی فعل کا نام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے پس کسی آدمی کا حق نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اپنے اختیار اور ارادہ سے ایسا ایسا کر سکتا ہوں (یعنی معجزہ دکھا سکتا ہوں) اور جس چیز کو انسان اپنے اختیار و ارادہ اور تدبیر سے کرے وہ انسانی فعل ہوگا اس کا نام ہم معجزہ نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ مکر یا جادو ہے۔ اے بھائی اس بات کو سمجھ تو خدا تجھ کو زیادہ ہدایت دیوے۔

ماحصل اس کا یہ ہوا کہ جو امور خارقہ مسیح سے سرزد ہوئے ہیں جن کو معجزات کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے اور میں نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان سے بڑھ کر دکھا سکتا ہوں لیکن میں انہیں مکروہ جانتا ہوں وہ بسبب اس کے کہ انسانی تدبیروں اور حیلوں کا نتیجہ ہیں درحقیقت معجزات نہیں بلکہ مکر اور جادو ہیں معجزات تو خدا کا فعل ہوتے

میں ہر انسان کو اس نکتہ کو خوب سمجھ لو خدا تمہیں زیادہ ہدایت دے۔

ہمارے اس بیان کی مزید تائید اور تصدیق کے لیے ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۶ و ۷ وحاشیہ صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۳ وصفحہ ۳۰۲ و ۳۰۳ وصفحہ ۳۰۹ وضمیمہ انجام صفحہ ۶ و ۷ حاشیہ۔ اور جو بیان مذکورہ بالا کو ان حوالجات سے ملا کر یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ جہاں کہیں مرزا صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں معجزہ کا ہونا تسلیم کیا ہے وہ صرف بعض ایسے امور ہے جو انسانی تدبیروں اور حیلہ گری سے پیدا ہو گیا تھا یعنی عمل الترب مسمریزم یا تالاب کی مٹی کی تاثیر سے وہ درحقیقت معجزہ نہیں تھا بلکہ شعبدہ بازی مکر اور قابل نفرت امر تھا اور حمامۃ البشریٰ کی عبارت محولہ بالا کی تعریف کے رو سے وہ مکر اور جادو تھا۔

ان توضیحات اور تصریحات کے بعد اب ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کیسے شد و مد کے ساتھ وہ معجزات مسیح علیہ السلام کو بیان کرتا ہے کہیں کہتا ہے وآتینا عیسی ابن مریم البینت وایدناہ بروح القدس۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے اور اس وقت ارشاد ہوتا ہے جب کہ آپ کا وجود بھی دنیا میں نہیں تھا بلکہ آپ کی والدہ صدیقہ کو بطور بشارت کہا جاتا ہے۔ اذ قالت الملٰئکۃ ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین قالت رب انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذٰلک اللہ یخلق ما یشآء اذا قضٰی امرا فانما یقول لہ کن فیکون ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولا الی بنی اسرآئیل انی قد جئتکم بایۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذٰلک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین۔

(آل عمران رکوع ۵)

پھر ملاحظہ ہو کہ اولین و آخرین کے روبرو قیامت کے دن بھی کس شاندار مذاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان معجزات کا ذکر فرماتا ہے۔ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا واذ علمتک الکتاب والحکمۃ و التوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی واذ

كففت بنى اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينات فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين ۔ (مائدہ ع ۱۵)

اب ایک طرف مرزا صاحب کا عقیدہ جو اوپر مذکور ہوا سامنے رکھ لیا جائے اور ایک طرف قرآن کریم کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب نے معجزات مسیح کا انکار تحقیر اور استہزا کر کے اور ان کو سحر قرار دے کر ان کفار یہود کے زمرہ میں اپنے آپ کو داخل کر لیا ہے جن کا ذکر اس آخری آیت مائدہ میں ہے کہ (اے مسیح) جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ صاف جادو ہے ۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات پر کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء پر کسی فرضی آدمی کو برا بھلا کہنا جائز ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے یسوع فرضی سے سلوک کیا ہے دو دلیلیں قرآن کریم سے پیش کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی کیا ہے ۔

لیکن مختار مذکور کی یہ سراسر غلط فہمی ہے یا اس نے عمداً مغالطہ دیا ہے ۔ فرضی انسان پر طعن کرنے کی صورت تو یہ ہے کہ کسی قوم کے غلط خیالات کی بناء جو کسی انسان کی نسبت وہ رکھتے ہوں ایک انسان کو ان سے متصف قرار دے کر جس کا وجود حقیقت میں نہیں ہے پھر اس پر طعن کیا جائے مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت الوہیت کا ہے پس اگر کوئی شخص ان سے مخاطب کرتا ہوا کہے کہ تمہارا مسیح نہیں چھپا ہے اور دل میں اس باطل دعویٰ الوہیت کا مدعی کا اور دہ کرے اور شرط وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو یہ ہوگا فرضی انسان پر طعن اور اگر وہ اس شرط مفروضہ کو ذکر کر کے طعن کرے گو وہ نفس الامر میں محال ہو تو یہ اور صورت ہے غرض کسی حکم کو شرط کے ساتھ مشروط کر کے ذکر کرنا اور چیز ہے اور بغیر شرط کے ذکر کرنا اور چیز ہے پہلی گو یعنی ایک امر معدوم کو فرضی طور پر بطور شرط ذکر کر کے حکم لگانا تو اللہ تعالیٰ کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن اس سے نہ ہمیں انکار نہ مختار مذکور کو فائدہ اور دوسری صورت کا ذکر قرآن میں نہیں نہ مختار نے اس کی مثال پیش کی ہے پہلی آیت جو مختار نے پیش کی ہے اس میں صاف شرط موجود ہے ومن یقل منھم الآیۃ یعنی جو دعویٰ الوہیت ان میں سے کرے گا اس کو سزائے جہنم ملے گی یہ بالکل صاف بات ہے اور اس کی مثالیں قرآن میں بکثرت بلکہ عام محاورات میں آتی رہتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف اور تجھ سے پہلے لوگوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر شرک کرو گے تو تمہارے عمل باطل ہو جائیں گے اور خاسرین سے ہو جاؤ گے اب ظاہر ہے کہ اس میں کسی قوم کے خیالات کا لحاظ نہیں کیا اور نہ کسی مسلمان کا خیال ہے کہ آپ سے شرک سرزد ہوا بلکہ ایک محال کو بطور شرط ذکر کر کے حکم دیا گیا ہے اسی طرح مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ آیت مختار صاحب کو لازم تھا کہ مرزا صاحب کے دستور العمل کی طرح بغیر ذکر شرط کے کوئی آیت پیش کرتے جو قطعاً ناممکن ہے ۔ پس اس آیت کے ذکر میں انہوں نے دھوکہ کھایا ہے یا دھوکہ دیا ہے ۔

دوسری آیت میں بھی فاضل مختار مدعا علیہ نے کی ہے اس میں بھی شرط کا صریح ذکر ہے ان اراد ان یہلک
المسیح۔ یعنی اگر مسیح کو ہلاک کرنا چاہے تو حق مارنا چاہیے لہذا یہ آیت مختار مذکور کے مدعا کے مطابق نہیں ہے۔
علاوہ بریں ان آیات کا ترجمہ بھی اس نے غلط کیا ہے اور ان میں اپنی طرف سے زیادتی کی ہے ہلک کے معنی میں لکھ
"عذاب دے کر استیصال کرے" عذاب دے کر کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ اور ہلاک کرنے سے مراد موت دینا ہے
جیسے دوسری جگہ یوسف علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اذا ہلک" (مومن) یعنی جس وقت وہ
فوت ہوئے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عذاب دیئے گئے اور ان کا استیصال ہوا اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
ان امرؤ ہلک" (نساء) یعنی اگر کوئی آدمی مر جائے تو اس کے ورثہ کا یہ حکم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل
ارایتم ان اھلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم (ملک)
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافروں سے کہو بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو مار دیوے یا رحم کرے تو کافروں
کو عذاب الیم سے کون بچائے گا مختار مدعا علیہ کے معنی کے مطابق تو یہ مطلب ہوگا کہ مجھے اور صحابہؓ کو عذاب کر کے
استیصال کر دیوے (معاذ اللہ) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ملعونیت کا اعتقاد
رکھتے تھے جیسے یہود کو نسبت ہے عیسیٰ علیہ السلام کے۔

الغرض مختار مدعا علیہ نے جو کچھ قرآن کی طرف منسوب کیا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے علاوہ بریں جب کہ ہم نے
دلائل واضحہ اور حوالجات صریحہ سے قرآنی تصریح سے نسخ کو ہی باطل کر دیا ہے اور مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب کے
عذرات باطلہ کا بکلی استیصال کر دیا ہے تو بالفرض اگر ان آیات سے یہ ثابت بھی ہو جاتا تو مدعا علیہ کو کچھ بھی مفید نہ ہوتا
اور نیز مختار مدعا علیہ نے ہم امر ثالث کی بحث میں لکھا ہے کہ جو باتیں کسی کے منشاء اور تصریحات
کے خلاف استنباط کر کے کسی کے کلام سے نکالی جائیں وہ لازم مذہب ہوتی ہیں نہ کہ مذہب ان کی بنا پر تکفیر نہ چاہیے
اور مختار مدعیہ نے امانت و دیانت کے خلاف مرزا صاحب کے کلام سے غلط استنباط کر کے الزامات قائم کئے ہیں پھر
ان کی پانچ نظیریں پیش کی ہیں لیکن ان پانچوں نظائر میں امور مذکورہ کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مختار مدعیہ کے
استنباط بالکل صحیح اور درست ہیں اور بڑی صفائی سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ اکثر الزامات کے
مطابق ہے اور بعض میں لزوم بین ہے اور ان کے متعلق مرزا صاحب کے اور مختار مدعا علیہ کے عذر بالکل ناکافی
اور محض حیلہ جوئی پر مبنی ہیں مختار مدعیہ کی بحث اور اس جواب الجواب میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو سکتی
ہے گو مدعا علیہ کا جواب بجز اس کے کہ مرزا صاحب کی دیگر تصانیف کو بھی دیکھ کر اس کا عقیدہ معلوم کرنا چاہیے جو مختار مدعا علیہ نے
جواز میں پیش کیا ہے وہ بھی کسی طرح قابل منظور نہیں کیونکہ ہم نے تو کئی کئی کتابوں سے حوالہ جات موافق پیش کر کے الزام
قائم کئے ہیں اور بالخصوص اس مسئلہ متنازعہ توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو مرزا صاحب کی تصریحات کا کافی ذخیرہ پیش کیا گیا ہے

صرف استنباط۔

مختار مدعا علیہ نے گذشتہ بزرگوں سے وہ حوالے ان معنوں کے پیش کئے ہیں کہ لازم مذہب نہیں ہوتا اور اس کی بناء پر کسی کی تکفیر جائز نہیں ایک ابن حزم کی کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۲۵۰ سے اور دوسرا عبدالوہاب شعرانی کی کتاب یواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ کا۔

اسی طرح گواہان مدعیہ کے حوالے پیش کئے ہیں لیکن یہ حوالے کسی طرح اس کو مفید نہیں ہیں چنانچہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکفیر اس قسم کے لزوم اور غلط استنباط پر ہرگز مبنی نہیں بلکہ عموماً ان کی تصریحات پر ہے اور جہاں لزوم پر بناء ہے وہاں لزوم غیر صریح تحقیقی بلکہ بالکل بیّن اور بدیہی ہے جس پر مرزا صاحب کو علماء اسلام نے بار بار تنبیہ کی اور لزوم کفر کو اظہر من الشمس کرکے اتمام حجت کو احسن اور اکمل طور پر پورا کر دیا لیکن مرزا صاحب نے محض ہٹ و عناد سے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر بڑی سختی کے ساتھ اصرار کیا مرزا صاحب پر جو اتمام حجت کیا گیا ہے وہ کسی طرح اس اتمام حجت سے کم نہیں جو کفار اور مشرکین پر کیا گیا اگر فرق ہے تو یہ کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر کفار کو معجزات نبوت دیکھنے کا موقعہ حاصل تھا وہ یہاں پر موجود نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا بدل یہاں پر یہ رکھ دیا کہ مسلمانوں کے مقابل پر مرزا صاحب نے جو مباہلے وغیرہ کئے ان میں ان کو ناکام ثابت کرکے معجزات کی مانند اپنی فعلی شہادت دے دی اور مرزا صاحب کو ان کی قطعی اور حتمی پیشگوئیوں میں ناکام رکھ کر ان کے کذب پر اپنی فعلی شہادت عیاں اور واضح کر دی پس اس حالت میں نہ ابن حزم کا قول تکفیر مرزا صاحب کے خلاف ہے نہ یواقیت کا حوالہ نہ کسی اور کا۔

علاوہ بریں ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی ایسی بات کا خلاف کرے جو اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بات خدا نے کہی ہے یا اس سے رسول نے کہی ہے خواہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجماع تواتر کی نقل یا خبر واحد کی نقل سے ثابت ہوئی ہو تو پھر وہ شخص اس کے خلاف عقیدہ یا مذہب وغیرہ اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہے۔

فوجب ان لا یکفر الا بقول قائم (الی) ان یخالف (الی) تکفیر مخالفتہ

(کتاب الفصل صفحہ ۲۴۷ ج ۳)

اسی طرح مختار مدعا علیہ کے حوالے سے پہلے لکھتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کا قائل ہو وہ کافر ہے جس کے کفر میں دو آدمی بھی آپس میں مخالف نہیں ہوئے (صفحہ ۲۴۹ ج ۳) اور ان کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم (الی) بکل ھذا علی کل احد اور اسی صفحہ میں اس سے ماقبل لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جہالت یا تاویل سے کفریہ قول کہے پھر اس پر اتمام حجت کر دیا جائے اور وہ عناد سے نہ مانے تو وہ کافر ہے اس پر احکام مرتد جاری ہوں گے اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "لا نبی بعدی" سن لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو بھی ثابت کرسکتا ہے سوائے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے جن کو آخری زمانہ میں نازل ہونے کی احادیث صحیح مسندہ میں خبر دی ہے ھذا مع سماعھم قول اللہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الا فی نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان ۔ (کتاب الفصل جلد ۳ صفحہ ۱۸۰)

گویا ان مدعیہ نے اپنے بیانوں میں ابن حزم رحمہ اللہ کے حوالے پیش کئے جن کی بنا پر تکفیر مرزا صاحب قادیانی لازمی ہے اور اس سے حوالہ مختار مدعا علیہ کی حقیقت بھی ظاہر ہوگئی کہ اس سے مراد وہ لزوم ہے جس کا قائل کلمہ کفر کو علم ہو گیا ہو یا اس پر اتمام حجت ہو جائے تو ایسا شخص ابن حزم رحمہ اللہ کے نزدیک صاف کافر ہے جس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے ۔

مختار مدعا علیہ نے یواقیت سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس میں سخت مغالطہ اور خیانت سے کام لیا ہے آدھی بات کو نقل کر دیا ہے اور بقیہ کو جو اس کے مدعا اور منشا کو باطل کرتی تھی چھوڑ دیا ہے ۔ لا تقربوا الصلوٰۃ کی مثال کو اپنے آپ پر منطبق کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ فان الکمال ر د الصحیح ان لازم المذھب لیس بمذھب وانہ لا کفر بمجرد اللزوم) لان اللزوم دغیر الالتزام وقید وقع فی المواقف ما یقتضی تقییدہ بما اذا لم یعلم ذو المذھب اللزوم وبان اللازم کفر فانہ قال من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ لیس بکافر انتھی ومفہومہ ان من علمہ کفر لانہ التزامہ اباہ واللہ اعلم انتھی''

مختار صاحب نے صرف اتنی عبارت نقل کر دی جو بین القوسین ہے اور بقیہ کو ترک کر دیا کیونکہ ان کے مطلب کے مخالف اور ہماری موید تھی اور اس سے یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ لزوم سے کفر نہ ہونے کا اور لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا مطلب وہ نہیں ہے جس سے مختار صاحب کی غرض پوری ہو سکے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس لزوم سے کفر نہیں ہوتا جس لزوم کا اس صاحب قول ومذہب کو علم نہ ہو اور نہ اس لازم کے کفر ہونے کا علم ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو جان لینے کے بعد وہ لزوم نہیں رہ جاتا بلکہ التزام ہو جاتا ہے ۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کمال کی بقیہ عبارت چھوڑ دی جو اس نے علم عقائد کی مشہور کتاب مواقف کی پیش کی تھی جس سے اس کا مقصود یہ تھا لزوم مجرد کا کفر نہ ہونا اسی وقت تک ہے جب تک صاحب مذہب بے خبر ہو لزوم کا علم ہو جانے کے بعد وہ التزام اور کفر بن جاتا ہے ۔ پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر جو الزامات قائم کئے گئے وہ اسی قسم کے ہیں یا تو ان میں لزوم بیّن اور بدیہی ہے جس کا عدم علم قابل تسلیم نہیں یا اتمام حجت ہو کر مفید علم ہو کر التزام اور کفر ہو گئے ہیں اور اکثر جو کفر تصریحات پر مبنی ہیں لہٰذا مرزا صاحب بلاشک کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ان پر مرتدین کے احکام نافذ ہوں گے

دیں جو اجراء احکام ارتداد کو مانع نہیں ہوسکتا۔

یواقیت والجواہر میں سے کمال کے قول میں سے مؤقف کی جس عبارت کو مختار مدعا علیہ نے بطور خیانت چھوڑ دیا تھا وہی عبارت نبراس کے تعلیقات یعنی حواشی میں موجود ہے نبراس میں ہے "البحث الاول انہ تقرر فی الشرع ان التزام الکفر کفر "لا لزومہ" یعنی التزام کفر کا کفر ہے نہ کہ لزوم۔"

(نبراس صفحہ ۱۹۹)

اس پر حاشیہ ملا میں ہے "کما صرح فی المواقف حیث قال من یلزمہ الکفر ولا یعلم بہ فلیس بکافر" اس کا مطلب حوالہ یواقیت میں گذر چکا ہے۔

نبراس میں اس بحث کا جواب دو طرح دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے "اجیب بوجہین احدھما ان النصاری التزموہ بعد ما ظہر بعد لزومہ" یعنی نصاریٰ کے لزوم کفر کی جو بحث تھی کہ لزوم کفر تو عند الشرع کفر نہیں ہوتا پھر وہ کافر کیونکر ہوگئے اس کا جواب دو طرح پر ہے ایک تو یہ کہ لزوم کفر کے ظہور ہو جانے کے بعد نصاریٰ نے اس کا التزام کرلیا ہے اس پر تعلیقات کے ملا میں ہے "ولزوم الشئی مع العلم بہ التزام والتزام الکفر مع العلم بالکفر کفر" یعنی جب لزوم کا علم ہو جائے تو وہ التزام ہو جاتا ہے اور التزام کفر مع العلم کفر ہے۔

نبراس کا دوسرا جواب "وثانیہما ان اللزوم البدیہی فی حکم الالتزام" یعنی ایسا لزوم جو بالکل صاف اور بدیہی ہو التزام کے حکم میں داخل ہے۔

پس ان حوالجات علم کلام سے جو ہم نے پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ نے پیش کئے ہیں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ لزوم کفر تو کفر نہیں ہوتا جس کا پتہ صاحب مذہب کو نہ ہو اگر اس کو علم ہو یا اس پر لزوم کفر کو ظاہر کردیا جائے اور وہ ہٹ دھرمی اور عناد سے قبول نہ کرے یا لزوم ہی بالکل صاف واضح اور بدیہی ہو تو ان صورتوں میں لزوم نہ رہے گا بلکہ التزام ہو جائے گا اور التزام کفر بالاتفاق کفر ہوتا ہے پس مرزا صاحب بنا بر بیانات گواہان مدعیہ بحث و مختار مدعیہ اور اس جواب البحث کے کفر کا التزام کرنیوالے تھے لہذا وہ بالاتفاق کافر ہیں ان پر اور ان کے متبعین پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

گواہان و مختار مدعیہ نے مرزا صاحب کے متعلق خود مرزا صاحب کے حوالجات ازالہ اعجاز احمدی سے یہ ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب نے حضرت ابوہریرہ کو غبی و حضرت عبداللہ بن مسعود کو معمولی انسان جوش میں آکر غلطی کھانے والا کہا ہے۔ اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) مرزا صاحب نے سر الخلافہ میں صحابہ کی تعریف کی ہے۔

(۲) یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے۔

(۳) غبی کا معنی نہ سمجھنے والا ہے۔ نور الانوار اصول شاشی فتاویٰ رشیدیہ تفسیر مظہری کے حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ مجتہد صحابہ میں نہیں تھے۔

(۴) مرزا صاحب نے ابن مسعود کو معمولی انسان نبیوں کے مقابلہ میں کہا ہے۔

(۵) حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے حق میں سخت الفاظ استعمال کئے۔

الجواب

میں ہر ایک نمبر کا جواب ترتیب بالا کے مطابق عرض کرتا ہوں۔

(۱) مختار مدعا علیہ نے ان توہینی الفاظ کو حق صحابہ استعمال کرنا تسلیم کر لیا۔ مگر اس کو تعریفی کلمات کی وجہ سے دفع کرنا چاہا جو دو وجہ سے غلط ہے۔

(وجہ اول)

گویا مرزا صاحب نے حضرات صحابہ کی توہین اور تعریف دونوں کا ارتکاب کیا ہے جو ہمارے قائم کردہ الزام کے خلاف نہیں کیونکہ نفس توہین ثابت ہو گئی جو ہمارا مدعا تھا باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب نے کہیں صحابہ کی تعریف بھی کی ہے۔ اولاً تو ہمیں اس سے کوئی انکار ہے اور نہ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہے ثانیاً صحابہ جیسے واجب الاحترام جماعت کے شان میں گستاخی اور توہین کرنا پھر ان کی مدح سرائی بھی کرنا ایک نیک مسلمان کی شان سے ایسا ہی بعید ہے جیسا کہ محض تحقیر و توہین کرنا۔ مثلاً ایک بیٹا اپنے باپ کی تعریف میں ہزاروں جملے اور سینکڑوں قصیدے بھی کہتا ہے مگر ساتھ کبھی کبھی والد کے سامنے گستاخی بھی کرتا ہے اور قبیح کلمات بھی بولتا ہے۔ تو کیا وہ بیٹا عقوق والد کی زد میں نہیں آئے گا یا لاتقل لہما اف کا وعید اس کو شامل نہیں ہوگا یقیناً ہوگا۔ علیٰ ہذا مرزا صاحب باوجود صحابہ کی تعریف کرنے کے بھی ان توہینی کلمات کی وجہ سے توہین صحابہ کے مرتکب ہیں۔

(وجہ ثانی)

توہین صحابہ اور تعریف صحابہ جمع کرنا گویا کہ حق کے ساتھ باطل کو ملانا ہے جس کو مرزا صاحب دجال کی علامت بتلاتے ہیں جنانچہ تبلیغ رسالت جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں "دجال کے لیے ضروری ہے کہ کسی نبی برحق کا تابع ہو کر پھر سچ کے ساتھ باطل ملاوے۔"

(۲) مختار مدعا علیہ نے تسلیم کر لیا کہ حضرت ابوہریرہ کو غبی اور حضرت ابن مسعود کو معمولی انسان کہنا اگرچہ توہینی الفاظ ہیں مگر مرزا صاحب نے توہین کی نیت سے نہیں کہے باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے یہ کلمات کس نیت سے کہے اس پر مرزا صاحب کی تصریح کی ضرورت تھی۔ جو مختار مدعا علیہ نے پیش نہیں کی۔ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی نیت جو امر مخفی اور امور قلب سے ہے کا تعین نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً احکام شریعت کی مدار ظاہر پر ہے نیز یہ الفاظ مقام مدح میں استعمال نہیں کئے بلکہ ان حضرات کے اقوال اور آراء کی تردید میں استعمال کئے ہیں جو توہین وتحقیر کا زبردست قرینہ ہے۔

(۳) ایک ایسا جلیل القدر صحابی جس کی مرویات تمام صحابہ سے زیادہ ہوں اس کو بات کا نہ سمجھنے والا کہنا کسقدر گستاخی اور جرأت ہے۔ بہرحال غبی توہین کا لفظ ہے جو مقام مدح میں کبھی استعمال نہیں ہوتا تمام اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے کسی مقتدا مجتہد کے متعلق اس لفظ کا استعمال نہیں ملے گی کیونکہ عبادت کے مقابلہ میں فطانت ہے جس کے معنی زیرکی کے ہیں جو مقام مدح میں ہے کتب لغت عربی کے حوالجات پیش کرتا ہوں منتہی الارب صفحہ ۲۹۷ ج ۳ میں ہے۔ غبی کم فہم الفروق صفحہ ۲۲۷ میں ہے الغبی۔ الجاہل۔ مصباح صفحہ ۳۴۴ میں ہے غبی عن الخبر ای جہلہ۔

ان حوالجات سے واضح ہے کہ غبی کا معنی کم فہم اور جاہل ہے۔ پس ایک جلیل القدر صحابی کو کم فہم اور جاہل کہنا کسقدر توہین اور گستاخی ہے۔

کیا مختار مدعا علیہ اس لفظ کی استعمال خلیفہ اول اور ثانی کے لیے جائز سمجھتا ہے۔ جب وہ مرزا صاحب کے صحابہ کے حق میں اس لفظ کی استعمال کو ناجائز اور موجب توہین سمجھتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام کے صحابہ کے حق یہ لفظ کیوں توہین نہیں ہوگا۔

مختار مدعا علیہ نے محض طول دینے کے لیے عبارت بے محل نور الانوار اور اصول شاشی و فتاوی رشیدیہ و تفسیر مظہری کے حوالجات پیش کئے ہیں حالانکہ ان حوالجات میں حضرت ابوہریرہؓ کے متعلق غبی کا لفظ قطعاً استعمال نہیں ہوا اور نہ اس کا کوئی ادنیٰ شائبہ ملتا ہے ان حوالجات میں صرف اس قدر ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہ مجتہد نہیں تھے۔ اصول شاشی کے الفاظ یہ ہیں۔ القسم الثانی من الرواۃ هم المعروفون بالحفظ والعدالۃ

ومن لا اجتہاد والفتویٰ کابی ھریرۃ وانس بن مالک۔ (انوار الحق ۲۱۴) علی ہذا فتاویٰ بستہ مودیہ تفسیر مظہری کے حوالجات کا بھی مفاد یہی ہے۔ نور الانوار کی ومن انقطع کا معنی بھی ومن لا اجتہاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کا متقدم فی الاجتہاد نہ ہونا ان کی کوئی توہین نہیں مجتہد ہونا یا نہ ہونا فضائل میں داخل نہیں بخلاف لفظ غبی کے متعلق ہے جس کے معنی کم فہم اور جاہل کے ہیں۔ مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ حوالجات میں غبی کا لفظ قطعاً نہیں۔ سو یہ امر بھی لائق جواب ہے۔ میں عدالت کی توجہ مختار مدعا علیہ کے طریق استدلال کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جو اس نے ان بے محل حوالجات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کیا یہ سب لوگ کافر اور مرتد تھے اور کیا یہ ان اقوال سے صحابہ کی توہین کے مرتکب ہوئے تھے یا نہیں؟

(۴) بیشک حضرت ابن مسعود نبی اور رسول نہیں کیا جو شخص رسول اور نبی نہ ہو اس کی توہین توہین نہیں کہلاتی۔ اور کیا ان کو معمولی انسان کہہ کر اپنی رائے کے مقابل ان کی رائے کو خطا وار اور جوش نفس کا اثر کہہ کر ٹھکرانا حضرات صحابہ کے جلالت شان اور علو مرتبت کے منافی نہیں؟ مختار مدعا علیہ کے نیز اول اور ثانی جو اس کے نزدیک بھی نبی نہیں کیا ان کو معمولی انسان جوش نفسانی میں آکر خطا وار کہنا اس کے نزدیک ان کی توہین ہے یا نہیں؟ ازالہ اوہام کی جو عبارت پیش کی گئی ہے اس میں مرزا صاحب حضرت ابن مسعود کے قول کی تردید کر رہے ہیں بنا تردید یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی مرزا صاحب کے نزدیک اس میں سخت خطا کی۔ اور خطا کا موجب محض جوش تھا اور ابن مسعود سے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ معمولی انسان تھا نبی اور رسول نہیں تھا ملاحظہ ہو اصل عبارت از ازالہ اوہام۔ مقام تردید میں ان الفاظ کا استعمال سوا توہین و تحقیر کے اور کوئی مفہوم نہیں رکھتی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نجوم ہدایت واجب الاقرار دیتے ہوئے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم اور ان کی اقتدا کا حکم دیا اگر ان کو یونہی معمولی انسان سمجھ کر ان کا تخطیہ کیا جائے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں ابن مسعود جیسے جلیل القدر مجتہد صحابی کے قول کو ٹھکرایا جائے تو اسلامی اصول روایت و نقل پر کس قدر سنگین زد ہے۔ اور اس میں شان صحابہ کی کس قدر توہین ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔

قابل غور امر یہ ہے کہ علمائے اصول نے حضرات صحابہ کے دو قسم مقرر کئے ہیں ایک متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابن مسعود دوسرے غیر متقدم فی الاجتہاد جیسے حضرت ابی ہریرۃ۔ مرزا صاحب نے دونوں قسم کے صحابہ پر ہاتھ صاف کیا ہے ابو ہریرہ کو غبی کہا اور ابن مسعود کو جوش میں خطا کرنے والا کہا۔

مختار مدعا علیہ نے حضرت عباس اور حضرت علی کے طولانی قصہ کو بیان کر کے مرزا صاحب کے اس قائم کردہ اصول کی اور بھی توثیق کر دی ہے۔ حالانکہ کتب عقائد میں تصریح کر دی گئی ہے کہ مشاجرات صحابہ پر سکوت کرنا چاہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی۔ یعنی میرے صحابہ پر نکتہ چینی کرنے کے معاملہ میں خدا سے

ثابت ہے نہ ائمہ اہل بیت کا قول ہے نہ ائمہ مجتہدین سے مصرح ہے نہ سلف صالحین سے مروی ہے یہی وجہ ہے کہ مختار مدعا علیہ اپنے استدلال کی تائید میں ضعیف سے ضعیف بھی ایک قول نہیں پیش کر سکا۔ اور یہ عقیدہ بلحاظ حقائق شرعیہ بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی امام مہدی سے باجماع امت حضرت ابوبکر بلکہ تمام صحابہ افضل ہیں اگر امام مہدی کے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو حضرات صحابہ کے ملنے اور دیکھنے والے بطریق اولیٰ صحابہ میں شامل ہوں گے۔

مگر غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت یہ فضیلت اپنی ہی جماعت کے لیے مختص سمجھتے ہیں اور بفرض محال امام مہدی کے اصحاب کے لیے یہ حکم مجازاً اگر ثابت ہو بھی جائے تو مرزا صاحب امام مہدی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ اولاً تو مرزا صاحب امام مہدی کی آمد کی تمام احادیث کو ضعیف موضوع ناقابل حجت قرار دے چکے ہیں چنانچہ حقیقۃ المہدی صفحہ ۱۸۳ کو ملاحظہ کیا جائے۔

ثانیاً یہ کہ صحیح براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۱ میں مرزا صاحب اس مہدی ہونے سے انکار کر چکے ہیں جس کے متعلق احادیث میں ذکر ہے اس کا نام (محمد) اور اس کے والد کا نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک اور آپ کے والد کے نام پر اور آل فاطمہ علیہا السلام پر ہوگا۔

الغرض اولاً بروز کا عقیدہ اسلامی عقیدہ نہیں ثانیاً امام مہدی کا حضور علیہ السلام کا بروز ہونا خیر مجھے اور مفاسد عدیدہ کا مستلزم ہے ثالثاً مرزا صاحب کا مہدی ہونا بالکل غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک امام مہدی کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب ضعیف اور موضوع ہیں اور قابل حجت نہیں۔ رابعاً احادیث سے جس مہدی کا جن صفات سے ثابت ہوتا ہے اس سے مرزا صاحب انکار صریح کر چکے ہیں لہٰذا بروز کی توجیہ سے مرزا صاحب کے اصحاب کا صحابہ میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا اور بدستور توہین صحابہ کا الزام باقی رہا۔ اگر بالفرض محال بروز کا مسئلہ مان ہی لیا جائے تو اگر امام مہدی کے اصحاب بروز کے طور پر صحابہ میں داخل ہو سکتے ہیں تو پھر امام مہدی بھی بروز کے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ اور پھر امام مہدی کو خاتم المرسلین سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین صاحب شفاعت کبریٰ صاحب معراج سید ولد آدم مخاطب لولاک لما خلقت الافلاک نبی صاحب شریعت ناسخ للشرائع صاحب قرآن ناسخ کتب سماویہ اور مبعوث الی الناس کافۃ مہبط نزول جبرئیل علیہ السلام کو ماننا پڑے گا العیاذ باللہ العظیم اور کوئی بعید نہیں کہ مرزا صاحب کے متبعین اسی توجیہ باطل کی وجہ سے مرزا صاحب کو ان صفات سے متصف سمجھتے ہوں اور مرزا صاحب کے الہامات اور دعاوی بھی اسی قسم کے ہیں۔

(۲) مرزا صاحب کے قول ومن دخل فی جماعتی الخ کو حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل پر قیاس کر کے

مشابہت اور مماثلت لینا بوجوہ ذیل باطل ہے۔

(الف) حدیث میں کاف حرف تشبیہ موجود ہے جو مشابہت اور مماثلت کے لیے موضوع ہے مرزا صاحب کے قول میں حرف تشبیہ نہیں۔

(ب) حدیث میں علماء امت کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے علماء کو حضرات انبیاء کرام کے زمرہ میں داخل نہیں کیا گیا اور مرزا صاحب کے قول میں تصریح موجود ہے کہ جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں داخل ہو گیا یعنی صحابی ہو گیا۔ مثلاً ایک طالب علم جب ہائی سکول بہاولپور میں داخل ہو گیا تو وہ حقیقۃً ہائی سکول کا طالب العلم ہو گیا نہ یہ کہ ہائی سکول کے طالب علموں سے اس کو کوئی مشابہت ہو گئی۔ اور درحقیقت وہ ہائی سکول کا طالب علم نہیں ہوا۔

(ج) خود مرزا صاحب کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کے بعض خواص خصوصی ایسے ہیں جن کو مرزا صاحب نہیں پا سکتے پھر ان کے متبعین مریدوں کی کیا شمار چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۱ ج اخوردہ میں ہے اگر ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

مولانا شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا جواب حسام الحرمین وغیرہ کے حوالجات کے جواب میں دیا جائے گا۔

توہین اہل بیت

مختار مدعا علیہ سے توہین اہل بیت کے الزام کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس نے نہایت بے دردی سے آقائے دوجہان سرور انس وجان کی ذات والا صفات پر توہین کشتی نوح کا الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تعلیم کو بحکم خداوندی کشتی نوح قرار دینے سے اہل بیت کی توہین لازم آتی ہے تو اہل بیت کو کشتی نوح قرار دینے سے اصل کشتی نوح کی تو ضرور توہین لازم آئے گی۔ پس مختار مدعیہ کے طرز استدلال سے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ فتویٰ کہاں جا کر لگتا ہے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو کشتی نوح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ الا ان مثل اهل بیتی کسفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف هلك (رواه احمد) مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو کشتی نوح قرار دیا اور امت کی نجات کو اس سے وابستہ کر دیا جس کی وجہ سے مرزا صاحب پر اعتراض کیا گیا کہ مرزا صاحب خلاف تعلیم حضور علیہ السلام اپنی تعلیم کو کشتی نجات قرار دیتے ہیں یا اس کے مقابل اپنی امت کے لیے دوسری کشتی نوح بنا ہے

ہیں بہر نہج اہل بیت کی توہین کی ہے۔ مختار مدعا علیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہی الزام قائم کردیا کہ حضور نے اپنے اہل بیت کو کشتی نوح قرار دے کر اصل کشتی نوح کی توہین کی ہے۔

الجواب

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت نبی ہیں اور کون و مکان کے مالک ہیں حضور جس کی چیز ذریعہ نجات قرار دیں اور جس کو تفصیل و تشریح قرار دیں مجاز و مختار ہیں صاحب شریعت کا معنی بھی یہی ہے کہ جدید احکام و شرائع لاسکتے ہیں مگر مرزا صاحب ان کی جماعت کے زعم میں بھی صاحب شریعت نبی نہیں بلکہ وہ تمام احکام و شرائع میں حضور علیہ السلام کے تابع ہیں پس خود مرزا صاحب اور اس کی جماعت کو اپنے اختراعی دعوے کے بنیاد پر بھی حضور علیہ السلام کی مقرر کردہ کشتی نجات کے خلاف کوئی اور کشتی نجات بنانے کا کوئی حق نہیں تھا۔ پس جب کہ انہوں نے اپنے ادعا منصب سے تجاوز کرکے تعلیم نبویہ کے خلاف کشتی نجات اپنی تعلیم کو قرار دیا تو لابد اہل بیت کی توہین کا ارتکاب کیا جس کا کوئی جواب مختار مدعا علیہ سے نہ بن آیا تو حضور علیہ السلام پر اصل کشتی نوح کی توہین کا الزام تھیپ کر مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کیا اور عدالت میں اسلام کی دشمنی اور حضور علیہ السلام کے جھوٹے دعویٰ غلامی کی حقیقت کو ظاہر کردیا۔

امام حسین علیہ السلام کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس الزام واقعی کو دفع کرنے میں نہایت مغالطہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور چند غلط توجیہات کی ہیں۔

(۱) اعجاز احمدی میں ان غالی شیعوں سے خطاب ہے۔

الجواب

یہ سراسر کذب اور دھوکا ہے اعجاز احمدی درحقیقت مناظرہ مد میں جو سرور شاہ صاحب کو مولانا ثناء اللہ صاحب امرت سری سے مقابلہ میں شکست فاش نصیب ہوئی اس کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب نے یہ رسالہ لکھا ہے اعجاز احمدی کے پہلے صفحہ میں موجود ہے ایہا الناظرون ارشدکم اللہ۔ آپ صاحبان پر واضح ہو کہ اس مضمون کے لکھنے کی اس لیے ضرورت پیش آئی کہ موضع مد ضلع امرت سر میں باصرار منشی محمد یوسف صاحب کے میرے دو مخلص دوست ایک مباحثہ میں گئے ہماری طرف سے مولوی محمد سرور صاحب مقرر ہوئے اور فریق ثانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرت سر سے طلب کیا مرزا کی تصریح ناطق کہ اعجاز احمدی مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ ہاں ضمناً کہیں کہیں پر مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ صاحب مولانا اصغر علی صاحب روحی کے علاوہ مولوی علی حائری صاحب شیعہ کا نام بھی ہے مگر تالیف وغیرہ کا سبب شیعہ نہیں۔

(۵) امام مہدی کے متعلق تو تمام اکابر علماء نے تسلیم کیا ہے کہ وہ صحابہ بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہیں جیسے کہ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ میں محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کا عدالت میں صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تمام امت میں افضل داعلیٰ ہیں عقائد نسفی میں ہے افضل البشر بعد الانبیا ابوبکر (شرح عقائد) کس قدر جسارت اور دروغ گوئی ہے کہ تمام اکابر علماء و صلحاء کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے محض طوالت کے خوف سے حوالجات کو ترک کرتا ہوں۔ مختار مدعا علیہ نے حجج الکرامہ کے حوالہ سے محمد بن سیرین کا جو قول نقل کیا ہے اس میں بھی کتمان حق کیا ہے کیونکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ پر اس کی تردید موجود ہے لیس المراد بهذا التفضیل الراجع الی زیادۃ الثواب والرفعۃ عند اللہ تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والاجماع علی ان ابا بکر وعمر افضل الخلق بعد النبیین والمرسلین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی اس سے مراد تفضیل جو کہ زیادت الثواب اور خداوند کی طرف بلندی مقام ہے مراد نہیں کیونکہ احادیث صحاح اور اجماع اس بات پر ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر انبیاء اور مرسلین کے بعد سب سے افضل ہیں۔ پھر نواب صاحب چند سطور کے بعد لکھتے ہیں۔

گوئیم کہ قول ابن سیرین اگرچہ سند ش صحیح باشد در امثال ایں ہیچ حجت است کہ ماخذاں مشکوٰۃ نبوت است والا فلا۔

یعنی محمد بن سیرین کا قول خواہ اس کی سند صحیح کیوں نہ ہو اس مسئلہ میں حجت اس وقت ہوتا جب کہ مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہوتا ورنہ تو نہیں۔ مختار مدعا علیہ صرف ایک محمد بن سیرین کا قول جو کہ احادیث صحاح اور اجماع امت کے خلاف ہے اس کو تمام علماء صلحاء اولیاء امت کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اس قول کی تردید وہیں موجود ہے جہاں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے اولاً تو محمد بن سیرین کا قول صحیح نہیں کیونکہ اجماع اور صحاح کے خلاف ہے ثانیاً اگر فرض محال اس کو تسلیم کیا جائے تو بھی مرزا صاحب کی فضیلت امام حسین علیہ السلام سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ احادیث سے امام مہدی کا نام محمد اور ان کے والد کا نام عبداللہ قوم سید مقام پیدائش مدینہ طیبہ مقام ظہور مکہ معظمہ ثابت ہے اور مرزا صاحب کا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ قوم مغل مقام پیدائش و ظہور قادیان ہے جو کسی طرح بھی مرزا صاحب پر منطبق نہیں ہوتے۔

(۶) مرزا صاحب نے اعجاز احمدی اور آئینہ کمالات میں امام حسینؓ کی تعریف کی ہے۔

الجواب

مرزا صاحب کا امام حسینؓ کی تعریف کرنا پھر توہین بھی کرنا حق و باطل کو ملانا ہے جو بقول مرزا صاحب دجال کی علامت ہے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۳۰۰ -

اگر واقعی مرزا صاحب کو حضرت امام حسین رض کا احترام تھا تو پھر اس قدر تعلیانہ دعوی اور سے شمار ان بئی و بین حسینی کم کہنے کی کیا ضرورت تھی حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی تعلی اور فخر کے جوش میں اکابر امت بلکہ انبیاء علیہم السلام تک کی بھی توہین کر جاتے ہیں پھر جب علماء اور عام مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب پر نکتہ چینی ہوتی ہے تو وہ ان کی تعریف بھی کر دیتے ہیں آج ان کی امت مرزا صاحب اس حکمت عملی سے بے جا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ۔ جہاں کسی کی توہین کا اعتراض ہو جھٹ مرزا صاحب کی کتابوں سے کوئی عبارت اس کے خلاف نقل کر دیتے ہیں کبھی خدا کے ان بندوں کو اس امر کے سوچنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ اگر مرزا صاحب کو ان حضرت کا واقعی احترام اور ان کی عظمت تھی تو پھر ان کے خلاف توہین الفاظ کہنے کی کیا حاجت تھی ۔ کسی صحیح العقل انسان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جس کو اپنا بزرگ اور واجب الاحترام سمجھتا ہو اور اس کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہو مگر گاہے گاہے اس بزرگ محترم کے متعلق سخت نکتہ چینی کرے اور اس کی توہین و تحقیر میں بھی حصہ لے ۔

(۷) مختار مدعا علیہ نے کربلائے است سیر ہر آنم کی تین توجیہہ کی ہیں ۔

(الف) امام حسین رض کی طرح مظلوم ۔

(ب) جماعت سے بعض لوگ مبتلا آلام ہوں گے ۔

(ج) واقعہ شہادت کی عظمت کا جتلانا مقصود ہے ۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی توجیہات قابل تعجب ہیں ۔ مرزا صاحب نہایت تعلی سے اپنی فضیلت و برتری بیان کرتے ہیں اور حضرت امام حسین رض کے ایثار اور عظیم الشان قربانی اور مظلومیت کی شہادت کی تحقیر کرتے ہیں اور اپنے مراتب و مدارج کو حضرت امام حسین رض سے اعلیٰ اور افضل جتاتے ہوئے شتان بینی و بین حسین کہتے ہیں ۔ میں یہاں صرف مرزا صاحب کے اشعار کا ترجمہ مرزا صاحب کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں اس ترجمہ کی روشنی میں مختار مدعا علیہ کے بے جا توجیہات کی حقیقت عدالت کے نزدیک واضح ہو جائے گی " مجھ میں اور تمہارے حسین رض میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین رض پس تم دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک روتے ہو پس سوچ لو ۔ میں جلت کا کشتہ ہوں مگر تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق بین اور ظاہر ہے "

(اعجاز احمدی)

اولیاء کی توہین،

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے دفع کرنے کی چند توجیہات کی ہیں۔

(۱) اگر مرزا صاحب کے اس شعر سے تمام اولیاء کی توہین ہوتی ہے تو دین اسلام نے دیگر ادیان کو منسوخ کر کے ان سب ادیان کی توہین کی ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے ہمارے قائم کردہ الزام توہین کی علت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قائم کردہ ارشاد و ہدایت سے باقی تمام ارشاد و ہدایت کے منسوخ ہوتے سے توہین لازم آتی ہے تو اسلام نے بھی باقی ادیان کو منسوخ کرنے میں ان ادیان کی توہین کی ہے گویا جس طرح اسلام کے باقی ادیان کو منسوخ کرنے سے ان ادیان کی توہین نہیں ہوئی اسی طرح مرزا صاحب کے طرق فیوض و سبل ہدایت سے سابقین کے تمام طرق اور سبل کے منسوخ ہو جانے سے سابقین کی توہین نہیں ہوتی گویا مختار مدعا علیہ نے یہ تسلیم کر لیا کہ مرزا صاحب کا طرق اولین کے طرق کے لیے ایسا ہی ناسخ ہے جیسا اسلام دیگر ادیان کے لیے الحمدللہ مختار مدعا علیہ نے اس سچائی کو کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا جس کو ابتداء سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ کے اس جواب میں ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کی امت درحقیقت مرزا صاحب کی تعلیم اور طریق کو اولین کی تعلیم و طریق کے لیے ناسخ مانتی ہے۔

(۲) چونکہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لیے گویا آپ نے تمام انبیاء کی توہین کی ہے۔

الجواب

سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی برأت ثابت کرنے کے لیے کس بے دردی کے ساتھ میرے قائم کردہ وجوہ توہین کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیتا ہے گویا اس کو حضور علیہ السلام سے علاقہ تک نہیں باقی رہا پس امر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ذات کو دیگر انبیاء علیہم السلام سے افضل فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں کیونکہ افضل کی فضیلت کا بیان مفضول کی توہین نہیں ہوا کرتی اور حضور علیہ السلام کی افضلیت بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جس میں ایک مسلمان کو بھی کلام نہیں مگر مرزا صاحب کے لیے یہ وجہ نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت ابوبکر کی افضلیت تمام امت میں احادیث صحاح اور اجماع امت میں ثابت ہے اور اسلامیان عالم کا متفقہ اجماعی عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر۔ لہٰذا مرزا صاحب کے اس قسم کے دعاوی اخیار امت کی توہین کا موجب ہیں۔

(۳) اگر مرزا صاحب کے شعر سے توہین لازم آتی ہے تو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اس شعر افلت شموس الاولین

سے بھی توہین لازم آتی ہے۔

الجواب

(۱) الف حضرت پیرپیران سید عبدالقادر جیلانیؒ مدعی نبوت نہیں بلکہ کبار اولیاء امت سے ہیں جو بہر حال کتاب و سنت کے تابع ہیں نہ ان پر نزول جبرئیل ہوتا تھا اور نہ مہبط وحی الہٰی ہونے کے مدعی تھے نہ کوئی نئی تعلیم جاری کی اور نہ کوئی نیا فرقہ قائم کیا اور نہ کوئی کشتی نجات بنائی پس ان کے شعر میں شمس سے حقیقۃ مراد اسلام ہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے شموس یعنی ادیان منسوخ ہوگئے اور کہ ہمارا شمس یعنی اسلام کبھی غروب نہیں ہوگا مرزا صاحب کے دعاوی اور ان کی تعلیمات اور تمام کارخانہ دیگرگوں ہے وہ نئی دنیا اور نیا آسمان اور نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ نیا محمد علیہم السلام حتیٰ کہ نیا خدا تعالیٰ بنانے کے خواہاں ہیں اس لیے مرزا صاحب کے شعر کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ یا تو پہلی تعلیمیں منسوخ ہوگئیں یا یہ کہ اب موصل الی اللہ صرف مرزا صاحب کا ایجاد کردہ مذہب احمدیت ہے چنانچہ مختار مدعا علیہ نے اس پر تصریح کی ہے جو آگے عرض کرتا ہوں۔

(ب) حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ولی کامل تھے مگر مدعی نبوت نہ تھے صوفیاء کرام کی تصریحات کے مطابق سکر میں بعض کلمات اہل اللہ کی زبان سے بے اختیار نکل جاتے ہیں تو ان کو پسند نہیں فرماتے جیسا کہ کتب تصوف میں مصرح ہے اور چونکہ انبیاء کی بعثت مخلوقات کی ہدایت و ارشاد کے لیے ہوتی ہے اور ان کا تقرب الی اللہ نہایت اعلیٰ اور موثق ہوتا ہے اور ان کا قول و فعل قابل حجت ہوتا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے لیے کسی وقت بھی سکر نہیں ہوتا۔ پس چونکہ مرزا صاحب مدعا علیہ اور اس کے مختار کے نزدیک نبی ہیں لہٰذا مرزا صاحب کے لیے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ سکر کی حالت میں ایسا کہا ہو۔ پس مرزا صاحب کے اس شعر کا قیاس حضرت پیر صاحب کے شعر اور قول پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

(۲) مرزا صاحب کے شعر کا صرف یہ مطلب ہے کہ پہلے اولیاء وغیرہ نے جو طرق نکالے تھے وہ سب طرق اب بند کئے گئے ہیں اب کوئی شخص ان طرق کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ میرا طریق اختیار نہ کرے جو طریقہ میرے سید و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔

الجواب

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے شعر کا معنی کرکے ہمارے مقصد کی بکلی تائید و توثیق کردی ہے۔ بحمد اللہ انہیں اس نے اس بات کو تسلیم کرلیا جو ہمارا دعویٰ یعنی مرزا صاحب سے اخیار امت و اکابر کے نزدیک جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے طریق اور ذریعے تھے دو حال خالی نہ ہوں گے یا تو وہ حضور علیہ السلام کے طریق کے مخالف تھے یا موافق۔ اگر موافق تھے تو ناحق ان ذرائع اور طرق کی بندش کا حکم دے کر اخیار امت کی توہین کی ہے یا اگر پہلے بزرگوں کے طرق کے مخالف تھے تو

اس سے بڑھ کر اکابر و انبیاء کی تحقیر و توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ بغیر استثناء احدے خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو بھی ایک ایسے طریق پر چلایا جو حضور علیہ السلام کا طریق نہ تھا۔ پھر اس میں کسی ایک کا استثناء نہیں۔ اولین برگزیدگان اسلام حضرت صحابہ ہیں جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کی مملکتوں کو پامال کر کے لوگوں کو مشرف باسلام کیا اور دور اقتادہ انسانوں کو منزل رسیدہ بنایا۔ پھر تابعین اور تبع تابعین کا دور ہے جن کی مساعی سے اقصیٰ مشرق و مغرب کے لوگ مشرف باسلام ہو کر خدا تعالیٰ تک پہنچے۔ اور پھر علماء امت اور ائمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے کتاب و سنت کے حقائق و معارف و مآرب کے ذریعے قلوب کو منور کیا اور پھر اصحاب السلاسل اربعہ چشتیہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ ہیں جنہوں نے باتباع طریق محمدیہ لاکھوں کا علیہم اور واصلین الی اللہ بنائے۔ جن میں مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شعرانی وغیرہ حضرات ہیں۔ الغرض مرزا صاحب نے کوئی نیا طریق ارشاد و ہدایت ایجاد کیا ہے جس پر سابقین کا عمل نہیں تھا اور جس کی وجہ سے پہلے مذاہب جن اور بے کار ہو گئے تو یہ نسخ شریعت محمدیہ ہے یا وہی طریق ارشاد و ہدایت ہے جو حضور علیہ السلام سے ماثور و منقول ہے اور جو نسلاً بعد نسل صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اصحاب شریعت و ارباب طریقت کا معمول و مسلک رہا ہے۔ پس اس صورت میں ان کے چشموں کو خشک کہنا اور ان کے طریق کو خدا تعالیٰ کی طرف نہ پہنچانے والا سمجھنا اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ صرف اپنے طریق ارشاد کو سمجھنا نہ صرف انبیاء و ابرار امت کی توہین ہے بلکہ مفاسد عدیدہ کو مستلزم ہے کیونکہ اس توجیہ پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ امت محمدیہ جو مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے وہ خدا تعالیٰ کا تقرب اور وصول الی اللہ ہرگز نہیں پا سکتے اور ان کے تمام مجاہدے اور تمام اعمال صالحہ اور ان کا تقویٰ و طہارت اور ان کا عرفان معرفت اور زہد و عبادت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ تعلیم کی پیروی و پابندی کے باوجود ذریعہ ہدایت و وسیلہ نجات نہ ہو تا وقتیکہ ان اصول اور تعلیم کا اتباع نہ کیا جائے جو مرزا صاحب کی طبع زاد تعلیم ہے۔

(ط) مجدد الف ثانی صاحب نے ہزار سال کے سر پر آنے والے مجدد کو صدی کے سر پر آنے والے مجدد پر اتنی فضیلت دی ہے جتنی سو کو ہزار میں نسبت ہے تو گویا اس قول میں مجدد صاحب نے سابق مجددین کی توہین کی ہے۔

الجواب

(الف) مختار مدعا علیہ نے اگرچہ حضرت مجدد صاحب کو مسلم بزرگ مانا ہے مگر اس کو اپنے مسلم بزرگ کا مقرر کردہ اصول بھی تسلیم نہیں ورنہ اس کو ماننا پڑے گا کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ کے بیان میں بیشک توہین کی ہے کیونکہ خود مرزا صاحب کا اقرار ہے اور مختار مدعا علیہ کا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب بدعوی صدی کے مجدد

ہیں اور حضرت مجدد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی ہیں ۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر مجدد ہوئے ہیں چودھویں صدی کے مجدد یعنی مرزا صاحب اور دوسرے ہزار سال کے مجدد یعنی مجدد صاحب سرہندی کے درمیان حسب تصریح مجدد صاحب ۱/۱۰ کی نسبت ہوگی یعنی مجدد الف ثانی صاحب مرزا صاحب سے دس گنا افضل واکمل ہوں گے ۔ پھر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا ۔ سراسر توہین و تحقیر ہے جو ہمارا مدعا ہے ۔

(ب) حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول مجددیں سابقین کی قطعاً توہین نہیں بلکہ توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں ۔ حضرت مجدد صاحب کے قول کا معنی یہ ہے کہ ہزار سال کے سر پر جو مجدد آتا ہے وہ اُن تمام مجددین سے دس گنا افضل ہوتا ہے جو اس ہزار سال کے ہر صدی پر آتے ہیں ۔ بالکل صحیح اور مسلم سن ہجری کے پہلے ہزار سال کی پہلی کا مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ہیں جیسا کہ نواب صدیق حسن صاحب نے حجج الکرامہ میں اور مرزا صاحب کی اُمت میں سے عبدالرحمٰن خادم نے اپنی پاکٹ بک میں لکھا ہے ۔ پس پہلے ہزار سال میں جس قدر مجددین صدی بصدی آئے اُن سب سے حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں ۔ کیونکہ تابعی اور خیر القرون میں سے ہیں ۔ پہلے ہزار اسلامی ختم ہونے پر دوسرے ہزار اسلامی کے پہلی صدی پر جو مجدد آیا وہ اس ہزار سال کے ان تمام مجددین سے افضل ہے جو اس ہزار سال کی ہر ایک صدی کے سر پر آتے رہیں گے ۔

پس مجدد صاحب کے اس قول سے حضرت مجدد صاحب الف ثانی کی فضیلت صرف ان مجددین پر ثابت ہوگی جو ہزار ثانی کے ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے ۔ پس مجدد صاحب کی فضیلت صرف آئندہ آنے والے مجددین پر ثابت ہوئی نہ پہلے ہزار سال کے مجددین پر ۔ مجدد صاحب کے اس قول کے مطابق مرزا صاحب نے برتری اور فضیلت ظاہر کرکے مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگوں حضرت مجدد صاحب الف ثانی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی وغیرہ بزرگوں کی توہین کی ۔

اے بد ذات فرقہ مولویان

مختار مدعا علیہ نے اس الزام کے جواب میں اپنے نبی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء امت کے حق میں نہایت مغلظ الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ لم یکن النبی فاحشًا ولا متفاحشًا اتباع کرتے ہوئے مختار مدعا علیہ کی سخت کلامی بھی برداشت کرتے ہیں چونکہ مختار مدعا علیہ نے اس بحث کو بہت طول دیا ہے اور اس قسم کا مغالطہ بار بار دیا ہے اس لئے مختار مدعا علیہ کے مغالطہ کو ظاہر

کرنے اور اصل حقیقت کو دکھلانے کے لیے ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔

خلاصہ جواب مختار مدعا علیہ

(۱) مرزا صاحب نے شرفاء علماء کو گالیاں نہیں دیں یہ گالیاں ان علماء کو دی ہیں جن کا شیوہ خباثت و شرارت ہے۔

(۲) مرزا صاحب کی یہ گالیاں ایسے علماء کو ہیں جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا الخ۔

(۳) شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وقت کے علماء کو یہود کا نمونہ بتلایا ہے۔

(۴) یہ گالیاں ان مولویوں کے حق میں ہیں جنہوں نے سخت مخالفت کی اور ان کی زبان درازی انتہا کو پہنچ گئی اور محش مضمون کے اشتہار دیئے۔

(۵) مسیح مولوی نے جس طرح اپنے وقت کے مولویوں اور فقیہوں کو سانپ اور سانپ کے بچے حرامکار و شریر کہا اسی طرح مسیح محمدی نے اسی قسم خبیث فطرت کمسوخ القلب سیاہ باطن مولویوں کے حق میں یہ الفاظ ان بد ذات فرقہ مولویان لخ استعمال کئے۔

(۶) یہ الفاظ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم مشرب مولویوں کے حق میں ہیں۔

(۷) ان العدیٰ صاروا الخ سے مراد وہ مولوی ہیں جنہوں نے مرزا صاحب کو گالی دیں جو خنزیر صفت ہیں۔

(۸) کنز العمال میں حدیث ہے کہ امت میں ایک خوف آئے گا۔ لوگ علماء کی طرف رجوع کریں گے تو وہ خنزیر اور بندر ہو چکے ہوں گے۔

(۹) ایسے مولویوں سے مراد وہ مولوی ہیں جو نقول کے پابند ہوں گے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب کی دشنام دہی گالی ہیں تو قرآن میں بھی بہت سے گالیاں ہیں ذالك مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الخ

(۱۱) حورتوں سے جن کو کتیاں کہا ہے وہ مراد جنہوں نے گالی دیں۔

الجواب

پیشتر ہر ایک شق کے جواب دینے سے ایک اجمالی جواب دیتا ہوں۔ کہ علماء وقت کو مرزا صاحب نے کیوں گالی دیں اور علماء وقت اور مرزا صاحب کی عداوت کیوں تھی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے بنصوص قطعیہ کتاب

سنت و اجماع امت اسلامیان عالم کا متفقہ عقیدہ تھا کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائے گا۔
اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت سے تیس دجال کذاب پیدا ہوں گے ۔ ہر ایک کا یہ
دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اس پیشگوئی کے مطابق کئی ایک مدعیان
نبوت پیدا ہوئے ۔ علماء امت نے ان کو کذاب و دجال قرار دیا اسلامی حکومت نے ان سے جہاد کیا اور ان کو قتل کر کے
فتنہ کو فرو کیا ۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو کافر و دجال قرار دیا بحکم خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا اور قتل کیا علیٰ ہذا جب
بھی کسی نے دعویٰ نبوت کیا علماء نے اس کو دجال و کذاب کا فتویٰ دے کر اس کے قتل کا حکم دیا ۔ تاکہ مرزا صاحب نے
انگریزی حکومت کے زیر سایہ دعویٰ نبوۃ کیا ۔ اسلامی حکومت نہیں تھی جو اس پر احکام شرعی جاری کرتی ۔ صرف
علماء امت موجود تھے جنہوں نے حیات دین متین کے لیے مرزا صاحب کو بروی حدیث سیکون فی امتی دجال و
کذاب کہا اور مرزا صاحب کے تمام دجل اور ان کے پردوں کو پارہ پارہ کیا امت محمدیہ کو کفر و ارتداد کے اس فتنہ عظیمہ
سے بچانے کے لیے مرزا صاحب کو مناظروں میں شکستیں دیں اور ان کی تردید میں مستقل کتابیں لکھیں اور مرزا صاحب
کی پیشگوئیوں کی فریب کاریوں کو آشکارا کیا اس جہاد فی الدین میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ
علیہ نے نہایت گرانقدر خدمات ادا کیں ۔ مرزا صاحب کا جادو ان کے منشاء اور تخیل کے مطابق نہ چل سکا اور مرزا صاحب
کو یقین ہو گیا کہ اس فتنہ عظیمہ کی سرکوبی کے لیے علماء وقت نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا نشان دکھلایا ہے جب
تک طبقہ علماء موجود ہے میری دعوت حسب منشاء اشاعت نہیں ہو سکتی اور علماء کا وجود میری قبولیت کے
لیے سنگ راہ ہے تو پھر کیا تھا کہ مرزا صاحب نے علماء امت اور بزرگان وقت کو نہایت غلیظ گالی دینی
شروع کر دیں ۔

مولوی الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عصاء موسیٰ میں مرزا صاحب کی گالیاں کو خوب حروف
تہجی کی ترتیب سے جمع کر دیا ہے اس کے لیے عصاء موسیٰ کا صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ ملاحظہ کیا جائے اب تفصیلاً
ہر ایک شق کا جواب دیتا ہوں ۔

(۱) یہ جواب بالکل مہمل ہے سو دے پہلے شرافت اور خباثت کا ایک معیار مقرر کیا ہوتا جس معیار پر تنقید کی جاتی
کہ فلاں شریر ہے اور فلاں شریف شرافت نسب شرافت علم شرافت تقویٰ کے باکمال انسانوں کو مرزا صاحب
نے سخت فحش گالی دی ہیں مثلاً پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی حضرت
مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مولانا عبداللہ صاحب ٹونکی و مولانا اصغر علی
صاحب روحی وغیرہ اکابر علماء اور برگزیدہ بزرگوں کو گالی دینا اور پھر ان کو شریر کہنا کس قدر تعدی ہے ۔ ان
حضرات نے محض نصرت دین اور اعلاء حق اور محافظت احوال اسلام و بحکم نبوی سیکون فی امتی ثلاثون الخ

مرزا صاحب پر فتویٰ تکفیر دیا جو محض اصول اسلام کے مطابق اور حکم شرعی کی پابندی تھی ایسے علماء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت فرمائی تھی۔ لا تزال طائفۃ من امتی الخ

(۳) حضرت شاہ صاحب کا قول یقیناً مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں نہیں کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کا وجود اور دعویٰ احمدیہ علماء کا ان کے متعلق فتویٰ تھا ہاں حضرت شاہ صاحب کا قول ان مولویوں کے متعلق ہے جو کہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی تحریف کرکے اصول دین میں فتنہ ڈالتے ہیں اب معاملہ بالکل صاف ہے ایک طرف تو وہ علماء جو آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا وہی معنیٰ کرتے ہیں جو حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام سے مروی ہیں اور اجماع امت سے ثابت ہیں اور اسی اصول اور روشنی میں مرزا صاحب کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں جو تصریحات الٰہیہ اور تعلیمات نبویہ اور اقوال صحابہ کے خلاف مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر آیات و احادیث میں تحریف کرکے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اسی لیے شاہ صاحب کے قول ایسے مولویوں کو یہودی صفت کہا گیا ہے۔

(۴) مرزا صاحب نے جس قدر علماء و صلحاء کو گالی دی ہیں اس کا ہزارواں حصہ بھی کوئی عالم دین نہ دے سکا ہے مرزا صاحب کو دجال و کذاب کہا مگر یہ وہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے آپ کے بعد مدعی نبوت کے لیے صادر ہوئے ہیں اس میں علماء کا کیا قصور ہے یہ ایک فتویٰ شرعی ہے ہر ایک مسلمان ایسا کہنے کے لیے شرعاً مجبور ہے۔

(۵) یہ مرزا صاحب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر بہتان ہے انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کاملہ سے متصف اور خلق اعلیٰ کا نمونہ ہوتے ہیں اگر کسی انجیل میں ایسا لکھا ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف نہیں اس لیے کہ انجیل میں تحریف ہو چکی ہے جو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے قرآن و حدیث اور آثار صحابہ میں اس کا کوئی اصل نہیں باقی رہا یہ کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے مخالف علماء کے حق میں خبیث فطرت ممسوح القلب اور سیہ باطن کے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم ان کو برداشت کرتے ہیں کیونکہ ہمارے مولیٰ اور آقا علیہ السلام نے اس طریق گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

(۶) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں تھی پہلے پہل جب مرزا صاحب نے اسلام کی خدمت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا محمد حسین صاحب نے ان کی تعریف و توصیف کر دی جب رفتہ رفتہ مرزا صاحب اسلامی تعلیم سے دور ہوتے گئے تو مقدسین پر زبان درازی کی۔ مجدد و مہدی بنتے بنتے مسیح نبی رسول بنتے گئے تو ناچار مولوی صاحب نے تمام اکابر و افاضل علماء ہند سے استفتا کیا سب نے بالاتفاق مرزا صاحب

پر کفر کا فتویٰ دیا اور قرآن واحادیث صحابہ کرام ائمہ عظام کے اقوال و آثار کی روشنی میں یہ فتویٰ مرتب ہوا۔ اس لیے ہماری گزارش ہے کہ اس فتویٰ کو جو ایک کتابی صورت میں ملاحظہ فرمائے تاکہ تمام حقیقت واضح ہو جائے اگر اس وقت کے علماء مرزا صاحب کی تکفیر نہ کرتے تو کیا ناموس اسلام کی خیانت اور روایات اسلامی کی حفاظت جہال اور بے علم لوگ کرتے کیا ادوار ماضیہ کے علماء و ائمہ نے مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی تھی۔ مرزا صاحب کے وقت کے علماء نے مرزا صاحب کی تکفیر و تکذیب میں کوئی نیا کام نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور محمد وہاب و بہاء اللہ مدعیان نبوت کو کافر کہنے والے علماء تو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مصداق ہوئے اور چودھویں صدی کے مدعی نبوت مرزا صاحب کی تکفیر کرنے سے علماء بدترین خلائق ٹھہرے۔

ن اولاً یہ سراسر بہتان اور افترا ہے کیونکہ مختار مدعا علیہ نے اس کو کوئی ثبوت نہیں پیش کیا محض دعویٰ بلادلیل ناقابل سماعت ہے۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ بیٹھے بیٹھے ایک قابل مواخذہ بات کر دیتے۔ جب اعتراضات ہوتے افتراء کے طور اس کی ابتدار اوران کی طرف منسوب کر دیتے تھے ہاں مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا علماء نے بموجب فرمان نبوی ان کو کذاب و دجال ضرور کہا یا مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کی مرزا صاحب کے دلائل لاطائل کی حقیقت کھول کر رکھ دی تاکہ لوگ اس فتنہ والحاد سے بچ جائیں۔ جس پر مرزا صاحب نے دلائل کا جواب دشنام وہی سے دیا جو ہر مغلوب کا طریق کار ہے۔

(۸) مختار مدعا علیہ نے کنز العمال کی حدیث نقل کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء کو خنزیر اور بندر بتلایا ہے۔ بندر اس لیے کہ نقل اتارنے کے عادی ہوں گے یعنی لکیر کے فقیر اور پرانی روایات کے پابند ہوں گے۔ اور خنزیر اس لیے جواب سے عاجز ہو کر خنزیری صفات یعنی گالی دیں گے یہ ہے مختار مدعا علیہ کا سلیقہ جو اس نے اپنے پیشوا مرزا صاحب سے وراثتاً پایا ہے۔ اب میں حدیث کا جواب دیتا ہوں اور مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے ثابت کرتا ہوں۔ کہ مختار مدعا علیہ نے ناحق اس حدیث کو مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث صاف طور پر ان مولویوں پر منطبق ہے۔ جنہوں نے قرآن وحدیث میں تحریف کر کے مرزا صاحب کی تصدیق کی ہے کہ حضور علیہ السلام آخیر زمانہ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہیں کہ میری امت میں ایک خوفناک فتنہ اٹھے گا جو اس فتنہ قادیانیہ کی طرف اشارہ ہے ناواقف لوگ اپنے علاقہ کے مولویوں کی طرف اس فتنہ کی فریاد لے جائیں گے کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اٹھیں لیکن ان میں سے بعض مولوی بھی اس فتنہ میں مبتلا ہو کر بنی اسرائیل کے بعض مغضوب علیہم لوگوں کی طرح ممسوخ ہو کر خنزیر و بندر ہو چکے ہیں یعنی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بتلایا صراط مستقیم چھوڑ کر اس فتنہ کو قبول کر کے کونوا قردۃ خاسئین

کا مصداق ہو چکے ہوں گے اور لوگوں کو بھی اس فتنہ عظیمہ کی دعوت دیں گے - یا مطلب ہے کہ اس گروہ کے مولویوں میں بندروں کی نقل اور خنزیروں کی بے غیرتی پائی جائے گی - چنانچہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے مولوی مرزا صاحب کی برائت کے لیے مختلف نقلیں اتارتے رہتے ہیں اور حاطب لیل ہو کر کہیں تورات کا قول کہیں انجیل کے حوالے کبھی جنم ساکھیوں کی عبارتیں کسی وقت صوفیاء کرام کے اقوال پیش کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کی برائت کا سامان ہو جائے اس فرقہ کے مولویوں کو مناظرہ و استدلال کے میدان میں جو روز اول سے شکستیں اور ذلتیں نصیب ہوتی رہی ہیں - مقتضائے غیرت یہ تھا کہ کبھی نام نہ لیتے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خنزیر صفت بتلا کر بطور پیشگوئی فرمایا تھا کہ ان میں غیرت نہیں ہوگی یہ ہے حدیث کا مطلب جس کو مختار مدعا علیہ نے غلط بیان کر کے مرزا صاحب کے مخالف علماء پر چسپاں کیا تھا - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء کو بشارت دی ہے کہ جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے لا یزال طائفۃ من امتی الخ

(۹) مختار مدعا علیہ اپنے پیشوا سے کس قدر تنزل کر کے کہتا ہے کہ اگر مرزا صاحب کی کلام میں گالیاں ہیں تو ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم میں گالیاں ہیں ورنہ خود مرزا صاحب نے تو یہاں تک فرما دیا تھا کہ ماننا پڑے گا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے - پس ان ہر دو عبارات سے عدالت خود غور فرما سکتی ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسلام اور بانی اسلام اور قانون اسلام یعنی قرآن کریم سے کس قدر ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تعلیم پر اعتراض کیا جائے تو وہ سارا اعتراض اسلام پر کر دیتے ہیں اگر الزام مرزا صاحب سے ثابت ہو تو اسی قسم کا اعتراض حضور علیہ السلام کی ذات اقدس پر کر دیتے ہیں اور اگر کوئی اعتراض مرزا صاحب کی کلام پر وارد ہو تو ویسا ہی اعتراض قرآن حکیم پر عائد کر دیتے ہیں پھر لطف یہ کہ دعوی بھی موجود ہے - ما مسلما نیم از فضل خدا -

(۱۰) قرآن کی بیان کردہ مثال ذلک مثل الذین کذبوا بآیات اللہ الآیۃ بھی حرف بحرف مرزا صاحب کی جماعت کے مولویوں پر صادق آتی ہے کیونکہ کتابیں پڑھنے کے بعد ان مولویوں نے اللہ تعالیٰ کے فرامین اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو پس پشت ڈال کر ختم نبوت کا قرآنی اور نبوی اور اجماعی عقیدہ چھوڑ کر محض ہوائے نفس جس علم ربانی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور پھر علماء ربانیین نے ان کے عقیدہ باطل کی تردید میں روز روشن کی طرح دلائل و براہین قائم کر دیئے وہ صم بکم عمی ہو کر ہدایت سے محروم رہے

(۱۱) مختار مدعا علیہ نے تو اس جواب میں کمال ہی کر دیا مرزا صاحب اپنے مخالفوں کو خنزیر کہتے ہیں اور ان کی بیویوں کو کتیاں مگر مختار مدعا علیہ کہتا ہے کہ وہ عورتیں مراد ہیں جو مرزا صاحب کو گالی دیتی ہیں - میں کہتا ہوں کہ اولاً اس ملک کی عورتوں کو مشاجرات مذہبی کا علم ہی نہیں ہوتا اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ان سب مخالفین کی عورتوں کو مرزا صاحب اور ان کے اپنے خاوندوں کی مخالفات مذہبی کا علم بھی ہو گیا ہو تو یہ کہاں سے لازم آیا کہ مخالفوں کی عورتیں مرزا صاحب کو گالی دیتی ہوں گی پھر مرزا صاحب کا بلا استثناء مخالفین کی عورتوں کو کتیاں کہنا کس قدر بے جا الزام ہے -

ذریۃ البغایا

مختاران مدعیہ نے لغت کی مستند اور معتبر کتب سے ثابت کرکے بتلایا کہ ذریۃ البغایا کے معنی حرام کار عورتوں کے بیٹے کے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے ان تمام مخالفوں کو جو ان کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کرتے اور اس دعویٰ میں ان کو جھوٹا مانتے ہیں ان کو زناکار عورتوں کی اولاد بتلایا ہے۔ حالانکہ کوئی شریف انسان اپنے کسی مخالف کو صرف اختلاف دعویٰ کی وجہ سے زانیہ عورتوں کی اولاد یا حرام زادے نہیں کہتا کیونکہ مذہبی اختلاف بنیاد عقائد پر ہے نہ مخالف کے نطفہ حرام اور زانیہ عورت سے کے اولاد ہونے پر مختاران مدعا علیہ نے دیدہ و دانستہ اس حقیقت نفس الامری کو چھپانے کے لیے مرزا صاحب کے قول لا ذریۃ البغایا کی چند رکیک توجیہیں کی ہیں۔ پہلے اس سے کہ میں ان توجیہات کا بطلان ثابت کروں خود مرزا صاحب کے مصنفات بغی و بغیہ و بغایا بمعنی زانیہ زناکار بازاری حرام کار فاحشہ عورتیں پیش کرتا ہوں جہاں کہیں مرزا صاحب نے ان الفاظ کو استعمال کیا ہے ان کا ترجمہ زناکار حرام کار عورتیں کیا ہے۔ میں مرزا صاحب کے صرف ایک رسالہ لجۃ النور سے چودہ حوالے پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب نے بغی و بغیۃ و بغایا۔ کا ترجمہ زناکار بدکار بازاری عورتیں کیا ہے۔ چنانچہ لجۃ النور کے صفحہ ۱۳ میں ہے یمیرون بتلک البغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود کیا ہے بلکہ "بدیدن زن ہائے زانیہ خوش مے شوند۔ اور صفحہ ۶۱ میں ہے ویجترءون کالبغایا علی انواع الخیانت۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم "چو زنان بازاری بر ہر نوع خیانت دلیری مے نمایند" اور صفحہ ۸ میں ہے وقد تجتمع الیھم فی بعض لیالیھم بغایا السوق۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ "وگاہے در بعض شب زنان بازاری مے آیند" اور صفحہ ۸۶ میں ہے ینزوجون البغایا جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے "و در نکاح خود مے آرند زنان بازاری را"۔ اور اسی صفحہ میں ہے تخرج کالبغایا نوع من الجلادۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا ہے کہ "ہمچو زنان بازاری قسمے از چالاکی در ایشاں یافتہ میشود"۔ اور صفحہ ۸۸ میں ہے فان نطفۃ البغایا فی خاء و اکثر ولد۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے۔ "ہمچو اکر نطفہ زنان بازاری باکثر بچگان مخلوط شدہ" اور اسی صفحہ میں ہے۔ ویتلون تلو البغایا کمکاری الحانتہ۔ جس کا ترجمہ خود مرزا صاحب نے "و پس زنان فاسقہ ہمچو مستان شراب خانہ می روند" اور صفحہ ۸۹ میں ہے ان للمبتان والبغایا خشیرۃ واحدۃ۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ "زنان فاسقہ و دجال در حیلہ جوئی و کارسازی مشابہت می دارند" اور صفحہ ۹۰ میں ہے ان نساء دار ان کن بغایا۔ جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ کیا کہ "در خانہ زنان آں خانہ فاسقہ باشند" اور

صفحہ ۹۶ میں ہے "وما اهلکهم الا البغایا" جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے "ہلاک نہ کرد ایشاں را مگر زنان فاحشہ" "وقد کثرت البغایا بالشقوۃ الناس فی هذا الزمان" جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "و برائے بدبختی مردم زنان فاحشہ دریں زمان بسیار شدہ اند"۔

اور صفحہ ۹۶ میں ہے "وربما تسقط بغی من کثرۃ الخمر فی وسط السوق و بوالزهر" جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "وبسا اوقات زن فاحشہ از کثرت شراب خوری در وسط بازار و گذر مردم بیہوش مے شود"۔

اور صفحہ ۹۷ میں ہے "ویبذل فی مداوات بغی جهده امسی" جس کا مرزا صاحب نے یہ ترجمہ لکھا ہے۔ "و ترجیح مے کند در علاج زنان فاحشہ کوشش طبیب"۔

اور صفحہ ۱۱۸ میں ہے "واشتغلوا من شرح الوقایة والهدایة الی العواهر والبغایا" جس کا ترجمہ مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے "و از شرح وقایہ و ہدایہ رو تافتہ سوئے زنان بدکار"۔

ہم نے مرزا صاحب کے ایک رسالہ سے چودہ حوالے ایسے پیش کردیئے ہیں جس میں مرزا صاحب نے بغیہ۔ بغی۔ بغایا کا ترجمہ زن ہائے بازاری زن ہائے زانیہ زن ہائے فاحشہ زنان بدکار کیا ہے اب آئینہ کمالات میں بھی کے لفظ ذریۃ البغایا کی تشریح اور تعین معنی میں مختاران مدعا علیہ کے پیشوا غلام احمد صاحب کے استعمالات اور محاورات اور بیان کردہ معنی سے صاف ظاہر ہے۔ مختاران مدعا علیہ کو یقین صریح ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں الماریاں ان محاوروں کی تشریح اور بیان معنی سے خالی ہیں اگر مختاران مدعا علیہ کو اپنے مقتدا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی عبارت میں بغیہ اور بغایا کے وہ معنی ملتے جو مختاران مدعا علیہ مرزا صاحب کے قول الذریۃ البغایا کے کرتے ہیں تو مرزا صاحب کی کسی ایک عبارت یا اس کے ترجمہ سے دکھلاتے حالانکہ ان کے پیشوا و مقتدا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو بغیہ اور بغایا یعنی زن فاحشہ زنان بدکاری وغیرہ الفاظ لکھنے کا بکثرت اتفاق ہوا۔ چنانچہ صرف ایک رسالہ لجۃ النور سے چودہ حوالے پیش کئے گئے ہیں بلکہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مصنفات سے سینکڑوں ایسے حوالے پیش کرتے ہیں مختاران مدعا علیہ کے مسلم مقتدا و پیشوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ذریۃ البغایا کے معنی یعنی اولاد حرام اور حرام زادے کے صریح بنا کر اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں استعمال کئے ہیں ذریۃ البغایا کا معنی اولاد حرام اور حرام زادے کے متعلق مختاران مدعا علیہ ناجائز حیلے کر رہے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ مرزا صاحب نے منکریں کے حق میں ذریۃ البغایا بمعنی اولاد حرام کے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے ان کی تسکین کے لیے لجۃ النور سے ۱۴ حوالے پیش کردیئے ہیں کہ مرزا صاحب بغیہ اور بغایا کے معنی زنان بازاری اور زناکار بدکار کرتے ہیں۔ اگر ان کی تسکین کے لیے کافی نہیں تو اپنے مقتدا و پیشوا کے حوالجات ذیل پڑھ لیں کہ کس

طرح اپنے مخالفوں اور منکروں کے حق میں ذریتہ البغایا کے مترادف الفاظ صریح کہتے ہیں۔

(۱) "پھر بھی کوئی ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ حلال زادہ نہیں ہوگا۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۲۹)

(۲) "جو شخص اس فیصلہ کے خلاف بکواس کرے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)

(۳) "اگر وہ ولد الحرام نہیں اور حلال زادہ ہیں تو اس مضمون کو پڑھ کر اس فیصلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰)

(۴) "اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے کون بلا توقف اس فیصلہ کے لیے سعی کرتا ہے اور کون ولد الحرام بننے کے لیے سعی کرتا ہے۔"

(انوار الاسلام صفحہ ۳۷)

(۵) "کہ اگر اب بھی کوئی مخالف مولوی یا کوئی عیسائی یا جنم دیا آریہ یا کیسو وال مکذب ہماری اس فتح نمایاں کا قائل نہ ہو تو اس کے لیے طریق یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے اور اگر ایسا نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں اس کی فطرت میں خلل ہے یہ نہایت صفائی کا فیصلہ اور کسی حلال زادہ کا کام نہیں جو بغیر رعایت اس فیصلہ کے ہم کو جھوٹا شکست خوردہ قرار دے۔"

(مختصر تقریر متعلق فتح اسلام مطبوعہ ستمبر ۱۸۹۴ء)

ان پنجگانہ حوالجات کے ملاحظہ کے بعد عدالت کے سامنے یہ امر بخوبی آجاتا ہے کہ ذریتہ البغایا کے معنی مرئیہ ہیں جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں اور مختاران مدعا علیہ نے جو غلط اور لغو تاویلات بیان کی ہیں وہ بالکل صحیح اور قابل تسلیم نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی عادت مستمرہ ہے کہ جو شخص ان کی افترای اور خود ساختہ باتوں کو تسلیم نہ کرے تو فوراً اس کو حرام زادہ اور ولد الزنا کہہ دیتے ہیں۔

باقی رہا مختاران مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ بول کر اس سے بدخصلت انسان مراد ہوتا ہے گو اس کو صحیح بھی مان لیا جائے تا ہم ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ ان کے مقتدا اور پیشوا کا استعمال کردہ لفظ ذریتہ البغایا ہے جس کے معنی زانیہ عورتوں کی اولاد کے ہیں۔ اور اس لفظ البغایا کے استعمال کا کوئی محاورہ بمعنی بدخصلت انسان کے نہیں پیش کیا۔ متنازعہ فیہ لفظ ذریتہ البغایا ہے نہ ابن الفاعلہ اور ابن الزانیہ وغیرہ۔

علی ہذا متنبی کا یہ شعر ہے

تنکر موتھم و انا سہیل   طلعت بموت اولاد الزناء

ان کو مفید نہیں اس لیے مختاران مدعا علیہ نے اس شعر کا غلط یہ ترجمہ کیا ہے۔

"یعنی اے علی بن اسحاق آپ حاسدوں اور چغل خوروں کی موت پر تعجب کرتے ہیں حالانکہ سہیل ستارہ ہوں جو ان حیوان سرشت بد باطنوں کے لیے طلوع ہوا ہوں۔"

حالانکہ موٹا ترجمہ اعتقاد علی صاحب نے تسہیل البیان شرح متنبی میں یہ ترجمہ کیا ہے۔

"تو حاسدوں کی موت کا انکار کرتا ہے حالانکہ میں سہیل ہوں کہ میں بدنام ولد الزنا کی موت لے کر آیا ہوں۔"

مختار مدعا علیہ نے پہلے تسہیل البیان کا ترجمہ نہایت طمطراق سے پیش کیا تھا اب چونکہ تسہیل البیان کا ترجمہ ان کے مدعا کی تردید کرتا ہے لہٰذا اس ترجمہ سے اعراض کرکے از خود ترجمہ کیا اور حیوان سرشت بد باطنوں کا لفظ از خود بڑھا لیا جو تسہیل البیان کے ترجمہ کے بالکل خلاف ہے تسہیل البیان میں لکھا ہے اراد باولاد الزناء البہائم والعرب تقول اذا طلع سہیل و قع الوباء فی البہائم شعر۔ یعنی اولاد الزناء سے مراد چوپائے ہیں اور عرب کہتے ہیں

کہ جب سہیل ستارہ نکلتا ہے تو چوپاؤں میں وبا پھیل جاتی ہے۔ یعنی جس طرح سہیل ستارہ کے طلوع سے اولاد الزناء یعنی جانوروں میں موت پڑ جاتی ہے اسی طرح میرا وجود حاسدوں کے لیے موت کا موجب ہے۔

مگر مختار مدعا علیہ کی دلیری قابل دید ہے کہ عدالت کے سامنے دیوان متنبی جیسی مشہور عالم کتاب کے شعر کے معنے کے متعلق غلط بیانی کرکے دھوکہ دینا چاہا ہے۔

مختار مدعا علیہ نے اپنے پیشوا اور مقتدا مرزا غلام احمد صاحب جس نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی مقدس تعلیم اور روایات سے تمسخر کیا۔ اپنی خرافات اور ہرزیات کے بچاؤ کے لیے حضرت سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگی کو نشانہ بنایا۔ جنہوں نے اکثر اسلام پر ہاتھ صاف کیا جہاں کہیں مرزا صاحب کے فعل و قول پر اعتراض ہوا فوراً بے دردی سے حضرت آقائے نامدار کی ذات بابرکات پر ویسا حملہ کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے اس طریق جواب سے پادری بغلیں بجا رہے ہیں۔ چنانچہ پادری ایس ایم پال مدیر اخبار نور افشاں نے کتاب معذرت نامہ مرزا لکھ کر عیسائیت کی بڑی خدمت کی ہے جو کچھ وہ اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن حکیم کے متعلق برملا نہیں کہہ سکتے تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں کہہ گیا ہے اور ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے۔

"بالآخر اس قدر اور گذارش کی جاتی ہے کہ اس کتاب کے جمع اور تالیف میں ہم نے اپنے آپ کو بالکل غیر جانب دار رکھا ہے اور اپنی طرف سے ایک جملہ بھی نہیں لکھا ہے اور ہر قسم کے تصرف سے بالکل اجتناب کیا ہے اس لیے مسیحی مناظرین کی خدمت میں بھی یہی عرض ہے کہ اگر کبھی ان کو اس کتاب سے کام لینے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس طرح اس کے حوالے پیش کریں کہ مرزا صاحب یا مرزا صاحب کا فلاں مرید یہ کہتا ہے از خود ان اعتراضات کے پیش کرنے کی مطلق ضرورت نہیں ۔

مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی یہ گذارش ہے کہ اگر ان کو اس کتاب کے جواب لکھنے کی ضرورت پڑ جائے تو ہمارا ذکر مطلق درمیان نہ لایا جائے کیونکہ ہم صرف حوالوں کے ذمہ دار ہیں نہ کسی اور امر کے بلکہ براہ راست قادیانیوں کو خطاب کریں"

(معذرت نامہ مرزا صفحہ ۱۰)

ارادہ تھا کہ پادری صاحب کے اس رسالہ کے چند اقتباسات بطور نمونہ پیش کر دیے جائیں مگر اختصار کی خاطر اس رسالہ کے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں :

(۱۱) معذرت سوم : آنحضرت کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلیں ۔
(۱۲) آنحضرت کی پیشگوئیاں کی غلطیاں مرزا کے مریدوں کے زبانی ۔
(۱۳) مرزا جی کی دشنام دہی کی معذرت کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے ۔
(۱۵) قرآن و احادیث میں بھی تناقض ہے
(۱۹) مرزا صاحب کے فرزند دلبند یعنی موجودہ قادیانی خلیفہ کی طرف سے معذرت کہ اگر مرزا صاحب نے اپنی پھوپھی کی بیٹی سے شادی کرنی چاہی تو آنحضرت نے بھی ایسا کیا ہے۔
(۲۱) معذرت اول - اگر میری کلام میں سرقہ ہے تو قرآن میں بھی ہے ۔
(۲۲) معذرت دوم - قرآن میں بھی غلطیاں ہیں ۔
(۲۷) آنحضرت کی دعائیں قبول نہیں ہوئیں ۔
(۳۳) اگر مرزا صاحب مجنوں تھے تو آنحضرت بھی محسور تھے ۔
(۳۴) اگر مرزا صاحب نے اپنی کوئی بات چھپائی تو آنحضرت نے بھی چھپائی۔
(۴۳) اگر مرزا صاحب کی مراد پوری نہیں ہوئی تو آنحضرت کی مراد بھی پوری نہیں ہوئی ۔

(۳۵) اگر مرزا صاحب کے الہامات میں غیر زبان کے الفاظ ہیں تو قرآن میں بھی ہیں۔

اس قسم بحث کے مطالب پر نظر ڈالنے اور پادری صاحب کی گذارش محولہ بالا پر غور کرنے سے بالکل واضح ہے کہ مرزا صاحب اور اس کے مریدوں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی ذات پاک اور قرآن حکیم اور اسلام پر کس قدر ناپاک حملے صرف اس لیے کئے ہیں کہ مرزا صاحب کے جزئیات پر جو اعتراض وارد ہوتے ہیں وہ حضور علیہ السلام اور اسلام اور قرآن پر واضح چسپاں کر دیئے جائیں تاکہ کسی طرح مرزا صاحب کی برأت ہو جائے۔ پادری صاحب نے معذرت نامہ کی تمہید میں ایک خط نقل کیا ہے جو لاہور کی مرزائیوں کی اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا ہے جس کا خاص حصہ ملاحظہ عدالت کے لیے پیش کرتا ہوں "جب کسی معترض نے مرزا صاحب کی خصلت یا قول یا فعل پر اعتراض کیا اور کوئی عیب یا نقص یا بدی ان کی طرف منسوب کی تو قادیان سے اس کے جواب میں کبھی مرزا صاحب کی برأت یا صفائی نہیں بیان کی گئی بلکہ یہ جواب دیا گیا کہ یہ باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اور قرآن میں بھی پائی جاتی ہیں ایسے جوابوں سے کوئی امید ہے سادے مسلمان جو اس کی حقیقت سے زیادہ واقف نہیں ہیں مطمئن ہو جاتے ہوں گے مگر غیر مسلمین کے لیے تو صرف مرزا صاحب ہی نہیں بلکہ اسلام بھی سخت اعتراضوں کا نشانہ بن گیا" (معذرت نامہ صفحہ ۱)

الحاصل مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے مرزا صاحب کے قابل اعتراض اور غلط افعال و اقوال کے الزامات کے جواز اور برأت کے لیے حضرت سرور عالم علیہ السلام اور قرآن حکیم پر ویسے سنگین حملے کر دیئے۔

یہ نکتہ قابل توجہ ہے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں سے کسی ایک فرقہ یا فرد واحد نے اپنے فعل یا قول یا اپنے مقتدا مرشد و استاد کے فعل و قول پر اعتراضات اور مخالفوں کی گرفت اور الزامات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن حکیم پر عائد کر کے حضور کی زندگی کو یا قرآن پاک کی تعلیم کو معرض طعن اور مورد الزام نہیں بنایا۔ ان بعض پادریوں اور چند متعصب آریوں نے بے شک یہ طریق اختیار کیا مگر اس سے وہ نقصان متصور نہیں ہو سکتا جو مرزا صاحب اور جماعت مرزا صاحب کی تحریرات سے ہوتا ہے۔ وہ پادری اور آریہ مسلمانوں کے اشتعال سے خائف ہو کر اس بیباکی سے حملے نہیں کر سکتے تھے اگرچہ مرزائیوں کا تعلق اسلام سے دکھایا ہے،

بھیا عیسائیوں اور ہندوؤں کا اور عامۃ المسلمین کے حملوں کو بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے حملوں کی طرح اعداء کے حملے سمجھتے ہیں مگر عیسائی اور آریہ ان حملوں کی وجہ سے خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور جو کچھ وہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات مقدس پر کھلے لفظوں اعتراض اور حملے نہ کر سکتے تھے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں کر کے اپنی اسلام کی دشمنی کا ثبوت دیتے ہیں۔

باقی رہا مختار مدعا علیہ کا یہ دعوٰی اور اس کی ان کتابوں کو جن میں اسلام کی صداقت ظاہر کی گئی ہے

کس قدر لغو اور فضول ہے مرزا صاحب کی چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تقریبًا ۸۲ ہیں ان تمام کتابوں اور رسالوں میں مرزا صاحب نے بلا ربط اور مناسبت جو کچھ لکھا وہ اپنی مجددیت مہدویت مسیحیت اور رسالت و نبوت کے ثبوت میں مختلف رنگ اور گوناگوں پینترے بدلے رفتہ رفتہ اسلام اور اسلامی روایات اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین پر بالخصوص صاف کرتے گئے مرزا صاحب کے دجل اور کذب کو ظاہر کرنے کے لیے علماء نے اپنا فریضہ ادا کیا تو گالی گلوچ پر اتر آئے اگر کسی نے اس بدخلقی پر اعتراض کیا تو جواب دیا کہ قرآن گالیوں سے پر ہے حضور علیہ السلام نے مخالفوں کو گالی دی تھیں۔ علماء نے ختم نبوت وغیرہ استدلال با لحدیث پیش کیا تو احادیث کو یہ کہہ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہیں۔ جھوٹے اور جعلی معجزات اور نشانوں کا پلندہ تیار کیا۔

واقعات نے اس کو غلط ثابت کیا تو کہہ دیا کہ پہلے انبیاء کی پیشگوئیاں بھی غلط نکلی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض الہامات کو صحیح نہیں سمجھا۔

محمدی بیگم اور عبد اللہ آتھم وغیرہ کی پیشگوئیاں جو بالکل صاف غلط ثابت ہوئیں ان کی توجیہات و تاویلات میں سر توڑ کوشش کی علماء اور اکابر امت کے سب و شتم میں پورا زور صرف کر دیا اور ان کے اوراق سیاہ کرتے گئے اور ساتھ ہی اصول اور روایات اسلام کا انکار اور ایسی مدح سرائی اور اسلاف کا تخطیہ کرتے گئے۔ مرزا صاحب کے مصنفات۔ مثلاً سراج منیر نزول المسیح

تریاق القلوب تحفہ گولڑویہ اعجاز احمدی وغیرہ کو ملاحظہ کیا جاوے ۔ اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی رسالت اسلامی عقائد اور روایات کے ثبوت میں ایک دلیل ایک برہان بھی نہیں ملے گا ۔ کہیں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ممات پر کچھ بیان ہوگا ۔ جس میں دلائل اور براہین کا رنگ نہیں بلکہ اس اولوالعزم کی شان میں استہزاء و تمسخر کا پہلو قوی ہوگا ۔ اللہ اکبر ۔

کس قدر عدل و انصاف سے عاری ہوا مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کی کتابوں کو بھی اسلام کی صداقت پر تصنیفات کہتا ہے اگر ان کو اسلامی روایات کی تردید اور دشمنانہ تمسخر سے تعبیر کیا جائے تو زیبا ہے ۔ اگر ان مصنفات میں کہیں کہیں حضور علیہ السلام کے متعلق کوئی مدح کا لفظ آتا ہے تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک اور اخلاق عالیہ اور تعلیم میں اور اس کے فلسفہ و حکمت پر بیان نہیں ۔ بلکہ اس میں اپنی صفائی منوانے کے لیے فنائیت اور غلامی کا دعویٰ کر کے حضور علیہ السلام کی عینیت و ہمسری تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے اور بس ۔

مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے مصنفات میں مذہب اسلام اور بانیٔ اسلام سے جو دشمنی کی گئی ہے اور عیسائیوں اور آریوں کو کھلے لفظوں میں حملے کرنے کا موقع دیا گیا ہے وہ پادری ایس پال مدیر نور افشاں کی معذرت نامہ مرزا صاحب اور اس کے دیباچہ کے ملاحظہ سے ظاہر ہے ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے الذریۃ البغایا کی دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کو باپ مانتے ہیں اس لیے استعارۃً ان کو ذریۃ البغایا کہا گیا ۔ اور مسلمانوں پر جن کا اعتقاد حضور علیہ السلام کے متعلق یہ ہے کہ ۔

ع ۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔

یہ الزام غلط عائد کیا ۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو امت کے حقیقی اور روحانی باپ ہیں انہیں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتا اور حضور کو چھوڑ کر ان کو اپنا باپ تسلیم کرتا ہے ۔ تو وہ بھی اس بدکار عورت کے مشابہ ہے بس ایسے لوگوں کو استعارۃً ذریۃ البغایا قرار دیا جانا بالکل درست ہے ۔"

یہ مختار مدعا علیہ کی خیانت ہے کہ اس نے مسلمانوں پر یک واجب الاحتراز الزام لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ بناتے ہیں ان ھٰذا الا بہتان عظیم مگر باایں ہمہ مختار مدعا علیہ نے بغایا کا معنیٰ بدکار عورت تو تسلیم کر لیا ہے لیکن محض فریب اور دھوکہ کر کے مسلمانوں کو ذریۃ البغایا کہنے کی جواز کی وجہ حضور علیہ السلام کا چھوڑنا اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان پر فضیلت دینا بتلایا ہے ۔ حالانکہ مرزا صاحب نے ان لوگوں کو ذریۃ البغایا کہا جو مرزا کے دعویٰ

کو سنائیں اور اس کی مجمل مصنفات کو بنظر محبت دیکھے اصل عبارت مرزا صاحب کی یہ ہے تلک کتب ینظر الیہا کل مسلم بعین المحبۃ والمودۃ وینتفع من معارفہا ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا الذین ختم اللہ علی قلوبہم فہم لا یقبلون۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے یہ کتابیں ہیں ان میں ہر ایک مسلمان محبت اور مودت کی آنکھ سے نظر کرے گا اور ان کے معارف سے نفع اٹھائے گا مگر وہ زانیہ عورتوں کی اولاد جن کے دلوں میں اللہ تعالے نے مہر مار دی ہے سو وہ قبول نہیں کریں گے۔

آئینہ کمالات کی اصل عبارت اور اس کے لفظی ترجمہ سے واضح ہے کہ مرزا صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو ذریۃ البغایا یعنی زانیہ عورتوں کی اولاد کہا ہے جو مرزا صاحب کے دعاوی یعنی مہدی ہونا مسیح ہونا نبی و رسول ہونا بعد محمد علیہ السلام ہونا نہیں مانتے۔

مسلمان اپنی دینی اور دنیاوی فلاح کی مدار حضور علیہ السلام کی غلامی سمجھتے ہیں مگر مرزائی حضور علیہ السلام کی غلامی پر اکتفا نہ کرکے مدار ایمان اور مدار نجات مرزا صاحب کی غلامی سمجھتے ہیں۔ اس لیے مختار مدعا علیہ کے استدلال پر استفادہ مرزا صاحب کی امت کو ذریۃ البغایا کہنے کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ مگر مسلمان اس حقیقت الامری سے بخوبی واقف ہیں کہ جب سے مذہب اور تہذیب کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے اور باہمی مناظرات اور اختلافات کا سلسلہ شروع ہوا ہے کسی مہذب اور شائستہ انسان نے اپنے مخالف کو اپنے بات منوانے کے لیے کبھی یہ نہیں کہا کہ جو میری بات نہ مانے گا اور میرے دعوے کو تسلیم نہ کرے گا وہ حرام زادہ ہے ہاں چھوٹے نادان بچے کھیلتے وقت ایک دوسرے کو ایسا کہہ دیتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی قابل اقتدا سیرت ان سفیہانہ حرکات سے مقدس ہوا کرتی ہے۔ یہ مرزا صاحب کے اخلاق کا نمونہ ہے یہاں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہمسری اور عینیت کا دعوی ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب ان کتابوں کے متعلق (جن میں اسلام کی حقانیت اور حضور علیہ السلام کی فضیلت کا ذکر ہے) فرماتے ہیں کہ "ہر ایک مسلمان ان کو بنظر استحسان دیکھتا ہے" یہ بالکل جھوٹ ہے اصل عبارت اوپر لکھی جا چکی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھے گا مگر وہ لوگ جو زانیہ عورتوں کی اولاد ہیں جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے مختار مدعا علیہ نے ایام الصلح کے ٹائٹل پیج کی یہ عبارت۔ ہماری ان کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور نہ ان کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوئی ہیں ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور وہ ہماری

وہ ذاتیات پر بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں جو منہ پر بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے"۔

اور لجۃ النور کے ترجمہ کی یہ عبارت "ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہتک سے اور شرفاء اور مہذب لوگوں پر اعتراض کرنے سے خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے بلکہ ہم ان تینوں اقوام کے بے دونوں میں سے بھی صرف ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی بدزبانی اور برائی ظاہر کرنے میں لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے ہم بھلائی سے یاد کرتے ہیں اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں"۔

اور اسی طرح الہدی صفحہ ۶۸ کی عبارت "ولیس کلامنا ھذا فی اخیارھم بل فی اشرارھم"۔ یعنی "ہمارا ایسا کلام نیک علماء کے حق میں نہیں ہے بلکہ صرف شریروں کے حق میں ہے"۔ نقل کرکے یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ الذریۃ البغایا سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کے حق میں بدزبانی اور برائی ظاہر کرتے تھے اور اس کی تائید میں ایام الصلح اور لجۃ النور اور الہدی کی عبارتیں پیش کر دی ہیں۔ حاشا وکلا ۔۔۔۔ ان عبارتوں کو اصل الزام کے دفع کرنے میں ادنیٰ تناسب بھی نہیں۔

اس عبارت میں مرزا صاحب کہتے ہیں ہر ایک مسلمان میری کتابوں کو محبت کی نگاہ سے دیکھے گا اور میرے دعوے کی تصدیق کرے گا مگر ذریۃ البغایا یعنی وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے۔

مرزا صاحب کی دشنام دہی کی علت مرزا کے دعویٰ کو نہ ماننا ہے اور اس کی تصدیق نہ کرنا ہے اب مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں پس وہ مسلمان (خواہ عالم ہو یا جاہل ہو یا عربی یا عجمی) جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مرزا صاحب کے اس بیان کے مطابق الذریۃ البغایا میں سے ہے۔

ازواج مطہرات کی توہین

ہمارا اعتراض یہ تھا کہ امہات المومنین کا لقب صرف حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لیے خاص ہے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ازواج کو امہات المومنین نہیں کہا جاتا مرزا صاحب کی امت مرزا صاحب کی بیوی کو ام المومنین رضی اللہ عنہا (جو لقب خصوصی ازواج مطہرات کا ہے) کہہ کر ازواج مطہرات کی توہین کرتے ہیں اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ ایک بھی سند شرعی پیش نہ کر سکا نہ کتاب سے نہ حدیث سے

نہ کتب عقائد سے نہ تصریحات فقہاء سے محض اپنے قیاس سے ایک خترائی نتیجہ پیش کیا ہے کہ جب کہ ہر ایک نبی امت کے لیے باپ ہے تو اس کی بیوی ضرور اس امت کی ماں ہو گی حالانکہ یہ قیاس تبھی حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں وہ کیونکر مومنین کی مائیں ہو سکتی ہیں چونکہ حضور علیہ السلام کی ازواج کی تعظیم نص قرآنی سے ثابت تھی اس لیے بنص قطعی قرآن حکیم ان کو امہات المومنین کہا گیا۔ جو اس خصوصیت کو عام کر کے ام المومنین کا لقب کسی دوسرے شخص کی بیوی کے لیے استعمال کرنا یقیناً ازواج مطہرات کی توہین ہے۔ نیز صرف سوال یہ تھا کہ کسی نبی حتیٰ کہ حضرت آدم کی زوجہ مطہرہ ام البشر آدم کو بھی ام المومنین کا لقب عطا ہوا اس کا کوئی بھی نقل ضعیف سے ضعیف پیش کر کے جواب نہ دیا۔ چنانچہ توہین بہرحال قائم رہی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی توہین

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کا واقعہ کشفی بیان کر کے حضرت پیر سید عبد القادر جیلانی اور مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کے خوابوں کو الزاماً پیش کیا ہے اور اس سے مرزا صاحب کے کشف کو خواب کا واقعہ قرار دینا کافی سمجھتے ہے۔ حالانکہ مختار مدعا علیہ کا یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے یہ دونوں بزرگ نہ نبی ہیں اور نہ مدعی نبوت اور مرزا صاحب مدعی نبوت اور مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں اور وساوس شیطانی سے پاک جیسا کہ خود مرزا صاحب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۰ میں لکھتے ہیں ولا یخفیٰ علیک ان رؤیا الانبیاء اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۵ میں ہے نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے اور اسلامی عقیدہ بھی یہی ہے چنانچہ روح المعانی پارہ ۱۵ صفحہ ۳۳ میں ہے ان رؤیا الانبیاء علیہما السلام وحی۔ نیز گواہان مدعا علیہ نے جرح میں بھی اسے تسلیم کر لیا ہے۔ جب کہ مرزا صاحب مختار مدعا علیہ کے نزدیک نبی ہیں اور نبی کی وحی الٰہی ہیں اور وحی دخل شیطانی سے پاک ہوتی ہے اور مرزا صاحب کا حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی ران مبارک پر سر رکھنا مشاہدہ حق سے بھی کہیں زیادہ قوی الثبوت ہو گا یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خوابیں ایسے واقعات سے پاک ہوتی ہیں۔

بیت اللہ کی توہین

مرزا صاحب نے سرزمین قادیان کو بھی حرم قرار دیا ہے۔

ے زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

نیز مرزا صاحب کے بیت الفکر کو ومن دخلہ کان آمنا مانتا جس پر ہماری طرف سے یہ اعتراض

ہوا کہ مرزا صاحب نے قادیان کو ارض حرم قرار دے کر بیت اللہ کی توہین کی ہے اور مختار مدعا علیہ بجواب جرح میں کہہ چکا ہے کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے اس کے جواب میں مختار مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے ۔

(۱) گواہ مدعا علیہ مٹ نے جرح کے جواب میں ہرگز یہ نہیں کہا کہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ گواہ مدعا علیہ مٹ نے تسلیم کیا تھا کہ شعر مذکورہ مرزا صاحب کا ہے ۔

الجواب

یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ورنہ جرح مورخہ [illegible] کو اپنا عقیدہ ہونا تسلیم کر چکا ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ اس کا انکار بھی قابل تعجب ہے ایک طرف مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے جس کا ہر قول و فعل حجت ہوتا ہے دوسری طرف مرزا صاحب کے صریح حکم کہ قادیان کی زمین ارض حرم بننے پر عقیدہ ہونے سے انکار کیا ہے مرزا صاحب کی نبوت بھی ایک عجیب چیز ہے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ قادیان کی زمین ارض حرم ہے مگر ان کی امت کا ایک فرد یہ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں ۔

(۲) مرزا صاحب نے زمین قادیان کو ہجوم خلق کی وجہ سے ارض حرم کے ساتھ تشبیہ دی ہے ۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کا دیدہ و دانستہ یہ ایک مغالطہ ہے یا علوم عربیہ کی ناواقفی ہے کیونکہ علماء عربیت نے تصریح کی ہے کہ تشبیہ میں عموماً حرف تشبیہ کا ہونا ضروری ہے اور مرزا صاحب کے شعر میں کوئی حرف تشبیہ نہیں ہے ۔

(۳) یعنی جس طرح لوگ محض دین کی خاطر حج کے لیے ارض حرم ہجوم کرتے ہیں یہاں بھی ہجوم کرنا دین ہی کے لیے ہے کیونکہ جلسہ دین کے لئے تجویزیں سوچی جاتی ہیں اسلام کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان ہوتے ہیں ۔

الجواب

بالکل غلط ہے قادیان میں خدا تعالیٰ کی تعلیم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تحریف اسلامی روایات کی تکذیب عقائد اسلامی کی تعطیل سکھلائی جاتی ہے پھر سب سے زیادہ نقصان رساں پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جاتا ہے عیسائی اور آریہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ مشن قادیان کے کاموں سے بہت خوش ہیں اور مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے شکر گزار ہیں عیسائیوں کے خیالات و افکار ذریعہ ایلفایا کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں اب آریہ کی اخبار آریہ دھرم کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں ۔ اسلامی عقائد کو متزلزل کرتے ہیں احمدیت نے آریہ سماج کو ایسی امداد دی ہے جو کام آریہ سماج صدیوں میں انجام دینے کے قابل ہوتا وہ احمدی جماعت کی چند چھوٹے رسالوں میں

کہ یہ شعر بہرحال کسی ایک شاعر کا ہوگا نہ مجموعہ بزرگان اسلام نے مل کر یہ شعر بنایا ہوگا محض دھوکہ دینے اور اس شعر کو بلند پایا ظاہر کرنے کی خاطر بزرگان اسلام کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

یہ شعر اس قدر بے اصل ہے کہ جب مختار مدعا علیہ نے اس شعر کو پیش کیا تو میرے سخت اصرار اور مطالبہ کے باوجود یہ نہ بتلا سکا کہ یہ کس شخص کا شعر ہے اور کس کتاب میں ہے پس ایک ایسے قول سے کہ نہ جس کے قائل کا پتہ ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ ہے استدلال کرنا کتنا ہی لغو ہے احکام و مسائل اصول و دلائل سے ثابت ہوتے ہیں نہ زید و بکر کے اقوال سے۔

(۲) بعض نے فرمایا کہ حقیقی کعبہ تو دل ہی ہے چنانچہ علم الکتاب میں لکھا ہے الخ۔

الجواب

یہ صرف اُن کی کتب سے ناواقفی ہے اُن کی اصطلاح میں جو مہبط تجلیات کعبہ کہلاتا ہے۔ یا کوہ طور مگر اسے مقام حج من دخله كان آمنا مصداق نہیں بناتے بخلاف مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کے کہ سالانہ جلسہ ہی کی حاضری حقیقی حج بناتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔ پس یہ لوازم بناتے ہیں کہ وہاں مجازی معنی شاعرانہ تخیل کی بنا پر مراد نہیں بلکہ حقیقی مقابلہ ہے۔

مزید براں اور تمام حرمین کے مقامات مقدسہ کے بھی نمونہ و نام بنا رکھے ہیں۔

(۳) نیز جب کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں صرف بیت اللہ کو حرم قرار دیا گیا ہے تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی توہین حرم کعبہ لازم آتی ہے۔

الجواب

عدالت خود غور فرمائے کہ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شان ہمسری دکھلاتے ہوئے کس طریقہ سے کہہ دیا ہے کہ اگر مرزا صاحب کے قادیان کو حرم بنانے سے توہین کعبہ لازم آتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کو حرم قرار دینے سے بھی کعبہ کی توہین لازم آتی ہے۔ گویا مرزا صاحب کا قادیان کو حرم قرار دینا ایسا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کو حرم قرار دینا۔ اگر حضور علیہ السلام کا فعل توہین ہے تو یہ بھی توہین ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مختار مدعا علیہ کے اس جواب سے یہ ثابت ہوگیا کہ قادیان کا حرم ہونا بطور تشبیہاً نہیں بلکہ علی سبیل الحقیقت ہے۔ مختار مدعا علیہ نے جو پہلے توجیہ کی تشبیہ کی تھی وہ غلط ہے کیونکہ مدینہ منورہ کا حرم ہونا حقیقتاً ہے نہ تشبیہاً۔ جیسا کہ بخاری میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے اللہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو عیر و ثور کے مابین حرم قرار دیتا ہوں الخ الحدیث۔

نیز یہ ثابت ہوگیا کہ مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی تشریعی مانتا ہے کیونکہ کسی شہر یا زمین کو حرم قرار دینا ایک

حکم شرعی ہے اور جس کی قرار داد سے کوئی نیا حکم شرعی ثابت ہو جائے اس کو لا بد نبی صاحب شریعت ماننا پڑے گا ملاحظہ ہو اربعین ملک صفحہ ۷، ۸)۔

شریعت اسلامیہ میں ارض حرم صرف مکہ اور مدینہ منورہ تھے اب مرزا صاحب نے قادیان کی زمین کو بھی ارض حرم قرار دیا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شریعت رسول اور شارع ہیں آپ علیہ السلام کے تخصیص و تعیین سے احکام ثابت ہوتے ہیں آپ کا قول و فعل اصول دین میں سے ایک اصل ہے جس سے احکام شرعیہ کا ثبوت ہوتا ہے آپ کا شان ما ینطق عن الھوی ہے۔

(۴) کیا مختار مدعیہ مولوی عبد المالک صاحب پنشنر بشیر مال ریاست بہاولپور والد ماجد مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کو بھی کافر و مرتد قرار دے گا جنہوں نے جامع مسجد بہاولپور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ قرار دیا ہے الخ۔

الجواب

مولوی اختر علی صاحب منتظم آبادی کے والد ماجد مولوی عبد المالک صاحب کے اشعار میں نہ کوئی کفر و ارتداد کا کلمہ ہے اور نہ مختار مدعیہ کے نزدیک وہ کافر و مرتد ہیں ہاں مختار مدعا علیہا پنے مذہب اور اصول کو اور اپنے رسول قدنی اور اپنے واجب الاطاعت خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کی تصریحات کے مطابق مولوی صاحب ممدوح کو دیگر کروڑہا مسلمانوں کی طرح کافر سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ مولوی صاحب مرزا صاحب کو نہ نبی مانتے ہیں اور نہ اس کی بیعت میں داخل ہیں اور مرزا محمود صاحب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ میں فرماتے ہیں تمام وہ مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے خواہ اس نے مسیح کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں پھر صفحہ ۹۶ پر پکا کافر بتاتے ہیں۔

باقی رہا کہ اس مسجد کو مسجد اقصیٰ کی مثال اور کعبہ کہا کوئی توہین نہیں کیونکہ جس طرح کعبہ اور مسجد اقصیٰ کو بیت اللہ کہا جاتا ہے ویسا ہی تمام مساجد کو بیت اللہ اور خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے اس میں بیت اللہ کی کوئی توہین نہیں ہوتی بخلاف زمین قادیان کے وہ زمین حرم نہیں ہو سکتی۔

حضرت شیخ الہند مرحوم کے اشعار کا جواب جوابات حسام الحرمین وغیرہ کے سلسلہ میں دیا جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ محض یہ مغالطہ ہی مغالطہ ہے۔

(۵) مرزا صاحب کے الہام من دخلہ کان آمنا سے جو مسجد مبارک کے متعلق ہے حرم بیت اللہ کی خصوصیات میں کوئی نہیں الخ۔

الجواب

مرزا صاحب کا قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمنا کا الہام ایجاد کرنا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیان کو مکہ معظمہ و مسجد مبارک کو خانہ کعبہ قرار دیتے ہوئے نئی دنیا اور نیا آسمان نئی زمین نیا موسیٰ نیا عیسیٰ اور نیا محمد علیہ السلام حتیٰ کہ نیا خدا کے اصول پر نیا کعبہ اور نئی حرم بنا رہے ہیں۔

باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب سوء خاتمہ سے اس کی تصریح کرتے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قادیان زیر نگین حکومت انگریزی تھا ان کے سامنے مرزا صاحب کو اپنے بیانات کی قدر و قیمت بخوبی معلوم تھی کہ حکومت انگریزی کسی ایسے مجرم کو جو مسجد مبارک میں جا کر پناہ لے مواخذہ سے مامون نہیں چھوڑے گی۔ پھر کیوں مرزا صاحب اپنے الہام کی ایسی تشریح کرتے جو قانون انگریزی کے مزاحم ہو۔ ہاں مرزا صاحب کو اگر اقتدار حاصل ہو جاتا تو پھر الہام میں ہر طرح کی اس کی روح بھی پھونک دیتے۔

الغرض قادیان کی زمین کو ارض حرم قرار دینا پھر من دخلہ کان آمنا کا الہام ہونا یہ سب کچھ مکہ معظمہ اور مسجد الحرام سے استغناء حاصل کرنے کا سنگ بنیاد ہے جس سے یقیناً ارض حرم اور بیت اللہ کی توہین ہوتی ہے۔

حج کی توہین

مختار مدعا علیہ نے اس کے جواب میں چند وجوہ بیان کی ہیں جن کے جوابات پیش کر کے علیحدہ علیحدہ جواب دینے کی ضرورت نہیں ان سب وجوہ کا مجملاً جواب یہ ہے کہ حج مصطلحات شرعیہ میں سے ایک لفظ ہے جس کے معنی بشرائط مخصوصہ ایام مخصوصہ میں ارکان مخصوصہ کو امکنہ مخصوصہ میں ادا کرنا ہے مصطلحات شرعیہ چونکہ اپنے معنوں میں حقیقت ہو کر رہتے ہیں۔ پس سالانہ جلسہ قادیان کو حج کہنا گویا ایک مصطلح شرعی لفظ کو اس کے معنی میں استعمال کرنا ہے جس میں مصطلح معنی کی توہین ہے۔ خصوصاً جب کہ قادیان کی زمین ارض حرم قرار دی گئی ہو اور مسجد مبارک کو مسجد الحرام کی طرح من دخلہ کان آمنا کا مصداق ٹھہرایا گیا ہو اور سالانہ جلسہ کو حج بلکہ نفلی حج کہا گیا ہو تو اب حج کی توہین میں کیا کسر باقی رہی۔

کسی کا نام محمد یا احمد یا اسمٰعیل رکھنا ان میں توہین کا شائبہ تک نہیں کیونکہ اعلام میں وضع جدید ہوتی ہے جیسا کہ علوم عربیہ میں مقرر ہے۔

(مقبرہ بہشتی)

مختار مدعا علیہ نے مقبرہ بہشتی کی ایجاد کے جواز میں حسب ذیل مغالطے دیے ہیں اول یہ کہ مرزا صاحب نے وحی الہی بیچ بہا کر اس جگہ وہی دفن ہو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں بہشتی ہوگا دوم حضرت مجدد صاحب کا قول کہ جو شخص میرے روضہ کی ایک مشت خاک اپنا قبر میں ڈالے اس کے نجات کے واسطے امید عظیم ہے۔

(مقامات امام ربانی)

سوم مجدد صاحب کے ایک گورستان میں جانے کی وجہ سے عذاب موقوف ہوگیا۔

(مقامات امام ربانی)

الجواب

مغالطہ اول مختار مدعا علیہ کا موجب تعجب ہے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو اس گورستان میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔ گویا اس گورستان میں داخل ہونا بہشتی بننے کا کفیل ہے اور مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلاف منشا یہ بیان کرتا ہے۔ جو بہشتی ہوگا اس گورستان میں دفن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے مقبرہ بہشتی کا داخلہ جیسے کیسے کے اصول پر رکھا ہے کہ اس گورستان میں وہی دفن کیا جائے۔ جو اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ سلسلہ کی ملکیت میں منتقل کر دے۔ اور پھر ضابطہ اس کے اور بھی شرائط ہیں مگر اپنی اولاد مستثنیٰ ہے۔

اور پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب خود اور ان کا خاندان اس ٹکٹ واخلہ کی فیس سے مستثنیٰ ہے آج قادیان کے کاروبار کا اکثر دار و مدار اسی قبرستان کی آمدنی پر چل رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے روضہ اور منبر کے درمیانی حصہ کو بہشت فرمایا تھا۔ مرزا صاحب نے تمام گورستان کو بہشت قرار دے کر مقبرہ نبوی کی سخت توہین کی اس کے احترام خصوصی کے مقابل اس سے کئی حصہ بڑا اور مکروا دین نے کر اس کے ہمسر بنایا۔

مغالطہ دوم یہ کہ مقامات امام ربانی کا حوالہ اس انداز میں نقل کیا گویا مقامات امام ربانی مجدد صاحب کی تصنیف ہے حالانکہ کسی اور شخص کی تصنیف ہے۔ جو ارباب علم کے نزدیک معتبر نہیں اور خوش اعتقادی کا مجموعہ ہے۔ دوسرے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں میں بڑا کچھ زیادہ فرق ہے۔ مغالطہ سوم کو اصل جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تخفیف اور رفع عذاب کا ذکر ہے کسی قبرستان کے بہشتی ہونے کا کوئی ذکر نہیں نیز یہ حوالہ بھی مقامات امام ربانی کا ہے۔ جس کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اس توہین کا بھی کوئی معقول جواب نہ ہو سکا صرف تاویلات پر اکتفا کی گئی۔ مفصل اثبات توہین کے لیے ملاحظہ ہو بحث ابتدائی مختار مدعیہ۔

کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے

تعجب ہے کہ بلاوجہ اس میں اس قدر طول طویل بحث شروع کر دی جب کہ گواہان مدعا علیہ اور خود مرزا صاحب کو احد المکفرین کا کافر ہونا مسلم ہے۔

ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ص۔ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء "جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ مگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر عود کرتا ہے!!"

"نیز گواہ ص۔ ۲۱ مارچ ۱۹۳۳ء جس میں تکفیر سے عود کفر کا حدیث کی تائید سے اقرار کیا ہے۔"

نیز ملاحظہ ہو قول مرزا صاحب۔

اور یہ تو متفقہ مسئلہ ہے بخاری و مسلم میں مصرح حدیث میں موجود ہے کہ من قال لاخیہ یا کافر الحدیث وغیرہ کہ دوسرے کو کافر کہنے والا اگر وہ کافر نہیں تو یہ ضرور کافر ہو جاتا ہے اب ایک صورت تھی کہ اس کا جواب دیا جاتا کہ مرزا صاحب نے یا خلیفہ صاحب نے یہ نہیں لکھا۔ یا کوئی معقول توجیہ کرتے مگر بلاوجہ طویل بحث چھیڑی لہٰذا مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کی مندرجہ ذیل عبارات کے بعد اس میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ تمام مسلمان روئے زمین اولیاء علماء صلحاء سلاطین اسلام سب بیک قلم انکے نزدیک کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہیں بلکے کافر شیطان اور جہنمی ہیں۔

کفر کا فتویٰ

بہرحال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۹)

"کفر دو قسم پر ہے .... ہاں۔ اس پر کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۹)

اس عبارت کا مفہوم صاف ہے کہ مرزا صاحب کے منکر اسی قسم کے کافر ہیں۔ جس قسم کے کافر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے منکر ہیں۔ کیونکہ بحوالہ بالا دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔

(مرزا صاحب کا منکر شیطان ہے)

"میرے لئے بے شمار نشانات ظاہر و بیان کرتے گئے ہیں لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

ملاحظہ فرمائیں کہ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب کے نشانات یا ان کے مجدد و مسیح وغیرہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے اور نہیں مانتے وہ سب شیطان ہیں۔

(مرزا صاحب کی بیعت میں نہ داخل ہونیوالا جہنمی ہے)

(۱) "مجھے خدا کا الہام ہوا ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنیوالا جہنمی ہے۔

(۲) یہ ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور اور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔

(انجام آتھم صفحہ ۶۲)

اس میں تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو صرف اپنے نہ ماننے کی وجہ سے جہنمی قرار دے دیا۔

(خلیفہ محمود صاحب کا تمام مسلمانوں کے کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوےٰ)

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(جو بھی مرزا صاحب کو نہیں مانتا اور بیعت میں نہیں وہ پکا کافر ہے)

"جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔"

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۹)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ تمام روئے زمین کے چالیس کروڑ مسلمان اولیاء، صوفیاء، علماء و سلاطین اسلام و نوابان سب بلا تامل

پکے کافر ہیں۔ اور گ مدعا علیہ ۳ نے ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں کہدیا کہ چاہیے وہ کروڑوں کیا سکھوں ہوں۔ اب اس کے بعد جس قدر بھی تاویلات مختار مدعا علیہ نے کی ہیں وہ سب اصولاً بالکل غیر متعلق اور طیعر او ہوگئیں۔ مرزا صاحب اور خلیفہ دوم صاحب کی تصریحات نے ان کا خاتمہ کر دیا پس تمام دنیا کو کافر کہہ کر خود بتسلیم مرزا صاحب دکواہان مدعا علیہ کافر اور مرتد ہوئے جس کے بعد فسخ نکاح تو مسلم مسئلہ ہے۔

مختار مدعا علیہ کی تاویلات کا خلاصہ

(۱) اگر تکفیر وجہ ارتداد اور فسخ نکاح ہو سکتی ہے تو تمام فرقہ ہائے اسلام ایک دوسرے کی تکفیر کرکے مرتد ہو جائیں گے۔ الخ

(۲) منہاج السنہ ج ۳ صفحہ ۱۶ پر ہے کہ خوارج حضرت علی کو بالاتفاق کافر کہتے تھے مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علی نے تکفیر کی وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہو۔

(۳) گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۱ اگست کو تسلیم کیا کہ جن ائمہ نے اس حدیث کی بنا پر کسی کو کافر کہا ان کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(۴) گواہ مدعیہ ۳ کا اقرار ہے کہ ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں کہتے نہ کافر سمجھتے ہیں۔

(۵) اول تو بحث نہیں کہ احمدی مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور تسلیم بھی کر لیں تو محض تکفیر وجہ کفر و ارتداد نہیں بن سکتی۔

(۶) آئینہ صداقت کی تاویلات مختلف عبارات سے۔

(۷) میراد شمن جہنمی ہے اس پر حوالہ منصب امامت صفحہ ۹۳ و ۹۴۔

(۸) مختار مدعیہ کا اس کو اس پر محمول کرنا کہ یہ وہ ہیں جو لوگ دعوئ اسلام کا کرتے ہیں اور ان کا ایمان و اسلام ظاہر اور کفر پوشیدہ اور دعوئ کی تصدیق اسلامی شعائر سے کرتے ہیں شریعت سے دست بردار نہیں درست نہیں عبارت منصب امامت صفحہ ۹۴۔

(۹) پس جب ان لوگوں سے بقول حضرت مولانا شہید معاملات جائز ہیں تو احمدی مردوں سے جو مسلمان ہوں گے مدعی اور شریعت اسلامیہ سے دست بردار نہیں اور اپنے دعوے کی تصدیق اسلامی شعائر بجالا کر کرتے ہیں ان سے نکاح وغیرہ حرام کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

الجواب

(۱) جو فرقہ اسلام کے ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اس کی بنا کوئی اصول کا اختلاف نہیں بلکہ محض غلط فہمی ہے

مثلاً علماء بریلی اور علماء دیوبند کا متفقہ اصول ہے کہ ادنیٰ سی توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفر ہے پھر بریلی کے علماء کو ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی اور اسی اصول پر کفر لگا دیا علماء دیوبند کو اطلاع ہوئی انہوں نے انکار اور معانی پیش کر دی بس صرف غلط فہمی ہے ورنہ تکفیر کوئی بھی نہیں برابر ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھتے شادی بیاہ کے تعلقات قائم جنازوں کی شرکت موجود کسی مسجد پر کبھی آج تک کوئی بھی مقدمہ نہ ہوا بخلاف مرزا صاحب کے متبعین سے کتنے مقدمات ہوئے شاہ جہان پور کی مسجد کا مقدمہ۔ تو لاجرنل الہ آباد میں چھپ کر نظیر بن چکا ہے۔

پس تکفیر کرنے والا بوجہ غلط فہمی معذور ہے کافر نہیں اور جس کی تکفیر کی وہ بوجہ خلاف واقعہ ہونے اور اس سے ملوث ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے کسی کا کفر لازم نہ آیا ــــــ صرف مغالطہ و غلط فہمی رہی۔

بخلاف مرزا صاحب کے متبعین کے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے اُن کے نزدیک بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ماننا جزو ایمان ہمارے نزدیک کفر خالص۔

ان کے نزدیک مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا ایمان ہمارے نزدیک کفر۔ پس وہ ہمیں کافر کسی غلط فہمی پر نہیں کہتے بلکہ اصولی اختلاف مرزا صاحب کے ماننے اور بیعت میں نہ شامل ہونے سے کافر خارج از اسلام و پکا کافر سمجھتے ہیں پس اگر ہم چالیس کروڑ مسلمانوں کے کفر کا فیصلہ ہو جائے تو ضرور مرزا صاحب کے متبعین تو بلا کسی غلط فہمی کے اصولاً انہیں باوجود مسلمان ہونے کے دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر کہنے والے یقیناً اور قطعاً کافر و مرتد ہوں گے جن کا نکاح مسلمہ طور پر فسخ ہونا چاہیئے۔

(۲) منہاج السنۃ کے حوالہ میں صرف یہ ہے کہ نہیں ثابت نہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے انہیں مرتد قرار دیا ہے یہ بزرگ حنفی بھی نہیں بلکہ حنبلی ہیں ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ملے ۱۲ مارچ ۱۹۳۴ء اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے کہ ان سے اسلامی تعلقات قائم رہے مگر مسلم شریف ج ۱ باب بیان الخوارج صفحہ ۳۴۲ میں صریح حدیث موجود ہے کہ انہیں مرتد قرار دے کر اور سخت ترین دشمن اسلام سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا ہے لہٰذا یہ حوالہ کچھ بھی مختار مدعا علیہ کو مفید نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں ان سے جہاد ثابت ہے کیا مسلمانوں سے بھی جہاد ہوتا ہے؟۔

(۳) گواہ مدعیہ ملے نے " مولوی احمد رضا خان صاحب کو کافر نہیں سمجھتے " ضرور کہا اسی کے ساتھ مندرجہ ذیل گذارش بھی اسی تاریخ کی جرح اور سوالات مکرر کے ملاحظہ ہوں۔

"اگر کسی کی عبارت سے ضروریات دین کا انکار سمجھا جائے تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا"

" جن لوگوں نے ضروریات دین سے انکار سمجھ کر کافر ٹھہرایا وہ مسلمان رہیں گے گو یہ فی نفسہ

غلط ہو؟"

"لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن بلکہ اکثر واقع ہے؟"

"احمد رضا خان صاحب کے اقوال کو کفر نہیں کہتے ممکن ہے ان کا فتویٰ اس بنا پر ہو کہ دیوبند والوں نے کسی ضروریات دین کا انکار کیا جائے نزدیک ان کا فرض تھا بلکہ ہر ایک کا فرض ہے کہ ضروریات دین کے منکر کو کافر کہے گو وہ تحقیق فی الواقع صحیح نہیں۔

"تکفیر دیوبند والوں کی غلط فہمی اور مسلمہ اصول پر ہے۔ جسے وہ بھی کفر کہتے ہیں اور یہ بات ظاہر کرتے ہیں" اسی طرح حدیث من ترک الصلاۃ کے ظاہری مفہوم سے کسی کو کافر کہنے کا حکم لیں یہ مت کہ دونوں کا جواب ہو گیا۔ سوالات مکرر)

(۳) تکفیر مسلمین بھی منجملہ وجوہ کفر کی ایک وجہ کفر ہے جیسا کہ اوپر تمہید میں مسلمات سے پیش کر چکا ہوں بلکہ اسے منجملہ وجوہ پنجگانہ کفریہ کے وجہ پنجم قرار دیا ہے۔ اب تو مختار مدعا علیہ کو بھی مسلم ہونا چاہیئے۔

(۴) آئینہ صداقت کی عبارت میں تاویلات ناممکن ہیں عدالت میری پیش کردہ عبارات اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائے کہیں بھی کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں یہ صرف مغالطہ ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا۔

(۵) اوپر بھی اس سے قبل یہ منصب امامت صفحہ ۳۲ و ۴۶ کا حوالہ حل ہو چکا ہے۔ وہاں کہیں بھی امام وقت کے نہ ماننے پر تکفیر اور کافر خارج از اسلام پکا کافر شیطون جہنمی نہیں قرار دیا۔ عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ نیز مولانا شہید رحمہ کا حوالہ بھی جو ڈیشل اصول پر غیر مسلم ہے۔

(۶) مولانا شہید رحمہ نے جن لوگوں سے تعلقات جائز لکھے ہیں ان کا کفر پوشیدہ اور اسلام ظاہر تھا اور یہاں کفر اظہر من الشمس ہے۔ نیز وہ مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہاں اعلان ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ہیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر لڑکی نہ دیں جائے۔ بچہ تک کی نماز جنازہ حرام سمجھیں پھر تمام ضروریات دین کا کھلا ہوا انکار اور کوئی کفر یہ نہیں جسے نہ کرتے ہوں پھر یہ اُن پہ کیونکر قیاس کئے جا سکتے ہیں۔ حضرت مولانا نے تو انہیں منافقین کی طرح قرار دیا ہے۔ اصل بحث میں منصب امامت کی یہ تمام عبارات مع اظہار خیالات پیش کر چکا ہوں اعادہ نہیں کرتا۔

کیا غیر احمدی یعنی مسلمان اہل کتاب نہیں

یہاں اہل کتاب کا لفظ لغوی معنی کی حیثیت سے زیر بحث نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے۔ کہ باوجود اس امت میں نہ ہونے یا کافر ہونے کے نکاح کن اہل کتاب سے جائز ہے۔ اور قرآن پاک نے لفظ اہل کتاب کن لوگوں کے واسطے

استعمال کیا ہے اس لحاظ سے مسلمان ہرگز اہل کتاب نہیں بلکہ پہلی امتوں کے لوگ اہل کتاب کہلاتے ہیں ملاحظہ ہو۔ جرح گواہ ۲ مدعا علیہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء بجواب سوال اہل کتاب کسے کہتے ہیں۔

" قرآن سے پہلے جن قوموں کو کتاب کی صورت میں ہدایت دی گئی اور وہ اسی کتاب کو مانتے ہیں وہ خدا کی طرف سے اتری ہیں وہ اہل کتاب ہیں " اس میں خصوصیت سے لفظ قرآن سے پہلے کا قابل غور ہے۔ پس مسلمان کسی طرح اہل کتاب کی تعریف میں نہیں آسکتے۔

نیز گواہ مدعا علیہ ۲ قرآن میں اہل کتاب کا لفظ یہود و نصاریٰ پر استعمال ہوا ہے نہ مسلمانوں پر جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۶ مارچ ۱۹۴۳ء پس مسلمان ان کے نزدیک بھی وہ اہل کتاب نہیں کہ جن کی لڑکیوں سے نکاح جائز ہو جائے بلکہ کافر ہے اور کافر کی لڑکی سے نکاح جائز ہی نہیں پس اس وجہ سے بھی ان کے مسلمات سے نکاح فسخ ہونا چاہیئے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) قرآن بھی تو کتاب ہے اور غیر محرف ہے۔ پس جب محرف کتاب والے اہل کتاب ہوئے تو مسلمان اہل کتاب کیوں نہ ہوں۔

(۲) پس مسلمان کی لڑکیاں ہم اہل کتاب سمجھ کر لیتے ہیں لہٰذا مدعی کا دعویٰ خارج ہونا چاہیئے۔

الجواب

(۱) مسلمان کافر و مرتد ہونے کے بعد اہل کتاب نہیں رہتا جب کہ مسلمان اس کے نزدیک ایسا کافر ہے کہ اس کو لڑکی دینا یوں ہے جیسے ہندو کافر کو ملاحظہ ہو ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶ – تو اسے صرف اپنی مطلب براری اور ان کی لڑکیاں لینے کے واسطے اہل کتاب کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ جب تک اُن پر سے فتویٰ کفر واپس لینے کا اعلان نہ کریں ان کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

(۲) کا جواب بھی ضرور نہیں اوّل تو یہ اٹکل اور قیاس محض ہے۔ دوسرے گواہ ۲ مدعا علیہ کا قول جرح ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء اس کی صاف تردید کر رہا ہے لہٰذا یہ لڑکی کسی طرح ان کے نکاح میں نہیں رہ سکتی وہ ان کے نزدیک کافر ہے۔ تو بھی یہ اس کے نزدیک کافر ہیں تو بھی کیونکہ مسلمان اور کافر میں سلسلہ ازدواج ناممکن ہے۔ لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن الآیۃ

(کیا مدینہ مشترک ہے)

اس کا تعلق حیات مسیح سے تھا اور اس کے خارج کرنے پر عدالتی نوٹ موجود ہے لہٰذا اس پر کچھ عرض نہیں کرتا۔

(علاوہ اختلاف عقائد کے بھی نکاح فسخ ہونا چاہیئے)

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل مسلم کش احکام مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے پیش کئے گئے تھے۔

(۱)

تمام اہل اسلام کافر خارج از دائرہ اسلام ہیں

(۱) "سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔"

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

(۲) "جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راستباز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں دوپکے کافر ہیں۔"

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

(۳) "لکھنؤ میں ایک آدمی سے ہم ملے جو بڑا عالم ہے اس نے کہا کہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسے وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں۔ میں سے شیخ یعقوب علی صاحب باتیں کر رہے تھے میں نے ان لوگوں کو کہا کہ آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔"

(انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۲)

دینی معاملات میں کوئی بھی اتحاد نہیں

دنیا کے معاملات میں ہم دوسروں کے ساتھ ایک ہیں لیکن دین کے معاملہ میں فرق ہے اس میں ایک نہیں ہو سکتے اور سمجھدار آدمی اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ (انوار خلافت صفحہ ۹۲)

(۳)

(آپس میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی)

"احمدیوں اور غیر احمدیوں میں اصولی اختلاف ہے" (نہج المصلی صفحہ ۴۷۲)

جرح گواہ مدعا علیہ یکم مارچ ۱۹۳۲ء "احمدی اور غیر احمدی میں اصولی اختلاف بھی ہے اور فروعی بھی"

جرح گواہ مدعا علیہ نمبر ۲۰ مارچ و ۱۰ یکم مارچ ۱۹۳۲ء۔

(۴)

(کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں)

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں"

(انوار خلافت صفحہ ۹۰)

"غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں جائز نہیں جائز نہیں"

(انوار خلافت صفحہ ۸۹)

(۵)

(غیر احمدی کے بچہ کا بھی جنازہ مت پڑھو)

"پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے"

(انوار خلافت صفحہ ۹۳)

(۶)

(مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں)

"غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں لڑکیاں ان کے خیالات و اعتقادات کو اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اپنے دین کو تباہ کر لیتے ہیں"۔

(برکات صفحہ ۷۳)

"حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے"

(برکات خلافت صفحہ ۷۴)

(۷)

(غیر احمدی مسلمان ہندو اور عیسائی کی طرح کافر ہیں اس لیے انہیں لڑکی نہ دو)

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کہ ہندو عیسائی کو اپنی لڑکی دے ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو"

(ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

جسم رح گواہ مدعا علیہ نمبر ۱، ۱۱ر مارچ ۱۹۳۲ء

(۸)

(مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا)

"اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لیے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے"

(عرفان الٰہی صفحہ ۹۴، ۹۵)

(۹)

(مخالفین کو سولی پر لٹکانا)

"خدا تعالیٰ نے آپ کا نام عیسیٰ رکھا ہے تا کہ پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ (مرزا غلام احمد صاحب) اس زمانہ کے یہودی لوگوں کو سولی پر لٹکائیں"

(تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹)

(۱۰)

سارے دنیا کو جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو دشمن سمجھیں گے

ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی

(مرزا صاحب کے خلیفہ کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی دشمنی)

"مرزا صاحب" بلحاظ ذہنی استعداد اور ارتقاء حضور علیہ السلام سے فضیلت رکھتے ہیں۔
(قادیانی ریویو جون ۱۹۴۳ء)

دیگر حوالجات بسلسلہ ہتک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذر چکے۔

مسلمان لڑکیاں ان کے نزدیک کتیوں سے بدتر ہیں

ہمارے دشمن جنگلوں کے سور ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔
(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰)

حوالجات مذکورہ بالا کی تصدیق و توثیق

"میرے نزدیک مرزا صاحب اور خلیفہ اول اور خلیفہ ثانی کے اقوال سند ہیں اور اس کے سوا میرے نزدیک کوئی اور شئی سند نہیں۔ گواہ نمبر ۲ عا علیہ ۔۔ نے مرزا محمود صاحب اور ان کی تصانیف پر اپنا ایمان ہونا بتایا ہے۔

اب ان مذکورہ بالا اصولی و فروعی اسلام و کفر کے اختلاف اور رسول کی دشمنی کے ہوتے ہوئے وہ لڑکی ان کے گھر کیونکر بس سکتی ہے نماز اس کے ساتھ جائز نہیں وہ مر جائے تو جنازہ بھی نہ پڑھا جائے جس جنی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے واسطے مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں انتہائی خلوص کے بعد بھی اسے دشمن سمجھنا ان کا اولین فرض اسے سولی دینا ان کا کار منصبی وہ غریب ان کے گھر کتیوں سے بدتر رہے گی وہ دشمن ہے جب تک پورے طور پر احمدی نہ ہو جائے۔ نیز اور اختلافات مذکورہ ان حالات میں دنیا کی کوئی بھی عدالت اس قسم کا نکاح باقی نہیں رکھ سکتی بلکہ فوراً اس کا فسخ کرانا ضروری ہوگا۔

مزید براں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وہ لوگ اپنی لڑکیاں ہمیں ہندوؤں کی طرح سمجھ کر صرف اس لیے نہیں دیتے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور طبع ہوتی ہیں ان کے خاندان سے فطرۃً متاثر ہو کر دین برباد کر لیں گی پھر مسلمانوں کی لڑکیاں کیوں طلب کرتے ہیں وہ غریب بھی یہی عذر مساویانہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ چونکہ کافر مرتد اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام صحابہ و ائمہ و اولیاء امت کے دشمن ہیں پس ہماری لڑکیاں بھی ویسی ہو جائیں گی لہٰذا ان سے بھی فسخ نکاح لازم ہے۔

خلاصہ تاویلات

(۱) مختار مدعیہ نے جس سادگی سے اس شبہ کا اظہار کیا ہے وہ قابل داد ہے احمدیوں کے گھر سولی گڑی ہوتی ہیں جہاں کوئی مسلمان عورت پہنچی انہوں نے سولی لٹکا دی۔

(۲) خلیفہ ثانی نے جس دشمنی کا ذکر فرمایا ہے وہ وہی ہے جو مولوی لوگوں کی طرف سے ہو رہی ہے۔

(۳) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ ایک مسلمان حسب قرآن ایک یہودی عورت سے نکاح کر سکتا ہے حالانکہ یہود مسلمانوں اور اسلام سے اشد الناس عداوت رکھتے ہیں پھر احمدی مرد سے نکاح کیوں درست نہیں۔

(۴) چونکہ اولاد بہرحال احمدی ہوگی پس اس کی نماز جنازہ کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۵) اگر اس قسم کے امور ازدواجی شادی میں مانع ہوتے ہیں تو یہودی و نصرانی سے بھی رشتہ جائز ہونا چاہیئے۔

(۶) جب کہ یہودی و نصرانی سے جائز ہے تو احمدی کی اسلامی فرقوں کی لڑکی سے کیوں جائز نہ ہوگی۔

(۷) مرزا صاحب نے عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے کو کہا ہے۔

(کشتی نوح صفحہ ۱۷)

"الجواب"

(۱) اس طرز استدلال کو عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے باقی یہ امر تو واقعاتی شہادت سے متعلق رکھتا ہے کیا مسٹر حاجی محمد حسین صاحب بٹالوی شہید کی شہادت اس کے واسطے کافی نہیں کیا وہ سینکڑوں اس قسم کے واقعات جو زمیندار اور مباہلہ کے ذیل پر تمام دنیا میں تشت از بام ہو چکے ہیں اور ایک کی بھی تردید نہ کر سکے اس تاویل کو باطل قرار نہیں دیتے عدالت اجازت بخشے تو ورنہ تفصیلاً تمام حوالے خلیفہ محمود صاحب کے اس حکم پر عملدرآمد کے پیش کر سکتا ہوں۔

(۲) ہرگز مولوی لوگوں والی دشمنی کا وہاں ذکر نہیں وہاں تو صاف صاف لفظ ہیں کہ ساری دنیا ہماری دشمن ہے جب تک ایک شخص خواہ بہت کتنی ہمدردی کرنے والا ہو پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا وہ ہمارا دشمن ہے ملاحظہ فرمائیں نہایت ہمدردی کرنے والے کو بھی دشمن قرار دے رہے ہیں جب تک پورے طور سے احمدی نہ ہو جائے اس میں تو کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں شاید یہ عبارت دیکھے بغیر مختار مدعا علیہ نے یہ تاویل گھڑی ہو ورنہ یہاں تو تمام تاویلات کا انہوں نے خود ہی سدباب کر دیا ہے۔

(۳) دشمنان اسلام یہودیوں کی لڑکی لینا مسلم ہے مگر اپنی لڑکی انہیں دینا تو حرام قطعی ہے پس اگر مرزا صاحب کے متبعین اپنی لڑکی مسلمانوں کو دینا چاہیں تو یہ سند و تاویل شاید ایک حد تک مفید ہو یہاں تو دشمنان اسلام اور

کافر و مرتد ہو کر مسلمان کی لڑکی لینا چاہتے ہیں جو بالاتفاق حرام ہے مسلم لڑکی کی مرتد کافر کی کسی اہل مذہب یہودی
و نصرانی کے نکاح میں بھی بالاتفاق نہیں جا سکتی قطعاً حرام ہے۔

(۴) اولاد کا احمدی ہونا ہی نکاح کے فسخ کو چاہتا ہے کہ مسلمہ کے بطن کا بچہ کافر ہوگا یہ وجہ بھی بذات خود فسخ نکاح کی ایک کافی ہے نیز مدعیہ کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح تو بہر حال بتسلیم مختار مدعا علیہ تجہیز و تکفین نہیں ہو سکتی پس کس طرح اس کے گھر بس سکتی ہے جہاں اس کے جنازہ سے بھی کفار والا معاملہ کیا جائے گا اور بے نماز جنازہ کافروں اور مرتدوں کی طرح وہ گڑھے میں ڈال دی جائے گی۔

(۵) یہودی و نصرانی سے رشتہ صرف اسی قدر جائز ہے کہ ہم مسلمان ان کی لڑکی لے سکتے ہیں باقی مسلمہ لڑکی اُس کے نکاح میں رہنا حرام قطعی ہے اور یہاں سوال مسلم لڑکی کا کافر کے نکاح میں باقی رہنے کا ہے نیز ابتداء سے کافر ہونے کا اور حکم ہے اور مرتد ہونے کا اور ایک مسلمہ کا شوہر اگر یہودی اور نصرانی نکاح کے بعد ہو جائے وہ نکاح بھی بالاجماع فسخ ہوگا بلکہ ایک مسلمہ منکوحہ لڑکی خدانخواستہ مرتد ہو کر عیسائی و یہودی ہو جائے اُس کا بھی نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ کو بھی جرح میں مسلم ہے اور دنیا میں روزمرہ اس قسم کے کیس فیصل ہوتے رہتے ہیں کئی نظائر تو صرف لا جرنل الہ آباد میں موجود ہیں۔ جس کے شوہر نے نا ندتنگ کیا وہ یہودی نصرانی ہو کر مرتد ہو گئی اور نکاح کے فسخ کا فیصلہ رہا۔

(۶) نہ یہودی و نصرانی سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز ہے نہ مرزا صاحب کے کسی امتی سے وہ بھی فسخ ہو جائے گا اور یہ بھی۔ بلکہ چونکہ مرزا صاحب کے امتی مرتد ہیں لہٰذا ان کی لڑکی بھی مسلمانوں کو لینا جائز نہیں کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مرتد سے رشتہ مناکحت کسی صورت پر قائم نہیں ہو سکتا نہ پہلے کا نہ بعد ارتداد باقی رہ سکتا ہے بلکہ عنداللہ بلا قضاء قاضی فسخ ہو جاتا ہے جیسا کہ بیانات گواہان مدعیہ میں بصراحت مدلل معتبر حوالوں سے گذر چکا۔

(۷) کشتی نوح میں اس کی تصریح نہیں کہ مرزا صاحب مسلمان لڑکیوں کے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ سلوک کرنا چاہیئے جن سے دشمنی یہاں تک ہے کہ وہ کتیوں سے بدتر ہیں وہاں تو اپنی جماعت کا ذکر اور اپنی جماعت کو وصیت ہے اور اپنی جماعت کی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے یہ مسلمہ لڑکی تو کافر و دائرہ اسلام سے خارج بلکہ پکی کافر و دشمن اور موت کے گھاٹ اتارنے کے لائق ہے جس کی نماز جنازہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ جس سے کسی قسم کا دینی سلوک روا نہیں رکھتے نہ رکھ سکتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(انوار خلافت صفحہ ۹۳)

نیز یہ لڑکی جب کہ اس شوہر کے نبی کو مرتد کافر دائرہ اسلام سے خارج دجال وغیرہ سمجھتی ہے اور اس کا اعلان

بلکہ مرتضی دعویٰ کی تصریح موجود ہے تو اس لڑکی کے ساتھ بھی کوئی با غیرت مرزا صاحب کا امتی کس قسم کا سلوک کر سکتا ہے ایک امتی کے بیٹی کو لیوں سمجھا جائے اور وہ اس سے مراعات کرے کیسی شکل باور نہیں کر سکتی ہیں کوئی اگر وجہ نہ بھی ہوتی تو بھی صرف یہ وجہ ہی نکاح بیں فسخ نکاح کی سند ما اخلاقاً و قانوناً ثابت تھی اور نکاح ضرور فسخ ہونا چاہیئے تھا۔

بہرحال نکاح فسخ ہونا چاہیئے

گذشتہ ہیڈنگ کے ساتھ ہی میں نے ہیڈنگ پیش کیا تھا کہ یہ تو مسلم ہے کہ مدعیہ اور اس کا فریق مرزا صاحب دوران کی امت کو کافر دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتا ہے اور ادھر مدعا علیہ مرزا صاحب اور ان کے امتی تمام مسلمانوں کو بشمول مدعیہ اور اس کے فریق کو کافر خارج از اسلام بتلاتے ہیں اس صورت میں اگر مدعیہ اپنے دعویٰ تکفیر وار تداد میں سچی ہو تو فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور اگر مدعا علیہ سچا ہے تو بھی فسخ نکاح ہوگا کیونکہ ایک مسلمان کو کافر بنانے سے یہ خود کافر و مرتد ہوگئی جو موجب فسخ نکاح بالاتفاق ہے یوں ہی اگر مدعا علیہ اپنے ادعا میں جھوٹا ہے تو وہ اسی طرح مسلم کی تکفیر کرنے سے مرتد ہو گیا پھر بھی فسخ نکاح لازم ہے کیونکہ ارتداد کا موجب فسخ نکاح ہونا مسلم ہے اسی پر دونوں کے جھوٹے اور دونوں کے سچے ہونے کا حکم خیال فرمالیں۔ بہرحال مدعیہ اپنے دعویٰ میں سچی ہو یا مدعا علیہ دونوں ہی مدعا علیہ جھوٹا ہو یا مدعیہ یا دونوں سچے ہوں یا دونوں جھوٹے بہرحال فسخ نکاح اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے۔

یہ دلیل نہایت واضح اور مقدمات مسلمہ پر مبنی تھی اس کا جواب کچھ مختار مدعا علیہ نے تذکرہ تک نہ کیا اور گویا کراتے تسلیم کر لیا۔

احمدی شریعت اسلامیہ کے پابند ہیں

میں نے یہ پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب کے متبعین ایک طرف مسلمانوں کو کافر اہل کتاب بناتے ہیں اور دوسری طرف اپنی لڑکیوں کا نکاح اگر ان کا شوہر غیر احمدی ہو جائے تو بھی جائز و باقی مانتے ہیں۔ یہ اولاً صحیح نہیں کیونکہ مسلمانوں سے ان کی لڑکی کا نکاح اسی طرح ناجائز ہے جیسے ہندو کافر سے ملاحظہ ہو (الملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶)

نیز خود مدعا علیہ نے اپنی ہمشیرہ کا دوسرا نکاح اس کے شوہر کے مسلمان ہونے کی وجہ سے بلا طلاق اپنی جماعت کے ایک ممبر سے کر دیا جو مشہور ہے نیز اس کا ضمنی تذکرہ جرح گواہان مدعا علیہ متعلقہ تنقیح جدید میں آچکا ہے اور اگر یہ

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کا مطلب یہ نہیں کہ ہر چیز میں ہم اس کے پابند ہیں بہت چیزوں میں اختلاف ہے۔

الجواب

(۱) اولاً یہ صحیح نہیں اس کے متعلق بھی اقوال جرح میں موجود ہیں جیسا کہ مستغیث گواہان کے سلسلہ میں عرض کیا تھا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جب ان کی لڑکی جماعت نکاح میں جو کہ ہم ہندوؤں کی طرح اہل کتاب نہیں تو ہماری لڑکی ان کے نکاح میں جب کہ وہ مرتد اور تمام کافروں سے بدتر ہیں کیونکر رہ سکے گی۔ اس میں متقاعدہ کوئی نہیں یہ میرے اعتراض کی پہلی شق ہے۔

(۲) باوجود نکاح ناجائز و باطل ہونے کے فسخ نہ ہونا بھی تو شریعت جدیدہ کا ادعا ہے جس کا خود اعتراف ہے۔ شریعت کا تو حکم یہ ہے کہ جو نکاح ناجائز حرام باطل ہے وہ فسخ ہے بلکہ وہ ہوا ہی نہیں۔ اور یہ لوگ ہے باقی کہتے ہیں۔ لہٰذا شریعت میں نئے حکم کا اضافہ ہوا تو بالاتفاق کفر ہے اور یہ ایک مستقل وجہ کفر بااقرار خود ہمارا مدعا علیہ ثابت ہو گئی۔

(۳) یہ کہنا کہ جہاں اسلامی شریعت ہو وہاں اس کے مطابق اور جہاں نہ ہو وہاں رائج الوقت قانون کے مطابق یہ بھی شریعت میں اضافہ ہے دینی معاملات اور شرعی احکام کسی دنیوی قانون سے ترمیم نہیں ہو سکتے۔ نکاح کو بھی اسلامی پرسنل لاء میں برٹش گورنمنٹ نے بھی شمار کیا ہے۔ اور وراثت طلاق و نکاح و وقف وغیرہ برٹش قانون سے مستثنیٰ اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی کی رو سے برٹش حدود میں ہونے کا معاہدہ و اعلان ہے۔ اور محمڈن لاء میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

پس نکاح کے معاملہ میں کسی اور قانون کے تحت فیصلہ چاہنا یقیناً دین میں اضافہ اور ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکافرون کا مصداق اور کفر ہے۔

(۴) اسلامی ریاست کا اگر قانون مسلم ہے۔ تو اسلامی سلطنتوں اور ریاستوں میں مرزا صاحب کے متبعین کا ارتداد بحکم اور ان کے فسخ نکاح کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی حکم ارتداد اور فسخ نکاح ہونا چاہیئے اور ملاحظہ ہو فیصلہ میراں اللہ خان و ریاست پٹیالہ وغیرہ۔

(۵) ان جمع ترا و قرض مثالوں سے کام نہیں چلتا۔ فقہ حنفی کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں جس کے حوالے بیان گواہان مدعیہ اور جرح گواہان مدعا علیہ میں متعدد پیش ہو چکے ہیں۔

(۶) گواہان مدعیہ نے کسی مسلمان فرقہ یا شخص کو سوائے مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مریدین کے کافر نہیں بتایا۔ اور ان کے کفر کا کوئی فتویٰ دیا اس کے متعلق گواہ مدعیہ ۱ و ۲ و ۳ کا اقرار جرح میں صاف صاف موجود ہے۔ نیز اپنے کافر کہنے والوں کی تکفیر بھی غلط فہمی پر مبنی کر کے انہیں بھی مسلمان اور معذور بتایا ہے۔ ملاحظہ

رجوع برگواہ مدعیہ نمبر ا و ۲ -

ایسی تصریح کے بعد مختار مدعا علیہ کا مغالطہ عدالت خود ملاحظہ فرمائے -

اس سلسلہ میں کوکب یمانی اور فتاوی رشیدیہ حصہ دوم کے غیر مسلّم اور بالکل جدید دو تین حوالے بھی پیش کرکے مغالطہ کی سعی کی ہے مگر عدالت ان رسائل کو خود ملاحظہ فرما سکتی ہے کہ محض مغالطے کے سوا وہاں کچھ نہیں -

کوکب یمانی حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ العالی کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی احمد رضا خان صاحب کو مخاطب کرکے لکھا ہے کہ جو یہ فرماتے ہیں کہ جو حضرت مولانا شہیدؒ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس کا نکاح فسخ اور اولاد غیر ثابت النسب اس سے تو بڑی خرابی لازم آئے گی - کیونکہ آپ ہی اپنی کتاب تمہید ایمان اور کوکب الشہابیہ میں انہیں مسلمان مانتے ہیں - پھر اس مغالطے سے آپ کے مسلمات کی بنا پر آپ کے نزدیک آپ اور آپ کے متبعین کا اور ان کے نکاح و اولاد کا کیا حکم ہوگا - انہوں نے دوسرے رسالہ میں اس کی صفائی پیش کر دی اور بنا غلط فہمی رفع ہوگئی کبھی کسی عالم دیوبند نے کسی عالم بریلوی کو کافر نہیں کہا نہ اُن کے کفر کا فتویٰ دیا غرض کوکب یمانی میں اُن کے کفر کا فتویٰ نہیں بلکہ اُن کے مسلمات پر اُن سے استفسار ہے - ملاحظہ ہوں کوٹیشن مندرجہ ذیل -

"خان صاحب ہی کے فتوے سے ثابت کیا گیا ہے .... تو لازم آتا ہے" (ٹائٹل پیج

"اور خوبی یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں خان صاحب ہی کے فتوے کا حاصل ہے" (ٹائٹل پیج کوکب یمانی)

"خان صاحب کے لیے فتوے کے بعد" صفحہ ۴ -

"خان صاحب اور ان کے معتقدین پر تو ان کے قول کے موافق" صفحہ ۵ - حاصل

"مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے ہی قول کے موافق" صفحہ ۹ -

"اب اپنے ہی فرمان کے مطابق کافر ہوئے" صفحہ ۱۰ -

"تو اپنے ہی فتوے کے مطابق کافر ہوگئے" صفحہ ۱۳ -

"ہم نے تکفیر نہیں کی اور نہ ہمارا کام تکفیر اہل قبلہ ہے" صفحہ ۲۲ -

جواب بیان ہوا ان امور کو تو فرمائیں کہ لازم آتے ہیں یا نہیں .... اگر لازم نہیں تو خان صاحب بیان فرمائیں ہم اقرار کرلیں گے کہ خان صاحب سچے" صفحہ ۲۲ -

چنانچہ جب خان صاحب نے صفائی پیش کر دی غلط فہمی ختم ہوگئی جس کا اقرار جرح میں موجود ہے کہ ہم کافر نہیں کہتے بلکہ صرف غلط فہمی طرفین سے تھی -

اب تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی بہتان باندھے اور مغالطہ دے تو اس کا کیا علاج -

مولف مذکورہ کے دوسرے رسائل سے بھی اس کے متعلق اطمینان کیا جا سکتا ہے کہیں بھی علماء بریلی کی تکفیر کا

فتویٰ نہ ملے گا۔ باوجودیکہ سینکڑوں اختلافی رسائل لکھے۔

فتاویٰ رشیدیہ وہاں تو صرف یہ ہے کہ جن کے نزدیک رافضی کافر ہے یا ضروریات دین یا قرآن کا منکر یا تکفیر صحابہ کرنے والا ہے اُس کے نزدیک سنی کا نکاح اُس سے ناجائز ہوگا۔ وہاں کوئی فتویٰ اپنا نہیں دے رہے۔

فتویٰ کے متعلق دوسرے ان کے خود تصنیف کردہ رسائل اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں جہاں پوری تفصیل موجود ہے غرض اس سے بھی مدعا ثابت نہ ہوا۔

ازالۃ العارض تو ختم نبوت کے منکر پر کفر کا فتویٰ صفحہ ۵ پر درج ہے اُس سے کیا استدلال ہو سکتا ہے وہ تو ہمارا مؤید ہے۔

یہ کہنا محض غلط بیانی ہے کہ مقلدین کے نزدیک اور غیر مقلدین کے نزدیک مقلدین کا نکاح باطل اور زنا محض ہے ایک بھی تمام دنیا میں اس کے متعلق فتویٰ نہیں۔ وہاں تو صرف تقلید یا رفع یدین یا آمین بالجہر وغیرہ کا اختلاف ہے کفر و اسلام فسخ نکاح کا اختلاف ہی نہیں۔ نہ اُس کا کوئی فتویٰ نہ مقدمہ۔

اُس کے بعد اس اونچے طرز خطاب کو عدالت خود ملاحظہ فرمالے " اور آج کل کے مسلمانوں کا گذارہ اُن کے نزدیک زنا پر ہی چل رہا ہے "

آپس کی تکفیر اور اُس کی غلط فہمی اور کس کے کافر نہ ہونے کی مکمل تشریح ہیڈنگ "کیا تکفیر وجہ ارتداد و فسخ نکاح ہو سکتی ہے" کے تحت میں کر چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس میں نمبر (۷) کا بھی جواب آگیا۔

(۸) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ "اگر ریاست مولویوں کی اس خاص شریعت کو جس کے بعض فتاووں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے جاری کرنا چاہتی ہے تو اُس کے اختیار میں ہے۔ لیکن کسی مقدمہ پر اس قانون خاص کے جاری کرنے سے پہلے شرعاً عقلاً قانوناً یہ ضروری ہے کہ وہ اس قانون کو اپنی ریاست میں شائع کرے" محض لغو ہے۔

ریاستی قانون سے نہ ہم واقف نہ ہمیں تبصرہ کا حق۔ مختار مدعا علیہ جو چاہے اُس پر نکتہ چینی کرے ہمیں تو صرف یہ گزارش کرنا ہے۔ کہ نہ اب یہاں فتووں پر دار ومدار نہ کسی مولوی کی شریعت پر اب تو قرآن و حدیث و فقہ حنفی سے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیش کی گئی ہے۔ اور اسلامی عدالت شریعت محمدیہ کی پابند ہے۔ خصوصاً نکاح و طلاق وغیرہ میں سوائے شریعت محمدیہ اور فقہ حنفی کے ریاست میں بھی کسی اور قانون کا مسلمانوں کے معاملہ میں عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ برٹش حدود میں بھی یہ مسلم ہے اس غلط پروپیگنڈا کی تردید میں گذارش ہے کہ:۔

جب مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی تصریحات ہیں کہ جو مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے اور ان کی بیعت میں داخل نہیں خواہ ان کا نام بھی نہ سنا ہو خواہ عمر بھر مدح سرائی کی ہو کافر و دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر شیطان اور جہنمی اور حرامی اور سؤر ہے۔

تو اگر اس جماعت کو مسلمان مان لیا جائے اور اُن کے اسلام کا کسی اسلامی ریاست میں فیصلہ کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام چالیس کروڑ مسلمان عرب وعجم صوفیاء و علماء و سجادہ نشین و معاریم سلاطین و نوابان و حکام سب کے سب کا فر خارج از اسلام یعنی وغیرہ ہونے کا فیصلہ کر دیا گیا ۔ جو کسی طرح مناسب نہیں ۔

(۹) فقہ حنفی کی پابندی کے اقرار کی توجیہہ محض فضول ہے ۔ کیونکہ جب گواہ نمبر ۲ نے ۲۱ مارچ ۳۳ء کو یہ تسلیم کر لیا کہ "جہاں قرآن وحدیث میں مسئلہ مصرح نہ ہو وہاں فقہ حنفی پر عمل کریں گے" اور اسی تاریخ یہ بھی تسلیم کر چکا کہ "مسئلہ فسخ نکاح قرآن وحدیث کا مصرح نہیں" اور یہ بھی تسلیم ہے ۔ کہ فقہ حنفی کا متفقہ مسئلہ مرتد کے فسخ نکاح کا ہے تو اب اس تسلیم کے بعد تاویل اور اس سے گریز نا ممکن ہے ۔ اور اس پر کسی مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں ۔

اصولی اختلاف

اس اصولی اختلاف کا حوالہ نبیح المصلی صفحہ ۲۷ سے اور اصولی وفروعی دونوں قسم کے اختلاف ہونے کی تصریح گواہ مدعا علیہ ۳ کی جرح ۲ / مارچ ۳۳ء سے پیش کر چکا ہوں ۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل تاویلات کر ۔

(۱) مدعا علیہ نے اپنے بیان میں یہ بتایا ہے ۔ کہ مسلمان ہوں ۔ اور کوئی عقیدہ اسلام کے خلاف نہیں ۔

(۲) اصولی اختلاف سے خلیفہ اول کی یہ مراد نہیں ۔ کہ نماز و روزہ وغیرہ میں اختلاف ہے ۔

(۳) گواہ مدعا علیہ نے کہا تھا ۔ کہ ایک لحاظ سے فروعی اختلاف بھی ہو سکتا ہے ۔

الجواب

(۱) یہ دعوی مدعا علیہ جب صحیح ہوتا ۔ کہ اس کا ایمان مرزا صاحب اور اس کے خلفاء پر نہ ہوتا ۔ مگر اُن پر ایمان لاتے اور اس پر قائم رہنے کی حالت میں وہ اُس کا پابند ہے اور یہ زبانی اقرار محض مغالطہ اور الفاظ بے معنی ہیں جیسا کہ مفصل شہادت و بحث میں گزر چکا ۔

(۲) ہم کب کہتے ہیں ۔ کہ اس کی مراد نماز و روزہ کا اختلاف ہے ۔ بلکہ اصل اصول دین توحید و رسالت و اسلام و کفر کا اختلاف ہم بھی مانتے ہیں ۔ اُن کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا ایمان نہ لانا کفر ۔ ہمارے نزدیک نہ ماننا ایمان اور مرزا صاحب کا ماننا خالص کفر ہے ۔ نہ معلوم یہ غلطی فہمی مختار مدعا علیہ کو کہاں سے لگی ۔

(۳) یہ تو گواہ مدعا علیہ نمبر ۱ کے الفاظ پیش کیے اور میں نے حوالہ گواہ مدعا علیہ نمبر ۲ / ۲ مارچ ۳۳ء سے دیا ہے اور اس کے بجنسہ الفاظ بھی اوپر پیش ہو چکے ہیں ۔ پس یہ تمام تاویلات لا طائل اور ناقابل التفات ہیں ۔

کیا مدعا علیہ اور مدعیہ کا علیحدہ علیحدہ مذہب ہے

تعجب ہے کہ مختار مدعا علیہ کو اس میں بھی تامل ہے۔ اور تاویل کی سعی کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں اصولی و فروعی اختلاف ہے۔ مدعا علیہ اپنے زعم میں مسلمان اور مدعیہ اس کے نزدیک پکے کا فر و خارج از اسلام ہیں۔ نہ نماز اس کی جائز نہ مناکحت بخلاف مدعیہ کے کہ اس کا مذہب اسی طرح مدعا علیہ کو کافر و مرتد قرار دیتا ہے۔ نیز مدعیہ کے نزدیک مدار نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک مرزا صاحب کی تعلیم۔ مدعیہ کے نزدیک مرزا صاحب کا ماننا کفر مدعا علیہ کے نزدیک اسلام۔ اگرچہ زبان سے دونوں مدعی اسلام اور مقر پابندی قرآن و حدیث ہیں۔ مگر مدعیہ کے نزدیک وہی قرآن قابل عمل ہے۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لائے۔ اور مدعا علیہ کے نزدیک قرآن آسمان پر اٹھ گیا تھا۔ مرزا صاحب دوبارہ آسمان سے لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیح کسی اور کی وحی والہام سے مدعیہ کے نزدیک رد نہیں ہو سکتی۔ مگر مدعا علیہ کے نزدیک جو احادیث (اگرچہ صحیح ہوں)
مرزا صاحب کے وحی والہام کے خلاف ہیں وہ ردی کی طرح پھینکدی جائیں گی۔ مدعا علیہ کے نزدیک قرآن پاک کا وہی مطلب صحیح اور قابل عمل و حجت ہے۔ جو مرزا صاحب کے اسلام و مذہب کے مطابق ہو یعنی جو مرزا صاحب اور اس کے دونوں خلفاء بیان کریں۔ اور بس ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۲ ۲۳ و ۱۲۱ و ۲۷/ ۲۹/ مارچ ۳۳ء۔ نیز گواہ ۲ مدعا علیہ کا جواب کہ مرزا صاحب کی وحی سب صحیح ہے۔ مگر احادیث کل صحیح نہیں۔
مگر مدعیہ کا اسلام و مذہب یہ ہے کہ قرآن پاک کا وہی مطلب قابل ایمان و عمل ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ جو صحابہ کرام اہل بیت عظام ائمہ دین اولیائے امت علمائے ربانیین و بزرگان دین سمجھے اور کسی کا سمجھنا قابل اعتقاد و عمل نہیں۔

اس کے بعد مختار مدعا علیہ کی تمام تاویلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ

(۱) گواہ مدعا علیہ ۲ کا جرح میں یہ مطلب نہ تھا۔ بلکہ صرف حدیث کے قرآن سے مطابقت کے سوال کا جواب تھا۔

(۲) بہر حال خلفاء کا فیصلہ جماعت کیلئے درست اور قابل تسلیم ہے۔ آخر ہر شخص اپنے مقتدا اور امام کے فیصلہ کا پابند ہو گا۔

(۳) علامہ محمد قاسم صاحب بانی دیوبند کا بھی یہی مذہب ہے۔ جو گواہان مدعا علیہ نے بیان کیا۔

الجواب

یہ محض تاویلات ناقابل التفات ہیں کسی جواب ہی کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مختصراً جواب ترتیب وار عرض کرتا ہوں۔

(۱) میں نے اس سلسلہ میں جرح گواہان مدعا علیہ ۲۱ر ۲۳ر ۲۷ر ۲۹ر مارچ ۱۹۳۳ء کے جوابی فقرات پیش کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ گواہ ملّا کے قول کرنے کو شرح کر رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی خاص دلیل قرار نہیں دیا گیا۔ نیز جو جواب بطور مغالطہ کلیہ کے لکھایا جاتا ہے۔ وہ سوال تک ہی محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا عام مفہوم معتبر اور مراد ہوتا ہے۔

علاوہ بریں عجب کہ حدیث وہ معتبر ہوئی جو قرآن کے مفہوم کے موافق ہو۔ اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہے جو مرزا صاحب یا اُن کے خلفاء بیان کریں تو مطلب تو پھر وہی ہو گیا۔ کہ حدیث وہی معتبر ہو گی جو مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کے بیان کے موافق ہو۔ اور قرآن میں اللہ کی بھی مراد وہی ہے۔ جو ان ہر سہ صاحبان کے بیانوں میں ہے "بہر حال تمام دین کا دارومدار یہی صحابہ ثلثہ ٹھہرے اور بس۔

(۲) بہر حال مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے خلفاء ہی کا فیصلہ درست مانتا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کے امام ہیں۔ پس مدعی کو بھی حق ہے کہ بہر حال فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے خلفاء راشدین و صحابہ و ائمہ ھدیٰ و امام ابو حنیفہ کا فیصلہ درست مانے۔ کیونکہ وہ اُس کے امام اور مقتدا ہیں۔ اس طور پر بھی دونوں کے مذہب کا فرق بکلی واضح رہا اور اتحاد کا دعویٰ باطل۔

(۳) حضرت مولانا نوتوی نے عیاذاً باللہ کسی کتاب میں بھی باشارۃً و کنایۃً وہ مذہب نہیں لکھا۔ جو گواہان مدعا علیہ بیان کرتے ہیں۔ نہ اُن کے نزدیک صحیح احادیث کسی امتی کی وحی یا الہام کے خلاف ہونے سے ردی کی طرح پھینک دینے کے لائق ہیں۔ وہ صرف حدیث پر روایۃً و درایۃً تنقید کا ذکر فرما رہے ہیں اور شیعوں کے مقابل اہل سنت کا یہ اصول پیش کر رہے ہیں۔ کہ حدیث قرآن کے خلاف اہل سنت نہیں مانتے نہ یہ کہ کسی کی وحی کے مخالف احادیث صحیحہ تک ردی کی طرح پھینکنے کو فرما رہے ہیں۔ مفصل تو ابن احادیث کے سلسلہ میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

یہ محض حضرت مولانا پر بہتان اور مختار مدعا علیہ کا صریح مغالطہ ہے۔

مرتد کے معنوں میں تاویل

اُس کے بعد پھر مرتد کے معنوں میں ترمیم کر کے مدعا علیہ کا اقرار اسلام کو پیش کر کے اُسے ارتداد سے بچانا چاہتے ہیں مگر واضح رہے کہ ضروریات دین سے انکار اور مدعی نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دعاوی والہامات کی تصدیق کے بعد جو اقرار زبان سے اقرار ہو بہر حال شرع محمدی میں وہ مرتد اور کافر ہی ہو گا۔ جیسا کہ اوپر اصل بحث اور جوابی سلسلہ پر بیانات گواہان مدعیہ میں مفصل حوالے گذر چکے ہیں۔ اور یہ مقدمہ مسل واپس ہونے کے بعد از روئے شرع شریف فیصل ہو رہا ہے۔ وہ قانونی نظائر جس میں مسلمان ہونے کے واسطے صرف زبان سے مسلمان کہنا کافی تھا گو تمام

اسلامی شعائر کا منکر اور کافروں سے بدتر کافر ہو۔ وہ قانون غیر متعلق کا مقدمہ کے اس دور میں کوئی علاقہ نہیں۔ مسل کے واپس ہونے کے بعد پہلی کوئی کارروائی سوائے عرض دعویٰ و جواب دعویٰ و تنقیح کے بحث ہے۔

مختار مدعیہ کے نزدیک فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

ان ہیڈنگ کے تحت لایعنی تاویلات سے اُس نظیر کو مختار مدعا علیہ رلانا چاہتا ہے۔ جو میں نے مدعا علیہ کے ہی جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کے صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶ سے پیش کی تھی۔ اور ایسی قسم کی تاویل گواہان مدعا علیہ نے جرح میں اُس کے پیش ہونے کے بعد کی تھی۔ باوجودیکہ اُن تاویلات کا جواب اصل ابتدائی بحث میں دے چکا ہوں۔ مگر پھر بھی وہی ایک دوسرے رنگ میں پیش کر دیں۔ لہٰذا اب دوسرے جوابی رنگ میں جواب کی عرض ہے۔

مقدمات مسلمہ یہ

(۱) مدعا علیہ نے جو پہلے احمدی نہ تھا۔ اور بعد نکاح اُس نے احمدیت اختیار کی۔

(۲) غیر احمدی سے احمدی یا احمدی سے غیر احمدی ہونا دوسرا مذہب اختیار کرنا یا مذہب بدلنا کہا جاتا ہے۔

جرح گواہ نمبر ۲ مدعا علیہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۲ء

(۳) ان دونوں مقدمات مسلم ہونے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نظیر مرزا صاحب کی کتاب چشمہ معرفت سے پیش کی تھی۔

"جب عورت مرد کو ظالم پاوے یا وہ اس کو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ نا موافقت ہو یا وہ مرد دراصل نامرد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عورت کو اس کے گھر میں آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتوں میں عورت یا اس کے کسی ولی کو چاہیئے کہ حاکم وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کر دے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بلانا ضروری ہوگا کہ کیوں نہ اس کی عورت کو اس سے علیحدہ کیا جائے۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

جس کے بعد نتیجہ ظاہر ہے کوئی بھی تاویل ممکن نہیں جب کہ مدعا علیہ نے احمدیت اختیار کرکے باقرار و تسلیم اپنے گواہ کے مذہب بدلایا اور مذہب بدلنے پر مرزا صاحب بھی اُس کی منکوحہ کو حاکم مجاز کے پاس درخواست فسخ نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور حاکم مجاز کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اس پر لازم ہے نکاح فسخ کر دے۔

لہٰذا مقدمہ مرزا صاحب کے مسلک پر بھی تک مدعیہ ہونا چاہیے اور نکاح فسخ خلاصہ تاویلات ھذا۔

(۱) مدعا علیہ نے ان مضمون میں مذہب تبدیل نہیں کیا بلکہ یہ معنی تو منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ غلط اخذ کرنے سے پیدا ہوگئے اس کی ۹ فروری ۱۹۲۶ء کی درخواست ملاحظہ ہو۔

(۲) مذہب کا لفظ اسلامی فرقوں اور دین دونوں کے معنی میں آتا ہے چند اشکر۔

(۳) مدعا علیہ چونکہ اسلام پر قائم ہے اس لیے مقدمہ خارج ہونا چاہیے۔

(۴) گواہ نے مذہب بدلنا دین بدلنے کے معنی میں نہیں لیا بلکہ مذہب کے معنی روش اور طریقہ کے ہیں اس نے طریقہ بدلنے کے معنی میں لیا ہے۔

(۵) مرزا صاحب کی غرض مذہب بدلنے سے چشمہ معرفت میں وہ تبدیل ہے جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عیسوی موسوی وغیرہ اختیار کرے کیونکہ وہ کتاب ہی غیر مذاہب کے مقابلہ پر ہے۔

الجواب

عدالت خود میری اصل بحث سے ان تاویلات کا مقابلہ فرمائے ایک بھی وہاں سے ربط نہیں رکھتی کہ ان سے اصل بحث کے مضمون پر کوئی زیادہ زد پڑتی ہے تاہم جواب الجواب کے رنگ میں مختصراً ترتیب وار عرض کرتا ہوں تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے۔

(۱) مدعا علیہ کے کسی خاص معنی یا لفظ تبدیل مذہب پر اس کی بناء نہیں قرار دی گئی وہ تو تائید تھی بلکہ صرف اس کا احمدی ہونے کا اقرار ہمارے مدعا کا مثبت اور اس پر وہ جواب دعوے سے لے کر آخری شہادت تک قائم رہا لہٰذا ہمیں منصف احمد پور شرقیہ کے نتیجہ کی صحت و سقم اور اس کی ۹ فروری ۱۹۲۶ء کی درخواست سے کوئی سروکار نہیں مقدمہ اولی تو صرف یہ ہے کہ پہلے غیر احمدی تھا اور بعد نکاح احمدیت اختیار کر لیا۔

(۲) مذہب کا لفظ جن معانی میں آتا ہو اس سے غرض نہیں یہاں اس نے جو مذہب ترک کیا ہے وہ اس کے نزدیک دین اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس پر رہنا اسلام سے خروج اور کفر تھا اور اب احمدی ہونا دین اسلام ہے لہٰذا یہاں اس کے نقطہ نظر سے صرف مسلک بدلنا نہیں بلکہ دین بدلنا ہے۔

نیز اسلامی فرقوں کی تبدیلی میں جہاں لفظ مذہب استعمال ہوتا ہے۔ جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی وہاں اس میں کوئی اصولی اختلاف نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اور ایک دوسرے کے پیچھے بلا کراہت نماز پڑھتے اور ایک دوسرے کو نہ صرف مسلمان بلکہ حق پر جانتے ہیں اور وہاں لفظ مذہب ان مذکورہ بالا قرائن کی وجہ سے مجازاً بمعنی مسلک بولا گیا ہے بخلاف احمدیت اور غیر احمدی مسلمانوں کے کہ یہاں اسلام وکفر کا فرق ہے اصولی و فروعی دونوں قسم کے اختلافات مسلم نہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز جائز نہ سلسلہ مناکحت جیسا کہ تفصیلاً حوالوں سے اوپر گذر چکا پس یہاں اگر لفظ مسلک بھی بولا جاتا تو مجازاً مذہب و دین بدلنے کے معنی میں لیا جاتا چہ جائے کہ صاف مذہب

بدلنے کا لفظ موجود ہے۔

(۳) یہ فیصلہ قبل از وقت ہے کہ مدعا علیہا اسلام پر قائم ہے۔ لہٰذا مقدمہ خارج ہونا چاہیئے اس کے اسلام و کفر و ارتداد کا مسئلہ زیر بحث ہے یہی تنقیح ہے اس پر شہادت و بحث ہے لہٰذا اس کا یہاں تذکرہ ہی فضول ہے شہادت سے تو اس کا کفر ہی ثابت ہے مرزا صاحب کی اتباع کے بعد اس کے ارتداد و کفر میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں جیسا کہ مدلل بیانات گواہان مدعیہ میں گزر چکا اور وہ تمام حوالے مرزا صاحب اور دیگر کتب کے جرح میں بھی پیش ہو چکے اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۴) گواہ نے ہرگز روش اور طریقہ بدلنے کے معنیٰ میں نہیں لیا ورنہ وہ اپنے معتقدات کی بنا پر لے سکتا ہے کیونکہ غیر احمدی ہونا اس کے نزدیک صریح کفر اور خروج از دائرہ اسلام بلکہ پکا کفر ہے اور اس پر وہ اپنا ایمان زور دار لفظوں میں جرح آئینہ صداقت کے سلسلہ میں ستائیسویں میں بتا چکا ہے پھر طریقہ بدلنے کے معنیٰ میں کیونکر ہو سکتا ہے طریقہ اور روش بدلنا وہاں ہوتا ہے جہاں دونوں اصولاً متحد ہوں اسلام و کفر کا فرق نہ ہو بعض جزئیات فروع میں اختلاف ہو جیسے حنفی شافعی چشتی و نقشبندی کہ سب ایک دوسرے کے نزدیک مسلمان اور حق پر ہیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز شادی بیاہ کا تعلق قائم وغیرہ وغیرہ۔

پس مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ گواہ کی مراد سے بالکل خلاف ہے یہاں مذہب بدلنا یوں ہی ہے جیسا کہ یہودی یا نصرانی یا ہندو ہونا یا اس سے پھرنا۔ چنانچہ مسلمانوں کو عیسائی یہودی ہندوؤں کی طرح اس نے خود بحوالہ ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶ تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا یہاں مذہب بدلنا بمعنے دین بدلنے کے ہے نہ کہ روش اور طریقہ بدلنے کے معنے میں واقعات اور گواہ نمبر ۲ کا عقیدہ اس کی زبردست تردید کرنے کو کافی ہیں۔

(۵) جو غرض مرزا صاحب کی چشمہ معرفت میں مذہب بدلنے کی مختار مدعا علیہ بیان کرتا ہے اولاً اس کی طبع زاد ہے وہاں کوئی بھی کسی قسم کا سیاق و سباق میں قرینہ نہیں اور یہ کہنا کہ وہ غیر مذاہب کے مقابلہ پر لکھی گئی ہے بداہتہً غلط اور قرینہ نہیں کیونکہ اس میں غیر مذاہب سے کچھ کم مسلمانوں کی تردید نہیں۔ اور اگر بفرض محال ہم انہی کے قول کو تسلیم کر لیں کہ وہ تبدیلی مراد ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین عیسائی یہودی وغیرہ اختیار کرے تو بھی ہمارا مدعا اسی طرح ثابت ہے کیونکہ غیر احمدی مسلمان ان حضرات اور ان کے خلفاء کے نزدیک یہودی نصرانی اور ہندوؤں کی طرح کافر ہیں ملاحظہ ہو ملائکۃ اللہ صفحہ ۴۶ اور اس کی تائید مرزا صاحب کے کلام سے لی گئی ہے۔ پس غیر احمدیوں اور احمدیوں میں ویسا ہی اختلاف رہا جیسا کہ اسلام اور یہودیت و نصرانیت و ہندویت میں لہٰذا بہر حال تبدیلی مذہب کا لفظ واقعہ زیر بحث سے متعلق اور اس کو پورے طور پر حاوی رہا لہٰذا اس کی رو سے مسئلہ طور پر مرزا صاحب کے فیصلہ کے مطابق نکاح ضرور فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ہونا چاہیئے۔

فسخ نکاح کی ایک اور وجہ

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے میری ایک زبردست وجہ فسخ نکاح کو جو نہایت بدیہی اور واضح تھی مخدوش کرنا چاہا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ابتدائی مرحلہ میں مقدمہ مدعیہ کے خلاف دو وجوہوں سے ہوا۔ پہلا ممالک غیر کا فتوےٰ نہیں پیش ہو سکا تھا۔ دوسرے قانونی بعض نظائر موجود تھے مگر اب جب کہ ممالک اسلامیہ کا ایک زبردست فتویٰ علماء حرمین مکہ و مدینہ کا اور مسمی بحسام الحرمین۔ مختار مدعا علیہ نے خود علماء دیوبند کی تکفیر کے سلسلہ میں پیش کر دیا جس کے کہ شروع میں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے متبعین کے معتقدات لیے ہیں اور اسی ذیل میں انہیں عقائد میں چونکہ علماء دیوبند کا تذکرہ تھا لہٰذا ان پر بھی کفر لگا جب انہیں وہ غلط فہمی رفع ہو گئی اور اس کی تردید ہو گئی تو وہ فتویٰ واپس لے لیا۔ جس کے لیے نہایۃ المامول علامہ برزنجی مدنی کا پیش کیا تھا۔ بہرحال وہ فتویٰ مرزا صاحب کے حق میں اب تک باقی ہے۔ اور خود مدعا علیہ کے شاہد کا پیش کیا ہوا۔ اور نہ صرف ممالک اسلامی بلکہ حجاز و حرمین کا مسلم علماء و مشائخ کا دوسرا فتویٰ علماء شام کا جو گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے پیش کیا اور فیصلہ دربار میں یہ موجود ہے کہ کفر و اسلام کا معاملہ علماء اسلام ہی کر سکتے ہیں۔ پس علماء حرمین و ممالک اسلامیہ کے فیصلہ و فتوے کے بعد مرزا صاحب اور اُن کے متبعین کا ارتداد بلا شبہ ثابت ہے نیز علماء اسلام میں کوئی ایک مسلم عالم یا کوئی ایک اسلامی فرقہ بھی اس کے خلاف نہیں۔ دوسرے نظائر پیش کردہ کو فیصلہ دربار معلےٰ نے غیر متعلق قرار دے دیا۔ ملاحظہ ہو فیصلہ دربار معلےٰ پس اب یقیناً نکاح فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) وہ شام کے علماء کا فتویٰ نہیں بلکہ میرے ایک سرٹیفکیٹ کا جواب ہے جو رشید قاسم نے لکھا ہے۔ اور وہ ایک تاجر ہے اُس کی قابلیت اور دماغی حالت معلوم کرنے کے واسطے یہی کافی ہے۔

(۲) گواہ مدعیہ م۳ سے جب جرح میں دریافت کیا تو رشید قاسم سے لاعلمی ظاہر کی۔

الجواب

(۱) یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ فتویٰ نہیں تھا کیونکہ رشید قاسم ایک تاجر آدمی ہیں اور تاجر عالم نہیں ہو سکتا حالانکہ تمام انبیاء حتیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کی تاجر ہونا نہ نبوت کے منافی ہے۔ نہ خلافت و ولایت کے نہ علم و کمال و افتاء کے باقی چونکہ انہوں نے ممالک اسلامیہ اور خصوصاً شام میں مرزا صاحب کے خلاف ایک بیداری پیدا کر دی ہے۔ اور ان کے مبلغین کو اُن سے سخت صدمہ ہوا ہے۔ یہ اُن کی دماغی و علمی حالت پر جو بھی تبصرہ کرے بجا ہے۔ بہرحال وہ ایک عالم کا فتویٰ ہے اور دوسرے علماء اُس کے مؤید ہیں وہ مفصل فتویٰ اور اس

کا ترجمہ اخبار مدینہ بجنور اور اخبار زمیندار لاہور میں متعدد مرتبہ علماء شام کے فتوی کی ہیڈنگ سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے نیچے دیگر علماء کے بھی دستخط ہیں۔

یہ تمام تاویلات محض بے کار ہیں۔

(۴) گواہ مدعیہ صرف اپنی ذاتی ملاقات کا انکار کیا ہے۔ باقی ان کے علم وفضل کا کوئی انکار اور اس سے لاعلمی نہیں اور نہ کسی کی علمی شہرت معلوم کرنے کے لیے اس سے بلاواسطہ ملاقات کی شرط ہے۔ ملاحظہ ہو اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ ص ۲۳ مورخہ ۹ اگست ۱۹۳۲ء اور اگر بالفرض مختار مدعا علیہ کے یہ شبہات ہم صحیح تسلیم کر لیں گو صحیح نہیں جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں تو بھی ہمارا اصل استدلال بحالہ موجود ہے۔ کیونکہ اولاً تو میں نے انہیں کا پیش کردہ فتوی علماء مکہ و مدینہ حسام الحرمین کو بناء استدلال بنایا ہے۔ اس کا کوئی جواب بھی نہ دے سکے بہرحال ایک فتوی نہ صرف علماء ممالک اسلامیہ بلکہ خیر البلاد حجاز کے مسلم علماء و مشائخ گواہ مدعا علیہ کا پیش کردہ موجود اور لاجواب و مسلم ہے پس فتوے ممالک اسلامیہ کا ثابت ہے۔ اور نظائر قانونی بروئے فیصلہ دربار معلیٰ غیر متعلق ہیں۔ پس مقدمہ حق مدعیہ یقیناً ڈگری ہونا چاہیئے۔

نوٹ :

اس کے بعد حسام الحرمین اور علماء دیوبند و بریلی کا طوالانی قصہ ہے۔ جسے میں اخیر بحث میں جیب کر اپنے گواہوں پر سے اعتراضات دفع کروں گا۔ اس وقت دوں گا۔ اور وہیں سے یہ دراصل متعلق بھی ہے۔

(گواہان مدعا علیہ پر تنقید کا جواب)

اس سلسلہ میں جو میں نے مکمل نسبت پیش کی تھی۔ اس کے بعض تبصروں کی کچھ تاویلیں مختار مدعا علیہ نے کرنی چاہی ہیں۔ اور اکثر تو بالکل لاجواب اور گواہوں کے ناقابل اعتبار ثابت کرنے کو کافی و وافی ہیں۔ ان تاویلات کا خلاصہ دے کر نمبروار جواب مگر نہایت ہی مختصر عرض کرتا۔ درمیان پہلے اپنے اصل اعتراضات اور تنقید کا خلاصہ بھی مختصر الفاظ میں پیش کر دوں تاکہ بعد کو متعدد مرتبہ اسے نہ دہرانا پڑے۔

خلاصہ تنقید۔

یہ اصل فریقین کو مسلم ہے۔ کہ کسی کا مذہب دریافت کرنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھ کر حکم لگایا جائے۔ ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعا علیہ سے عنوان علماء کو کفر کا فتویٰ لہٰذا کوئی کسی سلسلہ کا تمام لٹریچر دیکھے بغیر اس کے اسلام کے متعلق اخیر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس کے اسلام کا پتہ تو جب چل سکتا ہے۔ جب کہ اس کے تمام معتقدات کا علم ہو اور معلوم ہو جائے کہ اس کا کوئی بھی عقیدہ کفریہ اسلام کے خلاف نہیں بخلاف کفر کا حکم لگانے کے واسطے اگر قطعی طور پر ایک کسی کا صریح و صاف کفریہ معلوم ہو جائے۔ تو کفر کا حکم ان معلوم کفریات پر لگا سکتے ہیں۔

گو دیگر کفریات یا اس کے تمام معتقدات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو مجموعہ اعتقادات کے بعد ثابت ہوگا۔ اور کفر کے واسطے ایک صریح وجہ بھی کافی گو اور کسی چیز کا علم نہ ہو۔

مثلاً ایک شخص صرف نماز کی فرضیت کا انکار یا قرآن کا انکار یا بت کو سجدہ کرے۔ تو ہم صرف اسی پر حکم کفر لگا سکتے ہیں۔ گو دوسرے حالات کا ہمیں علم بھی نہ ہو۔ اسی اصول پر مرزا محمود صاحب نے تمام چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج صرف مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونے سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان تمام مسلمانوں کے تمام معتقدات کا ان کو پتہ بھی نہیں۔ اور گواہ مدعا علیہا جو سلسلہ احمدیت با مذہب مرزائیت اور اس کے بانی و متبعین کا اسلام ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوا ہے۔ اس کا یکم مارچ ۳۳ء کو بجواب جرح اقرار ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے سب لٹریچر نظر سے نہیں گزرے۔ جو اس وقت تک شائع ہوئے۔ اب اس معاملہ میں اس کی گواہی کا ناقابل اعتبار ہونا بالکل واضح تھا لیکن یہ بھی غیر متعلق تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) گواہ مدعیہ کی جرح کی عبارت محرف کرکے پیش کی اور عدالت کو مغالطہ دیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہو چکے ہیں۔
وہ سب میری نظر سے نہیں گذرے۔

(۲) اس سے دیگر مصنفین کی تصانیف مراد ہیں۔ جن کا دیکھنا ضروری نہیں۔ نہ کتب مرزا صاحب۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ کسی کا کفر ثابت کرنے کے واسطے اس کی تمام تصانیف کا دیکھنا ضروری نہیں قطعاً باطل ہے۔ بلکہ مبہم و ذو الوجوہ عبارات دوسری عبارات سے حل ہوں گی۔ نیز اس کے سیاق و سباق دیگر تصانیف سے۔

(۴) مختار مدعا علیہا کا اصول گواہ مدعیہ کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو جرح ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء۔ ایک مصنف کا جب تک ماقبل و ما بعد معلوم نہ ہو۔ اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کر لیا جائے۔

(۵) اور واضح رہے کہ فتویٰ دینے کے بارہ میں گواہ مدعیہ کا قول بہ نسبت مختار مدعا علیہا کے قول کے زیادہ معتبر اور ماننے کے قابل ہے۔ کیونکہ گواہ مدعیہ بقول اس کے دار العلوم دیوبند کا مفتی ہے۔ اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں۔

(۶) پھر گواہ مدعیہ کو بھی اس کی جرح سے ایک فقرہ سے مجروح کرنے کی سعی کی۔

الجواب

(۱) میں نے کوئی بھی عبارت محرف نہیں کی عدالت کو خود ملاحظہ مسل کے وقت معلوم ہو جائے گا۔ میں نے وہاں بھی اصل عبارت پیش کی تھی۔

حوالہ محض مغالطہ ہے۔

(۲) یہ تاویل کہ سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر سے مرزا صاحب کے سوائے دوسرے مصنفین کے مراد ہیں محض غلط اور اب بحث ناقابل التفات ہے۔ گواہ اپنے الفاظ کا پابند ہے۔ نیز کسی سلسلہ یا مذہب کے لٹریچر میں اس کے بانی سلسلہ کا لٹریچر ہی مقدم آتا ہے۔ بلاوجہ تخصیص علاوہ بے ربط ہونے کے تحقیق کے بھی خلاف ہے۔ پھر سلسلہ احمدیہ میں جس طرح مرزا صاحب کی تصانیف قابل ایمان لانے کے ہیں ویسی ہی ان کے خلفاء کی بس مرزا صاحب کے سوا مطلقاً دیگر تصانیف کا اخراج بھی نافع نہیں۔ اور گواہ آئینہ صداقت مرزا محمود صاحب کے مطالعہ سے صراحۃً انکار کر چکا ہے بہرحال یہ تاویلیں فضول ہیں۔ اور سلسلہ کی کل کتب یقیناً اس نے نہیں پڑھیں۔ جیسا کہ جرح میں جابجا کہا ہے۔ اور اس قدر لاعلمی کے ساتھ اس سلسلہ کی صفائی کے گواہ ہرگز قابل نہیں ہو سکتے۔

(۳) میں نے اس مسئلہ کو مدلل اشلہ سے بیان کیا ہے۔ کسی حاشیہ آرائی کا وہ محتاج نہیں۔ صریح کفر ہونے کے لیے کل عقیدے یا کل کتب کے مطالعہ کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلقاً دعویٰ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً آخری نبی ہونا وغیرہ ایسا صریح ہے کہ کسی کتاب میں سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد اس کے خلاف نہیں وغیرہ ذلک۔ باقی مبہم عبارات کے حل کے لیے ضرور اس عبارت بالخصوص اسی مسئلہ کے متعلق اس شخص کی دیگر تصانیف دیکھنی ہوں گی تمام کی تمام دیگر مسائل کے متعلق اس کی تصانیف دیکھنا کوئی ضروری نہیں اور یہی مطلب صرف گواہ مدعیہ سے کہا ہے۔ اصل بحث و جرح سے عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ تاویل محض بیکار ہے۔

خیر خوئی کے متعلق مولانا محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ ع۱ کو زندہ معتبر اور نہ جاننے کے لائق تسلیم کر لیا۔ اور انہیں ہندوستان کی مرکزی درسگاہ کا مفتی بھی اس سے تو مانے گواہ کی توہین ہے بہرحال ان کا فتویٰ تکفیر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق مذہبی نقطہ نگاہ سے مختار مدعا علیہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ معتبر اور قابل ماننے کے ہوگا۔ باقی رہا مختار مدعیہ کا معاملہ وہ نہ تو گواہ ہے نہ شاہد نہ اس پر جرح کہیں پر کوئی اثر ڈالے اس کے متعلق یہ کہنا کہ۔ "اور مختار مدعیہ ایک معمولی آدمی ہے۔ جو کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں" یہ بھی اس کی عزت افزائی ہے ورنہ مرزا صاحب تو ہم لوگوں کو بدذات فرقہ اور جنگلی سوٴر اور نہ معلوم کیا کیا لکھتے ہیں۔ پس تو مختار مدعا علیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ آدمی تو مان لیا معمولی آدمی ہی سہی۔ پھر کب برابر ہونے کا دعوے ہے۔ مرزا صاحب تو ابن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو فرماتے ہیں کہ ایک معمولی آدمی تھا۔ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہ ہونا معمولی آدمی ہونے کو کافی نہیں۔ نہ مختار مدعا علیہ کے نبی کسی یونیورسٹی کے سند یافتہ تھے نہ خلیفہ اول و دوم۔ البتہ یہ اس کی غلط بیانی یا ناواقفی ہے۔ کہ مختار مدعیہ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہیں۔ اسے معلوم

ہونا چاہیئے کہ اُس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے ۔ وہ مفتی فاضل و مولوی عالم و مولوی فاضل الٰہ آباد یونیورسٹی و لکھنؤ یونیورسٹی و پنجاب یونیورسٹی تینوں جگہ ہے ۔ اگر عدالت ضرورت محسوس فرمائے تو تمام سارٹیفکیٹ بھی پیش کیئے جا سکتے ہیں میری غرض صرف مختار مدعا علیہ کے اوچھے پن کا اختیار کرنا ہے ۔ ورنہ وکیل پر تنقید کا کوئی اثر موکل یا کیس پر نہیں پڑتا ہاں اب یہ اصول تنقید مختار مدعا علیہ کے متعلق نہ بحیثیت مختار بلکہ گواہ سلسلہ تنقید گواہان مدعا علیہ ان شاء اللہ پیش کیا جائے گا ۔

کل کتب مرزا صاحب کی بالاستیعاب نہ دیکھنا اور بات ہے ۔ اور عبارت کا سیاق و سباق نہ دیکھنا اور چیز اس مغالطت گواہ مجروح نہیں ہو سکتا ۔ دوسرے گواہ مدعیہ مذکور بحیثیت مفتی اسلام پیش ہوا ہے وہ شرعی مسائل کا درسل شاہد ہے اگر وہ یہ عبارات بھی نہ دیکھتا جب بھی اُس کی ان متنازعہ مسائل ختم نبوت و وحی نبوت و دعویٰ نبوت توہین انبیاء تکفیرات نکاح تشریح اسناد وغیرہ میں معتبر اور بقول مختار مدعا علیہ قابل مانے گئے تھے مرزا صاحب کی عبارات کے واسطے تو گواہ الف و ب و ج پیش ہوئے ہیں جنہوں نے غالباً مرزا صاحب کے متبعین سے بہت زیادہ ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے ۔

(۲) زد بارہ معلل کی توہین ؛

یہ عدالت سے غیر متعلق قرار دے کر خارج کردیا ہے لہٰذا اس پر کچھ بحث کی ضرورت نہیں البتہ اس کے تحت دو امر اور پیش کئے ہیں ایک تو اپنی عمر کے غلط بیانی کی تردید کرنے کی سعی کی ہے دوسرے دو غیر مجروح شاہدوں پر فرقہ بازی و بد دیانتی جرح قائم کی ہے تیں اس کے متعلق کا خلاصہ سے کر جواب عرض کروں گا ۔

(خلاصہ تذییل مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ لکھنا کہ فتویٰ کفر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے ۔ بجائے خود بالکل صحیح اور درست ہے ۔

(۲) تشریح انبیاء مدعا صاحب نے جو دلائل پیش کئے تھے جب کہ مدعا علیہ کی طرف سے ان کا جواب ہو گیا تو گویا علماء کے اقوال ہی رہ گئے ۔

(۳) گواہان مدعا علیہ نے مدعا علیہ کے ایمان اور اس کا عقیدہ قرآن مجید اور حدیث اور سلف کے موافق ثابت کردیا ہے لہٰذا مختار مدعیہ کا مذکورہ بالا اعتراض باطل ہے ۔

(۴) گواہان مدعیہ نے صاف بیانوں میں وہی امور تھے جو دوسرے شاہدوں نے بیان کئے ہیں دوسروں کی جرح گویا ان پر ہے لہٰذا وہ بھی بیان بالکل ناقابل التفات ہو گئیں ۔

الجواب

(۱) یقیناً یہ کہنا درست کہ اس جدید دور میں تکفیر کی بنیاد صرف علماء کے اقوال پر رکھی گئی ہے عدالت کے سامنے ایسی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کے بعد اس گواہ کی گواہی قبول ہی نہیں ہو سکتی۔ عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے کہ کہیں کوئی بھی فتویٰ پیش نہیں کیا گیا تذکرہ علماء شام کے فتویٰ کا صرف دو لفظوں میں ذکر ہے باقی تمام مسائل آیات قرآنی احادیث نبویہ آثار صحابہ و تابعین و ائمہ فیصلہ متکلمین و اسلاف سے بوضاحت بلا کسی تاویل کے ثابت کئے گئے جس میں ہر اقسام سے تقریباً (۵۰) دلائل تو لائے گئے ہیں جس کے جواب کا کہیں عمومی و خصوصی کسی طور پر تذکرہ تک نہ کیا پھر کیا یہ مذکورہ بالا قول کہ صرف بنا علماء کا فتویٰ ہے محض دروغ اور غلط بیانی نہیں۔

(۲) یہ کہنا کہ شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا جواب دے دیا بس گویا کہ صرف فتاوے رہ گئے یہ کیسی بے ربط تاویل ہے اس بنا پر تو یہ کہنا چاہیئے کہ کوئی بھی دلیل نہیں رہی کیونکہ یہاں پر فتویٰ کا پتہ ہی نہیں۔

نیز حضرت شیخ الجامعہ صاحب کے دلائل کا کوئی بھی جواب بن نہ سکا جیسا کہ اوپر مفصل پیش کر چکا۔ علاوہ بریں سوائے ایک آدھ باتوں کے شیخ الجامعہ صاحب نے جو تمام گواہوں سے علیحدہ آیات و احادیث بیان کی تھیں ان کا جواب کجا جوابی بحث میں تذکرہ یا اصولاً بھی تردید نہ آئی لہٰذا ان کا بیان تو بہرحال لاجواب ہے۔ نہ وہ ٹوٹ سکتا ہے اور نہ یہ مختار مدعا علیہ کا صریح جھوٹ سچ ہو سکتا ہے۔

(۳) عدالت خود واقف ہے کہ گواہان مدعا علیہ کا عقیدہ کہاں تک قرآن و حدیث و اسلاف کے مطابق ثابت کر سکے مدعا علیہ کیا صرف مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کا ایمان توحید و رسالت اور ضروریات دین پر ثابت نہ ہو سکا۔ بس اصل اعتراض بحالہ موجود ہے۔

(۴) شاید مختار مدعا علیہ کو معلوم نہیں کہ بعض گواہوں کے مجروح کرنے سے دوسرے جرح سے سالم گواہ تالو تاً مجروح نہیں ہوا کرتے نہ اس قسم کی تاویلات کو کوئی جوڈیشل حیثیت حاصل ہے۔

لہٰذا وہ دونوں شہادتیں بالکل جرح سے سالم ہیں اور اس طرح کہ باوجود وقت دیئے جانے کے مدعا علیہ نے جرح سے انکار کر دیا۔

مزید براں اُن شہادتوں پر دیوبندی ہونے کا بھی اعتراض نہیں۔ پس جوڈیشل حیثیت سے وہ گواہان بہت ہی قابل وقعت ہیں۔ خصوصاً نیر الف کا پوزیشن بھی عالی پوزیشن ہے۔

(۳) (گواہ مدعا علیہ نمبر ا کی معلومات پر بحث)

اس سلسلہ میں منجملہ اور اعتراضات کے صرف میرے ایک اعتراض کی تاویل کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے۔

(پیش کردہ کتب سے مختار مدعا علیہ کی واقفیت)

(۱)	فتوحات مکیہ کل نہیں دیکھی۔	گواہ مدعا علیہ ۱	یکم مارچ ۱۹۳۳ء
(۲)	شرح فقہ اکبر کا علم نہیں کس کی ہے۔	"	۷ مارچ ۱۹۳۳ء
(۳)	بحر الرائق کا اصول تکفیر معلوم نہیں۔	"	"
(۴)	اشارات فریدی تمام کا مطالعہ نہیں کیا۔	"	۹ مارچ ۱۹۳۳ء
(۵)	منصب امامت پورا نہیں پڑھا	"	۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء
(۶)	بسوط دیکھا ہی نہیں۔	"	"
(۷)	حدیقہ مجددیہ کا مصنف نا معلوم۔	"	"
(۸)	جامع الشواہد کا مصنف نا معلوم۔	"	"
(۹)	بھو نچال بر منکر دجال کا مصنف نا معلوم۔	"	"
(۱۰)	تحذیر الناس کل مطالعہ نہیں کی بلکہ اکثر۔	گواہ ۸	۸ مارچ ۱۹۳۳ء

اس سے گواہ کی لاعلمی اور نا قابلیت نیز جو حوالے جس مسئلہ کے متعلق پیش کئے ان کی حقیقت آشکارا تھی اور کسی تاویل کی حاجت بھی نہ تھی مگر پھر بھی تاویلیں پیش کیں کہ ان سے گواہ ۱ مدعا علیہ کی شہادت پر برا اثر نہیں پڑتا۔

(خلاصہ تاویلات مختار مدعا علیہ)

(۱) یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ ۷ مارچ کو گواہ نے یہ بھی کہا کہ بحر الرائق میں یہ ہے کہ اکثر کے متعلق میں فتوے نہیں دیتا اور کسی کے کلام کا الخ

(۲) فتوحات مکیہ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ جس غرض کے واسطے گواہ مدعا علیہ ۱ نے اس کا مطالعہ کیا تھا اس کے لیے کل پڑھنا ضروری نہ تھا۔

(۳) دوسری کتب کے متعلق یہ ہے کہ ان کی جو عبارت پیش کی گئی اس کے اندر اس کے خلاف کوئی عبارت نہیں جس سے اس کے مفہوم میں فرق آئے لہذا بالاستیعاب پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔

ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ کتاب پر لکھا ہوگا دیکھ لیا جائے کس خیال کے آدمی ہیں اس سے زائد ناواقفی کیا ہوگی پھر اسں وقت کہا تھا کہ بحث میں پیش کریں گے اس میں بھی باوجود مطالبہ کے نہ پیش کر سکے نیز مختار مدعیہ نے غلط مفہوم یا الفاظ پیش نہیں کئے عدالت خود مسل سے معائنہ فرمائے جہاں کہیں مفہوم جرح کا لیا ہے وہاں بھی خلاف نہیں۔

(۶) گواہ مدعیہ ملا پر فرضی اعتراض کرنے سے گواہ مدعا علیہ ملا کی جرح کی توصفائی نہیں ہو سکتی۔
نیز گواہ مدعا علیہ کی اپنی پیش کردہ کتب سے ناواقفی ثابت ہے جنہیں وہ خود شہادت میں استدلالی رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ بخلاف گواہ مدعیہ ملا کے کہ اس کی لاعلمی غیر متعلق امور میں ہے جن کے جواب کا بھی وہ بوجوہ مثل اصول اور ایکٹ شہادت کی رو سے مکلف نہ تھا۔

تفصیلاً گواہ مدعیہ نمبر(۱) کی صفائی

(الف) یہ بالکل صحیح ہے کہ علمائے دیوبند نے سوائے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے کسی کو کافر کہا ہی نہیں پس ایک غیر ثابت شدہ چیز کا علم کیونکر ہو سکتا ہے نیز اس کے علم کی مقدمہ اور شہادت کے سلسلہ میں ضرورت ہی کیا تھی ایک غیر متعلق سوال تھا۔

(ب) گواہ نے اپنے علم اور اپنی تحقیق کا جواب بالکل صحیح تحقیق کے تحقیقات کے مطابق جواب دیا ہے اور گواہ اپنی ہی علم کی شہادت دیتا ہے نہ کہ سنی سنائی۔ اس میں اعتراض ہی کیا ہے۔

(ج) ان بزرگوں پر کسی مسلم بزرگ نے فتویٰ کفر نہیں دیا۔ غیر ذمہ دارانہ فتاویٰ کفریہ کی مکمل لسٹ کا حفظ کب ضروری تھا۔

پھر یہ سوال بھی غیر متعلق تھا جس کا جواب اصولاً ان پر ضروری نہ تھا ورنہ اس کے واسطے پیش ہوئے تھے نہ ان بزرگوں کا کفر و اسلام زیر بحث تھا اور جرح میں اس کی کافی تفصیل بھی دی ہے اور مستقل اس کے متعلق ایک اصول بھی بتلا دیا ہے جس کے بعد تفصیل جزئیات کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت خود جرح سے ملاحظہ فرمائے

(د) مسلم کے متعدد شارحین ہیں۔ اور سب غیر حنفی ہیں۔ پس حنفی مفتی کو ان سے کیا تعلق۔
نیز انہوں نے شرح مسلم سے کوئی حوالہ ہی نہیں دیا حتیٰ کہ کتب پیش کردہ سے لاعلمی یا ناواقفی ثابت ہو اور عالم جمیع ماکان و مایکون سوائے اللہ عالم الغیب والشہادت کے کوئی بھی نہیں پھر یہ اعتراض کیا ہے فقہ حنفی اور شریعت اسلامیہ سے تو پورے واقف ہیں۔ ان کے قابل اعتبار اور ماننے کے لائق ہونے کا تو مختار مدعا علیہ کو بھی

اعتراف ہے۔

(۵) محمد حسین بٹالوی کا فتویٰ نہ انہوں نے پیش کیا نہ ان کے منہ صفحہ بتانے کے مکلف نہ ان کے منصب و حیثیت پر اس سے کوئی زد وہ ساری دنیا کے تو گماشتہ نہیں۔

خاتم کے معنی اس آیت میں مہر کے اسلاف نے جن پر اعتماد کیا جا سکے نہیں کیے ہر کس و ناکس کی تحقیقات کا تو کوئی مکلف نہیں مرزا صاحب کے تمام لٹریچر کے حفظ کا ان سے کیا تعلق تھا جب کہ گواہ مدعا علیہ نمبر ا باوجود مبلغ جماعت ہونے کے تمام لٹریچر سے آج تک ناواقف ہے اگر وہ یہ پیش کرتے اور حوالہ نہ بتا سکتے جیسا کہ گواہان مدعا علیہ نے کیا تو ضرور ان پر زد آتی۔ بہرحال یہ صرف مغالطہ تھا وہ بھی بحمد اللہ بالکل صاف ہو گیا۔

(گواہ مدعا علیہ نمبرا کے جوابات میں تعارض کا رد)

(۱)

خلاصہ قول مختار مدعیہ

اجماع کے متعلق کہ پہلے یہ کہا کہ بلا استثناء تمام امت اجماع کرے اور پھر اکابر اور بزرگ کا اجماع قرار دیا جواب یہ ہے کہ گواہ کے اصل الفاظ وہ نہیں بلکہ یہ ہیں۔ للہذا تعارض نہیں۔

الجواب

میں اس کے جواب میں جرح سے ہر دو عبارات نقل کر کے فیصلہ عدالت کی امتیازی رائے پر چھوڑتا ہوں کسی منصوص مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثنا کے اجماع کرنے تو اس کی تسلیم ضروری ہے۔

(جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۹ مارچ ۳۲ء)

پھر اس سے خلاف اس تاریخ میں یہ بھی کہا۔

"ہمارے نزدیک اجماع امت وہ ہے کہ تمام امت کے بزرگ اور مسلمہ اکابر اس کو مانتے چلے آتے ہوں۔ جرح گواہ مدعا علیہ ۱ ۹ مارچ۔ اول قول میں تمام کی تمام امت بلا استثناء اجماع کے لیے بتائی ہے اور دوسرے میں صرف امت کے مسلمہ بزرگ و اکابر۔ تعارض ظاہر ہے۔

(۲)

اصل اعتراض ۹ مارچ ۳۲ء الجواب جرح کہا۔ اشارات فریدی ج ۳ خواجہ محمد بخش صاحب نے مولوی رکن الدین سے سبقاً سبقاً نہیں سنی۔

پھر ۱۲ مارچ سوالات مکرر کے جواب میں کہا کہ یہ صحیح نہیں بلکہ خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی

اور تصحیح کی ہے۔

حالانکہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۳ء کو جواب جرح یہ تسلیم کر چکا ہے کہ ۔

اشارات فریدی میں خواجہ صاحب کے اپنے اقوال ہیں جو ان کے بعد مرتب کئے گئے اور بعد وفات ہی شائع ہوئے ۔

اب تعارض دفع ہی نہیں ہو سکتا پہلے دونوں اقوال میں یہ توجیہ کی تھی کہ میں نے خود ہی سوالات مکہ میں اصلاح تصحیح کر دی تھی ۔ مگر مختار مدعیہ کی غرض دوسرے اور تیسرے کا تعارض ہے جو بدستور قائم ہے دفع نہ ہو سکا۔

(۳)

چندہ ادا نہ کرنے والا بیعت سے خارج ہے اور پھر بھی اسے احمدی مسلمان بتایا گیا نظام جماعت سے خارج حالانکہ آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ سے تسلیم کر چکا ۔ جو بیعت نہیں کرتا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج اس میں جو نظام جماعت اور عیت کا فرق قائم کرنا چاہا وہ باطل ہے کیونکہ بیعت سے خارج ہونے کی مرزا صاحب تصریح فرما چکے ہیں وہاں نظام جماعت وغیرہ کا کوئی پتہ نہیں یہ صرف اپنی تصنیف و ایجاد ہے

(۴)

مسیح موعود نبی ہیں اور نبی مشرکانہ عقیدہ پر کبھی نہیں رہ سکتا ، ۱۳ مارچ ۱۹۳۳ء مگر پھر بھی مرزا صاحب باوجودیکہ براہین میں مسیح کہا جا چکا تھا تیرہ سال تک برابر مسئلہ حیات مسیح کے مشرکانہ بلکہ شرک عظیم کے عقیدہ پر باقرار خود قائم رہے اب اس کے جواب میں یہ کہنا کہ مسیح تو تھے اور وحی بھی آئی تھی ۔ اور مسیح موعود نبی بھی ہوتا ہے مگر اس وقت حقیقت نہ کھلی تھی اس تاویل سے تعارض نہ اٹھا بدستور قائم رہا۔

(۵)

بخاری شریف میں احادیث مخالف قرآن وغیرہ معتبر ہونے کا امکان (جسرح) حالانکہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری بتصریح مرزا صاحب گواہ کو مسلم اس میں بھی قطعی و ظنی وغیرہ کی تاویل و تفریق کی ہے اور سبیل الرشاد اور الحق لدھیانہ کا حوالہ دیا ہے ۔

مگر صرف تاویل ہی تاویل ہے تعارض الفاظ کا قائم ہے۔

(۶)

گواہ نمبرا "اگر کوئی حکم بذریعہ جبریئل بھی نازل ہو تو کوئی حرج نہیں ۱۳ مارچ اور مرزا صاحب کا قول ہے۔"

"اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبریئل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے"۔ الخ

"اور اگر یہ کہو کہ جو احکام نازل ہوں گے" الخ ۔ (ازالہ اوہام کلاں صفحہ ۳۴۸)

اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر لیجیو

(ازالہ صفحہ ۲۲۹ " ارماسچ)

اس کی تاویل علیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت مستقل مان کر بھی درست نہیں کیونکہ ان کا امتی ہو کر اترنا بھی ختم نبوت کے منافی

ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ پر بتایا ہے اور اسی ازالہ کے صفحہ پر اسی مضمون کی تصریح ہے کہ جبرئیل بھی اگر کہیں کہ پہلی شریعت پر عمل کرو تو شریعت اور وحی جدیدہ نہ ہو یہ بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس کے بعد وحی وغیرہ کی طول طویل تاویل سب بیکار ہو جاتی ہے اور کبریت احمر یا گواہ نے جن اولیاء پر جس فرشتہ کو بتایا ہے اس کے فرشتہ وحی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے بلکہ وہ فرشتہ الہام ہے۔ اور دونوں کا فرق بسلسلہ مجی الیواقیت اور فتوحات سے پیش کر چکا نیز علم الکتاب کے متعلق بھی اوپر مفصل بحث اور ان کی اصطلاح انہیں کی کتاب سے واضح پیش کر چکا اس سے۔

(۷)

کا بھی جواب ہو گیا اور معلوم ہوا کہ وحی قطعی اور الہام ظنی ہے ایک جیسا مطلقاً نہیں ہو سکتا اور تعارض دفع نہ ہو سکا۔

(۸)

چونکہ نعمت اللہ شاہ ولی اللہ پر مرزا صاحب کی طرح کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار نہیں ہوا لہٰذا وہ نبی نہ ہوئے

یہ نبوت و نبی ہونے کے منافی ہے۔

امور غیبیہ کو شرط بنا کے ناقابل التفات تاویل کی ہے اصل تعارض اس سے دفع نہیں ہو سکا۔

(۹)

اہل کتاب کی تعریف گواہ نمبر۱ مدعا علیہ نے کہ جن کو کتاب فی حق کر مسلمان بھی (ے راسخ اور گواہ نمبر۲ نے کہا "جنہیں مسلمانوں سے پہلے کتاب مل چکی ہے" (ارماسچ ۔۔۔ اس کی تاویل میں گواہ نمبر۲ کے سوالات مکرر حصر یہ نقل کیا کہ "مسلمان اہل کتاب ہیں"۔

اس سے بجائے دفع تعارض کے اور زائد ہو گیا بعض گواہ نمبر۲ کے قول علاوہ گواہ نمبر۱ سے خلاف ہونے کے اپنے قول کے بھی معارض ہے۔ لہٰذا دونوں میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہ رہا۔

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ نمبر۱ عبداللہ ابن مسعودؓ سے جلیل القدر صحابی ہیں مرزا صاحب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں "عبداللہ ابن مسعود ایک معمولی آدمی تھا[1] تطبیق یہ نکالی کہ گواہ کا قول باعتبار صحابی ہونے کے ہے اور مرزا صاحب کا قول مقابلہ

میں رسول ونبی کے۔ مگر یہ تاویل قابل التفات نہیں اس سے اقراری تعارض ختم نہیں ہو سکتا۔
مولانا نانوتوی نے ہدیۃ الشیعہ میں معمولی آدمی کا تحقیقی کلمہ نہیں کہا بلکہ صرف آدمی بنایا ہے بمعنی بشر وہ یعنی خدا
نہیں۔ بہرحال تمام متعارضات بدستور ہیں۔

گواہ مدعا علیہا نمبر(۱) کے علم کے متعلق اعتراضات کا جواب

(۱)

قرآن میں ملائکہ کی تعریف سے گواہ کی لاعلمی حالانکہ وہاں موجود ہے۔ اس کی تاویل یہ کی کہ اصل الفاظ گواہ کے یہ
ہیں اور پھر بل عباد مکرمون پر طویل بحث کی ہے چونکہ قرآن وحدیث سے ملائکہ کی تعریف گذر چکی عدالت خود یہ تعارض
نہیں دیکھ سکتی ملاحظہ فرمائے۔ یہ کہنا کہ قرآن میں ان کے کام مذکور ہیں۔ تعریف غلط ہے۔ بلکہ تعریف موجود ہے۔ جیسا
کہ مفصل بیانات اوپر پیش ہو چکیں۔

(۲)

گواہ اہلسنت والجماعۃ وہ ہے جو پیغمبر کو اہل سنت کہے۔ یہ غلط ہے۔ غنیۃ الطالبین میں ہے۔ اہل سنت
الجماعۃ وہ ہیں جو سنت رسول اور طریقہ متفقہ صحابہ پر جو زمانہ خلفاء راشدین کا ہو اس پر قائم ہوں۔
تاویل یہ کہ گواہ سے سوال اہل سنت والجماعۃ کا تھا اور غنیۃ الطالبین میں صرف سنت وجماعت کی تعریف ہے
نہ اہل سنت والجماعۃ اس سے اور بھی علمیت پر روشنی پڑ گئی جس پیش کردہ حوالہ میں شروع ہی میں ہے۔
علی المسلم الکیس ان یتبع باھل السنۃ والجماعۃ اور پھر آگے لفظ تفسیر سے اہل سنت والجماعۃ کی تعریف علیحدہ
علیحدہ دونوں لفظوں کی شرح سے کی ہے۔ اس تاویل سے غنیۃ الطالبین سے لاعلمی اور اس میں خیانت ثابت ہوئی۔

(۳)

قول گواہ مدعا علیہ جو بھی کسی حدیث کو واقعی طور پر قرآن کے موافق ہونا ثابت کرے اس کا قول مسلّم ہے کیونکہ
مختار مدعیہ اگر یہی اصول ہے۔ تو دین تو بازیچہ طفلاں ہو جائے گا۔ اس کی تاویل میں خلاف واقعہ تعلیمات
اور ہدایۃ الشیعہ کا قرآن کے حدیث پر راجح ہونے کا ایک حوالہ پیش کیا۔
مگر اعتراض یہ نہیں۔ بلکہ اعتراض یہ ہے کہ اگر ہر کس وناکس کی توفیق وتطبیق سے قرآن وحدیث معتبر ہو جائے تو دین
ایک کھیل ہو جائے گا وہ بدستور موجود ہے۔

(۴)

گواہ نے صحیح احادیث کو بیہودہ اور غیر متعلق بیان۔ بتایا ہے۔ کہ قرآن کے معارض ہو سکتی ہیں۔ مگر مرزا صاحب

کی تمام وحیاں قرآن کے مطابق مانتا ہے ۔ اور ان کے مقابل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی کی طرح
پھینکتے ہیں ۔

اس کی تاویل میں وہی حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ کی اڑلی ہے ۔ جس کی پوری تشریح آگے
ان شاء اللہ آئے گی ۔

(۵)

گواہ نے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کے عموم سے کرشن کو نبی مانا ہے ۔ پس اسی عمومی
اصول سے قرآن کے مطابق ما آتاکم الرسول فخذوہ کے لحاظ سے کوئی بھی حدیث قرآن کے معارض نہ ہوگی
بلکہ اس آیت کے عموم کے تحت سراسر وہ قرآن ہی کا حکم ہوگا ۔

اس کی تاویل میں نبوت کرشن کی غیر متعلق بحث شروع کر دی ۔ اور معیار صحت احادیث کا سلسلہ شروع
کر دیا ۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ محدثین کے معیار پر جو صحیح حدیث ہو اسے ہم اپنی عقل ناقص سے قرآن
کے خلاف نہیں بتا سکتے ۔ نیز بظاہر خلاف معلوم ہو پھر بھی بعد تسلیم صحت اس آیت کی رو سے موافق ہو
جائے گی ۔

(اس سلسلہ کے لاجواب امور جن کا کوئی تذکرہ نہ کیا)

(۱) تمام جرح میں باوجود سوالات مختار مدعیہ اور سوال عدالت کے کفر و اسلام کے معنی بتا نہ سکے ۔ اور اصطلاحاً
صاف نہ ہوئے ۔

(۲) بخاری جیسی صحیح کتاب میں بھی قیود کا اضافہ (۲۴ مارچ) حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتب
مطلقاً مسلم ہیں ۔ (۱۱ مارچ ۳۲ء)

(۳) ابن عربی کی فتوحات و فصوص الحکم کے قول کی تطبیق ۔

گواہ مدعا علیہ ۲ پر تبصرہ کا جواب

(۱)

گواہ ۲ جو قرآن پڑھتا ہے وہ قرآن حدیث میں تطابق کر سکتا ہے ۔ ۲۳ مارچ ۳۲ء

۱۔ اور میرے نزدیک میرے واجب الاطاعت اماموں اور میری اپنی مطابقت مسلم ہے ۔

" میرے نزدیک مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے حجت ہیں کسی دوسرے

کی نہیں الخ۔ ۲۰ مارچ ۱۹۳۲ء

اس کی جوابی تاویل میں یہ کہا ہے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اور بعض الفاظ محرف بتائے مگر محتار مدعا علیہ کو غالباً غلط فہمی ہوگی۔ اس پر تعارض کا اعتراض نہیں بلکہ اعتراض یہ ہے کہ ان اقوال کا نتیجہ یہ نکلا۔

"کہ سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے فیصلہ کے قرآن کے معنیٰ اور حدیث و اقوال ائمہ اور تمام کتب اسلامیہ کچھ بھی حجت نہیں۔ یعنی گواہ صرف مرزا صاحب کا نمائندہ ہے یہ اعتراض بحالہ قائم رہا نہ تعارض و تناقض کا اعتراض تھا اور نہ تطبیق کی توجیہ نافع ہو سکتی ہے۔"

(۲)

گواہ مدعا علیہ نے اپنے اصل بیان میں ختم الرسالت کے ختم اور ___ سے کچھ قبل جو ضروریات دین کی تعریف کی ہے کیونکہ ضروریات دین ....تا یہ معنی ضروریات دین میں سے ہیں۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ یہ معنی علاوہ خود تراشیدہ ہونے کے اسلاف اور شریعت کی اصطلاح "ضرورت دین" سے گواہ کی ناواقفی کا آئین ثبوت ہیں جس کے بعد وہ عالم دین کی حیثیت سے نکل جاتا ہے اور اس کی علمی و مذہبی شہادت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ (ملاحظہ اصل بحث)

اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا سوائے اس کے کہ جرح ۲۳ مارچ سے نقل کر دیا کہ آپ نے ضروریات دین کی تعریف کی ہے۔

ضروریات دین ....تا........ حاصل ہے۔ (۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء)

اور پھر یہ کہا کہ اگر یہ غلط تھی تو پہلے لازم تھا کہ غلط ثابت کرتے۔

ہمیں اس کے جواب کی بھی حاجت نہیں بیانات گواہان مدعیہ خصوصاً گواہ ___ میں ضروریات دین کی تعریف ائمہ دین کے حوالوں سے منقول ہے عدالت اس تعریف سے خود مقابلہ فرمائے کہ تمام ائمہ کی تصریح کے خلاف اور علم سے بکسر بعید یہ بیان گواہ مدعا علیہ ___ کی تعریف ضروریات دین ہے۔ اور اس روزمرہ کے مسئلہ سے جب ناواقف ہے تو اس کا ان پیش کردہ مسائل میں کیا حال ہوگا۔ غالباً اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے اپنی بحث کو صرف گواہ مدعا علیہ ___ کے بیان پر مبنی کیا اور بیان گواہ ___ کو تقریباً بالکل نظر انداز کر دیا حالانکہ اس میں بہت سی جدید اور عجیب و غریب اور گواہ مدعا علیہ ___ سے اکثر متعارض امور ہیں جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔

(۳)

گواہ مدعا علیہ ___ نبوت کے لغوی معنیٰ خبر دینا یعنی خدا کی طرف سے غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ (۲۱ مارچ

نیز اس کے ساتھ اس سے اگلا سوال وجواب ملاحظہ ہو۔

اس پر اعتراض یہ تھا کہ نہ یہ تعریف لغوی ہے اور نہ یہ اصطلاحی بس معلوم ہوا کہ گواہ مسلک نحوی اصطلاحی نبوت سے بھی ناواقف ہے حالانکہ اکثر ویشتر اس کی شہادت نبوت ہی کے متعلق ہے۔

اس کی تاویل میں منجد سے یہ حوالہ نقل کر دیا کہ۔

"النبوة والنبوة الاخبار عن الغيب والمستقبل بالهام من الله الاخبار عن الله وما يتعلق به تعالى والنبى المخبر عن الغيب او المستقبل بالهام من الله۔"

حالانکہ یہ تاویل محض باطل ہے اول یہ کتاب جیسا کہ جرح میں اقرار موجود ہے عیسائیوں کی تالیف ہے اور انہوں نے دین عیسوی کے پروپیگنڈے کے واسطے اسلامی اصطلاحات میں بہت کچھ لغت کی آڑ لے کر تحریف کی ہے جس پر علمائے مصر نے ایک تبصرہ بھی شائع کیا ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ یہ علماء میں متعارف و مقبول ہے مسلم کسی بھی لغت میں یہ نہیں اور نہ گواہ یا مختار مدعا علیہ پیش کر سکے۔

نیز اس غلط تعریف سے بھی گواہ مدعا علیہ مسلک کے الفاظ کا اثبات نہ ہوا جیسے عدالت خود ہی ملاحظہ فرما سکتی ہے بہرحال اعتراض بدستور قائم رہا۔

(۴)

گواہ مدعا علیہ نے علاوہ کتب مذکورہ جن سے گواہ عدالت ناواقف تھا اور بھی متعدد کتب ضروریہ پیش کردہ مثلاً شرح شفا بھی اس نے نہیں پڑھی۔ اور اکثر کے مصنفین کے نام و مسلک سے واقف نہیں۔ پھر ان کے کلام کا اس ناواقفی سے کوئی ٹکڑا کا ٹکڑا استدلال کرنا قابل التفات نہیں اس کا کوئی جواب نہ ہو سکا۔ صرف پہلے جواب اور اسی بیکار تاویل پر حوالہ دے دیا۔

(۵)

گواہ مدعا علیہ نے خواجہ غلام فرید صاحب کے متعلق ابتدائی تعارف میں تو بہت کچھ القاب وآداب پیش کئے۔ مگر بجواب جرح کہا مسلم نہیں پھر سوالات مکرر میں بتایا۔ کہ خواجہ صاحب احمدی ہونے کے بعد سلسلہ کے دوسرے احمدیوں کی طرح ہوں گے۔

اس میں علاوہ تعارض کے خواجہ صاحب کی نسبت بھی اُن کے ابتدائی الفاظ کا خلاف واقع ہونا معلوم ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب دراصل ان کی نگاہ میں معمولی دوسرے احمدیوں کی طرح ہیں وہ بھی جب کہ احمدی ہو جائیں۔ ورنہ بقول مرزا محمود صاحب جب تک کوئی مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہو اور نبی اور رسول انہیں نہ مانتا ہو خواہ عمر بھر حج سراج کرے کافر و دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر ہے۔

اور مرزا صاحب نے تو حضرت خواجہ صاحب کو اپنی کتاب انجام میں اپنے مکفرین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ بھی مختار مدعیہ کا ایک خلاف واقعہ قول ہے گواہ کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ واجب الاطاعت ہونے کے لحاظ سے "خواجہ صاحب، مسلم بزرگ نہیں ہیں ویسے مسلم بزرگ ہیں۔ جیسے سلسلہ احمدیہ کے اور سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں" باوجودیکہ اس میں بھی قطع و برید کی ہے عدالت خود مسل سے ملاحظہ فرمائے پھر بھی اعتراض تو وہی قائم رہا کہ واجب الاطاعت مسلم بزرگ نہیں۔ بلکہ دیگر احمدیوں کی طرح ہیں۔ بہرحال اعتراض رفع نہ ہوا۔

(۸)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۱۱ر مارچ کو بجواب جرح کہا کہ "احمدیت سے ارتداد ظاہر کرنے والا اسلام سے مرتد نہیں۔ پھر سوالات عدالت کے جواب میں اس کے خلاف کہا کہ اسلام سے ارتداد اور احمدیت سے ارتداد بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے قطعاً کوئی فرق نہیں۔"

یہ کھلا ہوا تعارض ہے جس کے بعد اس کی شہادت کی وقعت نہیں رہتی۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا کہ چونکہ اصل الفاظ جرح پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور کسی جواب کی ضرورت نہیں محض مختار مدعیہ نے الفاظ کی تحریف سے مغالطہ دیا ہے عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے کہ جہاں کہیں خلاصہ یا نتیجہ لیا گیا ہے وہاں کوئی بھی اس کا اصل مفہوم نہیں بدلا اور اکثر تو بعینہٖ الفاظ ہی لئے گئے ہیں کہیں کہیں صرف طوالت سے بچنے کے واسطے زائد الفاظ حذف کرکے ضروری اور ملخص لیے گئے ہیں۔ بہرحال اس تعارض کا جواب نہیں ہو سکتا۔

(۹)

گواہ مدعا علیہ ۲ نے ۱۴ر مارچ میں ہندوستان میں احمدی کا لفظ صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے مستعمل بتایا پھر سوالات عدالت میں مولانا رشید احمد صاحب کا فرقہ بھی احمدی قرار دیا۔ جو کھلا ہوا تعارض ہے۔

جواب میں اصل الفاظ نقل کئے اور دوسرا قول صرف فوائد فریدی کے متعلق قرار دیا مگر جواب نہ ہو سکا بہرحال ہندوستان میں دوسرا فرقہ بھی احمدی ثابت ہو گیا جو اول قول سے متعارض ہے۔ نیز خلاف واقع ہے جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سلسلہ میں القول الصحیح کے حوالہ سے پیش کر چکا کہ مولانا رشید احمد صاحب کے مرید ہیں رشیدی کہلاتے ہیں نہ احمدی۔ بہرحال اعتراض تعارض بحالہٖ ہے۔

---

(۱۰)

گواہ مدعا علیہ ٹ نے پھر ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء کو کہا کہ خواجہ صاحبؒ کی وفات کے قبل تریاق القلوب اور بیسیوں کتابیں شائع ہو چکی تھیں اور پھر کہ بیان میں اس کے خلاف کہا کہ تریاق القلوب حضرت خواجہ صاحبؒ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

اصل الفاظ جواب کے واسطے نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ لوگوں کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ تریاق چھپ تو چکی تھی مگر شائع نہیں ہوئی تھی۔

مگر عدالت خود الفاظ جواب جرح کے ملاحظہ فرمالے تعارض واضح ہے اور یہ تاویل بعد کی تصنیف ہے ورنہ وہاں اس سے کوئی تعلق نہیں۔

مختاران مدعیہ کی صریح غلط بیانیاں

اس سلسلہ میں تقریباً (۱۰) نمبر قطع و برید کرکے پیش کئے ہیں۔ اولاً یہاں اس سے کوئی ناجائز تعلق نہیں کیونکہ مختار مقدمہ پر تنقید کا اثر اصل کیس پر نہیں پڑتا۔ البتہ گواہان مقدمہ پر تنقید ضرور قابل لحاظ ہوتی ہے۔ تاہم میں مختصراً اس کی حقیقت قریب پیش کرتا ہوں۔

خلاصہ اعتراضات

(۱) بحر الرائق کے اصول مکتوبہ معلوم ہونے کا غلط الزام۔

(۲) چندہ نہ دینے والے کے بیعت سے خارج ہونے اور احمدی ہونے کا تعارض۔

(۳) لو کے متعلق گواہ ٹ پر الزام کہ لو جس جگہ داخل ہوتا ہے وقوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اس کی عبارت میں لفظ اکثر کا ہے۔

(۴) مختار مدعیہ نے ۱۰ اکتوبر کی بحث میں کہا کہ تفاسیر میں انبیاء کی عصمت کے خلاف جو باتیں درج ہیں وہ تردید کے لئے ہیں نہ تائید کے۔ یہ غلط ہے جیسا کہ تفاسیر کے عنوان کے تحت آگے بیان کیا جائے گا۔

(۵) دس اکتوبر میں گواہ مدعا علیہ ٹ کے متعلق کہا کہ اس نے نوٹ مارچ کو تسلیم کیا کہ خواجہ صاحب کے سامنے نبوت کا ذکر نہیں آیا محدثین کا ذکر آیا یہ غلط ہے گواہ کے یہ الفاظ ہیں حضرت مرزا صاحب الخ۔

(۶) یہ بھی مختار مدعیہ نے غلط بیانی کی کہ مرزا صاحب میلہ سے پڑھ کر ہیں کیونکہ اس کا کوئی کلمہ نہ تھا اور مرزا صاحب کا " لا الٰہ الا اللہ احمد جری اللہ کلمہ ہے "
حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کوئی نیا کلمہ نہ تھا پھر ازالہ اوہام اور انوار اسلام و چشمہ معرفت کے حوالے پیش کئے ہیں ۔

(۷) دس اکتوبر میں مختار مدعیہ نے یہ غلط بیانی کی کہ گواہان مدعا علیہ نے عقائد کے متعلق جو حوالے دیئے ہیں وہ ۱۹۰۱ء سے قبل کے ہیں ۔ حالانکہ مواہب الرحمٰن ۱۹۰۳ء اور کشتی نوح ۱۹۰۲ء کی ہے ۔

(۸) مختار مدعیہ نے ائمہ و اکابر پر تکفیر کے فتاوئی کا ذکر کر کے دس اکتوبر کی بحث میں کہا کہ گواہ مدعا علیہ نمبرا نے سات مارچ کو تسلیم کیا کہ جس وجہ سے ان کی تکفیر کی گئی ۔ ان وجوہات سے برات کا اظہار کرتے رہے ۔ حالانکہ اصل الفاظ یہ ہیں کہ " باوجودیکہ الخ .... "
جن کا مطلب یہ ہے کہ بعض سے برات ظاہر کی اور کوئی صحیح تسلیم کرتے رہے ۔ الخ
یہ اس نے غلط بیانی کی ۔

(۹) مختار مدعیہ نے دس اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ مدعا علیہ ۲ کے نزدیک مرید کا قول مطلقاً پیر کے حق میں معتبر نہیں ۔ اصل الفاظ گواہ کے یہ ہیں کہ ہر مرید کا بیان معتبر نہیں بلکہ اس کی حیثیت اور مرتبہ دیکھا جائے گا ۔

(۱۰) ۱۰ اکتوبر کی بحث میں یہ غلط بیانی کی کہ گواہ نے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جس سے ثابت ہو کہ ضروریات دین میں تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہا گیا ۔ حالانکہ یہ گواہ مدعیہ ۲ کی جرح اور منہاج السنۃ صفحہ ۶۱ و ۶۲ اور یہ تسلیم حوالہ گواہ مدعیہ ۲ کے خلاف ہے ۔ اور پھر بحر الرائق کا حوالہ بھی اسی سلسلہ میں نقل کیا ۔

(۱۱) مختار مدعیہ نے گیارہ اکتوبر کو یہ غلط کہا کہ " اولیاء اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا یا لکھا کہ ہم پر آیات نازل ہوئیں صرف علم الکتاب کا حوالہ پیش کیا تھا الخ حالانکہ گواہ مدعا علیہ نے اثبات الالہام والبیعۃ اور فتوح الغیب اور مقامات امام ربانی کے بھی حوالے پیش کئے تھے ۔ یہ صریح غلط بیانی ہوئی ۔

الجواب

اولاً یہ تمام مباحث اوپر جواب الجواب میں گذر چکے جن کے بعد یہ شبہات ہی نہیں پیدا ہوتے پھر بھی مغالطہ دفع کرنے کے واسطے نہایت مختصر جواب عرض ہے ۔

(۱) اس کا جواب اس سے قبل کے ہیڈنگ گواہ مدعا علیہ ۲ پر تنقید کے جواب ۲ کے تحت میں مفصل گذر چکا اب کسی جواب کی حاجت نہیں اور جو مغالطہ مختار مدعا علیہ یہاں دینا چاہتا ہے ۔ وہی وہاں بھی دیا ہے ۔ بس وہی

جواب کافی ہے"

(۲) اس کا بھی تعارض اس سے قبل کے پیڈنگ میں ثابت کر چکا لہذا غلط بیانی نہیں ۔ بلکہ مختار مدعا علیہ کا صرف مغالطہ ہے ۔

(۳) لفظ توٰی کے معنی گواہ مدعا علیہ نمبر۲ سے نقل کئے گئے تھے اور ملت کے انگریزی نقل ہوئے تھے ۔ غلط فہمی سے اسے غلط بیانی سمجھ لیا ۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے ۔

(۴) یہ غلط بیانی نہیں بلکہ اس کا ثبوت تفسیر خازن ج ۳ صفحہ ۲۳۵ ہی سے پیش کیا تھا ۔ اور اسی عبارت کے متعلق جیسے اصل نے بیان مطبوعہ میں دی تھی ۔ البتہ مختار مدعا علیہ کی یہ صریح غلط بیانی ہے ۔ کہ پراگے تفاسیر کے عنوان کے بحث میں آئے گا ۔ یہ اصل شہادت میں بھی مسل پر نہیں بلکہ مطبوعہ کاپی پر یہ شامل ہیں ۔

(۵) یہ مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے ۔ عدالت خود اصل مسل سے الفاظ جرح ملاحظہ فرمائے وہاں یہ شعر بھی درج ہے جو خواجہ صاحب کو مرزا صاحب نے ایک قصیدہ میں لکھا تھا ۔

بلا مہر نبوت را بود شد استحکام ۔

نیز جب کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ پردہ نبوت سے اٹھا ۔ اور حضرت خواجہ صاحب کی وفات سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل ہوئی ملاحظہ ہو جرح گ ۲ ۔ م ۔ مارچ ۱۹۳۲ء اور وہ اصل تو نبوت کا دعوے صراحۃً انہیں پہنچ ہی کب سکتا ہے ۔

(۶) عدالت خود اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے ظہیر الدین اروپی سے یہ نقل پیش کی ہے ۔ کہ وہ مرزا صاحب کا نیا کلمہ لا الٰہ الا اللہ احمد جری اللہ پڑھنے اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور اپنے مرزا صاحب کی صریح عبارات اور الہامات سے اپنے رسائل میں ثابت کیا ہے ۔ اصل رسائل جرح میں پیش ہوئے تھے ۔ وہ بھی ایک مستقل پارٹی ہے پس یہ اصل مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی اور مغالطہ ہے

نیز ازالہ اوہام اور انوار اسلام سے اس کے خلاف پیش کرنا خلاف ہے ۔ کیونکہ مرزا صاحب کا کلام متعارض سمجھنا ہے ۔

(۷) یہ صریح مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے میری جرح کے یہ الفاظ ہیں ۔

میں یہ تمام بڑھ چڑھ کے ادعا اسلام اس وقت تک تھا جب ادعائے نبوت کمل کے نہ تھا اور نبوت کے متعلق یہ خیال تھا جو ایام الصلح صفحہ ۷۵ اور آسمانی فیصلہ و سراج منیر صفحہ ۳ و ۴ وغیرہ وغیرہ میں موجود ہیں ۔ صرف ذکر کتابیں کشتی نوح و مواہب الرحمٰن دعوے کی وضاحت کے بعد کی ہیں ۔ پھر ہر دو کا یہ جواب دیا ہے کہ ۔

(۱) یہ صرف الفاظ ہیں معانی متعارف مراد نہیں جیسا کہ آگے آئے گا ۔

(٢) نیز یہ خود بھی ان کا کفر ثابت کرتی ہیں ۔

(٣) ان کے بعد انتقال سے قبل بھی کفریہ دعویٰ موجود ہے ۔ البدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ۔ نیز حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء براہین پنجم ۱۹۰۵ء میں کافی کفریہ عقیدہ موجود ہیں ملاحظہ ہو تحت ابتدائی کا شروع حصہ ۔ پس جب کہ یہ نے خود ہی یہ کتب مستثنیٰ کر دیں تو یہ مختار مدعا علیہ کی صرف غلط بیانی ہوئی جس کا مختار مدعیہ کسی طرح ذمہ دار نہیں ۔

(٨) مطلب کی تاویل سے جواب نہیں ہو سکتا عدالت خود مسل سے اصل عبارات ملاحظہ فرمائے تاکہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ واضح ہو جائے ۔

(٩) مختار مدعیہ نے خلاصہ پیش کیا تھا عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ وہ اصل الفاظ کے مفہوم کے سر مو خلاف نہیں یہ بھی مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔

(١٠) اس کا مفصل جواب جس سے یہ توجیہات خود زائل ہو جاتے ہیں ۔
"گیا ضروریات دین کا منکر کافر ہے" کے تحت بحث گذر چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔

(١١) اس کا بھی جواب گذر چکا اثبات والبیعۃ اور مقامات الہام ہیں جو غیر مسلم ہیں نیز ہمارے مخالف نہیں یقوح العیب میں یہ کہیں نہیں صرف حضرت شیخ پر بہتان ہے ۔ صرف علم الکتاب سے مغالطہ دیا تھا ۔ اس کا مکمل جواب دیا جا چکا اصل بحث میں بھی اور جواب الجواب میں بھی اعادہ کی ضرورت نہیں وحی کے ہیڈنگ کے تحت عدالت خود ملاحظہ فرما وے ۔ اس کے بعد مختار مدعیہ کا قول بالکل صحیح ہے کوئی بھی غلط بیانی نہیں صرف مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے ۔ یا غلط فہمی ہے ۔

(الزام خیانت کا رد)

خیانت ثابت کرنے کے واسطے مختار مدعیہ نے صرف تین حوالے تحذیر الناس ۔ حج الکرامہ ۔ اور بحر الرائق پیش کیے ہیں ۔

الجواب

یہ محض مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی ہے علاوہ خیانات کی اس مفصل یادداشت کے جو مختار مدعیہ نے پیش کی ۔ مختار مدعیہ نے تفسیر اتقان سے لفظ قال و کے ابتدا سے ۔ اور "وفیہ نظر" انتہا سے قطع کرکے اور ایک غلدمل کی طرف سے غلط طور پر لقاسیو المتقدمین محوۃ با حنث والسین کی نسبت غلط بیان کرکے جو دعاں میں نیز فوائد محمود حوالہ کی شرمناک خیانت ہیں کی تھی جس کے جواب کا میں نے یہاں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا ۔

روبرو غلط بیان ثابت ہونے سے اس کی تمام شہادت ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے ۔گواہ مت پر یہ اعتراض نہیں بلکہ اس پر دوسرا ہے جو اپنی جگہ پر ضمناً گزر چکا ۔یہ کہنا کہ تفاسیر میں خلاف نصمت انبیاء بہت سی باتیں گواہ مدعا علیہ نے پیش کی تھیں ۔اور مختار مدعیہ نے صرف ایک مثال اس میں سے کرسب پر ایک حکم لگایا ۔صریح غلط بیانی ہے ۔مسل سے عدالت ملاحظہ فرمائے ۔ایک بھی مثال نہیں سب کٹ چکی ہیں ۔ ہاں مطبوعہ کاپی پر ضرور ہیں اور ستیٹے میں خیانت کی ہے ۔مگر وہ زیر بحث نہیں ۔عدالت جب بھی حکم فرمائے ان اشد کی خیانتیں تمام پیش کی جا سکتی ہیں سب نے تردیداً وہ اقوال نقل کرکے روایتاً و درایتاً باطل کیا ہے ۔

ابن جریر میں بھی اس کی تردید موجود ہے ۔چونکہ عدالت نے اپنے نوٹ سے اصل بیان میں اس سوال کو روک دیا ہے ۔اس لیے نہیں پیش کرتا ۔

یہ کہنا کو وقید نظرہ اس کے بعد والے قول ابن جریر متعلق ہیں ۔محض غلط ہے عدالت خود ملاحظہ فرمائے ۔ نیز ابتدا سے قال وکا قطع کرنا تسلیم کر لیا جو شرمناک خیانت ہے ۔جس کے بعد شہادت قبول نہیں ہو سکتی ۔اس کے بعد فوائد مجموعہ کا حوالہ تو نقل کیا ۔مگر مختار مدعیہ کی پیش کردہ اس خیانت کا کوئی جواب نہ دیا کہ اسی کے آگے یہ عبارت ہے ۔

"قال الخطیب و ھذا محمول علی کتب مخصوصۃ" جسے کاٹا گیا ہے ۔گویا یہ خیانت بھی مسلم ہے بہرحال شہادت ناقابل قبول ہی رہی ۔

(آیت قرآنیہ کے ترجمہ میں خیانت کا الزام)

(۱) گواہ مدعا علیہ نے آیت فلما جاءتھم رسلھم بالبینات فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون (المومن ع ۹) کا ترجمہ یہ کیا ۔اور جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے ۔تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جس بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے ۔وہ ان پر آن پڑے" اور ترجمہ میں باوجود معمولی ترمیم کے بہرحال گذشتہ کا ایک واقعہ امم سابقہ کا مانا ۔

پھر اس سے نتیجہ ایک ضابطہ بنا کر موجودہ علماء پر منطبق کرنے کے واسطے مفہوم میں یہ تحریف کی ۔

"پس ظاہر ہے ۔کہ علماء ہمیشہ خدا کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے رہے ۔اور ان کا علم ان کے لیے حجاب اکبر بن گیا ۔اس کے بعد جو بھی منہ میں آیا علماء کو کہا ۔اور تفضیل اشلہ تکفیر پیش کیں وغیرہ وغیرہ ۔

پس اس آیت کے مطلب میں خیانت کی اور تکفیر علماء کی وجہ سے مرزا صاحب کو خدا کا فرستادہ اور ان علماء

کو جنہوں نے اُن کے کفر و ارتداد پر بندگان خدا کو مطلع کیا تھا۔ انہیں اس آیت کا مصداق بنایا۔ حالانکہ یہ آیت امم سابقہ مثل یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے۔

اس کا جواب صرف یہ دیا کہ علماء پر کچھ اور فقرے کس دیئے اور یہود و نصاریٰ کے متعلق ہونے سے انکار کر دیا حالانکہ آیت کا سیاق و سباق اور صیغہ ماضی بتاتا ہے کہ یہ امم سابقہ کے متعلق ہے۔ پھر بھی اسے اپنی رائے سے غلط معنی پہنانے، تحریف معنوی ہے جو جائز نہیں۔

اور بدذات فرقہ مولویاں کے تحت جس قسم کی موجودہ زمانہ کے علماء و صلحاء کے واسطے تبرات اور سخت کلامی و دشنام طرازی اختیار کی تھی۔ یہاں اس سے زائد کی ہے۔ ہمارا اصولی جواب نہایت نرم لہجہ میں پیش ہو چکا عدالت اسے خود ہی ملاحظہ فرمائے ہم مکرر نقل بھی نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں آیت صراط الذین انعمت علیہم کا بھی ترجمہ تھا۔ کہ ہمیں اُن لوگوں سے بنا جن پر تو نے انعام کیا۔ یعنی نبی بنانے کی دعا کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب تحریف کلام الٰہی ہے اس کا جوابی میں کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یوں ہی اکثر آیات و احادیث و اقوال سلف میں خود تراشیدہ ترجموں سے مغالطے دیئے ہیں۔

(۱۴)

مندرجہ ذیل کتب فریقین کو غیر مسلّم ہیں

(۱) حجج الکرامۃ۔ (۲) اقتراب الساعۃ

(۳) فتح البیان۔ (۴) جامع الشواہد۔

(۵) یعسوب نچال بر لشکر دجال۔ (۶) انوار احمدیہ۔

(۷) حیات جاوید۔ (۸) ہدیہ مجددیہ۔

(۹) تفسیر حقانی۔ (۱۰) ابلیس

اس کے علاوہ اور بھی اس اس قسم کی ہیں۔ کیونکہ مقدمہ مرزا صاحب کے متبعین اور اہل سنت احناف میں ہے اور یہ کتب غیر مقلدین۔ نیچری۔ یا رافضیوں کی ہیں۔ پس نہ حنفیوں کی مسلّم ہو سکتی ہیں نہ مرزا صاحب کے متبعین پر بلاوجہ اُن کے حوالے دیئے۔ نیز مرزا صاحب کے متبعین تو ظاہری ادعا کے مطابق قرآن کے اور جو حدیث ان کے زعم میں ان کے اور مرزا صاحب کی وحی کے مطابق ہوں۔ نیز مرزا صاحب اور اُن کے خلفاء کی کتب کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ جیسا کہ جرح میں بار بار آچکا ہے۔ پس یہ کتابیں صرف اسی لیے کار آمد ہو سکتی تھیں۔ کہ وہ فریق مدعیہ پر حجت ہوتیں۔ اور تسلیم نہیں۔ نہ اس کے فرقہ کی ہیں۔ پس فریقین کو غیر

مسلم نہیں۔

اس پر بلاوجہ غلط بیانی کا الزام دے کر مختار مدعا علیہ نے بیکار تاویلیں کیں جو قابل التفات بھی نہیں۔ نیز یہ کہا کہ شہاب وروح المعانی کے متعلق بھی نہیں کہا۔ حالانکہ یہ مختار مدعا علیہ کی صریح غلط بیانی ہے بلکہ شہاب کے متعلق یہ کہا ہے۔ کہ ہمارے نزدیک وہ حاشیہ معتبر نہیں۔ نیز یک مفسر کی رائے علم حدیث میں ماہرین فن کے مقابلہ پر بالاتفاق معتبر نہ ہوگی۔

روح المعانی کے متعلق ہرگز غیر مسلم یا غیر مسلمہ فریقین کا لفظ نہیں کہا گیا۔ ہاں فتح البیان کے متعلق کہا گیا۔ شاید مختار مدعا علیہ کو مغالطہ ہوا ہو۔

گواہ مدعیہ نے شہاب کے اس بیضاوی پر کے حاشیہ کا حوالہ نہیں دیا۔ جو حاشیہ غیر معتبر ہے بلکہ ان کی کتاب نسیم الریاض کا حوالہ دیا ہے۔ اسے غیر معتبر نہیں کہا گیا۔ ایک مصنف کی تمام تصانیف ایک جیسی معتبر ہونا ضروری نہیں امام بخاری ؒ کی کتاب صحیح بخاری جیسی پایہ کی ہے اس طرح ان کی دوسری تصانیف تاریخ بخاری ادب المفرد جزو قراءت خلف الامام وغیرہ نہیں۔ بلکہ کتر حجت ہی نہیں۔ مختار مدعیہ نے حجج الکرامہ واقتراب الساعۃ وفتح البیان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ یہ پیش کی تھی کہ ان کا مصنف غیر مقلد ہے جن سے کافی اختلاف مسئلہ تقلید وغیرہ میں یہاں تک کہ تقلید کو شرک تک کہتے ہیں لہٰذا مدعیہ اور اس کے فریق مقلد بر مخالف کی کتب کیونکر حجت ہوں گی۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب وہ اس فریق کو مشرک کہتے ہیں تو پھر فریق مدعیہ کو انہیں کافر بنانا چاہیئے حالانکہ گواہ مدعیہ نے انہیں مسلمان مانا ہے اور حجج الکرامہ کی بعض عبارات کی تصدیق کی ہے کہ اس میں ہیں۔

نیز یہی حوالہ الساعۃ میں بھی ہے اور ملا علی قاری کا بھی۔ نیز مولانا گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں اُن کے حوالے دیئے ہیں۔ پھر مختار مدعیہ کو کیا حق ہے کہ انہیں تعصب اور غیر مقلدیت کی وجہ سے غیر مسلم بتائے۔

(الجواب)

باوجودیکہ یہ بات بار بار صاف ہو چکی مگر مکرر لا رہے ہیں یقیناً ہمارا فریق سوائے مرزا صاحب اور ان کی امت کو جو قطعاً کافر ہیں کسی اور کو کافر نہیں کہتا بلکہ اُن کے فتویٰ غلط فہمی پر مبنی بتاتا ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور یہی گواہ نمبر ۲ نے جرح میں بتایا ہے ملاحظہ ہو جرح گواہ مذکور۔

مسلمان اس قدر تکفیر کے دلدادہ نہیں کہ صرف ایک شخص کی بیعت میں تامل کی وجہ سے تمام چالیس کروڑ مسلمانوں کو بلا استثناء یک قلم دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنادیں جیسے کہ مرزا محمود صاحب خلیفہ قادیان نے کیا۔ (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ وصفحہ ۵۶) باقی کسی کتاب کے متعلق یہ کہنا کہ اس میں فلاں چیز ہے اس سے اُس کا مسلم ہونا تو لازم

نہ آیا ورنہ ماننا پڑے گا کہ جرح میں جو کتب گواہان مدعا علیہ کے سامنے پیش ہوئیں اور اُن میں عبارت مسئولہ
بتائی وہ سب اُن کی مسلّم ہو گئیں ۔

نیز الصابئة کب مسلّم ہے اور ملا علی قاری کا قول تو اُسی حجج الکرامة سے نقل ہے جس کا وثوق کے ساتھ
اعتماد نہیں ۔ نواب صاحب بھی نقل حوالوں میں پختہ کار نہ تھے ملاحظہ ہو تذکرة الراشد مولانا عبدالحیؒ ۔

فتاویٰ رشیدیہ میں حوالے اُن غیر مقلدین پر حجت قائم کرنے کو نقل کئے گئے ہیں جو اُنہیں مانتے ہیں یہ
کہیں نہیں کہ یہ جیسی مسلّم ہیں مفصل اپنی جگہ پر گذر چکا بہر حال یہ کتب جیں تو مسلّم نہیں اور نہ فریق ثانی تسلیم کر رہا
ہے بس فریقین کے غیر مسلّم ہونے میں شبہ کیا ہو سکتا ہے ۔ یہ کہنا کہ جامع الشواہد بھونچال بر لشکر دجال حیات جاوید
وغیرہ کے مسلّم و غیر مسلّم ہونے کا سوال بھی نہیں اس سے تو اُسی کی تکفیر دکھانا ہے ۔ مگر جب تک متعدد مسلّم کتب
سے نہ دکھائیں ان غیر ذمہ دار غیر مسلّم رسائل کا اعتبار کیا بہر حال جب کہ یہ ہمیں اور انہیں دونوں کو مسلّم نہیں تو ان
کا لانا ہی بیجا طوالت کے سوا کوئی سودمند نہیں ۔

ہدیہ مجددیہ و انوار احمدیہ جن کے مصنف کا نام تمام جرح میں نہ بتا سکے نہ اصل کتاب پیش کر سکے اب یہ کہا
جا رہا ہے کہ ان کے غیر مسلّم ہونے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اس سے زائد کیا وجہ ہوگی کہ مدعیہ یا اس کے
فریق کے کسی مسلّم بزرگ کی نہیں ایک غیر معروف شخص حکیم وکیل احمد سکندر پوری کی ہے جن کے حالات کا
بھی پتہ نہیں ہر کس و ناکس کے رسائل و تالیفات حجت و مسلّم نہیں ہو سکتیں ۔

(مسلم اور مسلمان کا فرق)

مختار مدعیہ نے پیش کیا تھا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ کے مسلمان ماننے سے ان کا مسلّم ہونا کیسے
تسلیم ہو گیا ۔ مسلمان اور مسلّم ہونے میں فرق ہے ۔ کتنے مسلمان ہیں مگر مسلّم نہیں ملاحظہ ہو محمد علی صاحب
ایم اے خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کی جماعت مدعا علیہ اور اس کے فریق کے نزدیک مسلمان تو ہیں مگر
مسلّم نہیں یوں ہی حنفیہ کے نزدیک غیر مقلدین و علماء بریلوی وغیرہ مسلمان تو ہیں مگر مسلّم نہیں ۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ بحث صرف اسلام و کفر کی تھی اس لیے مسلمان ہونے کا سوال کیا گیا اور جن کے متعلق
دریافت کیا گیا وہ مسلّم امام ہیں محض غلط اور سراسر مغالطہ ہے ۔ کبھی بھی نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد یا دوسرے
ان جیسے مدعیہ یا اس کے فریق کے امام نہیں ہو سکتے ورنہ مختار مدعا علیہ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ محمد علی صاحب ۔ ایم ۔ اے ۔
اور ظہیر الدین اروپی اس کے مسلّم امام ہیں ۔

یہ نظریہ اتنا واضح تھا کہ کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی ۔ بلا وجہ تاویلات دی ۔ عدالت اصل بحث سے ملاحظہ فرمائے

ان تاویلات کے بعد بھی تقریباً اس سلسلہ کے آٹھ دس نمبر لاجواب رہے۔

(گواہ مدعا علیہ کی شہادت ہرگز قابل قبول نہیں)

ہر دو گواہ مدعا علیہ مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی صفائی پیش کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں۔ حالانکہ دونوں اس کے تنخواہ دار ملازم اور ایسی صفائی پیش کرنے اور ملک میں اسی پروپیگنڈہ کرنے کے نوکر ہیں۔ پس ایکٹ شہادت کے بموجب نوکر کی شہادت آقا کے حق میں موثر و قابل التفات نہیں۔ (ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ ۳ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء) یہ تنقید لاجواب اور بالکل ضابطہ کے مطابق ہے لہذا ان کی شہادت معتبر نہ ہونی چاہیئے۔

نیز ہمارے بعض گواہوں کو دیوبندی خیال کے بتا کر کافر بنانا اور علمائے اسلام جن کی شہادت کا حکم تھا۔ اس کے زمرہ سے خارج کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ گواہ مدعا علیہ ۳ ۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء کی جرح میں کسی ایک کو بھی دیوبندی خیال کا ثابت نہ کر سکا۔

نیز گواہ مدعیہ ۱ الف و ۲ و ۳ کا تو دیوبند یا ان کے علماء سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اور اول الذکر دو شہادتیں جرح سے بھی صاف ہیں۔ لہذا یقیناً قابل لحاظ و قابل قبول ہیں۔

اور اوپر گذر چکا نیز اپنی جگہ پر آئے گا کہ بعض علماء دیوبند کے متعلق غلط فہمی سے بعض اشخاص نے انفرادی طور فتوے دیئے۔ اور اکثر نے بعد اطلاع حقیقت حال واپس لے لیے جیسا کہ غایۃ المامول و غیرہ سے پیش کر چکا ہوں۔

اور تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی کا ان پر فتویٰ کفر ہے لہذا وہ علمائے اسلام نہ رہے۔ پس جب کہ کسی ایک دو کے انفرادی فتویٰ سے بھی علماء اسلام سے نکل سکتا ہے۔ تو گواہان مدعا علیہ تمام دنیا کے اسلامی فرقوں شیعہ۔ مقلد غیر مقلد حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ عرب و عجم کے متفقہ کفر کے فتویٰ کے بعد علماء اسلام کیونکر رہ سکتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ اور گواہان نے یہ بحث بیجا یہاں شروع کی۔

گواہان مدعیہ کی حیثیت کسی طرح مجروح نہیں۔ مگر گواہان مدعا علیہ اور خصوصاً گواہ مدعا علیہ ۳ کی شہادت تو اس قدر مجروح ہے کہ مختار مدعا علیہ نے بھی اسے محسوس کیا اور اپنی بحث میں اکثر گواہ ۱ کے حوالہ پر اکتفا کی۔ نیز اس پر جرح کے ایک جواب غیر متعلق دیکر باقی تنقید کو گویا کہ لاجواب مان لیا۔ پس مدعا علیہ کی طرف اصولاً صرف ایک ہی گواہ رہ گیا۔ اس کا بیان بھی محنت متعارض حوالے غلط۔ قطع و برید۔ ترجموں میں شرمناک خیانتیں جس کے بعد شہادت کی کوئی بھی وقعت نہیں رہتی۔ عدالت ۳ ۔۔۔ پر اصل بحث مختار مدعیہ سے ملاحظہ فرمائے۔

ــــــــ

(۵)

بشارت احمد

مختار مدعیہ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق متعین کرنے کو غایۃ غلطی ہونے تک تسلیم کیا ہے اور اس مصداق کے تعیین کو انکار آیت کے استلزام کا مفتکر ٹھہرایا ہے حالانکہ مختار مدعیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احمد سے مراد سید الاولین والآخرین سیدنا و سندنا محمد مصطفےٰ علیہ السلام والصلوٰۃ کا خود قرآن کا مدلول ہے چونکہ قرآن کو بیان فرمایا گیا ہے وہ خود اپنی آپ تفسیر ہے اور اسی لیے ہی کو تفصیلاً لکل شیٔ بھی کہا گیا ہے قرآن شریف میں سورۂ اعراف میں فرمایا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نبی کی پیشگوئی انجیل میں کی گئی ہے وہ امی ہے اب اس صورت میں وہ ذات البرکات والحسنات سید الکائنات علیہم وافضل الصلوٰۃ اکمل التحیات ہی اس کا مصداق بن سکتی ہیں کیونکہ وہی ایک شے ہے جو باوجود امی ہونے کے ایک ٹھوکر سے کروڑوں فلسفی پیدا کر سکتے ہیں جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیانی امی بالکل نہیں تھے بالکل کل علم کے شاگرد تھے مولوی عالم خوب اہلحدیث کر سکتے تھے بلکہ بقول مرزائی صاحبان سلطان القلم تھے ایک ایک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں ان کی تصانیف کی ہو سکتی ہیں ایسا شخص امی نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ہی شخص کی پیشگوئی کی ہے لہٰذا ان کی پیشگوئی سے اگر حضور مراد نہ ہوں گے تو قرآن کی تکذیب ہوگئی اب ظاہر ہے کہ جو شخص اسمہ احمد کا مصداق کسی غیر کو بنائے گا وہ قرآن کا منکر ہوگا اور سورہ اعراف کا مبین مخالف۔

مختار مدعا علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ مرزا محمود احمد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ مرزا صاحب بہر حال و بہر لحاظ مراد ہیں بلکہ اصالۃً مرزا صاحب ظلاً و تبعاً حضور ہیں۔ بخلاصہ اولاً تو یہ امر خلاف واقع ہے یہاں بشارت احمد سے عبارت نقل کرتے۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق بہر حال اور بہر لحاظ مرزا ہے ثانیاً یہ غیر ممکن ہے آیت میں اسمہ احمد واقع ہے احمد کو علم اور جزئی حقیقی کہا جاتا ہے اور علم کا موضوع لہ واحد بعینہ ہونا کافیہ والوں کے نزدیک بھی مسلّم ہے پس اگر اس سے مراد مرزا صاحب کو لیا جائے تو حضور مراد نہیں ہوتے اور اگر مراد حضور ہیں جیسے کہ قرآن شریف کا صاف مدلول ہے تو مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ احمد علم اور جزئی حقیقی کلی نہیں۔

ثالثاً بلکہ مرزا صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں غلام احمد ہے۔

مختار مدعا علیہ نے کہا ہے کہ اگر لفظ احمد سورۃ صف میں مرزا غلام احمد صاحب کو مراد لیا جائے جیسا کہ غلطہ

ثانی نے کہا ہے تو اس سے اظہار آیت کا استدلال قابل مضحکہ ہے غایت الامر فریق مخالف اس کو غلطی قرار دے سکتا ہے نیز خلیفہ ثانی نے یہ بالکل نہیں کہا کہ بہر حال اور ہر لحاظ اس سے مرزا غلام احمد صاحب مراد ہیں بلکہ باعتبار نام تو مرزا صاحب مراد ہیں اور وصف کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

دراصل مختار مدعا علیہ نے مختار مدعیہ کا مطلب نہیں سمجھا مختار مدعیہ کی یہ غرض نہیں کہ کسی مبہم چیز کی تعیین اس کے انکار کو مستلزم ہے بلکہ ان کی غرض یہ ہے اس آیت میں بلحاظ سیاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں قال اللہ تعالیٰ ۔

فلما جاءهم بالبینات قالوا هذا سحر مبین ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب وهو يدعى الى الاسلام والله لا يهدى القوم الظالمين يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون هو الذى ارسل رسوله الآية

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بشارت کے بعد جب ان کے پاس احمد مبشر بہ تشریف لائے اور بینات اور دلائل واضح کے ساتھ تشریف لائے تو جن لوگوں کو اس بشارت کا علم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہو چکا تھا احمد مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ جادو ہے ظاہر اور اللہ تعالیٰ نے یہ بہتان اور افترا باندھا کہ یہ بشارت متعلق ہے وہ کوئی ہے اور کون اس سے بڑا ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افترا کرے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے جس ذات مقدس کے لیے بشارت دی تھی اس کو کسی دوسرے کے حق میں بنا لے حالانکہ وہ اسلام کی طرف دعوت دیا گیا ہے اور اسلام ایک محقق اور سچا راہ ہے جس کا مدعی بشارت کا صحیح مصداق ہے۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے مگر اللہ تعالیٰ ظالمین کو جو صحیح نبی کو غیر محل کے مرتکب ہوتے ہیں وہ بشارت کے اصلی مصداق کو ترک کر کے کسی غیر کو مصداق تراشتے کبھی ہدایت نہیں دے گا اس واسطے کہ وہ کوئی بھولے ہوئے نہیں بلکہ وہ تو ازروئے ہٹ دھرمی خواہش کرتے ہیں کہ اس بشارت کا مصداق دوسرا قرار دے کر اس اللہ تعالیٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں یعنی یہ تغیر مصداق بشارت محض قول ہونے پر منحصر ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو جو فاران سے ظاہر ہوا ہے پورا کامل کر کے چھوڑ گیا اور اس بشارت کے تصدیق کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کہ بخاری دوسرے صفحہ والی روایت سے ثابت ہے کہ حضور پرنور کے زمانہ میں ہی روم کے بڑے اسقف نے علی الاعلان کہہ دیا کہ جس کی بشارت دی گئی وہ آگیا اور وہی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر بعد وہ لوگ جو کافروں میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت کا مصداق بنانے میں کراہت محسوس کریں گے اور کھینچا تانی کر کے دوسروں کو مصداق بنانے پھریں گے

وہی رسول جس نے علیحدہ پر بشارت محمدیہ نازل فرمائی ہے) تو جس نے (اس بشارت کے مطابق) نیا رسول بھیجا۔ الغرض
اس آیت کا سیاق دلالت صریح سے ثابت کر رہا ہے کہ اس بشارت کا مصداق آ گیا ہے۔ اور اس کا مصداق کوئی دوسرا
تجویز کرنا افترا ہے اور سخت ظلم ہے اور جو لوگ دوسرا مصداق بشارت تلاش کرتے ہیں وہ کافر ہیں اور جیسے دوسری
الیہا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اس بشارت کا مصداق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیا ہے وہ ذات منزلت الحسنات و البرکات
آقائے کائنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس اب جو شخص کسی دوسرے کو مصداق قرار دیتا ہے وہ اس
آیت کا منکر ہے کیونکہ حسب تعین خداوندی اب کوئی دوسرا مراد تو ہو نہیں سکتا اور جو کسی آیت کے ایسے معنے
کا انکار کرے جس کا سیاق ہو تو اس کو بجز منکر آیت کے اور کیا کہا جائیگا گو منہ سے آیت کا ماننا تسلیم
کرتا ہو۔

قرآن شریف کو بالاستیعاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰیؑ نے ایک ہی نبی کی بشارت دی
ہے۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہوں نے متعدد انبیاء کی بشارتیں دی ہیں ملاحظہ ہو بیان گواہ مدعیہ مسٹ۔

اور قرآن شریف میں سورت اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یتبعون الرسول النبی الامی
آیت اس سے پایا جاتا ہے کہ انجیل میں جس نبی کی بشارت ہے وہ امی ہے اور رسول اور نبی بھی ہے اور
تمام مخلوق میں فقط ایک ہستی ہے جو امی بھی ہے اور رسول بھی اور نبی مگر مرزا صاحب بالکل امی نہیں تھے وہ
انبالہ کے ایک شیعہ عالم کے شاگرد تھے جس سے شرح جامی تک کتابیں پڑھی تھیں اور مولوی عالم پنجاب یونیورسٹی
کا امتحان بھی دیا جس میں فیل ہو گئے الہدی بھی کی تھی اور بقول مرید صاحبان سلطان القلم تھے اور بقول ذات شریف
یک یک موضوع پر پچاس پچاس الماریاں تصانیف چھوڑ مرے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس بشارت کو مرزا صاحب پر
منطبق کرنا قرآن شریف کا انکار ہے جو اسے مبشر بہ نبی امی قرار دیتا ہے۔ اور اگر احادیث کو بھی دیکھا جائے تو عربائض
بن ساریہ سے بخاری و مسلم میں ایسی روایات مل جائیں گی جن سے حضور کا ارشاد ذیل ملتا ہے

ساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم و بشارۃ عیسی ابن مریم الحدیث

پس معلوم ہوا کہ بشارت اسمہ احمد کا مصداق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور خود مبشر بہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
حضور پر نور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور جو کوئی اس کا مصداق کسی دوسرے کو تجویز کرنے چاہئے اس کا نام احمد ہی کیوں نہ
رکھ لیا جائے وہ قرآن شریف اور حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے معنیٰ اور مصداق کا مخالف ہے پس
اس نے انکار آیت کیا۔ اور یہی مختار مدعیہ کا مطلب ہے۔

رہا امر ثانی کہ خلیفہ ثانی کے نزدیک بہر حال اور بہر لحاظ مرزا صاحب مراد نہیں یہ بھی غلط ہے میں جناب
خلیفہ ثانی کی کتاب القول الفصل کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ کی طرف توجہ عدالت مبذول کراتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیشگوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسےٰ اپنے جمالی مضمون کے رو سے ایک ہی ہے اس کی طرف اشارہ ہے و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع الجلال والجمال لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

(ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۶۷۳)

اسی طرح اعجاز المسیح میں لکھتے ہیں اور عیسےٰ نے کزرع اخرج شطأہ الآیہ الذین واخرین منہم الی قولہ -

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳)

اس سے خلیفہ ثانی اور مرزا صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہیں ہو سکتے اور بہر حال ہر لحاظ اس سے مرزا صاحب مراد ہیں۔

اور دو شخص اس سے مراد ہو بھی نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احمد علم ہے اور علم کی وضع ایک معین شخص کے لیے ہوتی ہے اور یہ نکرہ اور کلی نہیں - پس اگر اس سے دونوں شخص مراد لیے جائیں تو اسم کی وضع کا خلاف ہوگا - نیز اسکے مرزا غلام احمد صاحب کا نام احمد ہرگز نہیں ان کا نام تو ان کے والد صاحب نے غلام احمد رکھا ہے اگر قرآن شریف میں اسمہ غلام احمد ہوتا تو پھر کوئی وجہ تھی - اور مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب احمد کے نام پر بیعت لیتے تھے اور مرزا محمود کا یہ ادعا کہ خدا نے آپ کا نام احمد رکھا اور آپ نے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا - سب شاعرانہ باتیں ہیں - ان کو استدلال نہیں کہا جاتا احمد کے نام پر بیعت لینا تو اس وقت شروع کیا جب کہ آپ نے اپنے آپ کو بشارت کا مصداق فرض کیا اور یہی دلیل ہے اس کے مصداق نہ ہونے کی - اس واسطے آیت میں اس کی بشارت دی گئی ہے جو احمد کے نام سے ابتداءً مسمی ہوگا اسواسطے کہ اسمہ احمد جملہ اسمیہ ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے۔

اور اگر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آتا ہے - کہ حضور کا نام آمنہ صدیقہ نے احمد رکھا اور عبد المطلب نے محمد رکھا اور یہ کہنا کہ مرزا صاحب کا نام احمد رکھا اگر یہ مراد ہے - کہ اس پیشگوئی میں میرا یہ نام ہے تو مصادرہ علی المطلوب ہے - اس پیشگوئی میں وہ شخص مراد ہے جس کا نام کسی دوسری دلیل سے ثابت کیا جائے - اور اگر اس بشارت کا مصداق ثابت کرنے کے لیے بشارت کو پیش کیا جائے تو یہ توقف الشئی علی نفسہ ہوگا اور اگر کہیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے یہ محض فرض ہی فرض ہے - اصلیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا خدا تعالیٰ کی قدرت

دیکھئے ڈاکٹر خلیفہ ثانی کے منہ سے سچ نکل ہی گیا۔ کہتے ہیں اپنے نام۔

یعنی مرزا صاحب کا نام مرکب ہے۔ اور اس کا ایک حصہ اور جزو احمد کا لفظ ہے۔ جو اولاد کے ناموں کے ساتھ ملایا ہے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا نام احمد نہیں۔ بلکہ یہ ایک جزیت لیں سارا نام غلام احمد ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کتاب البریہ میں لکھتے ہیں۔ میرا نام غلام احمد والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

الغرض مرزا صاحب اور اس کے خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا دعویٰ یہی ہے کہ اس بشارت میں مراد مرزا صاحب ہیں حضور پر نور علیہ السلام نہیں۔

باقی انوار خلافت کے طویل طویل حوالے بلفظہ نقل کرکے بلاوجہ مسئلہ کو طول دیا اور بزعم خود اپنے اس کفر پر پردہ پیش کیے حالانکہ گفتگو اس قدر تھی کہ اس آیت مبشراً برسول کا حقیقی مصداق اور احمد کے نام کا حقیقی مسمی مرزا صاحب ہیں یا رسول اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شروع میں مرزا محمود صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے حقیقی مصداق صرف مرزا صاحب ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد بھی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ مرزا صاحب کا ہے۔ ملاحظہ ہو انوار خلافت صفحہ ۲۱۔

(۲) پہلا مسئلہ یہ ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہو گا بشارت دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے اور جب کہ ہم نے قرآن کی نص قطعی اور صحیح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیا کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں اور احمد بخاری شریف وغیرہ میں آپ ہی کے اسماء میں شمار ہے پھر اس قول کے خلاف نصوص قرآنیہ و تصریحات سنت نبویہ موجود ہیں پس اب اس کے کفر و ارتداد ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے۔

۹

(قرآن وحدیث اور وحی مسیح موعود)

اس سلسلہ میں میں نے اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ کا حوالہ پیش کیا تھا مختار مدنا علیہ نے اس کی ایک غلط اور ناقابل توجیہ یہ کی ہے کہ یہ کلام ان احادیث کی بابت ہے جو مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق ہیں

ان کی دو قسمیں بنا کر جو قرآن کے مطابق ہیں ان کو تائید دعوے میں قبول کرتے ہیں اور جن کے متعلق ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے متعلق لکھا ہے وہ وہی احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں

جواب

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب بالکل غلط اور خلاف تصریح مرزا صاحب ہے کیونکہ شرع محمدیہ کے احکام و مسائل کے اصولوں میں سے اصل اول قرآن اور اصل دوم حدیث ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں "اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ عبارت بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب نے حدیث کو اصول و بنیاد دین سے خارج سمجھ کر حدیث کی توہین کی نیز حدیث سے اپنی وحی کو مقدم سمجھ کر قرآن کے بعد اپنی وحی کو اصول دین میں اصل ثانی قرار دیا۔ جس میں حدیث کی سخت توہین ہوئی کہ قرآن کے بعد مرزا صاحب کی وحی کا رتبہ رہا نہ حدیث کا اور نیز اس میں تشریع کا دعویٰ بھی پایا گیا کیونکہ اصول دین میں مرزا صاحب کی وحی کا اضافہ ہو گیا جو اصل جدید ہے اصول شرعیہ میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں پھر مرزا صاحب حدیث کا درجہ اصول و بنیاد دین سے گرا کر اس کو محض تائید کا درجہ دیتے ہیں جس میں حدیث کی توہین ہے اسی پر اکتفا نہیں بلکہ تائید کا رتبہ بھی اس وقت حاصل ہے کہ جب حدیث میں دو شرطیں پائی جائیں اول یہ کہ قرآن کے مطابق ہو دوم یہ کہ مرزا صاحب کی وحی کے بھی معارض نہ ہو اگر حدیث مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہو تو اگرچہ قرآن کے موافق بھی ہو تو بھی تائید کی حیثیت نہیں رکھتی اس میں حدیث کی سخت توہین ہے پھر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں ظاہر ہے کہ دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو اوپر بیان کردہ دو شرطوں پر نہ ہوں یعنی یا قرآن کے موافق نہ ہوں یا موافق تو ہوں مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں ان تمام حدیثوں کو مرزا صاحب ردی کی طرح پھینکتے ہیں عدالت غور فرمائے کہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کس قدر توہین ہے کہ صحت حدیث کا ایک یہ بھی اصل ہوا کہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض نہ ہو ورنہ پھینکنے کے قابل ہیں اس سے زیادہ حدیث کی توہین کیا ہو سکتی ہے مختار مدعا علیہ نے مغالطہ دینے کے لیے دوسری حدیثوں سے وہ احادیث مراد لیتا ہے جو قرآن کے مخالف ہیں حالانکہ مرزا صاحب کی عبارت میں دوسری حدیثوں سے مراد وہ حدیثیں ہیں جو قسم اول کے مقابل ہیں اور قسم اول کی وہ حدیثیں ہیں جو نہ قرآن کے مخالف ہوں اور نہ مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہوں پس وہ احادیث جو صرف قرآن کے مخالف ہوں یا وہ احادیث قرآن کے موافق مگر مرزا صاحب کی وحی کے معارض ہیں وہ سب قسم دوسری حدیثوں میں داخل ہیں میں اپنے جواب کی صحت کے لیے مرزا صاحب کی اصل عبارت لکھ دیتا ہوں عدالت خود غور فرما لے گی کہ کس طرح حرف بحرف ہمارا دعویٰ مرزا صاحب سے ثابت ہے۔

"اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں
بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے اوپر نازل ہوئی۔ ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن
شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک
دیتے ہیں"

(اعجاز احمدی صفحہ ۳۰ و ۳۱)

پھر مختار مدعا علیہ ایک مغالطہ اور دیتا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی قرآن کے بالکل موافق ہے ممکن ہے کہ
مختار مدعا علیہ کا ایسا اعتقاد ہو اور ایمان ہو جس کی کلام زیر بحث ہے یعنی مرزا صاحب کا اعتقاد ایسا معلوم نہیں
ہوتا کیونکہ اگر مرزا صاحب اپنی وحی کو بالکل قرآن کے موافق سمجھتے تو تائیدی حدیثوں کے لیے دو شرطیں نہ لگاتے
کہ قرآن کے موافق ہو اور میری وحی کے معارض نہ ہو۔ اس قید کا فائدہ صرف یہ ہے کہ صرف قرآن کی موافقت
کافی نہیں بلکہ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ میری وحی کے معارض نہ ہو یہ فائدہ اس وقت مرتب ہو سکتا ہے
جب کہ موافقت قرآن کے بعد بھی مرزا صاحب کی وحی معارض نہ ہونے کا احتمال باقی ہو اور یہ احتمال
اس وقت پیدا ہو سکتا ہے کہ اس وقت موافقت اور تعارض کا اجتماع ممکن ہو۔

میں نے توہین حدیث کے سلسلہ میں اعجاز احمدی صفحہ ۵۷ کی عبارت پیش کی جس کے جواب میں مختار
مدعا علیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے متعلق ہے جو قرآن کے مخالف ہیں۔ مختار مدعا علیہ کا یہ جواب
نہ صرف غلط ہے بلکہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ منشاء توہین یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے علم کو احادیث
نبویہ پر بدیں علت وجہ ترجیح قرار دیتے ہیں کہ ہم نے براہ راست خداوند حکیم سے حاصل کیا اور تمہاری حدیث مردوں
سے مروی ہیں جو بہرحال ہمارے علم کی برابری نہیں کر سکتیں۔

اب مختار مدعا علیہ کے مغالطہ پر غور فرمائیے کہ قرآن کی موافقت اور مخالفت کو دخل دے رہا ہے۔ مرزا
صاحب احادیث کی تحقیر اس بناء پر کر رہے ہیں کہ وہ مردوں سے مروی ہیں پس جس قدر سلسلہ احادیث موجود
ہیں خواہ قرآن کے موافق ہو یا مخالف سب کا سب مرزا صاحب کے معیار امتیاز پر مرزا صاحب کے علم کے
سامنے بے حقیقت ہیں کیونکہ یہ سب ان لوگوں سے مرویات ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ کیا مختار مدعا علیہ کے
نزدیک یہ مسلم ہے کہ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں فوت شدہ لوگوں سے مروی نہیں یا وہ مرزا صاحب کے الہامات و
وحی سے زیادہ صحیح اور بلند مرتبہ ہیں بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ مرزا صاحب احادیث کو اپنے الہام و وحی
کے مقابلہ میں بے اعتبار اور کم پایہ ثابت کر رہے ہیں خواہ قرآن کے موافق ہوں یا مخالف۔ جو احادیث نبویہ کی نہایت
درجہ کی توہین و تحقیر ہے پھر مختار مدعا علیہ نے اپنے جواب کی تائید میں مرزا صاحب کی عبارت پیش کی ہے کہ

گمراہ کرنے والے۔ کیا تو قرآن کی شان سے انکار کرتا ہے اور بجز قرآن کے ہمارے ہاتھ میں کیا ہے۔

الجواب

مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ عبارت ہمارے مدعا کی زبردست دلیل ہے کیونکہ مرزا صاحب اس عبارت میں اصل دین صرف قرآن کو بتلاتے ہیں۔ اور بجز قرآن کے سب چیز سے انکار کرتے ہیں حالانکہ احادیث نبویہ اصول دین میں ایک اصل محکم ہے جس سے انکار الحاد زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ مگر مرزا صاحب احادیث کو بے اصل اور بے اعتبار ثابت کرنے کے لیے برملا کہتے ہیں کہ بجز قرآن ہمارے ہاتھ کیا ہے یہ سراسر احادیث نبویہ کی توہین ہے بلکہ ملحدانہ انکار ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت پیش کی ہے۔ "پس اے مخالفو! نقلوں کے ساتھ خوش نہ ہو جاؤ اور بہتیری نقلیں اور حدیثیں دھوکہ بازنے بنائی ہیں"۔

سو مختار مدعا علیہ کی عبارت بھی ہمارے مدعا کی زبردست تائید ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے علم و بیان کے نقول کے ثبوت سے رد کرتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ بہتیری حدیثیں موضوع ہیں۔ ہمارا تعلق حکم سے ہے جو بالکل صاف ہے کہ نقول پر خوش نہ ہوں اور یہ حکم عام ہے صحیح موضوع ضعیف و قوی تمام احادیث کو شامل ہے بعض احادیث کے موضوع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام نقول و احادیث قابل اعتبار نہیں۔ بہرحال مرزا صاحب نے یہ عام حکم کر کے احادیث کی سخت توہین کی ہے۔ پھر مختار مدعا علیہ نے اپنی تائید میں مرزا صاحب کی یہ عبارت نقل کی ہے "اور خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے پس خدا تعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں۔" بحمد اللہ مختار مدعا علیہ کی پیش کردہ یہ عبارت نہایت صراحت سے توہین احادیث پر دال ہے کیونکہ سر سے سے ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کے مقابلہ حضور علیہ السلام کی احادیث کو کم درجہ ثابت کر کے احادیث نبویہ کی توہین کی ہے اب تک مختار مدعا علیہ اور عمرالدین کی توجیہات کرتا تھا کہ ان احادیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں نہ احادیث صحیحہ مگر مرزا صاحب کی اس عبارت نے مختار مدعا علیہ کی تمام توجیہات کا خاتمہ کر دیا۔ مرزا صاحب اپنی وحی کے مقابلہ میں تمام احادیث نبویہ کو کس شان و عظمت و جلال سے بے حقیقت بتلاتے ہیں ملاحظہ ہو عبارت مرقومہ بالا۔

غالباً مختار مدعا علیہ کو یہ ضرور احساس ہوا کہ یہ عبارت مختار مدعیہ کے الزام کی زبردست دلیل ہے مگر وہ یہ آیت پیش کر کے مغالطہ دینا چاہتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون مگر اس کا جواب اس قدر بتلا دینا کافی ہے کہ حدیث سے مراد احادیث نہیں ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی و کبیر وغیرہ۔

پھر مختار مدعا علیہ نے ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی نے ایسا فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
اولاً یہ قول غیر معتبر ہے ثانیاً نہ اس کو شہادت میں پیش کیا گیا نہ جرح میں آیا ہے ثالثاً یہ حدیث صحیح علیکم بسنتی الخ
کے خلاف ہے۔

رابعاً یہ حضرت بایزید پر افتراء ہے جیسا کہ اقتصار میں لکھا ہے شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل ہروی گفتہ بر بایزید
دروغہا بستہ۔

خامساً اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو حضرت بایزید پر بسا اوقات حالت سکر طاری ہوتی تھی اور حالت سکر
میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں اور سکر کے زائل ہونے کے بعد استغفار فرماتے تھے۔ چنانچہ امام شعرانی
طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں سئل ابو علی الجوزجانی رضؓ عن الالفاظ التی تحکی عن ابی یزید
فقال رحمۃ اللہ ابو یزید له حاله و لعله تکلم بها على حد غلبة و حال سکر۔

پھر مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی متعدد کتب سے چند جدید حوالجات نقل کر کے بطور نتیجہ کے یہ بتلایا
ہے کہ جن احادیث کو رد کرنے کے لیے مرزا صاحب نے اعجاز احمدی میں کہا ہے وہی حدیثیں ہیں جو مولوی محمد حسین
بٹالوی وغیرہ قرآن مجید کے خلاف آپ کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت کو باطل ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے جن
کا ظنی ہونا سب کو مسلم ہے مختار مدعا علیہ نے اس قول میں نہ صرف احادیث کے رد کرنے کی توہین کے الزام کو تسلیم
کر لیا بلکہ اس غرض و غایت کو بھی بتلا دیا کہ مرزا صاحب کو ردی کی طرح احادیث نبویہ کو پھینکنے کی ضرورت کیوں
لاحق ہوئی تھی یعنی مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی علیہ الرحمۃ نے مرزا صاحب کے دعاوی مہدویت و مسیحیت کے
بطلان پر احادیث کو پیش کیا چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت و مسیحیت ان احادیث کی رو سے باطل ثابت
ہوتا تھا اس لیے مرزا صاحب نے ایسی احادیث کو ردی کی طرح پھینکنے کا حکم دیا۔ گویا مرزا صاحب کا یہ حکم صرف
توہین ہی نہیں بلکہ خود غرضی اور اپنے دعاوی کی خاطر سے ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مولانا محمد حسین صاحب نے کن
احادیث کو پیش کیا یہ وہ احادیث ہیں جو صحاح ستہ میں مروی ہیں اور جیسے کہ علامہ شوکانی توضیح میں
لکھتے ہیں۔

پھر مختار مدعا علیہ نے تحفہ گولڑویہ کی چند احادیث کے مضامین بیان کئے ہیں جن میں دابۃ الارض
وغیرہ کی بھی حدیثیں ہیں نا معلوم کہ مختار مدعا علیہ دجال وغیرہ کی حدیثوں کو پیش کر کے کیا ثابت کرنا چاہتا ہے
غالباً وہ ان احادیث کو پیش کر کے ان کے الفاظ ظاہری معانی پر استعجاب اور بعید از عقل ہونا دکھلانا
چاہتا ہے۔ مگر جو جماعت مرزا صاحب کے مریم ہونے پھر حاملہ ہونے پھر وضع حمل کے لیے جذع کی طرف جانے
اور پھر مریم سے عیسٰے پر ایمان رکھتی ہو ان احادیث پر کیوں استعجاب ہوتا ہے۔

پھر مختارمدعا علیہ نے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کیے ہیں جن میں احادیث کی عظمت اور علو مرتبت بیان کی گئی ہے حتیٰ کہ مسئلہ میں یہی اختیار کیا جس کی مذمت ہے اس کی مدعا بھی موجود ہے جس کو صاف الفاظ میں بھی کہنا پڑتا ہے۔

حدیث فاعرضوا علیٰ کتاب اللہ

اعجاز احمدی میں مرزا صاحب نے ان احادیث کو ردی میں پھینکنے کا حکم دیا مرزا صاحب پر توہین احادیث کا الزام قائم کیا۔ تو مختاران مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے حکم کی وجہ اصول کتب کی بیان کردہ ایک حدیث کو پیش کیا جس میں دریافت کیا گیا تو اس حدیث کو کتب حدیث میں سے کسی کتاب کا حوالہ نہ دے سکے سند دریافت کی گئی کوئی نہ بتلا سکے مجموعہ الفوائد سے شوکانی کا یہ قول اس حدیث کے متعلق پیش کیا گیا **وضعتہ الزنادقۃ** تو کوئی اس پر جواب نہ آیا شوکانی نے اس حدیث کو موضوع زنادقہ کہا یعنی اس پر حسب ذیل جرح پیش کی گئیں۔

(۱) یہ احادیث کی کتب میں مروی نہیں۔

(۲) حدیث بلا سند ہے جو غیر معتبر اس پر عبداللہ بن مبارک کا قول صحیح مسلم سے پیش کیا گیا۔

(۳) شوکانی نے فوائد المجموعہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔

(۴) شوکانی نے فوائد میں کہا ہے یہ حدیث قول تعالیٰ ما آتاکم الرسول سے رد ہے۔

مختاران مدعا علیہ سے کسی کا جواب نہ ہو سکا۔ اب بحث میں بجائے اس کے کہ جائے جروح کا جواب دیتے ایک بے فائدہ بحث شروع کر دی ہے اور ایسے اقوال پیش کیے گئے جو مسئلہ پر نہیں آتے تاہم بھی ان کا جواب دیتے ہیں

اس بحث کا ایک جواب اجمالی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دیگر احادیث کا مفہوم خود اپنی تردید کرتا ہے کیونکہ پہلے ہم ان احادیث کو کتاب اللہ پر پیش کرتے ہیں اگر کتاب اللہ کے موافق پڑیں گی تو لیں گے ورنہ ان کو رد کر دیں گے۔ پس ان احادیث کو جب کتاب اللہ پہ پیش کرتے ہیں تو مخالف ہوتی ہیں کیونکہ کتاب اللہ کا ارشاد ہے ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا یعنی جو کچھ حضور علیہ السلام فرما دیں اس کو مان لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ کلمہ ما عام ہے جو ہر ایک امر کو شامل ہے پس قرآن شریف کی یہ آیت ان احادیث کو رد کرتی ہے جیسا کہ علامہ شوکانی نے فوائد المجموعہ میں تصریح کی ہے پس ان احادیث کا رد ان ہی سے ہو گیا۔

تفصیلی جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح اصول دین میں اصل کافی ہے جس طرح قرآن سے احکام ثابت ہوتے ہیں

اسی طرح احادیث سے بھی احکام ثابت ہوتے ہیں اور جیسا کہ قرآن موجب علم وعمل ہے ویسا ہی احادیث ۔
ابوداود میں حضرت مقدام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن رکھو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسی چیز جو اس کی مثل ہے یعنی (حدیث) سن رکھو عنقریب ایک شخص پیٹ بھرا چھپر کھٹ پر بیٹھا یہ کہے گا کہ لوگو! تم (صرف) قرآن کو لازم پکڑو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو (یعنی جو حکم قرآن میں نہ ہو حدیث میں اس کو نہ مانو) حالانکہ جس چیز کو رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسی ہی حرام ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔ سن رکھو تمہارے لیے آبادی کے گدھے حلال نہیں اور نہ دانت کاٹنے والے درندے اور نہ مسلمانوں کی امان وپناہ میں رہنے والے کافر کی کوئی گری ہوئی چیز بجز اس حالت کے کہ وہ اس سے بے پروا ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو ان پر لازم ہے کہ وہ اسے کھانے کو دیں وہ نہ دیں تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کے مقدار خود ان کے مال سے لے لے"

طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا اس حدیث میں بڑی زبردست ملامت ہے جو بڑے غصہ سے پیدا ہوتی ہے اس شخص کے لیے جو صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھ کر حدیث کے عمل سے بے پروا ہو جائے اور اس کا عمل ترک کر دے اس حدیث کو دارمی نے بھی نقل کیا اور اس نے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ حدیث کتاب کے اجمال وابہام کا فیصلہ کرنے والی ہے

مرزا صاحب نے حق وباطل کو ملایا ہے اور مرزا صاحب تبلیغ رسالت چھپانے میں دجال کی علامت قرار دیتے ہوئے بجز اس کے اور کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ اگر احادیث کا انکار قرآن کا انکار تھا تو پھر کس نے مرزا صاحب کو مجبور کیا کہ احادیث کو مردوں کی مرویات کہہ کر استخفاف کرتے اور کیوں نہ صاف الفاظ میں کہتے کہ قرآن کے سوا ہمارے ہاتھ کیا ہے۔

پھر مختار مدعاعلیہ نے بے شمار ایسے حوالجات پیش کر کے بحث کو طول دیا ہے جن کا مسل میں ذکر تک نہیں جن میں اکثر کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا صاحب ان احادیث کو چھوڑتے ہیں جو مرزا صاحب کی وحی کے خلاف ہیں اور بعض حوالجات میں ترک احادیث کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مرزا صاحب چونکہ مسیح موعود ہیں اور احادیث میں مسیح کو حکم قرار دیا گیا ہے پس مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ جس کو لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں وغیرہ ان حوالجات کا اجمالی جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنی مزعومہ وحی کے مقابلہ میں احادیث نبویہ کا رد کرنا یہ احادیث نبویہ کی توہین ہے۔

مختار مدعاعلیہ نے اشراق الابصار کا حوالہ پیش کیا ہے اس میں نہایت سخت خیانت کی ہے کیونکہ اول سے لفظاً مع اور آخر سے وہو من ادعی الموضوعات کو کاٹ کر مغالطہ دیا حالانکہ اشراق میں تصریح ہے کہ مدخل میں جو حدیث

باسناد تحقیقی ہے وہ سخت ترین موضوعات میں سے ہے پھر مختار مدعا علیہ نے چند احادیث نقل کردی ہیں جن کو اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں اس لیے ہمیں جواب دینے کی ضرورت نہیں پھر مختار مدعا علیہ نے محض اپنے خیال و وہم سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حدیث زنادقہ وضع کردہ نہیں ہو سکتی۔ الخ

مختار مدعا علیہ دیدہ و دانستہ مغالطہ دیتا ہے کیونکہ ہم نے اصول حدیث کے قواعد پر کبار محدثین کے اقوال سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر دیا ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے اقوال سے اس کی صحت پیش کرتا اس کو یقین تھا کہ ائمہ محدثین اس حدیث کو زنادقہ یعنی بیدینوں کی موضوع حدیث جانتے ہیں اب مختار مدعا علیہ محض اپنی بات کرنا چاہتا ہے کہ یہ حدیث زنادقہ کی موضوع نہیں ہو سکتی جو قطعاً ناقابل التفات ہے۔

ثانیاً مختار مدعا علیہ کا قیاس ہی غلط ہے کیونکہ جب کبھی اسلام میں فتنہ اٹھا تصریحات مصطفویہ اور ارشادات نبویہ سے بچنے کے لیے اسی حدیث کو آڑ بنایا معتزلہ کی دارومدار یہی حدیث ہے فرقہ نیچریہ کے خیالات اور آزادی کا سنگم یہی حدیث ہے عبداللہ چکڑالوی اسی کو پیش کرتے ہیں۔ اور مرزا صاحب اسی حدیث کے سہارے اپنی مسیحیت اور نبوت کا سکہ رائج کرنا چاہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ زنادقہ اور ملحدوں کا یہ اصول ہو چکا ہے کہ احادیث اور آثار صحابہ کو بے حقیقت ثابت کرنے میں اس حدیث سے یوں فائدہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک معنی از خود کیے جاتے ہیں اور اس کو قرآن کا متعین معنے فرض کیے جاتے ہیں۔ مگر پھر احادیث میں ان آیات کی جو تفسیر طرق صحیح سے ثابت ہوتی ہے اس کا انکار اس لیے کر دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لیے قابل قبول نہیں اس حدیث سے نہ صرف حدیث صحیحہ کے انکار کا ارتکاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ قرآن کے معانی حسب منشاء کیے جاتے ہیں۔

مختار مدعا علیہ نے اس حدیث کے بے سند ہونے کا ایک نہایت لغو جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کن کتب میں یہ حدیث آئی کیا ان کے مصنفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے یا فی الواقع اسے رسول کریم کی حدیث سمجھتے ہیں مختار مدعیہ بھی یہی کہے گا کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث نقل کی ہے۔

الجواب

یہ جواب مختار مدعا علیہ کی ناواقفیت اور کتب حدیث میں عدم بصیرت پر دال ہے۔ کیونکہ احادیث موضوعہ کے موضوع ہونے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ نقل کرنے والے اس کو موضوع سمجھیں اور وہ موضوع نہ سمجھیں تو صحیح ہو جائے۔ موضوع کی تعریف اور اس کے احکام کتب اصول حدیث میں مذکور ہیں۔ جس کی بنا پر علماء محدثین اس حدیث کو موضوع قرار دے رہے ہیں۔ مختار مدعا علیہ سے اگر کچھ ہو سکتا تھا۔ تو اس کی توثیق و تصحیح کرتا۔ ان لوگوں کے اقوال کے برخلاف اکابر محدثین کے نقول پیش کرتا۔ جو اس کو زنادقہ کی موضوع حدیث بتلاتے ہیں۔ نقول صحیح کا جواب نقول سے ہوتا نہ محض

خیالات اور اوہام سے۔

اصول شاشی میں سے جو حضرت علی کا قول نقل کیا ہے۔ اولاً تو وہ خود ہی بے سند ہے۔ کتب احادیث کا حوالہ نہیں۔ ثانیاً عرض علی الکتاب کا سوال وہاں پیدا ہو سکتا ہے جہاں روایت منافق سے ہو۔

عمدۃ الحواشی حاشیہ اصول الشاشی سے جو جواب نقل کیا ہے۔ وہ اس حدیث کی تصحیح نہیں کرتا۔ کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں احادیث کی روایت میں جو صحت کا اہتمام کیا ہے وہ دیگر مصنفات میں نہیں کیا یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں یہ مختار مدعا علیہ کا مغالطہ ہے۔ یا نافہمی سے بخاری سے صحیح بخاری مراد لی ہے علامہ تفتازانی نے تلویح میں اس حدیث کے متعلق بہت کلام کی ہے وقد طعن فیہ تلویح صفحہ ۲۲۱ میں ہے۔ مولانا بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ صاحب سفر السعادۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث سخت موضوعات سے ہے شیخ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا ہے یہ حدیث کئی سندوں سے مروی ہے جو گفتگو سے خالی نہیں بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس کو زندیقوں نے وضع کیا۔ یعنی از خود بنالیا۔ اور نیز یہ اُس قول خداوندی کے مخالف الخ

علامہ ابن طاہر حنفی صاحب مجمع البحار تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ ان اصولیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے

مزید نے اس حدیث کی جس دوسری حدیث سے تائید ظاہر کی ہے۔ اولاً تو موضوعات کی کسی دوسری حدیث کی تائید سے صحیح نہیں ہو جاتیں ثانیاً جس حدیث کو تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا حال پہلی حدیث سے اچھا نہیں۔

اس لیے تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن حکیم کے معانی کی تعین اور وجوہات و اختلافات کا فیصلہ کرنے والی ہے کیونکہ حدیث بمنزلہ خادم کے ہے خدمت کرنا خادم کا کام ہے نہ کہ مخدوم کا۔

چنانچہ مختار مدعا علیہ کے مسلم بزرگ شعرانی میسح المبین میں لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث قرآن مجید کی وجوہ مختلف کی فیصلہ کرنے والی ہے مما اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ سنن دارمی صفحہ ۷۷۔

پھر مختار مدعا علیہ نے میری جرح جو اس حدیث کی سند کے متعلق تھی اُس کا جواب اس طریق پر دیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند کوئی چیز نہیں اور ائمہ جرح و تعدیل کی تصریحات کا کوئی اعتبار نہیں کسی جرح سے کوئی مجروح نہیں ہوتا نہ کسی کی توثیق و تعدیل سے کسی کو قوت حاصل ہوتی ہے جس سے مختار مدعا علیہ کا مطلب صاف ہے کہ امت نے جس چیز کو آج تک معیار الصحۃ و ضعف حدیث سمجھا وہ لغو ہے گویا جرح و تعدیل کا سرے سے اعتبار نہیں جو شخص جس حدیث کو اپنے مطابق پائے قبول کرلے اور جس کو خلاف پائے انکار کرے اس اصول پر مراتب حدیث

اور اُس کی تمیز بھی ناممکن ہو جائے ۔

(قیامت کے متعلق)

مختار مدعیہ نے اس ہیڈنگ کے تحت دو آیتیں ۔ قل انما علمہا عند ربی الخ اور ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ اور ایک مسلم اور بخاری کی متفق علیہ حدیث فی خمس لا یعلمہن الا اللہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ قیامت کا علم صرف خدا ہی کو ہے اور کسی کو نہیں کیونکہ احادیث اور تفاسیر میں استاثرہ اللہ کا لفظ آیا ہے کہ اس کا علم صرف علاتے اپنے واسطے تنہا بلا شرکت غیر رکھا ہے ۔ اور مرزا صاحب لیکچر سیالکوٹ کے صفحہ ۸ پر اس کے خلاف یہ لکھتے ہیں ۔ "کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں" جس سے نصوص قطعیہ کا انکار اور قرآن سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے ۔ مختار مدعا علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے عدالت کو مغالطہ دینا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا اس سے مقصد جو مختار مدعیہ لے رہا ہے وہ نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا مقصد مختار مدعا علیہ نے اپنے لفظوں میں یہ بتایا کہ یہ صحیح نہیں کہ قیامت کا کسی وجہ سے بھی کسی کو علم نہیں بلکہ علامات و آثار قیامت کے ذریعہ سے ایک قسم کا علم حاصل ہوتا ہے"۔ جس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا صاحب کا بھی یہی مقصد ہے حالانکہ عبارت صفحہ ۸ کی بالکل صاف اور صریح ہے اور اس سے یہ مقصد جو مختار مدعا علیہ لے رہا ہے بالکل نہیں نکلتا ۔ مرزا صاحب صاف یہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قیامت کا کسی کو علم نہیں"۔ یہاں قیامت کے علم کے متعلق سوال ہے نہ علامات قیامت ۔ قیامت سے علامات قیامت مراد لینا غلط ہے ۔

ہاں البتہ صفحہ ۹ پر ایک فقرہ اس قسم کا موجود ہے جس میں علامات قیامت ہیں مگر وہ فقرہ اس کی شرح ہرگز نہیں بن سکتا ۔ کیونکہ صفحہ ۱۰ پر پھر لکھتے ہیں ۔ "اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر گو اب ہزار سال باقی ہے لیکن اس گھڑی کی خبر نہیں جب قیامت قائم ہوگی"۔ خط کشیدہ فقرہ گو اب ہزار سال باقی ہے قابل غور ہے کس صفائی کے ساتھ قیامت کی تعیین ہو رہی ہے اسی وجہ سے مختار مدعا علیہ نے صفحہ ۹ کا تو حوالہ دیا مگر صفحہ ۱۰ کو چھوڑ دیا جس سے اس کے جواب کی اصل حقیقت کا پردہ فاش ہوتا تھا ۔ لہٰذا مختار مدعیہ کا یہ دعویٰ کہ مرزا صاحب قیامت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ صحیح نہیں کہ اس کا علم کسی کو نہیں صفحہ ۱۰ کی اس عبارت سے کہ اب قیامت سے ہزار سال باقی ہے بالکل واضح ہو جاتا ہے اور یہ الزام کہ یہ عقیدہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے بحالہ باقی رہا ۔

علاوہ ازیں اگر تھوڑی دیر کے لیے قول مختار مدعا علیہ کو تسلیم ہی کر لیا جائے جب بھی اس کو مفید نہیں کیونکہ اوّل تو نصوص قطعیہ قرآن اور حدیث سے جن علامات کا پتہ چلتا تھا مثلاً خروج دجال یا جوج و ماجوج و نزول عیسےٰ بن مریم وغیرہ وغیرہ ۔ ان سب سے مرزا صاحب منکر ہیں اور دجال اور یاجوج و ماجوج سے کبھی تو پادری اور کبھی قوم نصاریٰ اور

کبھی روس اور برطانیہ کی توپیں مراد لے رہے ہیں جو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود ہیں اور بعض خود ساختہ علامتیں جو خود بیان فرمائے ہیں مثلاً۔

"آخری زمانہ میں بکثرت نہریں جاری ہوں گی"۔ — لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۹

"کتابیں بہت شائع ہوں گی جن میں اخبار شامل ہے"۔ — ″ ″ ″ صفحہ ۹

"اونٹ بیکار ہو جائیں گے"۔ — ″ ″ ″ صفحہ ۹

"ان علامات کو بیان کرنے کے بعد میں لکھتے ہیں اور سو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئیں"۔

"پھر اس کے بعد صفحہ ۱۰ پر اس کے متعلق یہ لکھتے ہیں " اسی طرح دنیا کے خاتمہ پر اب ہزار سال باقی رہتے"۔

تو اس میں علامات نصوص قطعیہ کا انکار اور خود ساختہ علامتوں کے پورا ہو جانے کے بعد قیامت کی تعیین ہزار سال کے ساتھ کر رہے ہیں اس سے بھی مختار مدعا علیہ کا اعتراض اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور جواب مختار مدعا علیہ کو اور اس کی تاویل کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

(عقیدہ اوتار)

اوتار کے متعلق بلاوجہ غیر مربوط حوالوں اور بے ربط دلائل سے طول دیا حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے کہ اوتار کے معنی صرف یہ ہے کہ خدا کسی کے اندر آجائے یا حلول کرے یا عبادت کرتے کرتے اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ خدا اس کے روپ میں نمودار ہو وغیرہ وغیرہ۔

یہ لفظ ہنود کا اصطلاحی لفظ ہے۔ اور اس کی تعریف ان کی مستند کتاب گیتا فارسی میں ہے۔

چوں بنیاد دیں سست گردد بسے
نمایم خود را بشکلے کسے

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو اہل ہنود آریوں کے مقابلہ میں انہیں کی اصطلاح کے مطابق اوتار کہا ہے۔ اور یہ اوتار کا عقیدہ اسلام میں کفریہ عقیدہ ہے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر موجود ہے۔

(۱) مرزا صاحب کے حوالے اپنے اوتار کے ہونے کے متعلق۔

(۲) ابھی بھی خدا تیرے اندر اتر آیا۔ (کتاب البریۃ صفحہ ۷۶)

(۳) برہمن اوتار سے مقابلہ اچھا نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷)

(۳ٹا) ایسا ہی میں ہندوؤں کے لیے بطور اوتار کے ہوں لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳ کرشن کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۵ و ۱۸۵ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۴ کے حوالے پس اس سے نا مدعا اس پر بحث کی ضرورت ہی نہیں۔

(مرزا صاحب کے اقوال میں تعارض نہیں)

قول مختار مدعا علیہ کہ مختار مدعیہ نے مغالطے سے کام لیا ہے اور مرزا صاحب کے کلام ازالہ اوہام کہ میں نے مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے اور تحفہ گولڑویہ کے دعوے مسیح موعود میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ازالہ اوہام میں بھی مسیح موعود کا دعوی موجود ہے۔ اور اس پر چار حوالے پیش کر کے کہا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے خیال کی بناء پر مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں۔ نہ وہی مسیح ابن مریم۔ گویا مختار مدعا علیہ کے خیال میں مسیح موعود ہونے کی نفی مرزا صاحب نے ان علماء کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کی ہے جو مرزا صاحب کو اصلی یعنی ابن مریم صاحب انجیل ہونے کا مدعی سمجھ بیٹھے تھے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل غلط اور جھوٹ محض ہے جو اس نے خلاف واقعہ مسلمانوں کا اپنی طرف سے ایک خیال گھڑ کر مرزا صاحب کے تعارض کو رفع کرنے کے ایجاد کی ہے۔ کیا اس امر کا کوئی ثبوت ہے کہ علماء مرزا صاحب کو اس امر کا مدعی سمجھتے تھے کہ آپ بعینہ وہی عیسی علیہ السلام ہیں جو انیس سو سال پہلے بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تو بداہتہً باطل اور افتراء ہے۔ کسی نے بھی مرزا صاحب کا یہ دعوی نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ علماء کا یہی خیال تھا کہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعوی بوجہ مشابہت کیا ہے اور اصلی یعنی علیہ السلام کو آپ فوت شدہ سمجھ کر اپنے آپ کو وہی مسیح موعود سمجھتے ہیں۔ جس کے نزول کی خبر نصوص اسلامیہ میں دی گئی ہے۔ مرزا صاحب خود کئی جگہ لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۶ پر ہے "کہ مشابہت کے لیے جو مسیح کی پہلی زندگی کے معجزات طلب کئے جاتے ہیں" اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ علماء نے آپ کو اصلی یعنی ابن مریم کا مدعی نہیں سمجھا بلکہ بوجہ مشابہت مسیح موعود ہونے کا مدعی سمجھا تھا۔ لیکن مرزا صاحب نے یہاں پر اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کر دیا اور مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا جس طرح کہ براہین میں دعوی تھا کہ میں صرف مثیل مسیح ہوں نہ کہ مسیح موعود۔

(۱) مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ازالہ میں بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ موجود ہے۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہے بلکہ ہم کہتے ہیں یک نہ شد دو شد۔ اثبات تعارض کے لیے تحفہ گولڑویہ تک جانے کی ضرورت بھی نہ رہی اور اسی کتاب میں تعارض ثابت ہو گیا۔ ہاں البتہ تحفہ گولڑویہ کے زمانہ تک مرزا صاحب کبھی آگے کبھی پیچھے قدم رکھنے کے حدود سے گذر چکے تھے۔

(۲) قول مختار مدعا علیہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں لکھا کہ وہ اس معنی کے لحاظ سے امتی ہیں جس معنیٰ سے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ان کو امتی قرار دینا کفر لکھا ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ جواب ناکافی ہے جو مختار مدعیہ کے بیان کردہ تعارض کو رفع نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس سے انکار نہیں کیا کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دیا ہے۔ جس سے تسلیم مفہوم ہوئی۔ اب دفع تعارض تو تب ہوتا کہ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امتی قرار دینے کے یہ معنیٰ ہیں اور ان کو امتی قرار دینا تو کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا کہ ازالہ اوہام میں بھی ان کے امتی نہ ہونے کی تصریح کر دی ہے یہ اور تعارض کو پختہ کرتا ہے نہ یہ کہ رفع تعارض۔

(۳) قول مختار مدعا علیہ۔

مختار مدعیہ کا یہ تعارض کہ آنے والا ابن مریم نبی نہیں ہو گا جیسا کہ ازالہ میں ہے اور آنے والا مسیح نبی ہو گا جیسا کہ حقیقت الوحی میں ہے یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیونکہ جیسے حقیقۃ الوحی میں آنے والے کا نبی .... ہونا ہے ایسا ہی ازالہ اوہام میں ہے پھر ازالہ اوہام سے دو حوالے پیش کئے ہیں دیکھ صفحہ ۵۳۳ حصہ دوم صفحہ ۳۴۳ کا۔

(الجواب)

مختار مدعیہ نے کوئی مغالطہ نہیں دیا بلکہ مختار مدعا علیہ خود مغالطہ دے کر تعارض کو رفع کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کیونکہ پہلے حوالہ میں جو مختار مدعا علیہ نے پیش کیا اس میں اگر لفظ نبی اللہ موجود ہے مگر مرزا صاحب نے خود اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اس سے نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے بالفاظ دیگر محدثیت ہے نہ نبوت۔ لیکن حقیقۃ الوحی میں نبوت مراد ہے نہ محدثیت تو تعارض رفع نہ ہوا بلکہ بحال رہا۔ مختار مدعا علیہ نے اپنے حوالے کا پورا مطلب نہ بیان کر کے دھوکہ دیا ہے۔

اسی طرح حوالہ صفحہ ۳۴۳ میں بھی صاف تصریح کی گئی ہے کہ نبی اللہ سے مراد امتی ہے جو محدثیت کا درجہ رکھتا ہو نہ نبی اللہ حقیقۃ جیسا کہ حقیقۃ الوحی میں مراد ہے اس حوالہ میں بھی مختار مدعا علیہ نے دھوکہ دیا ہے اور تعارض

دیسے کا ویسا موجود ہے کیونکہ مرزا صاحب کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ محدثیت نبوت سے نیچے اور ولایت سے اوپر ایک برزخ کا سا مقام ہے صفحہ ۲۲۶ ازالہ اوہام محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں - حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ و ۸۲ میں ہے ولو لم یکن سد باب النبوۃ لکان نبیاً بالفعل یعنی اگر دروازہ نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو محدث بھی نبی ہو جاتا -

پس دعوی محدثیت سے جو ازالہ میں ہے دعوی نبوت جو حقیقۃ الوحی میں ہے لازم نہیں آتا چنانچہ مرزا صاحب اسی ازالہ کے صفحہ ۷۶ پر لکھتے ہیں "سوال رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوی کیا ہے"

اما الجواب -

دعوے نبوت نہیں بلکہ دعوی محدثیت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے (الخ) تو کیا اس سے نبوت کا دعوی لازم آ گیا - غرض مختار مدعا علیہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور تعارض بدستور ہے -

(۳) مختار مدعیہ کی طرف سے اعتراض تھا کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے - کہ نبوت کا دعوی نہیں اور بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں ہے کہ ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں -

اس تعارض کا جواب مختار مدعا علیہ نے یہ دیا ہے - کوئی تعارض نہیں ہے - کیونکہ جہاں دعوی ہے - کہ نبی ہیں وہاں نبوت غیر تشریعی مراد ہے - اور جہاں نبوت کی نفی ہے - وہاں نبوت مستقل کی نفی ہے - پس کوئی تعارض نہ رہا اور جس قسم کی نبوت کا دعوی بدر میں کیا گیا ہے - اس سے آپ نے کبھی انکار نہیں کیا جیسا کہ آپ نے ایک غلطی کا ازالہ میں تصریح فرما دی ہے -

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے اور مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں جو کہا ہے سب بکواس ہے - جس میں ایک ذرہ بھی سچ کا شائبہ نہیں ہے - مرزا صاحب ہمیشہ نبوت کا انکار کرتے رہے - البتہ محدثیت کا دعوی کرتے رہے - جس کو وہ کبھی جزوی نبوت مجازی نبوت اور کبھی شبہ نبوت اور کبھی ناقص نبوت وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے رہے - اور نبوت حقیقی کا بلا تخصیص تشریعی غیر تشریعی اور مستقل غیر مستقل کے انکار کرتے رہے - اس قسم کے حوالے اس مقدمہ میں پیش ہو چکے ابھی جو حوالے ازالہ اوہام وغیرہ کے گذر چکے ہیں ان میں سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے - کہ محدثیت اور چیز ہے - اور نبوت اور چیز ہے محدثیت کا مفہوم محدود ہے - جو نبوت سے نیچے بطور برزخ کے ہے، مرزا صاحب نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ محدث اس امت میں کئی ہوئے منجملہ ان کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی محدثیت کی نص آ چکی ہے - اور یہ بھی تصریح کر دی کہ ختم نبوت کے بعد کوئی محدث بھی نبی نہیں ہو سکتا اگر باب نبوت بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت عمر بھی نبی ہوتے اور محدث کا نبی نہ ہو سکنا بھی باب نبوت کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے ہے - ملاحظہ ہو حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۱ و ۸۲ -

(انی واللہ آمن باللہ ورسولہ (الی) من مکفن مقوۃ لی خیر نفعل اور اس سے پہلے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ مقام محدثیت مقام نبوت سے مشابہ ہوتا ہے (جس کا میں نے دعویٰ کیا ہے) تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ خالص جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ بھی نہیں۔ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ انہوں نے محض میری تکفیر اور سب لعن طعن کرانے کے لئے یہ جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(انی کتبت فی بعض کتبی (الی) ویفتروا بین المؤمنین۔

یہی مضمون صفحہ ۹۷ میں ہے اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ میں دعویٰ نبوت کروں اور اسلام سے بالکل نکل جاؤں اور کافروں میں مل جاؤں۔ اور صفحہ ۳۰۳ میں ہے کہ اے بھائی خیال بھی نہ کر کہ میں نے کوئی ایسا کلمہ کہا ہے جس میں سے دعویٰ نبوت کی بو بھی آتی ہو۔ فلا تظن یا اخی (الی) رائحۃ ادعاء النبوۃ۔

غرض مرزا صاحب کی کتابوں سے اگر انکار نبوت کے حوالے نقل کئے جائیں تو ایک کتاب تیار ہو جاتی ہے۔

جس میں کوئی تفریق اس بات کی موجود نہیں کہ میں مستقل نبوت یا تشریعی نبوت سے

انکار کرتا ہوں اور غیر مستقل اور غیر تشریعی کا مدعی ہوں بس صرف اسی نبوت کا دعویٰ تھا جو محدثیت کے مرادف ہے۔ جس میں دوسرے محدث حضرت عمر وغیرہ بھی مرزا صاحب کے شریک ہیں۔ ایسی ہیر پھیر کرتے کرتے جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ مرید ہر بات کو سہارنے اور سہنے لگ گئے ہیں تو بحث محدثیت سے اوپر نبوت حقیقی کا دعویٰ کر دیا اور نبوت کے بند دروازے کو توڑ کر اندر جا گھسے ایسے صاف اور صریح بے شمار دفعہ انکار کے بعد مرزا صاحب اور مختار صاحب کا یہ کہہ دینا کہ ہم نے کبھی نبوت حقیقی غیر تشریعی سے انکار نہیں کیا وہ جھوٹ ہے جس کی نظیر دنیا میں تلاش کرنی عبث ہے اور مختار مدعیہ کا الزام تناقض بدستور قائم اور بحال ہے۔

قول مختار مدعا علیہ مختار مدعیہ کا یہ کوئی نیا اعتراض نہیں کہ مرزا صاحب نے لوگوں کی برداشت کو دیکھ کر اپنے دعووں میں ترقی کی ہے۔ پہلے انبیاء پر بھی یہی اعتراض کیا گیا ہے۔ (الجواب) یہ بالکل غلط ہے پہلے انبیاء پر اس طرح کا اعتراض نہ کسی نے کیا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی نبی تدریجاً نبی نہیں بنا۔ جیسا مرزا صاحب کہ پہلے جزوی نبی بنے محدث بنے ایک پہلو سے نبی دوسرے سے امتی مجازی نبی پھر کلی نبی ہو گئے۔ پہلے آدھے نبی تھے پھر سالم نبی بن گئے۔ مجازی سے حقیقی ہو گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہاں تک کہ عین محمدؐ اور حقیقی طور پر خاتم النبیین ہو گئے اور پہلے جن باتوں کو کفر جانتے تھے۔ انہیں باتوں کا دعویٰ کر کے اُن کو ایمان کہنے لگے۔ قول مختار مدعا علیہ اور چونکہ انبیاء کو اپنی بڑائی کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ان خطابات کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملتے ہیں اپنے لیے استعمال کرنے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں اور ہر پہلو پر غور کرتے ہیں۔ اور ابتدا میں ڈرتے بھی ہیں کہ مبادا یہ اُن کے نفس کا ہی دھوکا ہو

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کا یہ قول بالکل غلط ہے اور سراسر افتراء اور کفر عظیم ہے اور یہ اصول جو اس نے وضع کیا ہے تمام کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیتا ہے کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کو اپنے
دعویٰ نبوت اور خدا تعالیٰ کے اس کلام پر جس سے ان کو نبی بنانے کی اطلاع دی جاتی ہے یقین نہیں ہوتا کہ یہ سچ مچ خدا تعالیٰ کا کلام ہے بلکہ ان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ یہ نفس کا دھوکہ ہے مدعی رہی گویا ان کو اتنی شناخت کی قوت نہیں ہوتی کہ وحی الٰہی اور دھوکہ نفس میں تمیز کر سکیں اگر بقول مختار مدعا علیہ یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ہر ایک وحی الٰہی پر جو ان کو ہوگی یہی احتمال قائم ہوگا جس سے وحی الٰہی کا شکی اور ظنی ہونا ثابت ہو گیا اور انبیاء علیہم السلام کی کوئی وحی بھی بوجہ ظنی ہونے کے واجب الیقین والایمان نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی ظن مفید یقین نہیں ہو سکتا۔ مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی ذات پر مختار مدعیہ کا اعتراض اٹھانے کے لیے تمام انبیاء پر ہاتھ صاف کر دیا اور کارخانہ نبوت کو درہم برہم کر دیا اور کفر عظیم کا ارتکاب کیا۔ اور اس کلیہ اصول سے تمام انبیاء کی نبوت کا ہی ابطال ہو گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ سراسر افتراء اور مخالف اور مکذب قرآن کریم ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ اور فرماتا ہے آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون نیز فرماتا ہے فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم جن کا صاف مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خواہش نفسانی کو دخل نہیں ہوتا اور وہ ملائکہ کی حراست میں پہنچائی جاتی ہے اور انبیاء کا اس پر ایمان ہوتا ہے نہ شک و شبہ اور بقول مختار مدعا علیہ اگر ان کو منصب نبوت پر ہی یقین نہیں ہوتا بلکہ نفس کے دھوکہ ہونے کا ڈر ہوتا ہے تو پھر بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

سارا نبوت کا کارخانہ ہی بے اعتبار ہو گیا۔

مختار مدعا علیہ نے کوئی حوالہ کسی نبی کا اسبارہ میں پیش نہیں کیا کہ دیکھو اس کو اپنے نبی ہونے میں مرزا صاحب کی طرح پندرہ بیس سال تک تردد رہا نہ صرف تردد بلکہ اس کا انکار کرتا رہا ہو ہاں صرف ایک مثال پیش کی ہے یعنی حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جواب آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن ہم اس سے پہلے مرزا صاحب کے چند حوالے اس مضمون پر پیش کرتے ہیں کہ مختار مدعا علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نبوت انبیاء باطل ہو جاتی ہے کیونکہ جس شخص کو نبوت ملتی ہے اور وہ وحی الٰہی کا مورد ہوتا ہے تو اس کو مطلقاً کوئی

تردد اور شک نہیں ہو سکتا بلکہ وہ شک کو کفر سمجھتا ہے اور جس کو نفس یا شیطان کے دھوکہ کا دل میں خیال و تردد ہو وہ درحقیقت شیطانی وحی ہوتی ہے نہ وحی الٰہی ۔

مرزا صاحب نزول المسیح صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں اگر ایک کلام انسان سے یعنی اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جائے کہ شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہو گی یا حدیث النفس ہو گی (دال) بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے ۔

اسی حوالہ کے اندر ہے کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور روشنی اور تاثیر اور لذت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے وہ خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اسی حوالہ میں ہے اس لیے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے ۔

اس کے ساتھ ملاحظہ ہو صفحہ ۹۹ نزول المسیح مرزا صاحب فرماتے ہیں مگر ابھی ہم لکھ چکے ہیں (دال) کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے اور صفحہ ۱۱۴ اور ۱۱۵ بہت اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ پھر رحمانی الہام کی نشانی کیا ہے (دال) کیونکہ شیطان اس سے بازی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو ہلاک کرے ۔

خلاصہ : مطلب ان حوالجات کا یہ ہے کہ وحی الٰہی کے ساتھ ایک ایسی قوت اور نور اور لذت اور تاثیر وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے کہ مورد وحی کو اس کے منجانب اللہ ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا شک یا شبہ نفسانی یا شیطانی وسوسہ اس کے دل میں باقی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایسے شبہ کو کفر سمجھتا ہے ۔

ان حوالجات کے بعد مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ اصول کا وہ نتیجہ جو ہم نے بیان کیا ہے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کی حمایت میں اگر تمام انبیاء کی نبوت کا ابطال اور قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہیں ہو سکتا ۔

قول مختار مدعا علیہ ۔

چنانچہ تدریجی دعویٰ کی مثال خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ہمیں ملتی ہے سب سے پہلے جب آپ پر غار حرا میں فرشتہ کا ظہور ہوا اور اس نے آپ کو خوب بھینچا اور تین بار پڑھنے کے لیے کہا اور اقرأ باسم ربک الذی خلق کی وحی آپ پر نازل ہوئی تو آپ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کپڑا اوڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور جب کچھ تسلی ہوئی تو فرمایا و لقد خشیت علی نفسی (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳)

یعنی مجھ کو اپنے نفس کا دھوکہ نہ ہو یا اپنی جان کا خوف ہو گیا ۔

الجواب - اس قول میں مختار مدعا علیہ نے مندرجہ ذیل باتیں کہی ہیں۔
(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا دعویٰ تدریجاً کیا ہے۔
(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جبرئیل علیہ السلام نے پہلی دفعہ غار حرا میں آکر تین دفعہ بھینچا اور قرآن کریم کی پہلی پانچ آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں تو حضور گھر تشریف فرما ہوئے اور کانپتے کانپتے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا مجھے کپڑا اوڑھا دو۔
(۳) پھر کچھ تسلی ہونے پر فرمایا کہ مجھے جو کچھ پیش آیا یعنی جبرئیل کا آنا اور قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا یہ میرے نفس کا دھوکہ ہی نہ ہو مجھے یہ اندیشہ اور ڈر ہے۔
(۴) اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جس نے آپ کو کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا تو آپ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا اور وہ آیتیں وحی الٰہی تھیں۔
(۵) لیکن پھر بھی آپ کو پورا یقین نہ آیا اور فترت الوحی کے زمانہ میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹیوں سے گرانے کا بار بار ارادہ کیا لیکن ہر بار جبرئیل آکر تسلی دیتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اللہ کے سچے رسول ہو۔
(۶) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات کو بیان کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اسکو اصول قرار دیا ہے کہ انبیاء کو ابتداء اپنے دعویٰ کی شناخت میں بڑی مشکلات ہوتی ہیں اور جب تک بارش کی طرح ان پر متواتر وحی نہ ہو اپنے دعویٰ نبوت کی صحت کا ان کو یقین نہیں ہوتا۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ نے مرزا صاحب کے تدریجی دعوے کے لیے جو اصول وضع کیا تھا جس سے تمام انبیاء کی نبوتوں کا ابطال ایک لازمی امر ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس کی مثال مختار مدعا علیہ کو کہیں نسل اولاد آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کوئی نبی اس کو ایسا نہ ملا جس سے وہ اپنے اس کفریہ اصول کا ثبوت دیتا تو سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس نے بڑے تکلف اور افترا کے ساتھ اس لغو عقیدہ کی مثال قرار دیا گویا دنیا میں بقول اس کے یا مرزا صاحب تدریجاً نبی بنے ہیں یا معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری کی جس حدیث کی دستاویز سے اس نے یہ افترا کیا ہے اور اس کے فقرہ لقد خشیت علی نفسی میں تحریف کر کے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابطال کی دلیل قائم کی ہے یہ درحقیقت اس کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ یہ مرزا صاحب کا عقیدہ ہے جس کو اس نے مرزا صاحب کا متبع اور مکمل ہونے کی حیثیت سے پیش کیا ہے مرزا صاحب اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرئیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور

یقین نہ کیا بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔"

اس میں بھی وہی بات ہے جو مختار مدعا علیہ نے کہی ہے مختار صاحب نے نفس کا دھوکہ کہا تھا مرزا صاحب نے شیطانی مکر کہا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے نبی ہونے کا یقین تھا نہ قرآن کے وحی الٰہی ہونے پر ایمان اور نہ جبرئیل کے فرشتہ اور ناموس الٰہی کا اعتبار بلکہ نعوذ باللہ آپ کو یہ سب کچھ نفس اور شیطان کا دھوکہ اور مکر معلوم ہوتا اور مرزا صاحب کے ان اصول اور معیار شناخت وحی کے لحاظ سے جو نزول المسیح کے مذکورہ بالا حوالوں سے ثابت ہیں وہ درحقیقت سب کچھ شیطان کا مکر اور نفس کا دھوکہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ مورد وحی شیطانی ہیں اور قرآن کریم الہام شیطانی ہے۔ (اعاذنا اللہ من ھذا)

مختار مدعا علیہ نے جو لفظ خشیت علی نفسی کے معنی میں مرزا صاحب کی تقلید کرتے ہوئے جو تحریف کی ہے وہ محض خود غرضی پر مبنی ہے ورنہ حدیث کے الفاظ میں نہ شیطانی مکر کا ذکر نہ نفسانی دھوکہ کا بیان حاشا وکلا یہ وسوسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہو۔

مختار مدعا علیہ کا یہ کہنا کہ ورقہ بن نوفل سے آپ کو یہ پتہ چلا کہ درحقیقت یہ فرشتہ تھا نہ شیطانی مکر یہ بھی سراسر افترا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور تکذیب ہے تعجب ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی ہدایت کے لیے قیامت تک کے لیے منتخب فرمایا اور جبرئیل کو بھیج کر قرآن اس پر اتارا جائے اس کو تو پتہ نہ چلے کہ میں رسول ہوں اور یہ جبرئیل ہے اور یہ قرآن ہے اور ایک نصرانی کو پتہ چل جائے اور اس کے کہنے سے حقیقت حال کا آپ کو علم ہو مختار مدعا علیہ کے اس افترا اور خواہش نفسانی کا بھی حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔

لیکن غضب تو یہ ہے کہ بقول مختار مدعا علیہ ورقہ بن نوفل کے بیان سے حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فترت الوحی کے ایک لمبے عرصہ میں پھر اسی شک اور تردد میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ جب جبرئیل نے بار بار آکر کہا یا محمد انک رسول اللہ حقا کہ اے محمد آپ سچ مچ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو یقین آیا۔

ان افترا آت کے بعد مختار مدعا علیہ نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی نبوت کی صحت کا یقین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بارش کی طرح ان پر وحی نہ ہو۔

اب ہم حدیث کا بقدر ضرورت اصل مطلب بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا قطعاً اور یقیناً علم ہو گیا تھا نہ شیطانی مکر کا اندیشہ تھا نہ نفسانی دھوکہ کا اندیشہ کیونکہ اس بارہ میں مرزا صاحب نے جو فرمایا ہے کہ وحی الٰہی بڑی قوت اور زور اور تاثیر اور لذت اور چمکتے ہوئے چہرے سے اس طرح نازل ہوتی ہے کہ مورد وحی کو یقین اور اطمینان سے بھر دیتی ہے اور وہ شک کو کفر سمجھتا ہے یہ بالکل درست ہے جس کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر جبرئیل کے ذریعہ

سے اس پر اپنا نورانی کلام نازل فرماتا ہے اس کے دل میں ایک ضروری علم اس بات کا پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے اس کو قطعی یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور وہ اول المومنین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون اس میں لفظ ما عام ہے یعنی رسول اور مومن ہر اس چیز پر ایمان لائے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کی گئی اگر بعض کلام الٰہی کی نسبت مدت تک اور اپنی نبوت میں بھی شک ہو جو منافی اور ضد ایمان ہے تو خدا تعالیٰ کی قرآن کریم میں یہ نازل کردہ آیت جھوٹ اور خلاف واقعہ ہو گی اور یہ امر قطعاً محال ہے نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وانا اول المسلمین یعنی میں سب سے پہلا مسلمان ہوں مگر یہاں تو بقول مختار احمد علیہ و مرزا صاحب اول المومنین ورقہ بن نوفل ہوا اور معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اول الکافرین۔

پس ان اصول محکمہ قرآنیہ اور مصدقہ مرزا صاحب کے بعد حدیث "لقد خشیت علی نفسی" کے معنی بغیر کسی تکلف اور تاویل کے یہ ہیں کہ مجھے "اپنی جان کا خوف ہوا ہے" باقی رہا یہ امر کہ کیا خوف تھا اور کس وجہ سے تھا اس بات کی حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہے لیکن قرائن حالی اور مقالی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ خوف دو وجہ سے تھا پہلی وجہ تو جسمانی تھی جو جبرئیل کے پر رعب و جلالی شکل میں نمودار ہونے اور تین دفعہ بھینچنے اور انتہائی کلفت جسمانی کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جاڑا لگ گیا اور گھر تشریف لا کر کپڑے اوڑھانے کا حکم دیا تھا دوسری وجہ نبوت کی ذمہ داریوں کا احساس اور قوم کے انکار اور ایذا رسانیوں کا نقشہ جو نبوت کے ساتھ ہی خیال مبارک میں آ گیا تھا اور اس پر ضعف بشریت کا خیال دامنگیر تھا۔ غرض ان دونوں امور حسی اور قلبی کا مجموعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا باعث ہے نہ شیطانی مکر اور نفسانی دھوکہ کا اندیشہ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ معاذ اللہ آپ کو کوئی رسوائی نہ ہو گی آپ میں یہ اوصاف حمیدہ اور مکارم اخلاق ہیں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اظہار خوشی کے لیے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں کیونکہ وہ ایک پاک نفس انسان تھا تو اس نے آنحضرت سے کیفیت سن کر بطور تصدیق کہا کہ یہ سب سچ ہے اور یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یہ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا اور نصرانی تھا مختار احمد علیہ نے جو کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حقیقت کا علم ورقہ سے ہوا قطعاً غلط اور لغو ہے بلکہ اس واقعہ کے بیان کے لیے جانا اس کے اشد اور قریبی رشتہ داری کی وجہ سے تھا تاکہ وہ بھی اس نعمت خداوندی کی بشارت میں شریک ہو جیسا کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ کسی نعمت کے حصول پر قریبیوں اور خیر خواہوں کو اطلاع دی جاتی ہے تاکہ وہ بھی شریک خوشی ہوں۔ ورقہ بن نوفل کا قول خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا اس وقت یقین تھا چنانچہ اس نے کہا۔

یا لیتنی اکون حیاً اذ یخرجک قومک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مخرجی ھم قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ما جئت بہ الا عودی الخ

یعنی ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جس وقت تیری قوم تجھے نکال دے گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے گھر سے بھی نکال دیں گے تو اس نے کہا کہ جو کوئی تیری طرح (نبوت) لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی اور اگر مجھے وہ دن مل گیا تو میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ اور اس مکالمہ سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خیال دل میں لے کر گئے تھے وہ یقین نبوت تھا جس پر اس نے کہا کہ جو شخص تیری مانند لے کر آیا اس کے ساتھ عداوت ہوا ہی کرتی ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں معاذ اللہ کوئی نفسانی یا شیطانی وسوسہ ہوتا تو اس مکالمہ میں اس کا ضرور کوئی ذکر ہوتا لیکن یہاں جو ذکر ہوا اس میں سے سراسر اس خیال مخالف علیہ کے خلاف یقین اور ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اندیشہ ہوا اس کی صحیح تعبیر جو ہم نے کی وہ سراسر شان نبوت کے مطابق ہے اور اس قسم کا خوف اور اندیشہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہونا ایک طبعی امر ہے جس سے شان نبوت میں کوئی قدح لازم نہیں آتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جو قرآن کریم میں وارد ہوا جب کہ ان پر پہلے پہل تجلی رب العالمین ہو کر ان کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو بھی اندیشہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا اور عصا کو دفعۃً سانپ بنا ہوا دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے اور بھاگ نکلے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فلما رآها تهتز كأنها جان ولى مدبرا ولم يعقب يا موسى اقبل ولا تخف انك من الآمنين پس یہ طبعی خوف تھا جو دفعۃً اور پہلی بار ایک غیر مالوف واقعہ سے پیش آیا اور موسیٰ علیہ السلام بھاگ کھڑے ہوئے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ لوٹ آ اور مت ڈر تو امن والوں سے ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جبرئیل کے بھینچنے سے جو انتہائی بھاری مشقت اٹھائی جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش نہ آئی تھی اور اس درجہ سے ولقد خشيت على نفسى فرمایا ہو تو اس سے موسیٰ علیہ السلام کے برخلاف بدگمانی اور شیطانی مکر اور نفسانی دھوکہ پر محمول کرنا بالکل شرارت ہے دوسری وجہ خشيت على نفسى کی جو وجہ ہم نے بیان کی وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اسی جگہ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے معجزہ عصا اور ید بیضاء کے عطا کرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دو نشانوں کے ساتھ فرعون اور فرعونیوں کی طرف جاؤ تو باوجود معجزات حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ چونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا تھا مجھے ڈر ہے کہ مجھے قتل نہ کر دیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے بطور تسلی فرمایا کہ ہرگز نہیں تم اور تمہارے تابعین غالب ہوں گے پس جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود معجزات کے فرعون کی ایذاء قتل وغیرہ کا اندیشہ ظاہر کیا تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی ایذارسانیوں کے اندیشہ سے ولقد خشيت على نفسى فرمایا ہے تو اس کو کیوں کسی غلط محل پر محمول کیا جائے بلکہ آپ کا خشيت على نفسى فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا کامل یقین ہو گیا تھا اور ان باتوں کو جو آپ کو اس منصب کی ادائیگی میں قوم کے مولفتے اور ایذا رسانی کی قسم سے پیش آنے والی تھیں مد نظر رکھ کر ولقد خشيت على نفسى فرمایا جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور جن الفاظ میں آپ نے تسلی دی وہ بھی اسی امر کا صاف قرینہ ہے جو ہم نے

بیان کیا باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فترت الوحی یعنی زمانہ التوا میں پہاڑ پر جانا اور بے چینی وغیرہ جو معمر کی روایت میں ہے بخاری نے اس کو بااسناد بیان نہیں کیا بلکہ حسب تصریح شراح حدیث حافظ ابن حجر اور قسطلانی وغیرہ یہ بلاغات زہری میں سے ہے اور موصول نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حالانکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کو ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تصریح آپ کے قابل تسلیم نہیں اور آپ کی تصریح نادر دیتھذا جتنا واقعہ یعنی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے نہ آنے سے بے چینی اور کرب تھا اور اشتیاق بے حد زیادہ تھا جس کی وجہ سے آپ انہی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے تاکہ پھر وہی لذت نزول وحی حاصل ہو پس یہ تو ایک بیّن دلیل اس امر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا کوئی خطرہ مکر شیطانی اور دھوکہ نفسانی کا نہ تھا جیسا کہ مختار مدعا علیہ کا خیال فاسد ہے اگر اس قسم کا خطرہ آپ کے قلب مقدس میں ہوتا تو آپ اس خطرہ کے مقام میں بار بار کیوں جاتے خطرہ کے مقام سے تو انسان بھاگتا ہے نہ کہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔

بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ مختار مدعا علیہ کا وہ اصول جو اس نے بڑے تکلف اور تحریف کر کے مرزا صاحب کی تقلید میں ایجاد کیا ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کا بدیہی طور پر ابطال ہوتا ہے اور درحقیقت اس حدیث میں جس کو اس نے اپنی دستاویز بنایا ہے یہ خبیث مضمون نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں بفرض محال اگر اس میں یہ مضمون بھی ہوتا تو بھی مرزا صاحب کے اصول کے مطابق یہ لازم تھا کہ اس حدیث کو ردی کی ٹوکری میں مختار مدعا علیہ اور مرزا صاحب پھینک دیتے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اور تکذیب بھی ایسی صاف جیسا کہ آفتاب نیمروز اور جب کہ مرزا صاحب اپنے الہام کے مخالف جو حدیث ہو اس کو ردی میں ڈال دیتے ہیں تو قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور صداقت کے برخلاف حدیث کو کیوں نہ ردی میں پھینکا بلکہ اس کو ایک اصل اصول قرار دیا اور نہایت تکلف اور انتہائی تکلف سے اپنی مطلب برآری کی تاکہ مرزا صاحب کی ذات سے وہ اٹل اعتراض دور ہو سکے جو مختار مدعیہ نے کیا لیکن ایں خیال است و محال است و جنون وہ اعتراض ہرگز دفع نہیں ہو سکتا کیونکہ دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں گذرا کہ جس نے پندرہ بیس سال مامور من اللہ ہو کر دعوئ نبوت کا انکار کیا ہو بلکہ اس دعوی کو کفر قرار دیا ہو اور بیس برس کے بعد اسی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر قرار دیا ہو۔ وان فی ذلک لعبرۃ لاولی الالباب۔

قول مختار مدعا علیہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے کس حکمت سے آہستہ آہستہ آپ کو تبلیغ کرنے کے لیئے ارشاد فرمایا ہے پھر اس آہستہ آہستہ تبلیغ کی آگے کچھ تفصیل کی ہے۔

(الجواب)

یہ بالکل بحث سے غیر متعلق ہے کیونکہ بحث مرزا صاحب کے خاص تدریجی دعوی میں جس کی کیفیت اوپر مذکور ہوئی ہے تدریجی تبلیغ میں بحث نہیں ہے۔ لیکن تدریجاً تبلیغ سے تدریجی دعوی کا نتیجہ اخذ کرنا جیسا کہ مختار مدعا علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے مذکورہ بالا ترتیب سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تدریجی طور پر اپنے رسول سے اپنا دعوی لوگوں تک پہنچانے کے لیے ارشاد فرمایا اس کی خوش فہمی ہے یا صریح مغالطہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے مرزا صاحب کی طرح یہ فرمایا تھا کہ بیس سال رسالت کا دعوی نہ کرو اور محدثیت کا دعوی کرو اور دعوی نبوت کو کفر کہو اور بیس سال کے بعد پھر دعوی نبوت کرو اور جو نہ مانے اس کو کافر قرار دو یا پہلے آدھے نبی بنو پھر تمام نبی بن جاؤ۔

مختار مدعا علیہ نے اس کے بعد بعض حدیثیں پیش کی ہیں کہ پہلے آپ نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ پر بڑائی نہ دو پھر فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اور آپ نے خاتم النبیین ہونے کا دعوی کیا اور فرمایا کہ مجھے حضرت یونس سے افضل نہ کہو پھر تمام اولین و آخرین کا سردار ہونے کا دعوی کیا۔

جواباً گذارش ہے کہ یہ چیزیں مختار مدعا علیہ کے تدریجی دعوی مرزا صاحب کو ثابت نہیں کرتیں اور نہ آپ نے کوئی ایسا دعوی کیا جس کو پہلے کفر قرار دیا ہو۔

یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کا حکم محض بطور تواضع کے تھا اور اس تعلیم کے لیے کہ مجھے بھی کہیں بعد میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح غلو سے شان عبودیت اور نبوت سے بڑھایا نہ جائے اور تا کہ یونس علیہ السلام کا اس مواخذہ الٰہی کی وجہ سے جو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی شکل میں ہوا ان کی تحقیر کا خیال غلط فہمی سے کسی کے دل میں نہ آنے پائے اس لیے فرمایا کہ نفس نبوت کے لحاظ سے ہم دونوں یکساں ہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے آپ یونس علیہ السلام سے شان میں کم ہونے کے مدعی تھے بعد میں زیادہ کے مدعی بنے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص واقعہ ذکر کر کے فرمایا کہ مجھے ان پر فضیلت مت دو یعنی اس خاص واقعہ مذکورہ میں ان کو فضیلت جزئی حاصل ہے اور دوسری حدیث میں اپنی فضیلت کلی کا بیان ہے اور یہ امر مسلم فریقین کہ مفضول کو فاضل پر فضیلت جزئی ہو سکتی ہے پس کوئی نیا دعوی نہیں۔

خاتم النبیین آپ ابتداء نبوت سے تھے لیکن آپ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں تھے البتہ اس کے قرآن میں نزول کا وقت مسئلہ متبنیٰ کے ابطال کے موقعہ پر علم الٰہی میں تھا کیا آپ نے کبھی خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا تھا اور اپنے خاتم النبیین ہونے کو کفر قرار دیا تھا تا کہ مرزا صاحب کے استدراجات پر اس سے دلیل پکڑی جاوے غرض مختار مدعا علیہ کی یہ سب غیر متعلق اور بے ربط باتیں ہیں جن کو استدلال کے مقام میں پیش کرنا کم فہمی ہے مختار مدعیہ کا اعتراض

ان سے دفع نہیں ہو سکتا ۔

مختار مدعا علیہ مرزا صاحب کے دعاوی مختلف اور متناقضہ کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

براہین احمدیہ میں آپ کو مثیل مسیح ہونے کا الہام ہو چکا تھا اور چونکہ آپ پر وفات مسیح کا مسئلہ منکشف نہ ہوا تھا اس لیے آپ نے لکھ دیا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں ۔

اور چونکہ نبی اور رسول کے معنی یہ سمجھے جاتے تھے جو نئی شریعت لائے یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے اور آپ پر نبی و رسول کی تعریف صادق نہ آتی تھی اس لیے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے ۔

لیکن جب آپ پر وفات مسیح کی حقیقت کا انکشاف ہوا اور معنیٰ نبوت بھی بتلائے گئے جو آپ پر صادق آتے تھے تو آپ نے کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے اور میں محدث نہیں بلکہ نبی اور رسول ہوں ۔

الجواب بارہ برس تک تو آپ پر قرآن اور الہام سے اور احادیث و اجماع سے یہ ثابت ہوتا رہا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہ مسیح موعود ہیں اور مثیل مسیح آپ جیسا کہ ہم در "عقیدہ حیات مسیح شرک عظیم ہے" کی بحث کے جواب میں ثابت کر آئے ہیں جب دیکھا کہ مرید یہاں تک معتقد ہو چکے ہیں کہ بات مان جائیں گے تو کہدیا کہ مجھے الہام ہو گیا ہے کہ مسیح ابن مریم رسول فوت ہو چکا ہے اور ہم مثیل مسیح نہیں بلکہ مسیح موعود ہیں غرض پہلے عقیدہ کا نقیض عقیدہ شائع کیا ۔

اور بقول مختار مدعا علیہ جب کہ در حقیقت مسیح " فوت ہو چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور رسول مرزا صاحب کو مسلمانوں کے غلط اور مشرکانہ عقیدہ سے کیوں نہ روکا کیا اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کو بارہ برس تک مشرک بنا رکھنا کوئی پر لطف مشغلہ تھا اور بحکم لا ینال عہدی الظالمین یعنی ظالم مشرک کو نبوت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ مرزا صاحب کے ابطال نبوت پر دلیل قائم کرنے کے بعد اس کو نبوت دلوائے خدا کے فعل میں یہ تناقض کیونکر جائز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی شان ایسے اقوال اور افعال متناقضہ سے ارفع اور بلند ہے لہذا ثابت ہوا کہ مختار مدعا علیہ کی توجیہ باطل اور مختار مدعیہ کا اعتراض درست ہے ۔

اسی طرح یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور قسمیں کھا کھا کر کہے کہ میں ظلی نبی ہوں جزئی نبی ہوں صرف محدث ہوں اور یہ بھی کہے کہ محدث نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے پندرہ بیس سال کا عرصہ دراز وہ یہی کہتا رہے لیکن اتنے سال گذرنے کے بعد وہ یہ کہدے کہ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا کہ نبی کس کو کہتے ہیں اس لیے میں نبوت کے دعویٰ سے انکار کرتا رہا ہوں ورنہ میں تو بیس سال سے نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے نبی بنا رکھا تھا

میں محدث نہیں تھا اور نہ دروازہ نبوت بند تھا بلکہ وہ صاف چوپٹ کھلا تھا عقل اور شرع ہرگز یہ باور نہیں کر سکتی کہ اللہ تعالی ایک ایسے شخص کو نبی بنائے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ نبوت کیا چیز ہے خدا نے تو اس کو نبی بنایا ہے لیکن وہ کہتا کہ میں دعوئی نبوت کروں تو کافر ہوتا ہوں بلکہ میں تو محدث ہوں اور نہ عقل یہ باور کر سکتی ہے کہ اللہ تعالی کسی شخص کو نبی بنا کر اس کو نبوت کا مفہوم بھی بیس سال تک نہ سمجھائے لہذا مختار مدعا علیہ کی یہ توجیہ بالکل لغو اور باطل ہے اور مختار مدعیہ کا اعتراض بالکل درست ہے کہ مرزا صاحب مریدوں کی برداشت کے مطابق آگے آگے قدم بڑھاتے چلے گئے مرزا صاحب بقول خود پہلے اپنی نبوت کا انکار کرکے کافر ہوئے اور چونکہ کافر نبی نہیں ہو سکتا - بحکم لا ینال عھدی الظالمین اس لیے دوبارہ دعوئی نبوت کر کے ڈبل کافر ہوئے اور تمام امت سید الابرار کی تکفیر کر کے مثلث کافر ہوئے ۔

گواہان مدعیہ کی شہادتیں

اس ہیڈنگ کے تحت (ے) نمبر نقل کر کے مدعیہ کی گواہوں کو ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی لا حاصل سعی کی ہے جن کا خلاصہ کل چار امور ہیں .

(۱) مولویوں کی شہادت معتبر نہیں ۔

(۲) بعض بزعم خود تعارضات و کذب بیانی

(۳) ان علماء پر خود فتوئی کفر ہے لہذا علماء اسلام ہوں ۔

(۴) ان کے خلاف خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ؒ ادست موجود ہے مگر میں مختار مدعا علیہ کے قائم کردہ قانونی نمبروں پر اسی ترتیب سے بحث کرتا ہوں تاکہ عدالت عالیہ کو مختار مدعا علیہ کا مغالطہ تفصیلاً معلوم ہو جائے ۔ گواہان مدعیہ کی عدم قبول شہادت کے وجوہات) ۔

وجہ اول - خلاصہ ۔

(۱) گواہان مدعیہ مرزا صاحب اور اُن کی جماعت سے اظہار بغض و عناد کرتے رہے اور ان پر حکم کفر وارتداد لگایا حالانکہ یہ عدالت کا حق تھا نہ ان کا ۔

(۲) ہدایہ مجیدیہ سے مسوط میں ہے کہ امام مالکؒ یہ مذہب ہے کہ مخالف علماء کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ۔

(۳) مخالف علماء کی شہادت فاضل جج مدراس ہائی کورٹ احمدیوں کے خلاف مقدمہ مندرجہ عنوان ذیل میں

قبول نہیں کی اور پھر انڈین کیسز سے وہ حوالہ اور کچھ عبارت نقل کی۔

(الجواب)

(۱) اگر امور متنازعہ جس کے واسطے شاہد پیش ہوئے تھے اُس کے سوا کوئی امر وجہ عناد ذاتی عداوت پہلے کی مقدمہ بازی کوئی اور دوسری رنجش نکل آتی تو ضرور اس سے ان شاہدوں اور ان کی شہادت پر زد آتی مگر جب کہ یہ شاہد صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا کفر وارتداد قرآن وحدیث و اقوال سلف سے ثابت کرنے کے واسطے پیش ہوئے ہیں بس انکا ان دلائل کو مرزا صاحب اور ان کے متبعین پر منطبق کرکے کفر وارتداد کا نتیجہ نکالنا نہ عدالت کے اختیارات میں مداخلت ہے نہ ان کا کسی سے بغض عناد کا اظہار ہے جو ان کی شہادت کو خراب کرسکے۔

بخلاف مرزا صاحب کی جماعت کے کہ ان کا شیوہ ہی حسد و عناد ہے اس کے واسطے خود مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو اشتہار ملحقہ شہادت القرآن صفحہ سطر ۳ اوپر سے اپنی جماعت کا ذکر کرکے کہتے ہیں۔

ابھی تک ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہمی پیدا نہیں کی میں دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیاں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کرتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن صفحہ ۳)

بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ شخص اس کو اٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اٹھتا چارپائی کو الٹا دیتا ہے اور اس کو نیچے گرا دیتا ہے پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور وہ اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں تو دل کباب ہوتا اور جلتا ہے اور بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اگر میں درندوں میں رہوں تو ان بنی آدم سے اچھا ہے۔

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن صفحہ ۳)

بس گواہان مدعیہ کا تو بغض و عناد ثابت نہ ہوا مگر گواہان مدعا علیہ کا بے اعتبار ہونا ضرور ثابت ہے۔

نیز ان کی شہادت جماعت احمدیہ یا اُس کے کسی ممبر کے حق میں اس لیے قبول نہیں کہ ان کے یہ گواہ ایک ممبر ہیں۔ اور غیر احمدیوں کے خلاف اس لیے قابل وقعت نہیں کہ ان کا فرض ہے کہ ساری دنیا کو دشمن سمجھیں جب تک کوئی

احمدی نہ ہو جائے گو کتنا ہی ہمدرد ہو۔ ملاحظہ ہو خطبہ۔

(خلیفہ محمود صاحب بحوالہ سابق)

لہٰذا ان گواہوں کی شہادت محض ناقابل التفات ہے۔
باقی ہدیہ مجددیہ کا حوالہ۔

(۱) اولاً ہدیہ مجددیہ کوئی مسلم کتاب ہی نہیں نہ گواہ نے اس کا مطالعہ پریش کر کے اس کے مصنف کا نام بتا سکے نہ اب تک اُس کے مسلک سے واقفیت۔

(۲) دوسرے اُس میں جو مبسوط کا حوالہ ہے اُسے گواہ مدعا علیہ نے دیکھا ہے نہ واقفیت ہے نہ یہ پتہ کہ اس میں یہ عبارت ہے بھی یا نہیں۔

(۳) دوسری کتب فقہ میں امام مالکؒ سے اس کے خلاف روایات موجود ہیں اور علماء کی شہادتوں کو غیر اہل علم پر راجح مانتے ہیں۔

(۴) یہ عقلاً بھی غیر معقول ہے کہ بلا استثناء تمام علماء کی شہادت نامقبول ہو پھر تو شہادت کے لیے جہالت کی بھی ایک شرط لگا دینی ہوگی اور صرف جہّال کی شہادت قبول ہوا کرے گی۔

(۵) یہ حکم صریح قرآن کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہاں علماء کے مدارج، علماء کا تذکرہ اور انہیں کو صرف خدا کا خوف رکھنے والا قرار دیا گیا ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم ۔۔۔ تا ۔۔۔ والذین اوتوا العلم درجات۔
(قرآن حکیم) انما یخشی اللہ من عبادہ العلماءُ (قرآن حکیم)

(۶) احادیث کے بھی خلاف ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ عالم کی عابد پر وہ فضیلت ہے جو میری تم میں ادنیٰ پر

(۷) اگر امام مالکؒ کے زمانے کے علماء مراد ہوں تو یہ بھی غلط ہے زمانہ تابعین اور نص حدیث خیر القرون ہے اس زمانے کے علماء کو مصابیح الہدیٰ مستقل ہدایت قرار دیا گیا ہے۔

(۸) اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی نہ فریق مدعیہ مالکی نہ عدالت نہ مدعا علیہ پس یہ حجت کس پر ہوگا۔ اور اگر صرف مسلمان امام کسی جماعت کا ہونا حجت کے لیے کافی ہے تو محمد علی صاحب ایم اے باوجود احمدی ہونے کے فریق مدعا علیہ کو کیوں مسلم نہیں۔

غرض یہ حوالہ کوئی بھی مدعیہ کے گواہوں کی شہادت کو ناقابل اعتبار نہیں ثابت کر سکا مفصل اصل بحث و جرح گواہان مدعا علیہ میں موجود ہے۔

(۴) یہ مدراس ہائی کورٹ کی نظیر مقدمہ زیر سماعت سے بوجوہ ذیل غیر متعلق ہے۔

(۱) یہ عدالت فوجداری کی ہے اور عدالت فوجداری کا فیصلہ عدالت دیوانی میں بطور حجت صرف بریت یا سزایابی ثابت کرنے کے لیے پڑھا جا سکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کسی کام کے لیے نہیں پڑھا جا سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دلائل وجوہ اور شہادت اُس فوجداری کے مقدمہ میں ہوئی ہیں وہ دیوانی کے مقدمہ میں غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔

(۲) جو فیصلہ عدالت فوجداری میں ہوتا ہے وہ مابین سرکار قیصر ہند اور ملزم کے ہوتا ہے۔ اور عدالت دیوانی میں سرکار فریق نہیں ہوتی اس لیے عدالت فوجداری کا فیصلہ درمیان ایک ہی فریق کے ہونا پایا نہیں جاتا نہ حجت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(۳) جو تنقیحات عدالت فوجداری کے سامنے ہوتی ہیں اور جو طریقہ ان کے ثابت کرنے اور ان پر حکم کرنے کا ضابطہ فوجداری میں ہے وہ عدالت دیوانی کے سامنے نہیں ہوتا ہے عدالت دیوانی کے سامنے تنقیحات بھی دوسری قسم کی ہوتی ہیں۔ اور طریقہ تصفیہ تنقیحات بھی ضابطہ دیوانی کے مطابق ہوتا ہے۔

مثال کے طور پہ گذارش ہے ایک شخص نے عدالت فوجداری میں دوسرے شخص پر چوری کا دعویٰ کیا اور وہ دعویٰ خارج ہو گیا۔ اب اگر وہ دوسرا شخص عدالت دیوانی میں پہلے شخص پر پرچہ کی نالش کر کے کچھ وصول کرنا چاہے تو اس کو عدالت دیوانی میں پوری شہادت اس بات کی پیش کرنا پڑے گی کہ جو دعویٰ اس کے خلاف پہلے شخص نے کیا تھا وہ جھوٹا تھا فیصلہ سے صرف اس کی بریت ثابت ہو گی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا کہ پہلے شخص کا دعویٰ جھوٹا تھا۔

ملاحظہ ہو قانون شہادت امیر علی مطبوعہ ۱۹۲۰ء صفحہ ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ لہٰذا یہ نظیر بالکل غیر متعلق اور گواہان مدعیہ پر کسی طرح اثر انداز نہیں۔

وجہ دوم۔

گواہان مدعیہ کے بیانات اصول مسائل میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔

خلاصہ۔

متناقض نمبر (۱)

گواہ مدعیہ نمبر ۲ نے ۲۹ اگست بجواب جرح کہا "کہ عیسٰی کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں ہے لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہو گا۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ نمبر ۳ نے ۳۱ اگست بجواب جرح کہا وحی نبوت نہیں آئے گی نہ کسی نئے پردے پیرا نے پر۔

والجواب

یہ تناقض کوئی نہیں ۔ صرف مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی سے پیدا ہوگیا اس نے غالباً ۔۔ اس کے سوا کے لفظ
سے جملہ کو علیحدہ مانا اور لفظ سوا سے عیسیٰ کی وحی کے سوا سمجھا حالانکہ وہاں اس سے قبل وحی کا ذکر تک نہیں
ہے بلکہ صرف عیسیٰ کے نبی ہونے کا ذکر ہے ۔ لفظ اس کے سوا کے معنے بغیر اس کے نہیں اور اس سے وہ وحی مراد
ہے جس کو وحی نبوت قرار نہیں دیا بلکہ صرف اطلاق لفظ وحی اس پر جاتا ہے (یعنی "عیسیٰ" والی وحی ہے ۔ کل پہلے قول
کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کو ہم پہلے نبی مانتے ہیں سوا اس کے یعنی بغیر اس کے کہ جو ان پر وحی ہو وہ وحی نبوت ہو
(بلکہ لفظ وحی کا (صرف) اس پر اطلاق ہوگا ۔ لہٰذا گواہ نمبر ۳ کا مطلب اور اس کی عبارت بالکل صاف ہے
کہ عیسیٰ پہلے نبی تو ہیں مگر ان کی وحی نبوت نہیں اور بعض احادیث میں جو اس کی نسبت لفظ وحی ہے وہ صرف
لفظ وحی کا مجازاً اطلاق کیا گیا ہے ورنہ وہ دراصل بمعنے الہام ہے جیسا کہ وحی کے بیان اور نیز اسی جرح میں مصرح
ہے اور یہی گواہ ۳ بھی کہہ رہا ہے کہ وحی نبوت کسی پر نہ اترے گی نہ کسی نئے پر نہ پرانے پر ۔ دونوں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم وحی نبوت کا مطلقاً انسداد فرما رہے ہیں ۔ پس تعارض کب ہے نہ آپس میں تعارض ہے نہ بیانات
سے بابہ مختار مدعا علیہ نے لفظ اس کے سوا کے غلط معنے لے کر تعارض کا مغالطہ دے دیا ہے ورنہ یہاں تعارض کا شبہ
تک نہیں ۔

تناقض نمبر (۲)

گواہ مدعیہ ۱ نے ۱۴ر اگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ یہ صحیح ہے اگر کوئی جبرئیل کے نزول کا قائل ہو
تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا اور پھر حجج الکرامہ کی عبارت کی تردید نہیں کرتا ۔ اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے
۱۳ر اگست کو کہا کہ جبرئیل وحی لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نازل نہیں ہوسکتے ۔ حضرت
عیسیٰ کے نزول کے وقت ان پر جبرئیل علیہ السلام نہ آئیں گے ۔

(الجواب)

اس میں بھی تناقض کا کوئی احتمال تک نہیں (جو عقیدہ گواہ ۳ نے بیان کیا بعینہٖ یہی گواہ ۱ کا ہی عقیدہ
ہے جیسا کہ اس کے بیانات درجرح سے مصرح ہے ۔ البتہ مختار مدعا علیہ نے اس کی جرح کا جو ٹکڑا نقل کیا ہے اس سے
وہ مغالطہ دے کر اسے گواہ کا عقیدہ قرار دیتا ہے حالانکہ اس میں وہ عقیدہ نہیں بتا رہا ہے بلکہ یہ مسئلہ بتا رہے ہیں کہ
اگر کوئی عیسیٰ پر نزول جبرئیل کا قائل ہو تو صرف اس وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا (یہ نہیں کہ میں نزول جبریل کا قائل ہوں)
کیونکہ لفظ وحی کو مجازاً صحیح حدیثوں میں آیا ہے لہٰذا اس مغالطہ سے وہ معذور ہے اور اس استشہاد کی وجہ سے

دوسرا منظور کے اس اختلاف موضوع کے بعد تناقض کہاں رہا۔ تناقض کے واسطے آٹھ شرطیں ہیں۔ جن میں وحدت موضوع بھی ہے۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ۔۔۔ وحدت موضوع و محمول و مکان
وحدت شرط و اضافت جزو کل ۔۔۔ قوت و فعل است در آخر زمان

یہاں نہ وحدت موضوع نہ وحدت محمول نہ وحدت شرط پھر تناقض کیا۔
علاوہ اس کے مختار مدعا علیہ نے گواہ مدعیہ ۵ کے الفاظ بھی غلط نقل کئے ہیں۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ دو لفت میں خاتم بمعنے مہر و آخر دونوں معنوں میں ہے۔"
اس کے الفاظ بدل کر غلط بیانی کی ورنہ کوئی شبہ ہی نہیں تھا۔

تناقض نمبر (۴)

گواہ مدعیہ الف و ب کا بیان ہے کہ وحی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نبوت نہیں کیونکہ وحی لازم نبوت ہے اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۵ نے بجواب جرح ۲۳ اگست تسلیم کیا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعوی کو کفر نہیں کہا جا سکتا۔"

گواہ مدعیہ ۵ نے ۲۹ اگست کو یہ بھی تسلیم کیا کہ۔

"مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں۔"

پھر گواہ مدعیہ ۱ نے بحوالہ فتوحات اور ۵ و ۳ نے کہا کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی ہو سکتی ہے۔"

اور گواہ ۵ نے کہا کہ

"مسیح علیہ السلام پر غیر تبلیغی وحی ہوگی۔

(الجواب)

گواہ الف و ب و گواہ ۵ کے قولوں میں کوئی تناقض نہیں۔ محض مغالطہ ہے کیونکہ فریق اول یعنی الف و ب نے جس وحی کی نفی کی ہے وہ وہی ہے جو لازمہ نبوت یعنی وحی نبوت نہ مطلق وحی۔ اور گواہ ۳ صاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مطلق وحی کے دعوے کا کفر نہ ہونا بتاتا ہے نہ وحی نبوت کا اگر دونوں مطلق وحی کے نہ ہونے یا دونوں وحی نبوت کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف کرتے تو ضرور تناقض ہوتا۔ یہاں تو اول وحی نبوت کی نفی کرتا ہے اور دوم یعنی گواہ ۳ مطلق وحی کا اثبات پس کسی طرح بھی تناقض و تعارض کا شائبہ نہیں۔ محض

مغالطہ ہے۔

یوں ہی گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ راگست کا جو فقرہ نقل کیا ہے کہ مسیح پر وحی نبوت ہوگی اور اس کے سوا الخ۔ یہ محض غلط ہے یہ وہی فقرہ ہے جس کا حل تناقض نمبر (۱) میں پیش کر چکا۔ عدالت مختار مدعا علیہ کی اس خیانت کو خود ملاحظہ فرمائے کہ یہ ایک فقرہ تناقض نمبر (۱) میں دوسرے الفاظ میں نقل کیا اور پھر اس ۳ میں دوسرے الفاظ میں اور بات صرف اس قدر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے سوا اس کے کہ ان پر وحی نبوت ہوگی کا اطلاق لفظ وحی مجازاً ہو جیسا کہ مکمل تشریح تناقض نمبر (۱) میں کر چکا ہوں اب اس کا کوئی بھی تعارض گواہ مدعیہ نمبر ۱، ۲، ۳ سے نہیں رہا۔ کیونکہ وہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی نبوت نہیں بتلاتے بلکہ مطلق وحی کا ہو سکنا کہتے ہیں۔

یوں ہی گواہ ۳ غیر تبلیغی وحی بتاتا ہے جو بمعنے الہام ہے نہ کہ وحی نبوت جو تبلیغی و حقیقی ہوتی ہے۔ پس گواہوں کے بیانات و جرح اور یک دوسرے میں ایک ذرہ برابر تعارض نہیں اور ایسے واضح ہیں کہ اگر جواب نہ دیا جائے تو بھی عدالت ملاحظہ کے وقت مختار مدعا علیہ کا مغالطہ سمجھ سکتی ہے۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ نمبر ۲ نے ۲۴ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔

"جیسے رسول الی بنی اسرائیل تھے اور ہیں نہ پہلے وہ ہماری طرف مبعوث ہوئے تھے نہ اب اور جب آئیں گے تو وہ منصب نبوت پر نہ ہوں گے"۔

اس کے خلاف گواہ مدعیہ ۳ نے ۳۱ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ رسول ہوں گے اور ان کے نزول کے وقت جو شخص نہ مانے گا وہ مسلمان نہ ہوگا"۔

(الجواب نمبر ۵)

گواہ مدعیہ ۲ بھی انہیں رسول بنی اسرائیل مانتے ہیں اور ۳ بھی۔ مسلوب النبوۃ و رسالت کوئی بھی نہیں مانتا یہ کہنا یقیناً کفر ہے ہاں منصب نبوت پر کسی کے نزدیک نہیں۔ پس وہ رسول بھی اس کے ہیں کہ رسالت سلب نہیں ہوئی اور اسی باعتبار اس موجودہ زمانہ کے بھی جو انہیں پہلے کا رسول نہ مانے یعنی مسلوب النبوۃ کہے وہ یقیناً کافر ہوگا۔ مسلمان نہیں جیسا کہ گواہ ۳ نے کہا اور اب اس امت میں جو انہیں منصب نبوت پر مانے وہ ختم نبوت کے خلاف کہہ رہا ہے اس کے بھی اسلام کا اعتبار نہیں اور نبوت و منصب نبوت یا رسالت و منصب رسالت کا مفصل بیان اسی گواہ مدعیہ ۲ نے بوضاحت اپنی شہادت میں خارجی امثلہ و دلائل واضح سے دیا ہے اس کے بعد تناقض

خیال کرنا کھلا ہوا مغالطہ ہے ہرگز کسی قسم کے تعارض کا شائبہ تک نہیں نیز جرح کے نقل الفاظ میں بھی خیانت کی ہے۔
خصوصاً گواہ مدعیہ مسٹ کے اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"جب عیسیٰ بن مریم آئیں گے تو جوان کو تسلیم نہ کرے گا وہ
مسلمان نہیں اب بھی اگر اس کو کوئی نہیں مانتا ہم اسے مسلم
نہیں مانتے"

جہاں ان کے رسول اور غیر رسول ہونے کا کوئی ذکر نہیں اپنی طرف سے اضافہ کرکے مغالطہ دے دیا ہے۔ اور
جہاں رسول ہونے کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ ہیں کہ۔

"رسول ہوں گے ان پر وحی نہ ہو گی"

یہاں ان کے منکر کے کفر و اسلام کا ذکر نہیں بہرحال پیش کردہ الفاظ جرح کے الفاظ نہیں اپنی طرف سے
حاشیہ لگا کر مغالطہ دیا اور تعارض و تناقض ثابت کرنے کی لاحاصل سعی کی حالانکہ کسی طرح گواہان مدعیہ کی شہادت قول
میں تناقض ثابت نہیں ہو سکتا اور باوجود اس قدر شرمناک خیانتوں کے مختار مدعا علیہ کوئی ایک بھی تناقض نہ
ثابت کر سکا۔

تناقض نمبر (۵)

گواہ مدعیہ مسٹ نے ۲۱ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔
آیت ماکان لبشر میں جو طرق بیان کئے گئے ہیں وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔
اس کے خلاف گواہ مدعیہ مسٹ نے ۲۹ راگست کو بجواب جرح تسلیم کیا کہ۔
"ام موسیٰ و مریم پر جو وحی ہوئی وہ قرآن کے بیان کردہ تین طرق میں داخل ہے"
اور گواہ مسٹ کے نزدیک "وہ وحی جو وحی نبوت نہ ہو وہ امت محمدیہ کے افراد کو ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت مریم
اور ام موسیٰ کو ہوئی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں"
اور یہی وحی گواہ مدعیہ مسٹ کے نزدیک آیت ماکان لبشر کے طرق میں داخل ہے۔ جو گواہ مدعیہ مسٹ کے قول
کے بالکل خلاف ہے۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ مسٹ نے مخصوص اسی آیت کے مذکورہ طرق جو اس میں خصوصیت سے مراد ہیں مراد لیے ہیں اور
ظاہر ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے اور اس میں وحی نبوت مراد ہے پس وحی نبوت کے یہ طرق

مذکورہ بند ہیں۔ اگر وحی بمعنی الہام ہو گو انہی طرق سے بظاہر کیوں نہ مسدود نہیں۔ اس کے واسطے اسی جرح کے مندرجہ ذیل کو ٹیشن ملاحظہ ہوں۔

نمبر (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی شرعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔

(۲) وحی شرعی کسی قسم کی نہیں ہو سکتی کوئی الہام کا نام وحی رکھ دے تو دوسری چیز ہے۔

(۳) وحی بواسطہ فرشتہ وحی جو وحی کا فرشتہ لائے نہیں ہو سکتی۔ درنہ فرشتہ الہام والی،

پس گواہ مدعیہ ۱ نے یہ طرق مذکورہ بہ پیرایہ وحی نبوت امت محمدیہ پر بند بتایا ہے اور گواہ مدعیہ نمبر ۲ و ۳ نے ام موسیٰ وغیرہ پر جو وحی بتائی وہ بمعنے الہام بہ پیرایہ وحی الہام ان طرق سے باقی بتائی نہ وحی نبوت بہ پیرایہ وحی نبوت پس کوئی بھی تعارض نہ ہوا۔ وحی نبوت طرق مذکورہ ثلاثہ سے بالاتفاق بند اور وحی الہام ہر طور سے جاری۔

گواہ مدعیہ ۳ کا ہرگز کوئی تعارض وتناقض گواہ مدعیہ ۱ کے ساتھ نہیں یہ اس کے غلط الفاظ نقل کر دیے ہیں اصل جرح کے اس کے الفاظ یہ ہیں بجواب سوال اوحینا الی ام موسیٰ وغیرہ کہ۔

یہ وحی وہی ہے جسے الہام کہا جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالےٰ
نے نحل کے لیے کہا ہے یہ الہام انسان کے ساتھ مخصوص نہیں
غیر انسانوں کو بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ سورۃ نحل کی اس
آیت سے معلوم ہوتا ہے واوحٰی ربك الی النحل الخ

اب عدالت خود ملاحظہ فرمائے کہ گواہ مدعیہ ۱ وحی نبوت بہ پیرایہ وحی نبوت بطرق ثلثہ مذکورہ بند بتاتا ہے اور گواہ مدعیہ ۳ وحی بمعنے الہام جو نحل کو بھی ہو سکتی ہے باقی مانتا ہے تناقض کدھر سے ہو۔

بہر حال یہ تمام مختار مدعا علیہ کی غلط بیانی یا غلط فہمی یا محض مغالطہ تھا ورنہ بیانات گواہان مدعیہ بالکل تناقض سے پاک وصاف ہیں کسی قسم سے مخدوش ومجروح نہیں۔ عدالت خود ہی ملاحظہ فرمائے بخلاف اس کے کہ مختار مدعا علیہ نے جو تناقض کا اعتراض گواہان مدعا علیہ پر کیا تھا وہ بدستور قائم ہے اور اکثر کا تو جواب میں تذکرہ تک نہیں تاویل کیا کر سکتے۔

گواہ مدعیہ کا خود اپنے بیان سے تعارض

اس سلسلہ میں صرف گواہ ۱ و ۲ و ۳ کا حوالہ پیش کیا ہے

گواہ مدعیہ ۱ نے ۲۱ راگست کو بجواب جرح کہا کہ۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں امت یہ معنی سمجھتی ہے کہ

کہ کفر کا سا فعل کیا یعنی عمداً نماز کا تارک امت کے نزدیک کافر نہیں ہوگا ۔ اس کے بعد پھر یہ اقرار کیا کہ ۔
بعض ائمہ برحق نے عمداً نماز کے تارک کو کافر قرار دے کر فسخ نکاح وغیرہ معاملات کو حرام قرار دیا ہے ۔

(الجواب)

اولاً یہ الفاظ جرح نہیں بلکہ قطع و برید و روایت بالمعنی ہے ۔ وہاں علیحدہ علیحدہ مندرجہ ذیل فقرات ہیں ۔

حدیث من ترک الصلوٰۃ میں مراد کفر جیسا فعل کیا ۔

"لیکن ائمہ نے کافر بھی کہا ہے "

کافر کہنے والے بھی امام برحق و مسلمان ہیں ان کے نزدیک
فسخ نکاح بھی ہوگا ۔

عدالت خود اصل الفاظ مسل سے ملاحظہ فرمائے ۔

اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں بلکہ خود مختار مدعا علیہ کے پیش کردہ الفاظ بھی تسلیم کر کے تعارض نہیں ۔
کیونکہ اگر پہلے قول میں تمام امت یا اجماع کا لفظ ہوتا تو کسی ایک امام برحق کا خلاف اس کے منافی تھا اور
تناقض ہو جاتا وہاں تو صرف امت کا لفظ ہے اور بعض امام کی رائے آگے ہے یہاں تناقض کا شبہ تک نہیں
محض مغالطہ ہے ۔

گواہ مدعیہ نمبر ۲

گواہ مدعیہ نے اپنے بیان میں ۲۵ راگست کو کہا کہ ۔

"مسیح نسخ ۔ رد وغیرہ یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی و دنیوی میں
کوئی حقیقت نہیں رکھتے "

اور پھر ۲۹ راگست بجواب جرح تسلیم کیا کہ ۔

کونوا قردۃ خاسئین کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ
مسخ ہو گئے تھے ۔

(الجواب)

ان دونوں قولوں میں تناقض ثابت کرنا صرف مختار مدعا علیہ کا حصہ ہے ورنہ دنیا کا کوئی بھی عقلمند آدمی ان دونوں قولوں میں تناقض نہیں سمجھ سکتا اول قول میں ان پانچ چیزوں کی اصطلاح کو دینی اصطلاح اور آسمانی ادیان میں ہونے سے انکار کیا ہے اور دوسرے میں کو خواہ قردۃ خاسئین کی تفسیر یہ بتائی ہے کہ واقعی انکے چہرہ وغیرہ بدل گئے تھے آیت میں تو مسخ کا لفظ بھی نہیں کہ مغالطہ ہی رفع ہو اور کہا جائے کہ آسمانی کتاب میں یہ اصطلاحی لفظ آگیا صرف مخصوص الفاظ کی مخصوص اصطلاح سے آسمانی کتب وادیان میں ہونے سے انکار ہے یہ معنے نہیں کہ اللہ نے دنیا میں کسی کو مسخ ہی نہیں کیا یہاں کسی قسم کے تناقض کا شائبہ تک نہیں۔ اور نہ کوئی احتمال مغالطہ تھا خواہ مخواہ مغالطہ دیا گیا۔ پھر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ گواہ کے بعینہ الفاظ نقل نہیں کئے گئے مفہوم لیا گیا ورنہ مطلب بالکل صاف ہے۔

اب اس جواب الجواب سے بحمداللہ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ نہ گواہان مدعیہ کا تعارض ایک دوسرے گواہ سے ہے اور نہ ایک گواہ کہیں اپنے قول سے ٹکرایا ہے بخلاف گواہان مدعا علیہ کے کہ ان کے بیانات میں تو اب تک لاجواب متعدد وجوہ و قسم کے تناقضات موجود ہیں جن کی کوئی تاویل نہ ہو سکی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے عدالت خود مسل ملاحظہ فرمائے پس گواہان مدعا علیہ کی شہادت یقیناً ناقابل قبول ہے۔

وجہ سوم :۔

مرزا صاحب کی تمام کتب کا سوائے ان عبارات کے جن پر انہوں نے اعتراض کیا ہے مطالعہ نہیں کیا۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔تا۔۔۔۔۔۔۔لیکن گواہان مدعیہ جن کا ذکر آچکا ہے معترف ہیں کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابوں کا کماحقہ مطالعہ نہیں کیا الخ۔

(الجواب)

محض غلط ہے ان الفاظ میں تو کسی کا جواب نہیں نہ تمام گواہوں نے مرزا صاحب کی کتب کے کافی مطالعہ سے انکار کیا بلکہ گواہ نمبر ۲ نے تو اس قدر مطالعہ بتایا ہے کہ شاید مرزا صاحب کے متبعین سے زیادہ ہی ثابت ہو۔

صرف گواہ نمبر ۱ نے ضرور یہ مفہوم ادا کیا ہے مگر وہ بحیثیت مفتی اسلام مسائل شرعیہ کے شاہد ہیں ان کو تمام کتب مرزا صاحب کا مطالعہ لازمی بھی نہیں۔

مرزا صاحب کے اقوال وعقائد کے شاہد دوسرے ہیں انہوں نے خوب مرزا صاحب کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ محض مغالطہ دینے کے واسطے تمام گواہوں کی طرف غلط فرما بنا کے منسوب کر دیا۔ بہرحال اس وجہ سے بھی گواہان

مدعیہ کی شہادت مجروح نہیں۔

اصل الفاظ جرح گواہ مدعیہ عت وٹ سے ملاحظہ ہوں۔ کہ ان کی کتب کے مطالعہ کو بتایا ہے جس کا شمار بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حسام الحرمین وغیرہ

وجہ چہارم۔

دربار معلی کے فیصلہ کی رو سے علمائے اسلام کی آراء حاصل کرنی چاہئیں اور یہ گواہ دیوبندی ہیں ان پر حسام الحرمین اور علماء ہند کے کفر کے فتوے ہیں۔

(الجواب)

یہ محض جھوٹ اور غلط ہے گواہ نمبر الف و نمبر بے و نمبر کا تو کوئی بعید سا تعلق بھی علماء دیوبند سے نہیں اور نہ گواہان مدعا علیہ کسی ایک گواہ کے علاوہ بھی دیوبندی خیال کا ثابت کر سکے صرف گواہ مٹ کو مفتی دیوبند ہونے کی وجہ سے دیوبندی خیال کا بتایا۔ ملاحظہ ہو جرح گواہ مدعا علیہ مٹ۔ اب میں اس فتویٰ حسام الحرمین اور "اشتہار تین سو علماء کے فتویٰ کی حقیقت پیش کرتا ہوں۔

(۱) اشتہار منسلکہ مسل عنوان" وہابیہ دیوبندیہ عقائد والوں کی نسبت تین سو علماء اہل سنت والجماعت کا فتویٰ جس کے معلن محمد ابراہیم بھاگل پوری ہیں۔

(الجواب)

(۱) اولاً جو فوٹو پیش اصول پر یہ غیر مصدقہ ہے۔

(۲) یہ دوران مقدمہ میں جعلی تیار کرایا گیا اسی واسطے اس پر کوئی تاریخ طبع نہیں۔

(۳) مطبع کی ہمارے پاس شہادتیں ہیں۔ عدالت کی طلبی پر پیش کر سکتا ہوں۔ یہ دوران مقدمہ کا ہے۔

(۴) اس میں اکثر فرضی غیر متعارف نام ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کے انتقال کو دس بارہ سال ہو چکے ہیں بعض وہ جن کی عمر ابھی سترہ سال سے زائد نہیں۔ طالب علم مبتدی ہیں۔

(۵) علماء اہل سنت میں عبدالغنی بہار لپوری و رحیم بخش رضوی بہار لپوری بھی ہیں جس سے عدالت اس کی حقیقت کا اندازہ فرمائے۔

(۶) اس میں غلام احمد اختر احمدی کے دستخط بھی غلام احمد فریدی کے ساتھ ہیں جس طرح وہ دستخط کیا کرتے ہیں۔

(۷) عبدالحلیم شاہجہانپوری ہے جو بد چلنی میں سزایافتہ ہے۔
(۸) خود شائع کنندہ سے بھی گواہ واقف نہ تھا جب مختار مدعیہ نے اس کی سزایابی کا حوالہ پیش کیا تو کہا کہ شاید وہی ہو۔
(۹) اس کے حوالہ تقویۃ الایمان وغیرہ اصل کتاب سے جرح میں نہ ثابت کرسکے بلکہ اس میں اس کے خلاف نکلا۔ بحث میں اصل کتاب سے دکھانے کو کہا تھا مگر اس کا نام تک نہ لیا۔
(۱۰) غرض عدالت خود ملاحظہ فرمائے یہ کسی طرح قابل اعتماد نہیں نہ قانوناً نہ شرعاً۔

باقی رہی حسام الحرمین اس کے متعلق بحث میں مکمل جواب دے چکا ہوں اب صرف اس قدر گزارش ہے کہ میرے اس دعویٰ پر کہ یہ فتویٰ بعد اطلاع حقیقۃ حال علماء حرمین نے علماء دیوبند پر سے واپس لے لیا صرف مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر باقی ہے۔ دو کتابیں پیش کی گئی تھیں ایک المہند دوسری علامہ برزنجی مدنی کی غایۃ المامول پہلی میں تو نا قابل التفات تاویلات کیں اور ثانی کو بلا تامل قبول کرلیا جواب میں نام تک نہیں۔ واپس یہ فتویٰ علماء دیوبند کے حق میں بہ تصریح غایۃ المامول علامہ برزنجی کے جس کے آخر میں انہیں علماء کے دستخط سے واپس ہونا ثابت ہے حسام الحرمین میں اولاً مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ایک عبارت پیش کی گئی جو اس طور پر ان کی کتاب تحذیر الناس میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز اس کا پہلا فقرہ صفحہ ۲۸ کا دوسرا صفحہ ۳ کا تیسرا صفحہ ۱۴ کا بے ربط قطع و برید کرکے ایک کفریہ مضمون بنایا جس کے خلاف اسی کتاب کے صفحہ ۱۰ پر تصریح موجود ہے بحث ختم نبوت میں اس پر بحث گذر چکی تفصیل کے واسطے شہاب ثاقب السحاب المدرار ملاحظہ ہو۔

دوسرا اتہام خدا کے جھوٹ ماننے کا مولانا گنگوہی رحمہ اللہ پر فرضی ہے کہ ان کا کہیں کوئی فتویٰ یا اس کا فوٹو دیکھا حالانکہ آپ کی مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کے صفحہ ۱۱۹ پر اس کی زبردست تردید موجود ہے اور تلخیص البراہین کے صفحہ ۹ پر اس فتویٰ کے بے اصل بہتان ہونے کی ان کے اپنے خط سے تصریح موجود ہے۔

تیسرا حوالہ براہین قاطعہ کا چوتھا حفظ الایمان کا ہے جن کا بہتان اور مغالطہ (علم میں مقابلہ) کے عنوان کے تحت پیش کرچکا ہوں۔ مولانا شیخ الہند رحمہ اللہ کے شعر میں لفظ ثانی بمعنی تابع اور دوم کے معنی میں ہے جیسا کہ حضرت حسانؓ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر صدیق اکبرؓ کی شان میں پڑھا کہ۔

؎ وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد ۔ طاف العدو بہ اذ اصعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ وقد علموا ۔ من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

جس کی آنحضرت علیہ السلام نے تائید فرمائی ۔کہ صدقت یا حسان ھو کما قلت۔
(در منثور ج ۳ صفحہ ۲۴۱)

پس یہاں مغالطہ صرف لفظ ثانی بمعنی مثل کے استعمال میں تھا و دفع ہوگیا کہ بمعنی تابع اور دوم کے بھی مستعمل ہوا ہے ۔

یوں ہی دوسرے اشعار بھی بے جا رہیں تنگی وقت کی وجہ سے ترک کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیس سے زیادہ متعلق نہیں فتاوی رشیدیہ کے میلاد وغیرہ کی نسبت حوالجات چونکہ غیر متعلق ہیں لہذا تفصیل کی ضرورت نہیں صرف یہ گزارش ہے۔ کہ وہ سب قطع و برید کرکے متکلم کی اسی کتاب کی تصریحات کے خلاف نقل کئے گئے ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سیف یمانی الحمد اللہ کہ اس بہتان کا بھی بے بنیاد ہونا ثابت ہوگیا

(گواہان مدعیہ کے صریح کذب)

پنجم

پھر خود گواہان مدعا علیہ نیز اس کے مختار نے متعدد غلط بیانیاں کی تھیں اس لیے فرض اس پر پردہ ڈالنے کے واسطے فرضی کذب کے بہتان صریح کذب کا نام دے کر (۱۵) نقل کئے جن میں سے ایک نمبر (۱۵) عدالت نے کاٹ دیا اب صرف (۱۴) نمبر رہے جن کا مرتب مختصر جواب پیش ہے گو وہ زیادہ جواب کے لائق ہی نہ تھے مگر بہر حال مغالطہ کا انکشاف ضروری ہے ۔

(۱) پہلا کذب

گواہ مدعیہ الف نے کہا کہ مرزا صاحب نے خدا ہونے کا دعوی کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا الخ
اور حوالہ آئینہ کمالات کا دیا حالانکہ وہیں ہے کہ یہ خواب ہے اور اس کی یہ تعبیر ہے یہ صریح کذب ہے۔

(الجواب)

یہ صرف بہتان اور غلط بیانی ہے ۔ اوپر لا الہ الا اللہ کے ہیڈنگ کے تحت اس کا ثبوت مفصل گذر چکا ۔ اس میں نہ صرف خدائی کا ذکر ہے بلکہ تیقنت انني هو بھی ہے کہ میں نے یقین کامل کر لیا کہ یقیناً ہو بہو خدا ہوں ۔ باقی یہ کہنا کہ دیگر اس کو خواب قرار دیا ہے یہ بھی مغالطہ ہے اولاً تو مرزا صاحب کا خواب بھی وحی ہے ۔ جیسا کہ مسلمات سے گذر چکا ۔

نیز مرزا صاحب نے خود اس کا ترجمہ کتاب البریہ میں یہ کیا کہ " میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا بہر حال

اس میں ایک حرف بھی جھوٹ نہیں کشف و تعبیر وغیرہ کی تاویلات و مغالطے سب نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ جواب الجواب کے ابتدائی اوراق میں گذر چکے عدالت خود دیکھ سکے ملاحظہ فرمائے تمام تاویلات کا مرزا صاحب کی تصریح سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

(دوسرا کذب)

گواہ مدعیہ الف نے مرزا صاحب کی طرف بحوالہ البشریٰ ج ۲ صفحہ ۷۹ منسوب کیا ہے کہ خدا نے ان سے کہا کہ جس طرح میں قدیم و ازلی ہوں اسی طرح تیرے لیے میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو ہی ازلی ہے" یہ عبارت البشریٰ میں نہیں

(الجواب)

یہ بھی محض بہتان ہے اس کا مفصل جواب "ذا صدی و صوم و سھر و نام" کے تحت گذر چکا ۔
اور یہ بھی بتلا چکا کہ گواہ الف نے وہاں کی عربی عبارت کا ترجمہ اپنے خانہ میں کیا ہے البشریٰ کا ترجمہ نقل نہیں کیا اور نہ وہ ترجمہ اردو مرزا صاحب کے متبعین کو مسلم ہے ۔ خود مختار مدعا علیہ بابو منظور الٰہی کو جو محکمہ تار کے کلرک ہیں عربی سے ناواقف بتایا ہے ۔ پس وہاں عربی الفاظ موجود ہیں گواہ مدعیہ الف نے مطلب خیز ترجمہ کر دیا اس میں کذب کا شائبہ بھی نہیں مفصل بحث اوپر گذر چکی وہیں سے ملاحظہ فرمائی جاوے ۔

(تیسرا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح مرام مرزا صاحب کی نسبت بیان کیا کہ مرزا صاحب "ملائکہ سیاروں کی روح کو مانتے ہیں"

(الجواب)

اب جب کہ بسلسلہ عنوان ملائکہ اس کے تمام حوالے پیش ہو چکے اور ثابت ہو چکا کہ مرزا صاحب کے نزدیک ملائکہ نفوس فلکیہ و ارواح کواکب ہی کا نام ہے پس اب اس کی تصدیق کے واسطے کسی روشنی کی ضرورت نہیں اور غالباً اب تو مختار مدعا علیہ کی بھی غلط فہمی کا ازالہ ہو چکا ہو ۔

(چوتھا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ب نے بحوالہ توضیح المرام یہ ظاہر کیا۔ کہ مرزا صاحب کے نزدیک "دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ نجوم کی تاثیر سے ہو رہا ہے" الخ۔

(الجواب)

یہ بھی غلط بیانی ہے اس کی توضیح بھی بسلسلہ عنوان ملائکہ گذر چکی ایک اور عبارت مرزا صاحب کی توضیح مرام ص۳۸ سے پیش ہے۔

"اور آج تک کسی نے اس امر میں اختلاف نہیں کیا کہ جس قدر آسمانوں میں سیارات اور کواکب پائے جاتے ہیں وہ کائنات الارض کی تکمیل اور تربیت کے لیے ہمیشہ کام میں مشغول ہیں تا آسمانی کواکب کا دن رات پر اثر پڑتا ہے" غرض اس میں کذب کوئی نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ مختار مدعا علیہ اس میں کچھ تاویل کرے مگر تمام تاویلات کا مفصل جواب ہیڈنگ ملائکہ کے تحت پیش کر چکا ہوں۔

(پانچواں کذب)

گواہ مدعیہ ۵ نے بجواب جرح ۱۳ر اگست کو یہ جھوٹ بولا کہ "مسیلمہ کذاب نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی" الخ۔

(الجواب)

اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں وہ تو تابع یا شریک نبی بننا چاہتا تھا۔ یہی قرآن پڑھتا تھا یہی نماز یہی اذان تھی یہی روزہ و حج اسی شریعت پر عمل کا ادعا معمولی ترمیمات اس سے زائد نہ تھیں جو مرزا صاحب نے کیں بہرحال یہ صرف مغالطہ ہے کوئی بھی کذب نہیں باقی گواہ ۳ اور حجج الکرامہ سے اس کے خلاف دکھانا اس کا جھوٹ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں متقدمین نے اختلاف کیا ہے اور دونوں طرف اکابر ہیں اور اصول ہے جب اسلاف میں کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے تو اسلاف جسے چاہیں عمل در آمد بنائیں۔ پس گواہ ۵ نے اپنی تحقیق اپنے علم کے مطابق اور ۳ نے اپنی تحقیق پیش کر دی نہ اس میں کوئی جھوٹ ہے نہ تعارض۔

(چھٹا کذب صریح)

گواہ مدعیہ ۵ نے ۱۲ اگست کو بجواب جرح کہا کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے احمد رضا خان کو بھی کافر نہیں کہتے اس کے کلام میں تاویل کرتے ہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔

(الجواب)

جھوٹ جب ہوتا کہ کسی کی یا اس کے کسی مسلم بزرگ کی تحریر و تقریر اس کے خلاف پیش کرتے حالانکہ نہ پیش کر سکے۔ کیونکہ بیانی جو اس مرحلہ پر پیش کی تھی اس کی غلط بیانی عیاں ہو چکی ہے کہ وہ ان سے ان کی مسلمانی پر استفسار رہے نہ ان پر فتویٰ کفر اس سے قبل مفصل گذر چکا وہیں سے ملاحظہ ہو۔ نیز حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی فیض آبادی کے شہاب ثاقب کے صفحہ ۱۲۷ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی ان کی تکفیر نہیں کی ہاں سختی سے جواب ضرور دیا اور ان کی خیانتیں واضح کی ہیں۔

(ساتواں کذب)

گواہ مدعا علیہ ۵ نے ۱۲ اگست بجواب جرح کہا کہ حدیث من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر یہ کہنا کہ امت اس کے معنی یہ سمجھتی ہے کہ کفر کا سا فعل کیا الخ۔

(الجواب)

اس کا مفصل جواب متعارضات کے سلسلہ میں اس سے قبل گذر چکا اب اعادہ کی ضرورت نہیں بہرحال یہ بھی قول سرتاپا صداقت ہے کذب کا شائبہ تک نہیں بلکہ اسے کذب بتانا ہی ایک کھلی ہوئی کذب بیانی ہے۔

(آٹھواں کذب)

گواہ مدعیہ ۵ نے بجواب جرح ۲۴ اگست کو کہا کہ مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں وحی کو جمع نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار دیا لیکن ان کی جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے وہ وحی شریعت جدیدہ ہے۔

(الجواب)

اس میں جھوٹ کیا ہے جب کہ اپنی تمام وحی کو قرآن پاک کی طرح سمجھتے رہیں جیسا کہ اوپر حوالوں سے گذر چکا تو آپ

شریعت جدیدہ ہونے میں کیا شک ہے۔
نیز اربعین کا حوالہ متعلقہ نبوت تشریعی کو بھی کر دو سو جو شریعت کسے کہتے ہیں"/ ۲ بھی اس سے ملا لیا جائے تو صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔

(نواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۴ر اگست کو بجواب جرح کہا کہ۔
"مرزا صاحب نے ازالہ اوہام کے بعد قرآن کو آخر الکتاب نہیں مانا"

(الجواب)

اس میں جھوٹ ہی کیا ہے اس کے بعد مدعی نبوت و وحی نبوت ہوئے اور اپنی وحی قرآن کی طرح ماننے لگے پھر قرآن آخری وحی اور آخری کتاب کیونکر رہا۔

(دسواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۹ر اگست بجواب جرح کہا کہ۔
"مکتوبات ج ۲ صفحہ ۹۹ مکتوب ۱۵ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ کشفی ہے بالہامی"

(الجواب)

یہ بالکل صحیح ہے مختار مدعا علیہ کی اس سے خود ناواقفی ہے۔ اوپر حوالہ پیش کر چکا ہوں کہ یہی مکتوب ہمہ جگہ ختم کیا ہے وحی فرمایا ہے۔ کہ یہ مجھے بطور علم لدنی سکھایا گیا ہے۔ تو صراحتہ ہے اس امر کی کہ یہ کشفی ہے۔ نیز کشفی کے اور بھی ثبوت اوپر جہاں یہ حوالہ آیا ہے پیش کر چکا ہوں صرف اپنی ناواقفی سے دوسری تحقیق غلط اور کذب بتانا نامناسب امر ہے۔ نیز مختار مدعا علیہ نے حوالہ آخر سے کاٹ کر نقل کیا تاکہ اصل حقیقت پوشیدہ رہے یہ بھی ایک خیانت ہے۔

(گیارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ ۲۸ر اگست بجواب جرح مسلم الثبوت ج ۲ صفحہ ۱۹۵ پھر اس کا مفہوم اس سے نقل کیا اور تبصرہ یہ کیا کہ یہ مفہوم غلط ہے۔

(الجواب)

مختار مدعا علیہ کی سمجھ میں نہ آئے یہ دوسری بات ہے باقی مفہوم بالکل صحیح مراد متکلم کے موافق دوسری تصحیح کے مطابق ہے۔

(بارہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۰/۲۳ اگست کو بجواب عبارت فقہ اکبر صفحہ ۱۷۳ کی عبارت ہے الخ یہ مفہوم صحیح نہیں۔

(الجواب)

یہ مفہوم بالکل صحیح ہے اور اگر مغالطہ دینا مقصود نہیں تو مختار مدعا علیہ کی غلط فہمی ہے یہ دوسری بات کہ اس کے نزدیک کفر و اسلام کا کوئی اور معیار ہو۔ پھر خود جو مفہوم پیش کیا ہے اس سے اس کی واقفیت کا بھی پتہ چلتا ہے کسی ایک ٹکڑے کو لے کر مطلب بیان کرنا اور بات ہے اور مصنف کے مسلک کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا مفہوم ادا کرنا اور ہے۔

(تیرہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۱ اگست کو بجواب حدیث علماء ہم الخ۔

(الجواب)

گواہ مدعیہ ۳ نے جو مفہوم حدیث لکھایا ہے وہ دیگر احادیث صحیح کی روشنی میں ہے اور وہی صحیح و درست ہے مگر مختار مدعا علیہ اپنے تصنیف کردہ مطلب کو صحیح بتلاتا ہے۔ اسے اختیار ہے مگر اسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے اسلاف کے مطابق وہی ہے۔ مفصل طوالت طلب ہے لہٰذا ترک کرتا ہوں عدالت خود ملاحظہ فرمائے۔

(چودہواں کذب)

گواہ مدعیہ ۳ نے ۲۴ اگست بجواب جرح کہا کہ مکتوب جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں جو لکھا ہے مکاشفہ ہے الخ۔

(الجواب)

اس کا جواب ۱۱ میں ص ۳ چکا اس مکتوب کے آخر میں اس کی تشریح ہے کہ یہ ان کی خصوصی علم لدنی اور

کشتی سے ہے ۔ آخر مکتوب کے لفظ حذف کر کے مختار مدعا علیہ نے اوپر حوالہ پیش کیا ہے جیسا کہ عرض کر چکا ۔

غرض یہ کہ ایک بھی جھوٹ ثابت نہ ہو سکا۔ اور
بحمدا للہ گواہان مدعیہ کی شہادتیں بالکل بے لوث رہیں

وجہ ہفتم :

قطب الوقت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

اس سلسلہ میں مختار مدعا علیہ نے وہی استدلال انہیں مصنوعی الفاظ کے ساتھ نمائشی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ذکر کرتے ہوئے جس طرح شہادت میں اشارات فریدی کے بعض حوالے پیش کئے تھے یہاں بھی وہی پیش کئے ۔

حالانکہ جرح میں جب کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب ؒ کے متعلق دریافت کیا گیا تو یہ جواب دیا کہ میرے واجب الاطاعت مسلم بزرگ نہیں اور احمدی (مرزائی) ہونے کے بعد دیگر احمدیوں (مرزائیوں) کی طرح ہوں گے یعنی خدانخواستہ جب کہ ان کے متبعین بنی مرزا صاحب کی امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے خارج ہو کر ملجائیں تو دوسرے احمدیوں کی طرح ہو سکیں گے ۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا صاحب کی بیعت میں باوجود دعوت پہنچنے کے شامل نہ ہوئے ۔ پس مرزا صاحب کا فتویٰ ان کے متعلق ان کے اس اصول سے معاذ اللہ یہ رہا ۔ کہ بہر حال جب کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا تعالے کے نزدیک قابل مؤاخذہ ہے ۔

(فتاوی احمدیہ صفحہ ۲۰۸)

حضرت خواجہ ؒ مرزا محمود صاحب کی نگاہ میں

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوئے خواہ انہوں نے ان کا نام تک بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اور باقرار گواہان مدعا علیہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ العزیز مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے ۔

(باوجود بزعم فریق مدعا علیہ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز بھی مرزا محمود صاحب کے نزدیک عیاذاً باللہ پکے کافر ہیں) "جو آپ کو رسول نہیں مانتا خواہ زبان سے کتنی ہی مدح سرائی کرتا ہو وہ بھی پکا کافر ہے۔"

(آئینہ صداقت صفحہ ۸۶)

پس صرف اپنی مطلب برآری اور حکام ریاست کو فریق مدعیہ کی طرف سے بدظن کرنے کے واسطے یہ شہادت انہوں نے اس انداز میں پیش کی حالانکہ انکی کے متعلق ان کے اصلی دلی خیالات بلکہ اس سے بڑھ کر ہیں جو اوپر نقل ہوئے بخلاف فریق مدعیہ کے وہ ان کو درحقیقت قطب وقت شیخ طریقت اپنا مقتدا و پیشوا اور مسلم بزرگ تسلیم کرتا ہے اور انہیں کی تصریح کے مطابق فرقہ احمدیہ کو فرقہ ناریہ یقین کرتا ہے اور دنیا میں ان کا تبع اور آخرت میں ان کے ساتھ اپنے حشر کا متمنی ہے۔

مختار مدعیہ نے اس شہادت کے متعلق گواہان مدعا علیہ کے مسلمہ قواعد و اصول اور حقائق کی روشنی میں جو اس پر نکتہ چینی کی تھی اس کی مندرجہ ذیل تاویلات کیں۔

(خلاصہ تاویلات)

(۱) مختار مدعیہ نے حضرت خواجہ صاحب کے تقدس پر یہ طعن کیا کہ آپ نے فیصلے کے وقت کوئی تحقیق نہ کی تھی۔

(۲) آپ نے کافر کہنے والوں کو غلطی پر بتلایا ہو بلا اعلیٰ وجہ کی تحقیق کے نہیں ہو سکتا۔

(۳) مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ خط میں صرف مرزا غلام احمد لکھا ہے کہ مسیح موعود و مہدی مسعود یا کوئی اور ایسا لفظ نہیں کیونکہ مرزا صاحب اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر بھی آپ کو اعزاز اصحاب لکھا۔

(۴) دیگر خطوط میں مکرمی جناب صاحب وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

(۵) مندرجہ ذیل الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ واقف علی مقام

تعظیمک قبل الزوجیۃ وما جرت کلمۃ علی لسانی الخ معترف بصلاح الخ

موقن بانک من عباد اللہ الصالحین و ثبت الفضل الخ

"مرزا صاحب مرد نیک و صالح است" نیک مرد کہ اہل سنت والجماعت است الخ

"گو تمام کلام او مملو الخ" مرزا صاحب میں مہدی و عیسیٰ ابن مریم کے اوصاف پائے جاتے ہیں الخ

(۶) مندرجہ ذیل امور دال ہیں کہ مرزا صاحب کے متعلق بعد تحقیق فتویٰ دیا۔

(۱) الفاظ مذکورہ بالا۔

(۲) خلیفہ اول کی ملاقات اور مرزا صاحب کے متعلق گفتگو۔

(۳) مرزا صاحب سے خط و کتابت جاری رہی تھی ان کا ذکر ہے۔

(۴) لیکچر جلسہ اعظم کا پڑھنا۔

(۵) مخالف علماء کا جانا اور ان کے وجوہات کفریہ کو کفریہ سمجھنا اور علماء کو غلطی پر بتانا علی وقت ۱۲۲ صفحہ ۱۱۶ صفحہ ۱۹۱ درج ہے۔

(۶) عبارت مرزا غلام احمد قادیانی الخ صفحہ ۱۶۸۔

(۷) نور فراست سے بھی اولیاء صادق کو پہچانتے ہیں۔

(۸) انجام آتھم جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی اور اس میں دعاوی و چیلنج مباہلہ تھا وہ بھی آپ کو پہنچی۔

(۹) کچھ قابل اعتراضات الہامات کا بھی اس میں جواب تھا۔

(۱۰) مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

(ل) کا فرو اکفر است صفحہ ۱۰۹ ج ۳ اشارات فریدی۔

(ب) ہفتاد فرقہ کہ مردود اند و اہل نار۔ (فوائد فریدی صفحہ ۳۰)

(۱۱) چوتھے چار کو عباداللہ الصالحین فرمانے کا کوئی بھی ثبوت پیش نہ کیا۔

(۱۲) مختار مدعیہ کو مسلم ہے کہ عباداللہ الصالحین بھی ایک شہادت ہے پھر خواجہ صاحب کی طرف کسی اور لئے اس کی نسبت کیوں نہ شہادت دی۔

(الجواب)

(۱) یہ غلط اور محض جھوٹ ہے بلکہ جس قدر اُن کے سامنے تحقیق حکیم نورالدین صاحب یا مرزا صاحب کی کتاب انجام آتھم جس قدر بھی سنی اس سے ہوئی ان پر حکم نہ دیا دیگر کفریات خصوصاً دعویٰ نبوت اور ختم نبوت کا انکار اور حقیقۃ الوحی کے ناقابل برداشت کفریات اس وقت نہ تھے اور نہ انہیں پہنچے۔

یہی کب ثابت ہے کہ یہ خط من و عن حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے بلکہ اغلب یہ ہے کہ اُن کا نہیں بلکہ غلام احمد اختر احمدی کا اس میں اضافہ ہے اور جعل سازی ورنہ حضرت صاحبؒ ہرگز اپنے قلم مبارک کی تصنیف یعنی نسخہ مبارکہ فوائد فریدی میں احمدی فرقہ کو فرقہ مردودہ اور ناری و جہنمی قرار نہ دیتے۔

(۲) اُن دلائل کی رو سے جو وہ پیش کرتے تھے ضرور بر خاطی جتایا ہوگا اس وقت ان کے تمام کفریات تفصیلہ سامنے نہ تھے صرف انجام آتھم کی توہین بیلیے تھی اس پر مرزا صاحب کا اپنے بچاؤ کا ایک مصنوعی نوٹ بھی ہے۔

پھر غلام احمد اختر نے نیز حکیم نور الدین صاحب نے ان کفریوں کے خلاف واقع شہادت دی حکم ظاہر پر دیا جاتا ہے نہ کسی کے باطن پر علمائے اسلام نے بھی جب تک صرف وہی امر تھا کفر میں احتیاط اور متفقہ فتویٰ نہ دیا مگر بعد میں کفریے نقاب ہونے کے خصوصاً سنہ ۱۹۰۱ء سے متفقہ تمام علماء و مشائخ نے تکفیر کی اگر حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز اس عالم ظاہر میں رونق افروز ہوتے تو وہ بھی مرزا صاحب کو کافر بتا کر ناموس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کافی سے زائد حصہ لیتے۔

(۳) اب اس پر لکھنے کی ضرورت نہیں اُس کے اجزاء سب مفصل آ رہے ہیں۔

(۴) پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم او مقدس اسلام کی درحقیقت مرزا صاحب نے جس قدر توہین عظیم کی ہے اور تمام صحابہ رضہ اور اہل بیت کرام اور اولیاء اللہ کو جو منہ میں آیا کہا ہے حضرت قبلہ قدس سرہ کو پہنچتی تو مرزا صاحب کے فتویٰ تکفیر پر سب سے پہلے حضور قبلہ کے دستخط ہوتے اور اُن کے تمام متبعین کو اسی وقت نہ صرف ریاست بلکہ تمام اُن کے حلقہ اثر سے شہر بدر کرایا جاتا۔ انہیں تو حکیم نور الدین صاحب نے خلاف واقع بیان اور مرزا صاحب نے اپنے قول ہیچ ہر نبوت را بروشد اختتام سے مغالطہ دیا ہے اور اگرچہ صاحب نسبت حضرات پر ایسے امور غیبیہ ہی منکشف ہوتے ہیں۔ مگر یہ ہر وقت لازمی اور اختیاری نہیں۔

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم — گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
مے شود پردہ چشم کاہ گاہے — دیدہ ام ہر دو جہاں را بنگاہے
منزل عشق بسے دور دراز است ولے — مے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

نیز مقربان بارگاہ اسرار الٰہیہ اور امور غیبیہ کو عوام پر واضح کر کے پردہ فاش نہیں کرتے حکم ظاہری پر لگاتے ہیں تا کہ ناموس شرع پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس فرقہ احمدیہ کو مردود و ناری بتانا اور مرزا صاحب کو کشف و الہام میں خاطی ماننا اسی زمرہ سے ہے۔

(۵) مرزا صاحب پسند کرتے یا نہ مگر مسیح موعود و مہدی مسعود مان کر صرف الیٰ مرزا صاحب غلام احمد بلا کسی القاب و آداب کے لکھنا کبھی عقل باور نہیں کر سکتی۔ معمولی معمولی انسانوں کو تو لمبے لمبے القاب لکھے جاتے ہیں مگر مسیح دوران و مہدی زمان کو کچھ نہیں صرف مرزا غلام احمد معلوم ہوا کہ ان دعاوی کی تصدیق کا التزام محض

بہتان ہے ۔ بلکہ غضب یہ ہے کہ ان تک یہ پہنچی ہی نہیں کیونکہ بالاستیعاب کسی کتاب کا سُننا یا دیکھنا ثابت ہی نہیں ۔ اور خود اپنی فوائد فریدی میں حضرت قبلہ قدس سرہٗ نوراللہ مرقدہٗ عیسٰے ابن مریم کی حیات و نزول اور مہدی کو دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں اور مہدی کو آنحضرت کے محمدؐ کے نام کے ہمنام اُن کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ آمنہ اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کے معتقدات مفصلاً اپنے عقائد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں ۔ جس کے بعد ظاہر ہے ۔ اگر یہ دعاوی اسے پہنچتے تو ہرگز مسیح موعود نہیں تسلیم کرتے بلکہ تکذیب و تکفیر میں سب سے پیش پیش ہوتے ۔

نمبر۷ اولاً یہ تمام الفاظ غلام احمد اختر احمدی یا اُن کے دوست ملا رکن الدین صاحب کے بڑھائے ہوئے ہیں جن سے حضرت قبلہ نوراللہ مرقدہٗ کا دامن قدس پاک ہے ۔ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ جب ان الفاظ پر مطلع ہوئے ۔ تو فرمایا اس سے ملا رکن الدین نے اپنی عاقبت خراب کر دی وہ قلمی تحریرات اب تک اُن کے خلفاء کے پاس ہیں نیز وہ روایات ان کے متوسلین میں مشہور ہیں ہم تحریرات پیش کرنا چاہتے تھے ۔ عدالت نے حسب ضابطہ اجازت نہ دی اگر عدالت اجازت دے ہم پیش کر سکتے ہیں ۔

نیز ان میں کوئی بھی لفظاً اُن کی نبوت وغیرہ کی تصدیق کے نہیں ۔ معلوم ہوا کہ دراصل تمام حقیقت حال کی آپ کو اطلاع نہ دی گئی ۔ ملا رکن الدین صاحب اور غلام احمد اختر نے مل کر یہ سازشیں کیں ۔

(۸) ہرگز نہیں یہ امور تحقیق مکمل پر دلالت نہیں کرتے الفاظ مذکورہ کے متعلق اوپر عرض کر چکا ہوں مفصل ابتدائی بحث میں ملاحظہ ہو ۔ حکیم صاحب کی ملاقات ہی اس امر کی دلیل ہے کہ اصل واقع پیش نہیں ہوا بلکہ حسن عقیدت اور صفائی کا حکیم صاحب نے اظہار فرمایا ۔ حضرت صاحب نوراللہ قدسہٗ نے باور کر لیا اولیاء اللہ کے ایسے ہی وسیع اخلاق ہوتے ہیں ۔ وہ دنیا داروں کی طرح امور میں کرید نہیں کرتے اور نہ اُس کے مکلف تھے حضور قبلہ تو دنیا سے کنارہ کش مراقب ذات صفات تھے ۔ انہیں ان امور سے تفتیش تعارف مہلت ہی کب تھی ۔ صوفیائے کرام کسی کو بُرا نہیں کہتے ۔ حتیٰ کہ اپنے دشمن کو ۔ ریاست کے باشندے بھی واقف ہیں ۔ کہ اُن کے معاملات اُن لوگوں کے ساتھ کیسے تھے جنہوں نے انہیں گالیاں دیں ۔ اور برا کہا ۔ خط و کتابت اور تقریر جلسہ اعظم میں کوئی بھی کفریہ دعوٰی والہام نہیں خط و کتابت میں تو اسلامی عقیدہ ۔ بلکہ ہر نبوت وارد شدہ اختتام سے مغالطہ دیا ہے ۔ اُس کے بعد پھر ہر نبوت کے عموم کو باطل قرار دے کر خود نبی اور انبیاء سابقین سے افضل اور سیدالانبیاء کے ہمسر بلکہ کچھ بڑھ کر بن گئے ہیں ۔

یوں ہی اُس تقریر کے بعد اپنی کتب میں کوئی بھی کفریہ نہ چھوڑا ۔ جو نہ لکھا ہو ۔ خصوصاً سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد ۔

مخالف علماء کے وجوہ کفر انجام آتھم کے نوٹ اور غلام احمد اختر اور حکیم نور الدین صاحب مغالطہ آمیز صفائی کے بعد یقیناً قابل اعتماد نہ سمجھے ہوں گے حضور قبلہ نور اللہ مرقدہ کا سمجھنا اس وقت حق بجانب ہے۔ اور اس وقت دیگر علماء کا بھی متفقہ فتویٰ نہ تھا اور نہ صرف اسی کتاب پر فتویٰ کفریہ ہے اصل معاملہ تو ۱۹۰۱ء کے بعد جب نبوت سے پردہ اٹھا اور کھل کے تمام اپنی گول مول دعاوی و الہامات کفریہ کی شرح کی اور دین کی بنیادوں پر زبردست ضرب کاری لگائی اور انبیاء کرام حتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اہل بیت و اولیاء اقطاب و ابدال کی توہین کی۔ اس وقت متفقہ عرب و عجم علماء و مشائخ غرض کہ تمام فرق اسلامیہ نے کافر بنایا اور آج روئے زمین پر کوئی بھی فرقہ انہیں مسلمان نہیں کہتا۔ بلکہ اسلام کا سب سے زیادہ دشمن انہیں کو شمار کرتا ہے۔ اس سلسلہ کے دیگر امور کا بھی اس میں جواب آچکا۔

(۹) انجام آتھم پہنچی ہو مگر اول سے آخر تک بالاستیعاب مطالعہ کا ثبوت نہیں نہ کل کے سننے کا نیز اس میں تمام دعاوی بھی نہیں ۱۹۰۱ء کے جب کہ تمام دعاوی کفریہ بے نقاب ہوئے اس وقت جیسی کوئی کتاب نہ پہنچی اور نہ تھی۔ اور علماء اسلام کا متفقہ کفر دعویٰ نبوت کے پورے اظہار کے بعد اور کفریات کے قطعی الثبوت ہو جانے پر ہوا ہے۔

(۱۰) جب ہی تو مغالطہ ہوا اور کفر کا فتویٰ نہ دیا گیا ورنہ اس کے بعض الہامات حضور قبلہ قدس سرہ العزیز جیسے صاحب بصیرت کے فتوے کفر کے واسطے کافی ہوئے۔ اُس میں پردہ ڈالنے کو کچھ غلط تاویلات مغالطہ آمیز بھی تھیں۔

(۱۱) مسیلمہ کو جس طرح کافر اکفر بتایا بوجہ دعویٰ نبوت کے اگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت پہنچتا تو انہیں بھی اسی طرح کافر اکفر بتاتے۔

ہفتاد فرقہ جنہیں مردود ناری بتایا ان میں مدعا علیہ کا فرقہ احمدیہ بھی تو ہے۔ اور گواہ ۲ کا جواب جرح کا اقرار ہے۔ کہ ہندوستان میں فرقہ احمدیہ صرف مرزا صاحب ہی کا فرقہ ہے نہ کوئی اور۔

(۱۲) چوتھے چہار کے عباد اللہ الصالحین ہونے کا ثبوت بحمد اللہ ہمارے پاس قطعی اور تحریری موجود ہے۔ اور ہم پیش کر رہے تھے۔ عدالت نے حسب ضابطہ وقت گذر جانے کی وجہ سے اجازت نہ دی تھی آج اگر بے ضابطہ اجازت ہو جائے تو ہم آج پیش کر سکتے ہیں۔

(۱۳) یقیناً عباد اللہ الصالحین اگر حضور قبلہ فرماتے تو سوائے ان سازشی حضرات اور خصوصاً غلام احمد اختر احمدی کے کوئی ایک تو خلفاء و مریدین و متوسلین میں تو شاید ہوتا مگر ایک بھی نہیں بلکہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ تو اس کی وجہ سے ملا صاحب کو فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی عاقبت خراب کر لی۔

نیز اگر حضور قبلہ انہیں مسیح و مہدی سمجھتے تو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب اور بالخصوص حضرت کے متوسلین اس سے ناواقف رہتے یا وہ حضرت کی مخالفت کرتے بلکہ سب کے سب اور سب سے پہلے خلفاء داخل سلسلہ ہوتے مگر بحمداللہ آج تک سوائے غلام احمد اختر کے جو پہلے سے احمدی تھا ایک بھی احمدی نہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ سب سازشی کارروائی تھی حضور قبلہ کا دامن اقدس اس سے بالکل پاک ہے۔ فللہ الحمد۔

(بعض اعتراضات کے جواب کا جواب الجواب)

(۱) صرف انجام آتھم یا اس کے ضمیمہ میں خطوط کا شائع ہونا اور اس کی تائید صرف اسی سازشی کارروائی غلام احمد اختر پر منحصر ہونا اُن خطوط کے مشکوک ہونے پر کافی تھا۔ پھر کسی خلیفہ کی تائید نہ حاصل ہونا بلکہ اپنی مجلسوں میں زبردست تردید حتیٰ کہ اسے ملا صاحب کی بربادی عاقبت کا سبب بتانا ایسے واضح امور تھے کہ جس کا جواب ہی ناممکن تھا۔
مخالف مدعا علیہ سے کوئی معقول تاویل بھی نہ ہو سکی صرف یہ کہہ کر ٹالا کہ اس سے کیا اگر کسی دوسرے نے نہ شائع کیا اور کسی نے تردید نہ کی اولاً مرزا صاحب کی کتابیں کون مسلمان بلا ضرورت دیکھتا ہے پھر اشاعت میں ان خطوط سے کسے دلچسپی ہوگی نیز میں تو عرض کر چکا کہ خلفاء اور خصوصاً صاحبزادہ بھی بعد اطلاع اس سے اظہار بیزاری فرماتے رہے۔ اور اُسے ملا صاحب کا اخراج اور سوء عاقبت کا سبب فرماتے رہے۔ آج بھی بحمداللہ چاچڑاں شریف کی گدی آباد ہے۔ اور اس کے زیب سجادہ سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔
یہ کہنا کہ شائع کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ صوفیائے کرام کو اشاعت و اشتہارات و طباعت کی فرصت نہیں ہوتی وہ ہر وقت ذکر و شغل میں مشغول ہوتے ہیں الحمد للہ ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں پھر زبانی اشاعت اتنی ہو چکی تھی کہ اشتہارات کی ضرورت ہی نہ تھی اسی کا تو اثر ہے کہ ایک بھی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غلام مرزا صاحب کے زمرہ میں نہ شامل ہوا بلکہ سب کے سب تمام مسلمانوں کی طرح انہیں مرتد و کافر سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ رسالہ و خطوط پہنچے آپ نے تردید نہ کی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اور موثق ثبوت سوا اس مشتبہ اشارات فریدی کے نہیں جس پر اعتماد ہو سکے۔ اگر ثابت کرتے تو کوئی ایک تو شاہد اور مرید ہوتا۔

(۲) مرزا صاحب کے کشف کو جب غلطی پر محمول فرما چکے ہیں تو یہ کہنا کہ انہوں نے تصدیق کی محض مغالطہ ہے اور یہ کہنا کہ لوگوں کے بہلانے کو کہا کہ زیادہ سے زیادہ خطاء کشف میں مان لو اس سے نا مضحکہ خیز ہے اور کیا یہ پھر کشف کی غلطی کے مطالب کی ترجیح مکتوب وغیرہ سے سب بیکار ہے مسیح موعود اور مہدی مانتے اور

پھر ان کے کشف جو بمنزلہ وحی کے تھا غلط اور خطا والا ہوتا تے نا ممکن نہ تھا یہ سب بیکار تاویلیں نا قابل التفات ہیں ۔

(۳) اس کا جواب کہ مرزا صاحب کے آدمیوں نے سازشی طور پر خلاف واقعہ صفائی پیش کر کے حضور قبلہ قدس سرہ العزیز کو مطمئن کر دیا پھر نہ ہو سکا بلکہ غلط پروپیگنڈے کے طور پر تاویلیں کیں کہ اس سے تو یہ قول بہر حال تسلیم ہی کر لیا ۔ حالانکہ یہ جواب برتقدیر تسلیم و بطور فرض محال تھا ورنہ اس کا ثبوت تو نہیں جیسا مختصر اوپر اور مفصل اصل بحث میں عرض کر چکا ۔

یہ کہنا اس سے زائد نا قابل التفات ہے کہ اس میں حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ ہے کہ آپ سے جو شخص جو بھی چاہتا تھا لکھا لیتا تھا اور صادق و کاذب میں فرق نہ کرتے تھے یہ نہ مہمل جواب ہے بلکہ مختار مدعیہ کے قول کا ماحصل یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے روبرو مرزا صاحب کے متعلقین ان کے خلیفہ اول یا ان کے معتقدین کی شہادتیں ان کی صفائی میں تھیں اور اس وقت اس کے خلاف کوئی مدلل آپ کے روبرو شہادت نہ گذر سکی ۔ مولوی غلام دستگیر قصوری نے بنائے تکفیر انجام آتھم کی عبارت کو قرار دیا تھا وہاں تو بھی مرزا صاحب کا نوٹ موجود ہے اور یسوع کی توہین کی تاویل کی ہے پس وہ تنہا بلا کسی دوسری خارجی شہادت کے تکفیر جیسے اہم مسئلہ میں کافی و قابل اطمینان نہ تھا پس فتویٰ کفر سے احتراز کیا مگر نہیں بھی عباد اللہ الصالحین میں سے فرما دیا جو مرزا صاحب کے مکفر تھے اس سے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صوفیانہ مسلک بھی واضح ہو گیا ورنہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کو کافر جاننے والے کو عباد اللہ الصالحین کہنے کے کیا معنی عجیب بات مسیح موعود بھی عباد اللہ الصالحین سے اور ان کو کافر ماننے والے بھی عباد اللہ الصالحین میں ۔ یقیناً خواجہ صاحب نا علیہ الرحمۃ کا دامن قدس اس سے پاک ہے کبھی بھی وہ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مہدی نہیں مانتے تھے ۔

(۴) اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا کہ بعد تسلیم اس امر کے کہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مسلمان ہی مانا مگر قبل دعویٰ نبوت و اظہار نبوت کے یعنی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جب کہ ان کو بھی یہی لکھا تھا کہ

ختم ہر نبوت را بر دست اختتام ۔ ورنہ ان پر بھی وہ ہی فتویٰ ہوتا جو مسیلمہ مدعی نبوت پر بوجہ دعویٰ نبوت کے ارشاد فرمایا کہ

رو کافر الکفراست " ملاحظہ ہو ارشادات فریدی ج ۳ ص ۱۰۹ لہذا مرزا صاحب اور تمام مدعیان نبوت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرزا صاحب کا فتویٰ اس میں کافر الکفر ہونا موجود ہے ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اب یہ توجیہ کہ اس قسم کا دعویٰ اور اس قسم کا یا الہامات ہیں ھو الذی ارسل رسولہ الخ بھی تھا نیز لا غلبن انا و رسلی الخ یا اور اسی قسم کے یہ سب بوجہ نبوت نہ ہونے کے مستورد تھے اور دوسرے معانی پر محمول یا خطا و غلطی پر جیسا کہ اسی اشارات میں کشوف و الہام میں خاطی قرار دیا ہے یہ سب تاویلات ہی فضول ہیں جب نبوت پر پردہ پڑا تھا اور بالکل مسلمانوں کی طرح ہر قسم کے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے اور ہر قسم کے امتی و غیر امتی نئے یا پرانے نبی کا آنا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے منافی اور کفر بتاتے تھے جیسا کہ ختم نبوت کی بحث میں مفصل گذر چکا۔

(۵) مولوی رکن الدین صاحب سے غلام احمد اختر احمدی کا تعلق اور انہی کا مسودہ خطوط لکھنا تو مسلم ہے اب یہ تاویل احتمالات کسی طور پر نافع نہیں۔ ثبوت بہر حال مشتبہ ہو گیا۔

(۶) اس کا بھی کوئی جواب نہ ہو سکا بلکہ تسلیم کر لیا کہ سوائے غلام احمد صاحب اختر کے اور کسی مرید سے کہ خود ملا رکن الدین بھی مرزا صاحب کی بیعت میں شامل نہ ہوئے۔ یہ کہدیا۔ کہ یہود نے کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اپنے انبیاء کی خبر کے مانا۔ گویا یہ سب حضرات جو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ جنہوں نے مرزا صاحب کی بیعت نہ کی یا تصدیق نہ کی عیاذاً باللہ یہود کی طرح ہوئے۔

(۷) خواجہ محمد بخش صاحب کا برادری کہنا یقیناً ان کی تمام تحریرات اور ہر قول و فعل کی تائید و توثیق نہیں کرتا۔ بخلاف غلام احمد اختر کو اخویم کہنا۔ ملا رکن الدین صاحب کا تعلق ضرور ثابت کرتا ہے۔ تعلق ہونا اور چیز ہے غلام احمد اختر کو اخویم کہنا و توثیق اور شئے۔

(۸) خواجہ محمد بخش صاحب کی تقریظ میں کہیں بھی یہ نہیں۔ کہ میں نے اسے از اول تا آخر کما حقہٗ مطالعہ کیا ہے نہ عموماً تقریظات میں یہ ہوتا ہے معمولی نظر ڈال کر مولف کے اعتماد پر تصدیق و تقریظ لکھ دی جاتی ہے۔
باقی مریدوں کا طبع کے واسطے اصرار تو حضرت خواجہ صاحب رح کے ملفوظات کی وجہ سے تھا نہ مرزا صاحب تصدیق کی سازش کارروائی کے لیے۔

اس سے توثیق کیا ہوئی مرزا صاحب کا قول اشارات حضرت خواجہ صاحب رح کی تصنیف ہے اور گواہان مدعا علیہ کے قول و ملا رکن الدین صاحب کی ہے اس تناقض پر کوئی معقول توجیہ نہ پیش کر کے صرف تاویلات ناقابل التفات کیں
پھر گواہ کا کبھی یہ کہنا کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے سبقاً سبقاً سُنی اور پھر سوالات مکرر میں اس کی اصلاح کہ نہیں خود خواجہ صاحب نے سُنی دونوں غلط ہیں کیونکہ گواہ نے بجواب جرح ۹ سماعت ۱۹۳۲ء تسلیم کیا ہے کہ اشارات مرتب ہی خواجہ صاحب کے بعد ہوئے۔ اور طباعت و اشاعت بھی۔

زیادہ تعجب تو یہ ہے۔ کہ ملا رکن الدین صاحب یا غلام اختر صاحب احمدی کے اقوال تو قابل قبول بلا تامل شک وشبہ ہیں۔ مگر خود حضرت خواجہ صاحب رح کی تصنیف اشارات فریدی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً سب سے آخری نبی ہونا لکھا ہے اور تمام عقاید مرزا صاحب ۔ مرأن کی جماعت کے خلاف اہل سنت والجماعت کے موافق لکھے ہیں۔ اور اس کے صفحہ ۲۹ اور ۳۰ پر فرقہ احمدیہ کو مردود وناری فرقہ بتایا ہے۔ اس میں بے کار اور بے ربط تاویلات وشبہات نکالے جاتے ہیں اس کا صاف یہ مطلب ہے کہ جو اپنے مطلب کے موافق ہو وہ تو قبول اور جو نہ ہو وہ مردود۔ اور ناقابل قبول۔ جس سے مرزا صاحب کی تصدیق ہو وہ صحیح خواہ سازشی اور فرضی ہی کیوں نہ ہو۔ اور نہایت مستند معتبر بھی اگر مرزا صاحب کی تصدیق نہ ہو۔ تو غلط بلکہ احادیث صحیح تک ردی کی طرح پھینکنے کے لائق۔

یہ کہنا کہ مرزا صاحب کے فرقہ کا نام فوائد فریدیہ کی تصنیف تک فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ محض مغالطہ ہے۔ اس کی تائید تریاق القلوب کے سنہ طباعت سے بھی کافی نہیں۔ کیونکہ زائد سے زائد بفرض تسلیم اس سے یہی ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ میں اس نام کو مردم شماری کے لیے رجسٹرڈ کرانے کی درخواست بعد کو کی ہے مگر یہ نہیں کہ یہ نام ایجاد ہی اُس سنہ سے ہوا بلکہ پہلے اور ہمیشہ سے ہندوستان میں نام صرف مرزا صاحب کے متبعین کے واسطے باقرار گواہ مدعا علیہا ۳۰ ر سا دمح مخصوص۔ ہے۔

نیز براہین احمدیہ جو سب سے پہلی کتاب ہے اُس کی نسبت بھی اس کا قرینہ موید ہے کہ جماعت کا نام بھی ابتداء سے یہی احمدیہ تھا۔ بہرحال گواہ کے اقرار کے بعد اب یہ تمام احتمالات بے معنی ہیں۔ اور یقیناً حضرت قبلہ مدظلہ تعالٰی نے اس فرقہ یعنی فرقہ احمدیہ کو فرقہ مردود وناریہ قرار دیا ہے۔ اور باقرار گواہ ہندوستان میں کوئی اس نام کا فرقہ ہی نہ تھا۔ مولانا رشید احمد صاحب کے متبعین رشیدیہ کے نام سے موسوم ہیں جیسا النقول الصحیح سے بحث میں پیش کر چکا۔

بہرحال یہ تمام تاویلیں محض بے سود ہیں۔

خلاصہ جواب الجواب متعلقہ شہادت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اولاً یہ شہادت شہادتی اصول پر محقق و ثابت نہیں بلکہ اغلب یہ ہے۔ کہ خواجہ صاحب رح کی نہیں یقیناً غلام احمد اختر احمدی کی سازش ہے۔ جیسا کہ مفصل اصل بحث میں پیش کر چکا ہوں نیز مرزا صاحب کا ان کو منکرین کی فہرست میں شمار کرنا اس امر کو کافی ہے۔ کہ خواجہ صاحب انہیں کافر سمجھتے تھے۔ دوسرے اس پر کسی خلیفہ یا مرید نے اعتقاد نہ کیا نہ مرزا صاحب سے وابستہ ہوئی نہ تصدیق کی نہ بیعت۔

تیسرے یہ بھی ثابت نہیں کہ مرزا صاحب کی کوئی کتاب من اولہ الی آخرہ حضرت خواجہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھی یا سنی ہو - پھر یہ ان کے وصال کے بعد مرتب ہوئی ۔

علاء رکن الدین جامع اشارات کی توثیق کے متعلق خواجہ صاحب سے کچھ منقول نہیں - پانچویں ان کے کلام کو طاقت بشری سے خارج بنایا ہے جو خواجہ صاحب سے متعارف نہیں تمام مرزا صاحب کے دعاوی و معتقدات خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتاب فوائد فریدی کے سراسر مخالف ہیں بلکہ ان کے مخالف عقائد ان سے آخر تک موجود ہیں بحوالہ رجال یا جرح و ماجرح رسل عقلیٰ وغیرہ میں مرزا صاحب کے خلاف اہل سنت کے موافق ہیں جیسا کہ جرح میں حوالے پیش کر چکا ۔

پھر خود فوائد فریدی میں احمدیوں کو فرقہ مردودہ اور ناریہ میں شمار کیا جیسا کہ گمراہوں کے مسلمات سے اصل بحث میں پیش کر چکا ۔

ان دلائل و براہین کی روشنی میں ان خطوط کی نسبت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کرنا بہتان عظیم ہے ۔

اور اگر بفرض محال تسلیم بھی کر لیں تو یہ اس وقت تک تھا جب تک دعویٰ نبوت نہ تھا - اور انہیں یہ علم نہ تھا ۔ تھا کہ جو نبوت کا بعد از اختتام مدعی بعد دعویٰ نبوت - جیسے مسیلمہ مدعی نبوت پر کا فتویٰ اکفر کا فر ہونے کا موجب ہے کہ مرزا صاحب بھی مسیلمہ کی طرح کافر ہیں - لہٰذا ایک طرف تو علماء اور اس کی جماعت کے خود مبلغ مرزا صاحب کو مسلمان اور ان کے فرقہ کو اسلامی فرقہ ثابت کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک عالم رسیدہ بزرگ اور تمام پنجاب و ہندوستان کا مسلم تاجدار بہاولپور کے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں

جن کا احترام تمام ریاست کے والی و رعایا پر ضروری ہے - وہ اپنی کتاب فوائد فریدی میں فرقہ احمدیہ کو مردود و ناریہ اور مدعی نبوت مسیلمہ جیسے کو گمراہ کافر فرماتے ہیں - پس اس جماعت کے کفر و ارتداد میں اب کون شبہ رہ جاتا ہے ۔

آخری گزارش

تنگی وقت اور تحدید کی وجہ سے اب کوئی جنرل جواب الجواب تمام جوابی بحث پر پیش نہیں کر سکتا اور نہ جدید حوالوں اور خیانتوں میں تیز کلامی کی فہرست پیش کرنا ممکن ہے عدالت کو خود ہی ملاحظہ مسل سے پتہ معلوم ہو جائے گا۔ دوران جواب میں اشارات کرتا رہا ہوں ۔

استدعا

تنقیح اول کا حصہ اول مدعا علیہ کا احمدی ہونا یا قادیانیت و مرزائیت اختیار کرنا تو اقراری ہے حصہ دوم یعنی اس سے ارتداد و کفر کا لازم آنا تمام تاویلات محتملہ مدعا علیہ کا مدلل جواب دے کر اور مغالطوں کا انکشاف کر کے تقریباً دو سو سے زائد قطعی دلائل آیات قرآنیہ قطعی الدلالت و قطعی المعنی و افراد اور احادیث صحیحہ مشہورہ و متواترہ و اجماع صحابہ و ائمہ و تمام امت و اقوال سلف و خلف و علماء و صوفیہ و اکابر سے مدلل ثابت کر دیا کہ نہ صرف وجوہات پنجگانہ بلکہ اور بعض وجوہات کثیرہ سے مدعا علیہ اور اس کے مقتدا و جماعت کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اب صرف تنقیح دوم باقی رہی کہ کیا اس سے فسخ نکاح لازم آتا ہے۔ اس کے واسطے ہر دو گواہوں کا اقرار پیش کر چکا ہوں کہ

"اگر مرتد ہو جائے تو عام حکم یہی ہے کہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔" (جرح گواہ مدعا علیہ عـا یکم مارچ ۱۹۳۳ء)

"تعامل تمام مسلمانوں کا یہی ہے کہ ارتداد سے نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔" (جرح گواہ مدعا علیہ عـ۲ ۱۴ مارچ ۱۹۳۳ء)

پس مقدمہ ہذا میں

نکاح مدعیہ کا فسخ اور مقدمہ بحق مدعیہ ڈگری ہونا چاہیئے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ علی حبیبہ اولاً و آخراً دائماً متوالیاً و علی آلہ و صحبہ و اولیاء امتہ اجمعین

(ابوالوفاء النعمانی عفاء اللہ عنہ شاہجہانپوری)
۱۰ مئی پنجشنبہ ۱۹۳۴ء